داستاں میری

جلد اول

حدیث شریف کے ایک طالب علم کی سرگذشت حیات اور وقت کے مشائخ و علماء خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ وغیرھم کے بیش قیمت خطوط کا دلآویز مرقع

مؤلف

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی

ناشر

مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی

جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ یو-پی (انڈیا)

نام کتاب: داستاں میری (اول)

مؤلف: (حضرت مولانا) ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

کمپوزنگ: صلاح الدین ندوی / مشتاق احمد غازیپوری

صفحات: ۵۸۰

ناشر: مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی، مظفر پور اعظم گڑھ یوپی

اشاعت اول: ۱۴۳۴ھ ۲۰۱۳ء

اشاعت دوم: ۱۴۴۱ھ ۲۰۲۰ء

ملنے کے پتے:

۱۔ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ (یوپی) 9450876465

۲۔ نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند 01336-223294

۳۔ مکتبۃ الشباب العلمیۃ، لکھنؤ 9696437283

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ

''داستاں میری'' کے بارے میں اکابر علماء کی آراء

❶ اس کتاب کے بارے میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ نے فرمایا: اس کتاب کا علماء اور طلبہ کے لیے تین مرتبہ پڑھنا ضروری ہے۔

❷ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب نے فرمایا: اس کتاب کو پڑھ کر کسی علمی شخصیت کے بننے میں جو مراحل آتے ہیں اور مشکلات میں سے کس طرح گزرنا ہوتا ہے اس سے واقفیت حاصل ہوگی۔

❸ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی نے فرمایا: اس کتاب سے مظاہر علوم سہارنپور اور ندۃ العلماء لکھنؤ دونوں کے علمی وروحانی مزاج ومذاق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ أجمعین، وبعد!

اس وقت عمر عزیز کا بڑا حصہ گذر چکا ہے، یہ ناچیز عمر کی نویں دہائی میں داخل ہو چکا ہے، انگریزی کے اعتبار سے ۸۶/سال گذر چکے ہیں، بفضلہٖ تعالیٰ کل ہماری آخری تالیف ''**محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم **رحمۃ للعالمین**'' تین جلدوں میں عربی زبان میں مکمل ہوئی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جلد از جلد طبع ہو کر منصۂ شہود پر آسکے۔

ادھر عرصہ سے خیال ہو رہا تھا کہ اپنی تصنیف ''داستاں میری'' جس کو آج سے ۱۰/سال پہلے املا کرایا تھا، اس کے نسخے ختم ہو چکے ہیں، اس کتاب کی بہت سے علماء ومشائخ نے قدردانی کی، اس لیے کہ یہ ہمارے استاذ محترم محدث جلیل جامع شریعت وطریقت ریحانۃ الہند حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی مدنی نوراللہ مرقدہ کے مکاتیب اور ان کی ذات گرامی اور دیگر مشائخ بالخصوص بقیۃ السلف ویادگار مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ جو اس ناچیز

کے شیخ ثانی ہیں، اور حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے ساتھ بھی تقریباً پچاس سال گزرے ہیں اور دیگر بزرگوں سے استفادہ اور ان سے جو خط وکتابت رہی ہے، ان اکابر کے خطوط کا مجموعہ جو اس ناچیز کے پاس موجود تھا، جن کو حرز جان بنا کر اس ناچیز نے محفوظ رکھا تھا ان کے مکاتیب اس کتاب میں آگئے ہیں، جن میں بہت قیمتی نصیحت وعبرت کا پیغام ہے، ان میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے ؎

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

نیز ایک ایسا طالب علم جس کی نہایت ہی فقر وتنگدستی میں ابتدا ہوئی تھی، والد کا سایہ بچپن میں اٹھ جاتا ہے، والدہ محترمہ نور اللہ مرقدہا اور میرے دادا محترم رحمہ اللہ کے قلوب میں کس طرح اللہ تعالیٰ نے عالم بنانے کا جذبہ رکھا جبکہ میرے خاندان میں نہ تو کوئی عالم تھا نہ حافظ، بیشک ان میں علماء وبزرگان دین کو دیکھنے والے اور ان کے حالات سننے والے تھے، اس لیے ان کے قلب میں بلکہ پورے خاندان میں میری یتیمی کو دیکھ کر یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس کو عالم بنایا جائے، والدہ محترمہ کی دعائیں اور دادا جان کی شفقت وتوجہ نے اپنا اثر دکھایا اس لیے آگے کی منزلیں خود بخود طے ہوتی چلی گئیں اور اسی زمانہ طالب علمی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک محبوب ومقبول بندہ قطب زمانہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچا دیا ؎

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

اللہ والوں کے ساتھ پیوستگی وادب واحترام کا معاملہ عجیب برگ وبار لاتا ہے، ان کے سائے کے تلے جن کا بھی گذر ہو گیا وہ محروم نہیں رہے گا ؎

میخانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

اس لیے ''داستاں میری'' کے سلسلے میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ شیخ الحدیث (جو اپنے دور کے بڑے علماء میں تھے) نے اپنی مجلس میں تاکیداً فرمایا: ''اس کتاب کو طلبہ کو کم سے کم ۳/ مرتبہ پڑھنا چاہئے''۔ اور حضرت مولانا محمد رابع صاحب اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے تاثرات اس مقدمہ میں مذکور ہیں، اس کتاب پر نظر ثانی کے وقت کچھ مزید مفید باتیں میرے قلب میں وارد ہوئیں، ان کا اس میں اضافہ کردیا۔

الحمد للہ عرب ملکوں میں ناچیز کی کتابیں مشرق سے لیکر مغرب کے کتب خانوں، یونیورسٹیوں اور علمی مراکز میں پھیلتی جارہی ہیں، مصر وشام، حرمین شریفین، ملیشیا وانڈونیشیا، روس وامریکہ، برطانیہ وکناڈا، جنوبی افریقہ وری یونین، سوڈان وصومال ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پھیلادیا، نیٹ پر پڑھنے والوں کی تعداد اس وقت ساڑھے پانچ ہزار سے زیادہ ہے، چنانچہ بہت سے علماء عرب کا تقاضا ہوا کہ آپ کی سوانح حیات اور ان کتابوں کا عربی زبان میں تعارف آنا ضروری ہے، اس لیے ہمارے پوتے عزیز دکتور فریدالدین ندوی نے ذمہ داری قبول کی، اورانہوں نے ''المحدث الأستاذ الدکتور تقی الدین الندوی وجهوده فی خدمة الحدیث النبوی الشریف'' کے نام سے کتاب تالیف کی، یہ کتاب بیروت سے

شائع ہوئی اور اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا، اس کتاب کا مقصد ان مؤلفات اور محققات جو نا چیز کے قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں ان کا تعارف اور ان کے خصائص کو بیان کرنا تھا تاکہ طلبہ اور اہل علم اس سے استفادہ کرسکیں، اور الحمدللہ اس سے فائدہ بھی ہوا۔

''داستاں میری'' کے جدید ایڈیشن کے لیے آج بتاریخ ۱۹؍جون ۲۰۲۰ء موافق ۲۷؍شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ بروز جمعہ بعد العصر جو وقت استجابت دعا ہے، یہ چند سطریں املاء کرا رہا ہوں، اللہ کرے کہ اس جدید ایڈیشن میں کچھ مفید مزید باتیں آسکیں جو مدارس کے طلبہ اور یونیورسٹیوں کے نوجوانوں کے لیے رہنمائی کا کام کرسکیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

ا۔د۔ تقی الدین ندوی

۱۹؍جون ۲۰۲۰ء مدینۃ العین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، وبعد!

یہ کتاب درحقیقت ایک ایسے طالب علم کی مرتب کی ہوئی ہے جس کا اپنے زمانے کے امام، محدث جلیل اور جامع شریعت وطریقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدنی نوراللہ مرقدہ سے اپنے زمانۂ طالب علمی ۱۹۵۲ء سے ۲۴ ر مئی ۱۹۸۲ء تک استفادہ وخط وکتابت کا سلسلہ رہا، جس کی مدت تقریباً تیس سال ہوتی ہے، اس طویل عرصے میں حضرت والا کے گرامی نامے، دیگر مشائخ کے خطوط بالخصوص حضرت مولانا علی میاں ندوی وحضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہما کے والا نامے اس ناچیز کے نام کثرت سے آئے ہیں، اس کتاب میں دراصل اپنے حالات کے مختصر تذکرہ کے ساتھ ان خطوط کا مرتب کرنا پیش نظر ہے جن میں خاص طور سے کسی عبرت ونصیحت کا پیغام ہے یا طلبہ وعلماء کے لئے رہنمائی کا سامان، ورنہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے خطوط کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے اور یہ بہت مفصل بھی ہیں لیکن ان کا تعلق عام طور پر ''اوجز المسالک'' و''بذل المجہود'' کی طباعت سے رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو کاتب سطور وناظرین سطور دونوں کے لئے نافع بنائے، **وما ذلک علی اللہ بعزیز.**

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

تقی الدین ندوی

۶ر ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ الموافق ۱۳/۹/۲۰۱۳ء بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی
ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد بن عبد اللّٰہ الأمین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسان ودعا بدعوتھم إلی یوم الدین، وبعد!

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری کی شخصیت کی علوم دینیہ سے اشتغال رکھنے والوں میں ان کے کاموں کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے جو اہمیت سامنے آتی ہے، وہ محتاج بیان نہیں، وہ ساٹھ سال سے علوم حدیث کی درس و تدریس پھر ان کی تحقیق وشرح کے کاموں میں مشغول ہیں، یہ بات ان کی کتابوں کے سامنے آنے سے ظاہر ہے جن کی تحقیق وتحشیہ کا کام انھوں نے انجام دیا ہے۔

انھوں نے طالب علمی کا زمانہ تو ایک عام طالب علم کی حیثیت سے گذارا جس میں انکی امتیازی خصوصیت زیادہ ظاہر نہیں تھی، لیکن محنت کے ساتھ کام کرنے کا موقع جب کسی کو ملتا ہے یہ بات اس کے لیے ترقی میں معاون ہوتی ہے، چنانچہ ان کو

علم پر محنت کرنے سے بڑا فائدہ پہنچا اور ترقی کرنے میں مدد ملی، اس میں ان کے اساتذہ اور شیوخ کی توجہ اور سرپرستی کا بھی خصوصی اثر رہا جن سے وہ وابستہ رہے اور ان کے مشوروں کو اپنے لیے رہنمائی کا ذریعہ سمجھتے رہے۔

ان کا خصوصی تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ رہا، یہ تعلق صرف شاگرد و استاد کا ہی نہیں، بلکہ علم کے عملی پہلو سے بھی رہا، ان کو حضرت شیخ کے استاد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب ''بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد'' کی نئی طباعت و اشاعت اور مراجعت کے کام کے لیے اپنی تدریسی مشغولیت چھوڑ کر مصر جانا ہوا، اور وہاں کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں اس کام کے دیگر رفقاء کے ساتھ توجہ اور محنت میں وقت صرف کیا، اس کام نے ایک طرف تو ان کو ان کے شیخ کی نظر میں محبوب بنایا اور دعائیں ملیں، دوسری طرف اس سے ان میں تحقیق کتب ومخطوطات کا ذوق خاصا بڑھ گیا اور انہوں نے علم حدیث اور اس سے تعلق رکھنے والی کتابوں اور مخطوطات کو تلاش کر کے ان پر قیمتی وقت صرف کیا اور تحقیق وتحشیہ کے حامل ایڈیشن شائع کیے، اس کام میں انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تصنیفات حدیث کو مقدم رکھا اور ان کے اچھے تحقیق شدہ ایڈیشن شائع کیے، پھر اسی سلسلہ خدمت حدیث میں انہوں نے علم حدیث کے عظیم فاضل حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کی صحیح بخاری کی تحقیق کو موضوع بنایا اور اس کو اعلیٰ تحقیقی وعلمی معیار پر شائع کرایا۔

مولانا تقی الدین ندوی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل رہا کہ ان کو متحدہ عرب امارات کی العین یونیورسٹی میں تدریس حدیث کا منصب ملا، پھر ان کی علمی پختگی اور علم حدیث

سے واقفیت کی بنا پر ان کو وہاں کے آل نہیان کے ایک علم کے قدرداں شیخ نے ان کی خدمت حدیث کے کام میں تقویت کے اسباب مہیا کیے جس کی بنا پر ان کو اپنا کام جاری رکھنے میں سہولت حاصل ہے۔

مولانا تقی الدین صاحب امارات جانے سے قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مدرسہ فلاح دارین گجرات میں حدیث شریف کے استاد رہے اور اس ساری مدت میں جوانہوں نے علم حدیث کی خدمت میں گزاری اپنے شیوخ سے استفادہ کو جاری رکھا اور اس طرح وہ ان کے معتمد رہے، ندوہ سے نسبت کی بنا پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے گہرا ربط رہا اور حضرت شیخ الحدیث سے استفادہ کے تعلق سے حضرت شیخ کے علمی خدمت گزار اور خصوصی شاگرد کی حیثیت کے حامل بنے، حدیث شریف سے اشتغال نے ان کو اپنی دینی سیرت سازی کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کیا اور انہوں نے اس سلسلہ میں بھی حضرت شیخ الحدیث سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی سے خصوصی تعلق قائم کیا، اور ان سے مستفید ہونے کے نتیجہ میں ان کی طرف سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے فکری اور قلبی تعلق کے اثر سے ان کا ربط وضبط ان کے متعلقین اور ندوہ سے برابر قائم رہا جو الحمدللہ جاری ہے، اس تعلق کی بنا پر مجھ کو بھی ان کا ربط وضبط حاصل ہے اور ندوہ میں ان کے زمانہ طالب علمی کے وقت سے اب تک ان کی علمی امتیاز کی حامل شخصیت میرے بھی سامنے رہی، اور ان کی علمی اور تحقیقی خصوصیات سے واقفیت ہوتی رہی، اب وہ اپنی اس گونا گوں تعلیمی وتحقیقی زندگی

کی جھلکیاں زیر تحریر لائے ہیں، جن کو پڑھ کر کسی شخص کے علمی شخصیت بننے میں جو مراحل آتے ہیں اور مشکلات میں سے کس طرح گزرنا ہوتا ہے اس سے واقفیت حاصل ہوگی، وہ اپنی رودادِ علمی ''داستاں میری'' کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں جو ان شاء اللہ علم کے جویا حضرات کے مطالعہ کے لیے اچھا ہدیہ ثابت ہوگا۔

انسان کی سیرت کی تشکیل میں اس کے سرپرستوں اور قریبی رفقاء کی صحبت کا گہرا اثر ہوتا ہے، اس لیے لوگوں کی صحبت کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے اور اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، چنانچہ جس کو اچھی صحبت ملتی ہے وہ آسانی سے اچھا انسان بن جاتا ہے، اس کی صلاحیتوں کو جلاء ملتی ہے، اصل فائدہ تو براہ راست صحبت کا ہوتا ہے، لیکن کسی اہم شخصیت کی سیرت کے حالات سے واقفیت بھی براہ راست صحبت کے فائدہ کی قائم مقام بنتی ہے، اس لیے شخصیتوں کی سوانح سے اچھا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

امید ہے کہ مولانا تقی الدین ندوی صاحب کی اس سوانح سے اس کے قارئین کو سیکھنے اور سمجھنے کا فائدہ حاصل ہوگا۔

(حضرت مولانا) محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۸ رشوال ۱۴۳۴ھ

۴ رستمبر ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

از: حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ
شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی، پاکستان

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ و أصحابہ أجمعین وعلی من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین.

أما بعد!

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی سعادتوں سے نوازا ہے، انہوں نے علوم ظاہر کی تکمیل کے علاوہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تینوں سے روحانی فیض بھی حاصل کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن سے بڑے بڑے علمی کام بھی لئے، جن میں احادیث کی عظیم کتابوں کی تحقیق واشاعت بطور خاص قابل ذکر ہے۔

انہوں نے اپنی سوانح حیات ''داستاں میری'' کے عنوان سے مرتب فرمائی ہے، اور اپنی طالب علمی سے لے کر موجودہ دور کی مصروفیات تک اپنے ساتھ گزرے ہوئے حالات و واقعات کا دلنشیں انداز میں تذکرہ فرمایا ہے، طالب علمی کے زمانے میں وہ جن مجاہدات سے گزرے ان کا تذکرہ ہم جیسے آرام طلب لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے کہ علم کی دولت اس کے لئے سختی جھیلنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

پھر خودنوشت سوانح حیات بکثرت لکھنے والے کی اپنی ذات کی حد تک محدود رہتی ہے، لیکن حضرت مولانا تقی الدین صاحب نے اس خودنوشت سوانح حیات کو اپنے اکابر، خاص طور پر حضرت شیخ الحدیث صاحب اور حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے تذکروں اوران کے خطوط سے اس طرح بھر دیا ہے کہ وہ اُن سے زیادہ ان بزرگوں کا تذکرہ بن گیا ہے، انہوں نے اپنے اُن بزرگوں کے خطوط جس طرح سینے سے لگا کر رکھے اور جس تاریخی ترتیب کے ساتھ ان کو مرتب فرمایا اور اپنے واقعات زندگی کے ہر موڑ پر ان خطوط سے جو رہنمائی اور اطمینان حاصل ہوا اُس کا تذکرہ فرمایا، اس لحاظ سے یہ خودنوشت سوانح حیات ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں ماضی قریب کے عظیم علماء و مشائخ کے مکاتیب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، جس میں ایک طالب علم کے لئے زندگی کے مختلف مرحلوں پر رہنمائی کا بہت بڑا سامان ہے۔

اسی کتاب سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ''اَوجز المسالک'' اور ''بذل المجہود'' وغیرہ کتابوں کو عرب ممالک میں شائع کرنے کی مہم میں ہمارے بزرگوں نے اور خود مولانا تقی الدین صاحب مدظلہم نے کیسے صبر آزما حالات کا سامنا کیا، اور ہر طرح کی

مشکلات سے نبرد آزما ہو کر یہ گراں قدر علمی خزانے ہمارے لئے محفوظ کر لئے۔

بہر کیف یہ کتاب دلچسپ بھی ہے، سبق آموز بھی اور اس سے مظاہر علوم سہارنپور اور ندوۃ العلماء لکھنؤ دونوں کے علمی اور روحانی مزاج و مذاق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جناب مؤلف کی دوسری علمی کاوشوں کی طرح اس کو نافعیت اور قبول عام سے نوازے۔ آمین۔

(حضرت مولانا) محمد تقی عثمانی

۷/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

”داستاں میری“

پر ایک قیمتی تبصرہ

بقلم: حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ
ناظم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی کی خودنوشت ”داستاں میری“ سوانحی سوانحات میں منفرد مقام رکھتی ہے، یہ کتاب حدیث شریف کے ایک طالب علم کی سرگذشت حیات ہی نہیں، وقت کے مشائخ اور علماء کے بیش قیمت خطوط اوران کی قیمتی نصائح کا بھی مجموعہ ہے جس سے اہل علم اوراصحاب ذوق بہت ہی فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

حضرت مولانا نے اپنی ابتدائی طالب علمی کے جوحالات قلم بندفرمائے ہیں وہ خصوصی طور پر طالب علموں کو پڑھنا چاہیۓ،علم کے حصول میں یتیمی اور مسکینی مانع نہیں ہوسکتی،اگرآدمی مضبوط ارادہ کےساتھ کام میں لگارہے۔

حضرت مولانا کاتعلق اپنے وقت کے اکابر کےساتھ بہت گہرارہاہے،جن میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ، قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا

محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ طریقت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی میاں کے تعلق نے مولانا میں فکری بلندی اور وسعت ذہنی پیدا کی، شیخ الحدیثؒ نے حدیث پاک کا خصوصی ذوق اور طہارت باطنی پیدا کیا اور مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ نے عشق الٰہی اور عشق محمدی کی آگ کو مزید بھڑکایا۔

انہیں اللہ والوں کی خصوصی دعاؤں اور توجہات عالیہ نے مولانا مدظلہ سے اشاعت حدیث اور تدریس حدیث کا عظیم کام کروایا۔

مولانا مدظلہ نے شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے درس حدیث کی خصوصیات بہترین انداز میں تحریر فرمائی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے شیخ کے اسباق کو خاص توجہ سے سنا ہے اور اس کو محفوظ کرنے کی سعی کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی دعاؤں اور خصوصی توجہ نے مولانا مدظلہ کو علم حدیث کی خدمات میں مقام رفیع تک پہنچا دیا، اور آپ نے اپنے اکابر کی کتابوں کی تحقیق وتعلیقات اور اس کو جدید طباعت کے ساتھ شائع کر کے پورے عالم عرب واسلامی دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے، **فجزاهم الله عن جميع أهل العلم خير الجزاء**۔

اس کتاب میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ، مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ، مولانا عمران خان بھوپالیؒ کے مکتوبات میں بہت قیمتی مشورے اور نصائح ہیں جو ہر ایک طالب علم کے لیے مفید اور حرز جاں بنانے کے قابل ہیں، صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''احمق و پاگل ہیں وہ بے وقوف جو علم دین کو معاشی حالت درست کرنے کے لیے پڑھتے ہیں، اس کا موضوع تو معادی حالت درست کرنا ہے، کسی چیز سے اس کے موضوع کے خلاف کی توقع ہی لغو ہے، یہ سوچنے کی چیز ہے کہ موت ہے جو بہر حال آنی ہے، کسی حالت میں ٹلنے والی نہیں اور معادی حالت اگر خراب ہوگئی تو اس کی ہلاکت اور بربادی دائمی ہے جس کا نہ کوئی حل ہے اور نہ منتہیٰ، درحقیقت ہم لوگوں کو عموماً یہ خبط سوار ہو جاتا ہے کہ ہم ان پاگلوں کی نگاہ میں ذلیل ہونے کو اہم سمجھنے لگتے ہیں جن کی نگاہ میں ذلت و عزت کا مدار دنیوی ترقی اور فراغ ہے، حالانکہ اللہ جل شانہ ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے تو ہم اس دنیا میں منہمک لوگوں کو اس سے زیادہ ذلیل سمجھنے لگیں جتنا وہ ہمیں سمجھتے ہیں۔

لوگ سمجھیں ہمیں محروم وقار و تمکیں　　وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

''تدریس میں پوری محنت اور عالی ہمت سے کام کیجیے، مدرس کا جو ابتدائی نقش اور اثر طلبہ اور منتظمین پر قائم ہوتا ہے وہ آخر تک قائم رہتا ہے، یہ سب مطالعہ اور محنت پر منحصر ہے، پیدائشی مدرس کوئی نہیں ہوتا، اس لیے محنت کیجیے اور وقار قائم کیجیے''۔

یہ صرف دو نمونے ذکر کر دیئے ہیں اس طرح کی بہت قیمتی نصائح سے استفادہ کر سکتے ہیں، حضرت مولانا مدظلہ کا تقریباً ۴ سال دارالعلوم فلاح دارین میں قیام رہا، اور علم حدیث کی سب سے اہم کتاب بخاری شریف کا درس آپ ہی نے شروع فرمایا تھا، ترکیسر کے قیام میں کئی مفید کتابیں بھی مولانا کے قلم سے تیار ہو کر طبع ہوئیں جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

بہرحال اس کتاب کے ذریعہ حضرت مولانا مدظلہ کی اہم خدمات کا بہت اچھا تعارف ہو گیا ہے، خدا کرے کہ جلد ثانی بھی جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے پاس پہنچ جائے، اس دور میں جب کہ اہل علم میں علمائے سلف جیسی محنت و مشقت کا جذبہ مفقود ہو رہا ہے، حضرت مولانا مدظلہ کے علمی کاموں میں انہماک اور ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کی داستان پڑھ کر بہت سے کسل مندوں کو بھی کام کرنے کا شوق پیدا ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ کی وسیع ظرفی ہے کہ انہوں نے اپنے خردوں، دوستوں کا بہت بہتر انداز میں ذکر فرمایا ہے، اس کتاب کے ذریعہ مولانا مدظلہ کی تالیفات اور مقالات کی بھی تفصیلات معلوم ہو جاتی ہیں جو شائقین علم طلبۂ کرام کے لیے بہت مفید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس کتاب کو سب کے لیے نافع بنائے اور دوسروں کو بھی دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے، اگر چند نفوس بھی ایسی علمی خدمات کے لیے تیار ہو گئے تو مولانا مدظلہ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

ہم دست بہ دعا ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مولانا مدظلہ کی عمر میں عافیت وسلامتی کے ساتھ برکت عطا فرمائے اور ان کی عظیم خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔ **وقل اعملوا فسیری الله عملکم.**

اللهم وفقنا لما تحب وترضىٰ واجعل آخرتنا خيراً من الأولىٰ، وصلى اللّٰه على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

باب اول: تعلیم وتربیت

وطن، خاندان، خانگی حالات، ہندوستان کے اہم مدارس
میں تعلیم وتربیت کے مواقع اور نامور اساتذہ کا تذکرہ

باب اول: تعلیم وتربیت

وطن، خاندان، خانگی حالات، ہندوستان کے اہم مدارس میں تعلیم وتربیت کے اہم مواقع اور نامور اساتذہ کا تذکرہ

وطن، خاندان، ولادت اور والد صاحب کی وفات:

اعظم گڑھ مشرقی یوپی کا مشہور ضلع ہے، کبھی یہ جونپور کا جزء سمجھا جاتا تھا، یہاں کی سرزمین سے بڑے بڑے اہل فن وکمال اٹھے ہیں، اس ضلع میں ایک خاص برادری آباد ہے جس میں شیخ بھی ہیں پٹھان بھی، عام طور پر آبائی پیشہ کاشتکاری ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ''حیات شبلی'' میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، اس برادری کے لوگ عام طور پر جفاکش، محنتی اور ہوشیار ہوتے ہیں، اگر ایک ہی خاندان میں ایک دو عالم نظر آتے ہیں تو ان میں سیکڑوں عامی بھی ہیں۔

ہمارا ننہالی تعلق موضع چاند پٹی سے ہے جو اعظم گڑھ کا ایک مشہور گاؤں ہے جس میں کئی علماء پیدا ہوئے، ان میں مولانا اسحاق صاحب، مولانا زین العابدین ندوی مرحوم اور مولانا ابواللیث ندوی امیر جماعت اسلامی ہند معروف ہیں، اسی گاؤں میں ۲۴/۱۲/۱۹۳۴ء کو اس ناچیز کی ولادت ہوئی۔

میرے والد صاحبؒ اور ہمارا خاندان اصلاً موضع مظفر پورا اعظم گڑھ میں آباد ہے، میری پیدائش کے ایک ماہ کے اندر ہی والد صاحبؒ نے کالرہ کے مرض میں جام

شہادت نوش فرمایا اور عین جوانی میں اس دنیا سے کوچ کر گئے، میرے دادا محمد حسن صاحب جن کی چار اولاد نرینہ اور ایک لڑکی تھیں جن کے اسماء بالترتیب عبدالرحمٰن (متوفی ۱۹۵۵ء) علی احمد (متوفی ۱۹۸۳ء) اور بدر الدین میرے والد (متوفی ۱۹۳۵ء) ہیں چوتھے عبدالرشید (متوفی ۹/جون ۲۰۱۲ء) اور بیٹی (میری پھوپھی) جو میرے چچا عبدالرشید صاحب سے بڑی تھیں اور ان کی شادی موضع سنجر پور میں ہوئی تھی، وہ بھی ۲۱/۶/۲۰۰۹ء کو اپنے رب سے جاملیں، ان کے شوہر (میرے پھوپھا) محمد حنیف بھی مرحوم ہو چکے ہیں۔

میری پرورش میرے دادا اور ماموں صاحبان نے کی، چاند پٹی میں میرے ماموں صاحبان تجارت بھی کرتے تھے اور کاشتکاری بھی، باحیثیت تھے اور پورے ضلع میں مشہور تھے، بڑے کا نام اعلی میاں تھا (متوفی ۱۹۶۲ء) دوسرے سراج الحق (متوفی ۱۹۶۹ء) تیسرے ریاض الحق (متوفی ۱۹۸۰ء) اور چوتھے عبدالکریم جو میرے خسر بھی تھے، (متوفی ۱۹۶۳ء)، بڑے ماموں کے ایک لڑکے بدرالدین تھے جن کے صاحبزادے ابوسعد ندوی اور ابوعبیدہ ہیں، بدرالدین بھائی کا بھی ۱۵/اگست ۱۹۷۰ء میں انتقال ہوگیا، سراج الحق ماموں کے دولڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، سب سے بڑی ابوسعد کی والدہ مرحومہ تھیں۔

تعلیم وتربیت:

میری پیدائش چاند پٹی میں ہوئی تھی اس لئے زیادہ وقت والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد والدہ صاحبہ نے وہیں گذارا، جب میں تقریباً چھ سال کی عمر کو پہونچا تو قرآن شریف سے پڑھنے کا آغاز ہوا، گاؤں میں عائشہ نام کی ایک نیک سیرت خاتون

تھیں وہ قرآن بہت اچھا پڑھتی تھیں اور پڑھاتی بھی تھیں اس لئے انہیں سے قرآن شریف ختم کرایا گیا۔

جب سات سال کا ہوا تو میرا داخلہ چاند پٹی کے پرائمری اسکول میں کرایا گیا، پرائمری اسکول میں درجہ چار تک تعلیم حاصل کی، اس زمانے میں پرائمری اسکولوں میں اردو ہی پڑھائی جاتی تھی، ہندی کا رواج نہیں تھا، پرائمری درجہ چار کا امتحان مئی ۱۹۴۷ء میں قریبی قصبہ گوشائیں بازار میں ہوا جہاں آٹھ پرائمری اسکولوں کا سنٹر بنا تھا، ان تمام اسکولوں میں مجھے امتیازی نمبر حاصل ہوئے، بعض چیزوں میں مجھے انعام بھی ملا، ان میں دھوتی بھی تھی۔

مدرسۃ الاصلاح میں داخلہ اور بعض اہم واقعات:

اس کے بعد دادا صاحب اور میرے چھوٹے ماموں عبدالکریم جو بعد میں میرے خسر بھی ہوئے ان لوگوں نے ''مدرسۃ الاصلاح'' میں میرا داخلہ کرایا، ''مدرسۃ الاصلاح'' کی تعلیم کی شہرت تھی مولانا ابواللیث ندوی کا وہاں قیام تھا ان کے عزیزوں میں مولوی نظام الدین اور مولوی اکمل ''مدرسۃ الاصلاح'' میں پڑھتے تھے، جب میرا داخلہ درجہ چہارم مکتب میں ہوا تو یہ لوگ الاصلاح کے آخری درجات میں تھے۔

میرے دادا نے ''فارسی'' و ''آمدنامہ'' وغیرہ داخلے سے پہلے ہی پڑھانے کا انتظام کر دیا تھا، بندرا بازار میں ایک مولوی منہاج صاحب رہتے تھے ان سے ایک ماہ تک ''فارسی'' و ''آمدنامہ'' پڑھنے کے لئے روزانہ ایک میل پیدل جانا اور آنا ہوتا تھا (عمر دس بارہ سال کے درمیان رہی ہوگی) اس سے الاصلاح کی تعلیم میں مجھے مدد ملی اور میرا داخلہ ۱۶ر شوال ۱۳۶۶ھ موافق ستمبر ۱۹۴۷ء میں وہاں مکتب درجہ چہارم میں ہوا، داخلہ

نمبر۲۴۲ ۲۷ تھا، میں نے ایک ہی سال میں درجہ چہارم اور پنجم کا امتحان دیا اور اس طرح میں درجہ عربی اول میں پہونچ گیا، عربی اول میں میرے ساتھ نو طلبہ تھے اور یہ تعلیمی سلسلہ درجہ سوم تک جاری رہا، درجہ چہارم میں سب لڑکوں نے ساتھ چھوڑ دیا میں تنہا بچا، میرے دادا اور ماموں صاحبان نیز خاص طور سے میری والدہ کو میری تعلیم کی بہت فکر تھی، اس زمانے میں میری والدہ صاحبہ کا قیام مظفر پور میں ہونے لگا تھا، میرے والد صاحبؒ کے انتقال کے ۱۲/سال کے بعد اعزہ کے شدید اصرار پر میری والدہ کا نکاح میرے چچا عبد الرشید سے ہوگیا، یہ والد صاحب سے عمر میں ۱۰/۱۲/سال چھوٹے تھے۔

عبد الرشید چچا سے دو لڑکے زبیر احمد (۱) وجعفر احمد اور ایک لڑکی ہے، دادا صاحب میرے نفقات کا بار اٹھاتے رہے اس زمانے میں فیس خوراک دس روپیہ تھی اس کو فراہم کرنا میرے دادا کے لئے دشوار ہوتا جارہا تھا، اگر چہ میرے دادا زمیندار تھے، مجبوری دیکھ کر الاصلاح کے صدر مدرس مولانا اختر احسن اصلاحی (۲) جو میرے والد صاحب کے ننہال سیدھا سلطانپور کے تھے وہ میرا بہت خیال کرتے تھے، نحو وصرف کی تعلیم میں ان سے بڑا فائدہ ہوا ان سے میں نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو انہوں نے مدرسہ سے وظیفہ مقرر کر دیا، اس طرح دادا صاحب کا بار ہلکا ہوا۔

درجہ دوم میں پہونچنے کے بعد والدہ صاحبہ جو اس زمانے میں چرخہ کاتا کرتی تھیں انہوں نے چرخہ کات کر میرے لئے لحاف وگدا بنوایا، یہ لحاف بہت

---

(۱) زبیر احمد کا بتاریخ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء انتقال ہوگیا۔

(۲) مولانا اختر اصلاحی، مولانا حمید الدین فراہی مفسر قرآن کے خاص شاگرد تھے، زہد وتقوی اور علم تفسیر میں اونچے مقام پر فائز تھے، ۱۳۷۶ھ میں انتقال ہوا۔

دنوں تک میرے استعمال میں رہا، میرے ابتدائی دور میں جب کہ میں مظاہر علوم میں طالب علم تھا، قیام حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے دولت کدہ پر تھا، اسی دوران حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، شیخ نے کہا: جلدی سے اپنا نیا لحاف بچھاؤ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر آرام فرمایا، اس لیے بہت عرصہ تک یہ لحاف میرے دادا کے پاس تبرک کا رہا۔

''مدرسۃ الاصلاح'' کے قیام کے زمانے کا دلچسپ واقعہ:

ایک مرتبہ میں نے والدہ صاحبہ سے لنگی خریدنے کے لئے تین روپئے لیے، مدرسۃ الاصلاح کے لئے روانہ ہوا، بندرا بازار پہونچا تو آندھی آگئی پھر پانی آگیا وہ روپئے کہیں اڑ گئے، بندرا بازار سے پلٹ کر واپس آیا والدہ صاحبہ سے رو رو کر پیسے مانگے، انہوں نے تین روپئے پھر دیئے، شاید اس کے بعد چند ہی روپئے ان کے پاس اور بچے تھے اور اس تین روپئے سے میں نے لنگی خریدی تھی۔

مجھے کتاب ''النحو الواضح'' جو مدرسۃ الاصلاح میں پڑھائی جاتی تھی اور ''المنجد'' خریدنے کا شوق ہوا، ''المنجد'' کی قیمت اکیس روپئے اور ''النحو الواضح'' کی قیمت اٹھارہ روپئے تھی، ''النحو الواضح'' کے لئے ماموں نے پیسے دیئے مگر ''المنجد'' کے پیسوں کا سوال تھا۔

والدہ کے پاس ایک بکری تھی اس کے ایک بچے کو فروخت کر کے مجھے ''المنجد'' خریدنے کے لئے پیسے دیئے، مدرسۃ الاصلاح میں ابتدائی داخلے کے وقت مولانا ابواللیث مرحوم کا وہاں قیام تھا جو بہت زیادہ خیال فرماتے تھے، تعلیمی نگرانی

مولانا ابوبکر اصلاحی کرتے جو میری بڑی اماں کے بھائی تھے، لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود درجہ عربی چہارم میں پہونچ کر الاصلاح سے طبیعت اچاٹ ہوگئی، مدرسۃ الاصلاح میں ایک طالب علم محمد یوسف اصلاحی ''مظاہر علوم'' سے آئے تھے (جن کا مظاہر علوم سے جماعت اسلامی سے تعلق کی بناء پر اخراج ہوا تھا ''مدرسۃ الاصلاح'' اس زمانے میں جماعت اسلامی کا مرکز تھا) وہ مجھ سے ایک سال آگے تھے وہ میرے کمرے کے ساتھی ہوگئے، میرے دوسرے ساتھی مطیع الرحمٰن ندوی تھے جو بعد میں ندوہ میں میرے رفیق درس ہوئے وہ بھی جماعت اسلامی سے بہت متأثر تھے، ہر وقت جماعت اسلامی کا چرچا رہتا تھا، آج کل وہ جدہ میں مقیم ہیں۔

اس زمانے میں مدرسۃ الاصلاح جماعت اسلامی کا مرکز تھا، جماعت کے امیر مولانا ابواللیث صاحب ندوی اس وقت مدرسۃ الاصلاح میں تدریس کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے، بعد میں وہ ملیح آباد منتقل ہوگئے تھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ مدرسہ مظاہر علوم اور دیوبند سے جماعت اسلامی کے خلاف فتاوے شائع ہوئے تھے اور مدرسہ مظاہر علوم کے استاذ مولانا زکریا قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت سے تعلق کی بناء پر مظاہر سے علاحدہ ہونا پڑا تھا، اس لیے یوسف اصلاحی کے ذریعہ مظاہر علوم اور خاص طور سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، جو ان کے والد کے استاذ تھے ان کا بھی تذکرہ اور چرچہ رہا کرتا تھا، اس طرح سے اس ناچیز کے قلب میں حضرت شیخ کی عظمت، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی جلالت شان کا

اثر ہوا، اس طرح سے وہ زمانہ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے میرے دادا مرحوم کی بہت تنگی کا تھا، ان کے دل میں اولاً دار العلوم ندوۃ العلماء اور مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ کا شوق پیدا ہوا۔

مدرسۃ الاصلاح سے دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ کے لئے سفر اور داخلہ میں دشواری:

اس ناچیز کی طبیعت ''مدرسۃ الاصلاح'' سے اچاٹ ہوگئی، والدہ صاحبہ اور دادا سے اجازت لے کر ''مدرسۃ الاصلاح'' آیا، ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ کو ایک دن اپنا سامان اٹھا کر صبح سویرے کی ٹرین سے شاہ گنج آ گیا، وہاں سے لکھنؤ ''ندوۃ العلماء'' کا قصد کیا، راستے میں مولانا نجم الدین اصلاحی صاحب سے ملاقات ہوئی جو شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تھے اور اس کے ذکر میں کوئی حرج نہیں کہ ان کی آخری علالت کے زمانے میں اس ناچیز کو ان کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، مولانا نے میرا حال سننے کے بعد فرمایا کہ میں مولانا علی میاں کو سفارشی خط لکھ دیتا ہوں، تمہارے داخلہ وغیرہ کا معاملہ سہل ہو جائے گا مگر خط لینے کی نوبت نہیں آئی۔

اپنی ساری کوشش کے باوجود ندوۃ العلماء میں میرا داخلہ نہ ہو سکا اگرچہ مولانا ابو العرفان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو اس وقت بورڈنگ کے نگراں تھے ملاقات تھی، انہوں نے فرمایا: اس وقت تمہاری آمد عید الاضحیٰ کے بعد ہوئی ہے اور یہاں دار العلوم

ندوۃ العلماء سے وظائف بند ہو چکے ہیں، اس وقت ندوۃ العلماء میں کل ۴۵؍
وظائف طلبہ کو دیے جاتے تھے، اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی، مولانا نے مجھ سے کہا
کہ شہر میں کہیں قیام کرلو اور اپنے خرچ پر پڑھنا چاہو تو داخلہ کی کوشش کی جائے یہ ناچیز
ممکن تھا کہ تھک کر پھر مدرسۃ الاصلاح واپس جائے، لیکن دل میں ایسا جذبہ موجزن تھا
کہ اگر ندوۃ العلماء میں داخلہ نہیں ہوتا تو مجھے مظاہر علوم جانا ہے، اس لیے لکھنؤ شہر کی
مسجدوں میں چکر لگاتا رہا، کہیں مؤذن تک کی جگہ مل جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا
تاکہ ندوہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہے، چکر لگاتے ہوئے قاری اسلام مرحوم کی مسجد جو
لکھنؤ بیچ شہر میں واقع تھی وہاں نماز پڑھ کر ان سے ملاقات کی، انہوں نے کہا کوئی جگہ
نہیں، قاری صاحب مرحوم میری مدرسی کے زمانے میں ندوہ میں بھی پڑھاتے تھے،
ایک دن چکر لگاتے ہوئے تبلیغی جماعت کے مرکز گوئن روڈ پہونچا عصر کی نماز ہو چکی
تھی، وہاں ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے ہوئے تھے یہ جناب آزاد مرحوم تھے، لکھنؤ کے
مشہور شاعر کسی زمانے میں تھے، لیکن حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے پہلے سفر
کے بعد ندوۃ العلماء میں جو تبلیغی اجتماع ہوا تھا اس میں شرکت اور مولانا کا بیان سن
کر ایک چلہ پٹنہ تک لکھوایا اور زندگی کی کایا پلٹ گئی، کہاں یہ آزاد منش تھے کہاں یہ
حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے خدام میں ہو گئے، جہاں بیٹھتے قلب سے ذکر
کی صدا آتی تھی، بہر حال لکھنؤ تبلیغی جماعت کی مسجد میں ایک دوسرے نوجوان صوفی
انعام اللہ مرحوم متوفی ۱۹۹۹ء (۱) بھی بیٹھے ہوئے تھے، دونوں سے تعارف ہوا، صورت

(۱) جن کا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں شمار ہوتا تھا۔

دیکھتے ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہ حضرت مولانا منظور نعمانی اور ان کے صاحبزادے مولانا عتیق الرحمٰن صاحب ہیں، ان دونوں کے نام سے یہ ناچیز واقف تھا، اور آزاد صاحب نے ندوہ میں داخلہ کی سفارش بھی کی لیکن ان کو کامیابی نہ ہوسکی، اس لیے انہوں نے صوفی انعام اللہ صاحب سے کہا: ایک خط حضرت شیخ الحدیث صاحب کو لکھواور انہیں مدرسہ مظاہر علوم بھیج دواور وہاں جانے کے لیے یہ ناچیز تیار ہوگیا۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اگر خدانخواستہ مظاہر علوم میں داخلہ نہ ہوسکا تو وطن کیسے واپسی ہوگی، اس لیے کہ میرے پاس جو خرچ گھر سے لے کر چلا تھا اس میں سہارن پور جانے کی گنجائش تھی، لیکن واپسی ممکن نہیں تھی، خیال آیا کہ میرے پاس المنجد ہے اور ایک عدد نیا مفلر ہے دونوں کو فروخت کر کے واپس چلا آؤں گا، آزاد صاحب مرحوم نے جب یہ حال سنا تو کسی سے اس مسکین غریب طالب علم کے لیے ۳۵/روپئے بطور امداد کے لاکر خرچ کے طور پر دیدیا، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے البتہ صوفی انعام اللہ صاحب نے میری خوش حالی کا زمانہ پایا ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔

لکھنؤ سے مظاہر علوم سہارن پور داخلہ کے لیے سفر:

خط میں صوفی انعام اللہ صاحب نے حضرت شیخ کی خدمت میں اس ناچیز کا پورا تعارف کرایا، اس کے بعد لکھنؤ سے سہارن پور کی روانگی ہوئی، ٹرین فجر کی نماز سے پہلے پہنچی، رکشہ کر کے فجر کی نماز حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے ساتھ مدرسہ قدیم کی مسجد میں پڑھی، حضرت شیخ اس وقت صحت مند وتندرست تھے، یہ واقعہ جنوری ۱۹۵۲ء کا ہے، جاڑے کا زمانہ تھا، حضرت اونی جبہ پہنے ہوئے تھے پوری مسجد خوشبو سے معطر تھی۔

حضرت شیخ سے پہلی ملاقات:

حضرت شیخ کے انتظار میں دروازے کے پاس خط لے کر کھڑا ہو گیا، سر پر ٹیڑھی ٹوپی قمیص اور علی گڑھی پائجامہ تھا، حضرت شیخ نے فرمایا کیسے آنا ہوا، آمد کی غرض کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ''مدرسۃ الاصلاح'' کا طالب علم رہا ہوں ندوہ آیا تھا داخلہ نہ ہو سکا، آزاد صاحب اور صوفی انعام اللہ صاحب نے خط لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ مظاہر میں داخلہ ہو جائے، فرمایا پیارے منے! میرے یہاں تو روٹی کا سوال نہیں ندوے سے تو ہمارا جوڑ بیٹھ جائے گا، لیکن الاصلاح تو بہت اونچا ہے، پھر فرمایا آؤ، میرا قیام کچے گھر میں تجویز فرمایا، ایک طالب علم صوفی عبدالاحد بہاری تھے وہ بھی کچے گھر میں رہتے تھے، جو حضرت شیخ کے خادم بھی تھے اور ''ہدایہ'' اور ''شرح جامی'' کے طالب علم بھی، ان کو ساتھ داخلے کے لئے لگا دیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نائب مفتی مدرسہ مظاہر علوم:

قیام مدرسہ قدیم میں تھا، اسی مدرسہ میں اس ناچیز کا قیام تجویز کیا گیا، حضرت شیخ نے مفتی صاحب سے فرمایا: اس طالب علم کو جانچ لو، اس زمانے میں جیسا کہ میں نے ذکر کیا دار العلوم دیو بند اور مظاہر علوم دونوں جگہ سے جماعت کے خلاف فتاوی جاری ہوئے تھے، جماعت اسلامی کی شدت سے مخالفت ہو رہی تھی اور اسی زمانے میں مولانا امین احسن اصلاحی کا مودودی صاحب اور ان کے دفاع میں چونسٹھ (۶۴) صفحے کا مقالہ شائع ہوا تھا، جس میں انہوں نے اپنا سارا علمی وادبی زور قلم صرف کر کے دفاع کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اخیر زمانے میں جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے خود بھی اس جماعت اور مودودی صاحب سے علاحدگی کا اعلان کر دیا تھا، چونکہ یہ ناچیز

الاصلاح سے آیا ہوا تھا اس لیے حضرت مفتی صاحب نے اس مقالے کے بارے میں سوال کیا میں نے کہا کہ اس خاندان میں میری رشتہ داری ہے لیکن میں اس جماعت سے الگ ہوں، میرا یہ جواب سن کر حضرت مفتی صاب مسکرائے، لیکن حضرت میرے رجحانات کو سمجھ رہے تھے کہ یہ جماعت اسلامی سے متاثر ہے، لیکن ان سب کے باوجود حضرت مفتی صاحب نے حضرت شیخ کی خدمت میں اچھی سفارش کی، اس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمہارا قیام کچے گھر میں صوفی عبدالاحد کے ساتھ رہے گا جو حضرت شیخ کے خادم تھے، کھانا اور ناشتہ بھی انہیں کے ساتھ ہوگا۔

حضرت شیخ نے صوفی انعام اللہ مرحوم کے خط کا جواب لکھوایا، تم نے بے وقت اس طالب علم کو مظاہر بھیجا، اس پر مجھے غصہ آیا، لیکن طالب علم اچھا ہے۔

مظاہر میں داخلے کا امتحان:

میرے داخلے کا امتحان حضرت مولانا اسعداللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہرعلوم نے لیا تھا ''نورالانوار'' کی عبارت پڑھوائی اس کتاب کو میں نے پڑھا نہیں تھا لیکن عبارت کی صحت کو دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا، ''نورالانوار'' وہدایہ اول، شرح جامی مقامات حریری یہ کتابیں مجھے ملیں، مدرسۃ الاصلاح کے قیام میں مولانا اختر احسن اصلاحی مرحوم نے میری نحو صرف کو بہت پختہ کرادیا تھا، خارج میں بھی مشق کرایا کرتے تھے اس لئے کہ یہ ناچیز انکی خدمت کرتا تھا، صوفی عبدالاحد صاحب بہاری یہ میرے ساتھ تھے، جو بعد میں حضرت شیخ کے خلفاء میں ہوگئے تھے، وہ میرا کھانا مطبخ سے لاتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث کی خصوصی شفقت کا آغاز:

چونکہ میرا داخلہ محرم کے بعد ہوا تھا اس لئے مدرسے سے کھانا نہ ہوسکا، حضرت شیخ نے چھ مہینے کی فیس خوراکی (۹۰) نوے روپئے مجھے عطا فرمائے، فرمایا کہ مطبخ میں داخل کرادینا، کھانا لاکر دوپہر کا کھانا میرے دسترخوان پر کھایا کرو اور چائے اور پاپا کا میرے ساتھ ناشتہ کیا کرو، بعد میں کچھ دنوں تک حضرت مولانا اسعداللہ صاحب کے فرمانے پر شام کا کھانا ان کے ساتھ کھایا کرتا تھا، میرا قیام کچے گھر میں صوفی عبدالاحد کے ساتھ تھا، چھوٹی ہوئی کتابوں کا دوسرے طلبہ کے ساتھ ملکر مذاکرہ وتکرار کیا کرتا تھا، چونکہ منطق بالکل نہیں پڑھی تھی اس لئے حضرت شیخ نے ایک مولوی امداداللہ صاحب کو منطق پڑھانے کے لئے مقرر کردیا تھا، مجھے تھوڑی دیر پڑھایا کرتے تھے ویسے منطق کی تعریف وغیرہ حضرت مولانا اسعداللہ نے یاد کرائی تھی، ''نورالانوار''، ''مقامات حریری'' مولانا اکبرعلی مرحوم کے پاس تھی جو بہت ہی شستہ اور واضح تقریر فرماتے، ان کے پڑھانے میں ایک سماں پیدا ہوجاتا تھا بعد میں وہ کراچی دارالعلوم کورنگی جس کو حضرت مفتی محمد شفیع نے قائم کیا ہے منتقل ہوگئے۔

مظاہر کے داخلے کے وقت حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ اگر تم ''ندوہ'' جانا چاہو تو میں علی میاں کو خط لکھ دوں گا داخلے کا انتظام ہوجائے گا، مگر صوفی عبدالاحد کا احسان ہے کہ مجھ پر اصرار کیا کہ حضرت کی تم پر خاص شفقت نظر آرہی ہے، اب واپس نہ جاؤ یہیں داخلہ کرالو، چنانچہ یہی فیصلہ کیا۔

بہت دنوں کے بعد صوفی انعام اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے

اس خط کا جواب جو میری سفارش کے لئے لکھا تھا مجھے عنایت فرمایا، حضرت شیخ نے ان کو لکھا تھا طالبعلم کو بے وقت بھیجنے پر مجھے غصہ آیا، مگر بہت اچھا طالبعلم تم نے بھیج دیا ہے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

اگلے سال ''مظاہر'' کے دارالاقامہ میں منتقل ہوگیا، کمرہ نمبر ۴ میں قیام تھا، میرے ساتھیوں میں مولانا جنید الہ آبادی مولانا عبدالقیوم کانپوری مولانا عبدالحنان اعظمی (بمہور) وغیرہ تھے اور مولانا اکبر علی جو حضرت مولانا صدیق صاحب رحمۃ اللہ کے مدرسے میں بڑے مدرس ہیں میرے کمرے کے ساتھی تھے، گرچہ وہ مجھ سے آگے تھے، مولانا اطہر مظاہری مرحوم و مفتی عبدالعزیز صاحب مرحوم اور حکیم اسرائیل یہ میرے ''شرح جامی'' کے ساتھیوں میں سے تھے، ''شرح جامی'' امام النحو مولانا صدیق کشمیری کے پاس تھی جو اپنی سادگی اور زاہدانہ زندگی میں نادرالمثال تھے اور'' شرح وقایہ'' مولانا ظہورالحسن صاحب کے پاس تھی۔

وہاں کے قیام میں ایک روز ایک سرحدی طالب علم محمد شیرین نے چائے و پاپے پر مدعو کیا، یہ ناچیز نے حضرت شیخ کے یہاں ناشتے سے پہلے حسب پروگرام ان کے یہاں جاکر چائے پی لی، وہاں سے تیزی سے واپس ہوکر حضرت شیخ کے کچے گھر ناشتے کے لئے پہونچا، خدا معلوم حضرت شیخ کو کشف ہوگیا یا کسی نے خبر کردی تھی مجھے دیکھتے ہی فرمایا: دوستوں کے یہاں چائے پی کر یہاں آئے ہو، یہ ناچیز پانی پانی ہوگیا۔ محمد شیرین کا تعلق مولانا محمد یوسف اصلاحی سے تھا جن کا جماعت اسلامی سے تعلق کی بنا پر اخراج ہوا تھا، انھوں نے ''مدرسۃ الاصلاح'' میں داخلہ لے لیا تھا وہ وہاں میرے کمرے کے ساتھی تھے ان کا ذکر آچکا ہے، انہیں کے ذریعہ محمد شیرین کا تعارف ہوا تھا۔

''ندوۃ العلماء'' میں داخلہ:

''مظاہر علوم'' میں داخلے کے بعد اعظم گڑھ میرے اعزہ واقارب کو میرے سہارنپور داخلے پر تشویش ہوئی، لوگوں نے میرے ماموں اور والدہ صاحبہ تک کو یہ خبر پہونچائی کہ اس نے مدرسۃ الاصلاح چھوڑ کر غلط کام کیا اس لئے والدہ کو تشویش پیدا ہوگئی، دادا بھی فکر مند ہوگئے، اس لئے مجھے مجبوراً ''مظاہر علوم'' سے ''ندوۃ العلماء'' آنے کا خیال ہوا یہ ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے، مگر یہ واپسی کا خیال عیدالاضحیٰ ۱۳۷۱ھ کے بعد پیدا ہوا، سہارنپور کے قیام میں حضرت مولانا علی میاں سے تعارف ہوگیا تھا، حضرت مولانا کی ہر تشریف آوری پر ملاقات کا شرف حاصل ہوتا، اور خدمت کی سعادت ملتی، چنانچہ حضرت شیخ سے اجازت لیکر ندوۃ العلماء واپس آیا، وہاں آکر مولانا عبدالرشید اعظمی مرحوم کی سرپرستی میں داخلے کے مراحل طے ہوئے۔

ندوۃ العلماء میں اہم اساتذہ:

اس زمانہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تخصص کے دو شعبے تھے، ایک تخصص دینیات، دوسرا تخصص ادب، دونوں کے لیے دو دو سال مقرر تھے، اس ناچیز کا داخلہ تخصص دینیات فضیلت اول میں ہوا، میرا امتحان حضرت شاہ حلیم عطا صاحب شیخ الحدیث متوفی ۱۳۷۵ھ نے لیا، انہوں نے فضیلت اول میں داخلہ کی سفارش کی، حضرت شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث شریف کے اکثر اسباق تھے، پہلے سال بخاری شریف اول، مسلم شریف کامل، شرح نخبۃ، ترمذی شریف تھی۔ حضرت شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع رائے بریلی قصبہ سیلون کے رہنے والے تھے، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۹۳۹ء میں بطور مدرس حدیث ان

کی تقرری ہوئی تھی۔حضرت مولانا عبد العلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر تشریف لائے تھے،ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا، حافظہ اور علمی استحضار غیر معمولی، فتح الباری اور عینی کی عبارات انہیں محفوظ رہتی تھیں، خاص طور سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم،ابن رجب حنبلی اور شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابوں اور علوم کے حافظ تھے، تصوف میں وہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری سے بیعت تھے۔

حضرت مولانا شاہ حلیم عطا صاحب کو حدیث شریف میں شیخ علامہ حسین بن محسن انصاری علی یمانی سے اجازت حاصل تھی، وہ ان کے قصبہ سیلون میں تشریف لائے تھے اور چند دن قیام کیا تھا،ان کے سامنے سنن دارمی کا کچھ حصہ پڑھا تھا،اسی طرح سے مولانا نذیر میاں صاحب کے شاگرد ابوالحسن دہلوی کا بھی چند سال قصبہ سلون میں قیام تھا ان سے بھی استفادہ کیا تھا، نیز ان کو حدیث شریف میں علامہ محدث شیخ حیدر حسن خان ٹونکی سے بھی اجازت حاصل تھی،مولانا مسعود عالم ندوی کا بیان ہے کہ میں نے عالم عربی میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ وحافظ ابن قیم کی کتابوں سے واقفیت رکھنے والا ان کا ہم سر کسی کو نہیں پایا،ان کی کئی تالیفات بھی ہیں۔ان کے علاوہ ’’ابوداود شریف‘‘ مولانا اسحاق سندیلوی (متوفی ۱۹۸۸ء) سے پڑھی، وہ اپنے فن کے بڑے عالم تھے اور دار العلوم کراچی منتقل ہو گئے تھے،اور ’’ہدایہ ثالث‘‘ جناب مولانا مفتی سعید صاحب (متوفی ۱۹۵۶ء) اور بیضاوی مولانا ابوالعرفان صاحب ندوی سے پڑھی، وہ علوم اسلامیہ وتاریخ ومذاہب میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے،ان کا انتقال ۱۹۸۸ء میں ہوا۔پہلے سال حضرت مولانا علی میاںؒ کے حکم سے حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے

خارج اوقات میں ''حماسہ'' کے کچھ ابواب پڑھائے۔

میری فضیلت کے دوسرے سال کے اساتذہ میں مولانا اسباط صاحب (متوفی ۱۹۶۸ء) سے ''ہدایہ رابع'' پڑھی، مولانا فقہ، اصول فقہ، منطق وفلسفہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے، اورانگریزی ماسٹر عبدالسمیع صدیقی مرحوم (متوفی ۱۹۸۲ء) سے پڑھی، اور مولانا محمد اویس نگرامی ندوی (متوفی ۱۹۷۶ء) سے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کے علاوہ ان کے خصوصی درس قرآن جو عشاء کے بعد ہوتا تھا اس میں شرکت کرتا تھا، اس سے بہت فائدہ ہوا۔

ندوۃ العلماء میں رفقائے درس:

تخصص ادب میں ہمارے دوست مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء تھے، چند دن ان کے ساتھ ان کے کمرے میں قیام بھی رہا ہے، اور پروفیسر ڈاکٹر احتشام صاحب ندوی اور مولانا ایوب صاحب بستوی اور مسیح الرحمٰن بہاری تھے۔ میرے ساتھیوں میں مطیع الرحمٰن ندوی، مولانا وجیہ الدین مرحوم، مولوی طاہر پورنوی، مولوی احمد علی حسنی تھے، اس کے بعد ہمارا اور مطیع الرحمٰن ندوی اور ڈاکٹر احتشام کا کمرہ ایک ہوگیا اخیر تک انھیں کے ساتھ رہا، درس حدیث میں میرے ساتھ سماعت کرنے والوں میں مولانا محمد میاں مرحوم تھے، مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندوی تخصص ادب میں مجھ سے ایک درجہ آگے تھے، مولانا محمد میاں کا زیادہ تعلق مجھ ہی سے تھا، مولانا محمد میاں مرحوم بخاری شریف اور مسلم شریف کے درس میں شرکت کرتے تھے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تخصص فی الحدیث:

چونکہ حضرت شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک گہرا خصوصی علمی تعلق پیدا ہوگیا تھا، اس لیے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ ان کی سرپرستی میں ایک سال تخصص فی الحدیث کے شعبہ میں قیام کرکے استفادہ کیا جائے، چنانچہ ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد ایک سال تخصص فی الحدیث میں قیام رہا، ندوہ کی طرف سے ۲۰/روپیہ ماہانہ مقرر کیا گیا تھا۔

انجمن الاصلاح سے تعلق:

مجھے آخری سال وہاں انجمن الاصلاح کا معتمد بزم خطابت متعین کیا گیا تھا، اس لیے اس زمانہ میں مجھے تقریر کرنے کا سلیقہ حاصل کرنے کے لیے خاص مشق کرنی پڑی، اور اس کے لیے میں پوری تیاری کرکے الاصلاح میں جاتا تھا اور الاصلاح کی کتابوں سے مجھے بہت فائدہ ہوا، مطالعہ کا شروع سے عادی رہا ہوں، مدرسۃ الاصلاح اور مظاہر علوم کی کل مدت تعلیم ۴/سال ہے، ایسا طالب علم جب ندوہ کے فضیلت سال اول میں داخل ہوگا تو ظاہر سی بات ہے اس کو بہت محنت کرنی پڑے گی، مسیح الرحمٰن مرحوم نے اپنے ساتھیوں کے حالات لکھے ہیں، جو ندوہ کے الاصلاح میں کہیں ان کا یہ مذکرہ موجود ہوگا، انہوں نے لکھا ہے: ہمارے ساتھی تقی الدین صاحب کتابوں کے کیڑے ہیں، یہ ذوق وہاں سے پیدا ہوا، مدرسۃ الاصلاح میں مولانا اختر اصلاحی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مولانا شاہ حلیم عطا صاحب سے استفادہ کی برکت تھی، اور آگے چل کر جس کی تفصیل آرہی ہے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی توجہ اور صحبت نے کسی کام کرنے کے لائق بنادیا، اس ۸۶/سال کی عمر

میں اپنے معمولات کے ساتھ ساتھ پانچ چھ گھنٹہ علمی اشتغال کا موقع رہتا ہے، اور اب زندگی کا آخری مرحلہ گزر رہا ہے، اس وقت اس کتاب پر نظر ثانی کر رہا ہوں، جب کہ قویٰ بھی کمزور ہو چکے ہیں، اللہ تبارک وتعالی میری اس تحریر سے کسی بندے کو فائدہ پہنچائے۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خصوصی عنایت:

حضرت مولانا علی میاں صاحب کی ہم لوگوں پر خصوصی نظر تھی، اسی زمانے میں ایک دن مرکز تبلیغ واقع گوئن روڈ میں اس ناچیز کو اور مولانا سعید الرحمٰن اعظمی کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا، کھانے کے بعد تیس تیس روپئے عنایت فرمائے، ہر جمعرات کو مولانا کا خصوصی درس مرکز میں ہوتا تھا اور ایک دن تفسیر بیان فرماتے اور ایک دن دعوت وعزیمت کے عنوان پر تقریر ہوتی، اس میں طلبہ کثرت سے شرکت کرتے، مولانا کچھ دنوں تک مرکز میں بلا کر ہم لوگوں کو ڈاکٹر احمد امین صاحب کی کتاب زعماء الاصلاح پڑھاتے تھے کہ عربی ذوق پیدا ہو جائے۔

ندوہ کے زمانۂ طالب علمی کا ایک عجیب وغریب قصہ:

دادا صاحب دس روپئے ہر مہینے بھیجتے تھے، کبھی ماموں صاحب بھیج دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ روپئے کسی وجہ سے نہیں آئے تو جن ساتھیوں کے ساتھ ناشتہ کیا کرتا تھا ان سے اس ناچیز نے معذرت کر دی کہ میں ناشتہ کہیں اور کروں گا، میرا انتظار نہ کریں، میں نے اپنے حال کا اخفاء کیا، میرے پاس دو ایک روپئے بچ گئے تھے ڈالی گنج سے چنا اور بھیلی لا کر غسل خانے کے قریب کھا کر پانی پی لیا کرتا، انھیں ایام میں ''بخاری شریف'' کا پرچہ تھا جب پرچہ حل کر کے اٹھا تو بھوک کی شدت سے آنکھوں

کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اللہ کا شکر ہے کہ گھر سے پیسے بھی آ گئے۔

اللہ تعالی میرے دادا کو جنت نصیب فرمائے جو اپنی تنگی کے باوجود دس روپیہ ماہانہ مجھ کو بھیجتے تھے، اس مہینہ بھیجنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہوئی مجھے پریشانی ضرور ہوئی لیکن اس کے بعد اللہ تعالی نے فراوانی کے راستے کھول دئے۔

حضرت شیخ کا ایک اہم گرامی نامہ:

مظاہر علوم سہارن پور سے آنے کے بعد اس ناچیز نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے تعلق رکھا ہی نہیں بلکہ بڑھانے کی کوشش کی، اس لیے حضرت کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا، جس میں حضرت سے استفادہ اور قیام کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت شیخ کی ذات گرامی اور ان کی شفقت ومحبت آمیز اس خط کا جواب آیا جو حسب ذیل ہے:

عزیزم سلمہ اللہ تعالی .... بعد سلام مسنون!

اس وقت کارڈ پہونچا تم نے جس حسن ظن کا اس ناپاک کے ساتھ اظہار کیا ہے کاش میں اس قابل ہوتا حق تعالی شانہ اپنے فضل وکرم سے تمہارے حسن ظن کو سچا کردے، امتحان کی کامیابی سے مسرت ہوئی حق تعالی شانہ اپنے لطف وکرم سے دارین کی ترقیات سے نوازے، تم نے آئندہ سال فراغ کے بعد کچھ ایام یہاں گزارنے کا خیال ظاہر کیا، میرے ناقص خیال میں حضرت اقدس مدنی دامت مجدہم کی خدمت میں گزارنا زیادہ مفید ہوگا خدا کرے یہ سعادت میسر ہو جائے۔

صوفی عبدالاحد بھی کئی دن سے تمہارے خط کو کئی مرتبہ دریافت کر چکے

ہیں وہ دیکھ کر بہت مسرور ہوئے، علی میاں تو آج کل بمبئی ہیں، اس خط کے پہونچنے تک یا اس کے بعد واپس ہوں تو بشرط سہولت سلام مسنون۔

فقط والسلام

زکریا (۱/۸/ ۱۹۵۳ء موافق ۲۰/۱۱/ ۱۳۷۲ھ)

ایک اہم مشورہ، حصول کمال کا طریقہ:

یہ ناچیز جب فضیلت دوم میں پہنچا جس میں اکثر حدیث شریف کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، حضرت شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علمی وحدیثی بیانات سے طلبہ کو فیضیاب فرمارہے تھے، ان کی تقریروں میں عام طور پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت شاہ اسماعیل شہید، حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر بھی کثرت سے آتا تھا، دار العلوم ندوۃ العلماء سے لے کر تبلیغی مرکز گوئن روڈ تک حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی نے تصوف وعلماء سلف کے حالات زندگی سے متعارف ہونے اوران کی مجالس میں بیٹھ کر حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوران اکابر کے تذکرے کثرت سے آتے رہے، یہ مجالس اس کی منظر کشی سے یہ ناچیز اس وقت قاصر ہے، اس نے دل میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں دوبارہ سعادت حاصل کروں اور حضرت والا سے حدیث شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہو، نیز اپنے روحانی امراض کا بھی علاج ہوسکے، اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں اپنے ان تاثرات کا اظہار کیا، افسوس کہ وہ خط اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے لیکن اس کا

جواب جو حضرت نے تحریر فرمایا وہ تحریر کر رہا ہوں۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں: جس کمال کی تمنا تم نے لکھی ہے یہ تو اصل مقصود ہے، یقین ہی کی پختگی سے ایمان کی پختگی ہے، مگر ساتھ تم یہ بھی لکھ رہے ہو نہ سہارنپور آسکتا ہوں نہ کہیں اور جا سکتا ہوں، ایسی حالت میں یہ ناکارہ بجز اس کے کہ تمہارے لئے دعا کرے اور کیا کر سکتا ہے، کام تو جو بھی ہو دین کا ہو یا دنیا کا اس کے لئے مناسب جد وجہد اور سیکھنے سے آتا ہے، تمہارے لئے میرے نزدیک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ لکھنؤ کے دوران قیام میں تم مستقل طور سے کوئی وقت علی میاں کے پاس یا مولوی منظور صاحب کے پاس گذارا کرو، کم از کم تو تعطیل کا زمانہ نظام الدین میں مولوی یوسف صاحب کے پاس گزارو، ان کی تقریر میں نہایت اہتمام سے شریک رہو، جب ارادہ کرو میرا خط ان کے نام لیتے جاؤ، اس میں میں لکھ دونگا وہ تمھیں باہر نہ چلتا کریں، کچھ دن اپنے پاس رکھیں۔

حدیث کا فن سرسری حیثیت سے نہایت آسان ہے مہارت کی حیثیت سے نہایت مشکل ہے، اور استاذ کے سامنے صحاح کا پڑھ لینا تو سرسری کی ابتدا ہے، مہارت کی ابتدا یہ ہے کہ صحاح پڑھ لینے کے بعد کسی واقف فن کی ماتحتی میں اس کے پاس رہ کر ایک دو سال مطالعہ کرے، اس کے بعد وہ اپنی جگہ رہ کر اپنے بساط بھر ترقی کر سکتا ہے تم نے جس محبت کا اس ناپاک کے ساتھ اظہار کیا اللہ اپنے فضل وکرم سے تمھارے حسن ظن کے موافق اس کے ثمرات سے تمھیں متمتع فرمائے۔ فقط والسلام

زکریا (۲۹/ جمادی الآخر ۱۳۷۳ھ ۵/ مارچ ۱۹۵۴ء)

فارغ التحصیل طالب علم کے لئے ایک اہم نصیحت:

جیسا کہ اس ناچیز نے ذکر کیا کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن ہی میں انتقال ہو چکا تھا اس وقت میری عمر صرف ایک ماہ تھی، میری پرورش میرے دادا جان نے کی، اس لیے معاشی معاملہ بہت سخت تھا، شادی بھی ہونے والی تھی، جس طرح ایک نوجوان کے دل میں بہت سے خیالات آتے رہتے ہیں مجھے فارغ ہونے کے بعد کیا کرنا چاہیے، اس کے لیے بعض عزیزوں کا اصرار ہوا کہ لکھنؤ طبیہ کالج میں داخلہ کرالیں، معاشی حالات درست کرنے کے لیے ایک اچھا ذریعہ ہے، لکھنؤ میں داخلہ آسان بھی تھا، دوسری طرف میرے ماموں جن کے پاس غلہ وغیرہ کی تجارت بھی تھی ان کی رائے ہوئی کہ کپڑے کی تجارت کا مشغلہ اختیار کرے اس سلسلے میں ہم تمہاری کچھ مدد بھی کریں گے، لیکن جو علمی اور دینی ذوق پیدا ہو چکا تھا اس کی بنیاد پر دل کو انشراح نہیں ہو رہا تھا، اس لیے اس ناچیز نے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں خط لکھ کر استصواب رائے کرنا چاہا جس کا جواب حسب ذیل آیا:

عزیزم سلمکم اللہ تعالی.................. بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا جس سے بجائے مسرت کے قلق ہوا، تم نے لکھا ہے کہ عربی پڑھنے سے معاشی حالات درست نہیں ہوتی، اول تو یہ چیز بالکل غلط ہے، میرا تو ذاتی تجربہ یہ ہے کہ بعض عربی پڑھنے والوں کی معاشی حالات ایسی بہتر ہے کہ اگر وہ عربی نہ پڑھتے تو کہیں بظاہر احوال ایسی اچھی حالت ان کی معاشی حیثیت سے کہیں بھی نہ ہوتی، وہ اپنے ہم جنس رئیسوں سے معاشی حالات میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں، دوسرے اگر اس کو مان ہی لیا جائے تو یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دینی

علوم حاصل کرنے کا موضوع ہی معاشی حالات درست کرنا نہیں ہے۔

احمق و پاگل ہیں وہ بیوقوف جو علم دین کو معاشی حالات درست کرنے کے لئے پڑھتے ہیں، اس کا موضوع تو معادی حالات درست کرنا ہے، کسی چیز سے اس کے موضوع کے خلاف کی توقع ہی لغو ہے، یہ سوچنے کی چیز ہے کہ موت ہے جو بہر حال آنے والی ہے کسی حالت میں ٹلنے والی نہیں اور معادی حالت اگر خراب ہوگئی تو اس کی ہلاکت اور بربادی دائمی ہے جس کا نہ کوئی حل اور نہ منتہے، در حقیقت ہم لوگوں کو عموماً یہ خبط سوار ہوجاتا ہے کہ ہم ان پاگلوں کی نگاہ میں ذلیل ہونے کو اہم سمجھنے لگتے ہیں جن کی نگاہ میں ذلت وعزت کا مدار دنیوی ترقی اور فراغ ہے، حالانکہ اگر اللہ جل شانہ ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے تو ہم اس دنیا میں منہمک لوگوں کو اس سے زیادہ ذلیل سمجھنے لگیں جتنا وہ ہمیں سمجھتے ہیں ۔

لوگ سمجھیں ہمیں محروم وقار و تمکیں
وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

علی میاں سے زیادہ اختلاط رکھا کریں، اگر وہ رائے بریلی سے آگئے ہوں تو ان کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد عیادت کردیں۔

فقط والسلام

زکریا (مظاہر علوم ۷؍ جمادی الاخری ۱۳۷۲ھ، ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء)

حصول ملازمت کے لئے کوششیں اور درس وتدریس کا سلسلہ:

اپنی معاشی حالات کی وجہ سے یہ ناچیز مجبور تھا کہ کہیں مستقل ملازمت اختیار کرے، ہمارے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثیر الاولاد تھے، اور ان میں سے کوئی بھی

ایسا نہیں تھا جس نے کوئی تعلیمی ڈگری حاصل کی ہو یا کہیں ملازمت یا تجارت میں خاص مقام پیدا کیا ہو، کھیتی باڑی کا یہ حال تھا کہ جب کبھی قحط پڑ جاتا، سنچائی کے اسباب نہیں تھے، وہ سال پورے خاندان کے لیے بہت سخت بنتا تھا، ایسے حالات یہ ناچیز دیکھ رہا تھا، اس لیے تخصص فی الحدیث کرنے کے بعد جب یہ اپنے وطن واپس ہو تو اس زمانے میں دارالمصنفین آمد ورفت رہتی تھی اور حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب سے اس زمانے میں مولانا علی میاں سے گہرے تعلقات تھے اور حضرت کے شاگرد تھے، اس لیے ان سے دارالمصنفین میں ملاقات ضرور کیا کرتا تھا، عام طور پر وہ دوپہر کا کھانا اپنے گھر ساتھ کھلایا کرتے تھے ان کا اصرار تھا کہ دارالمصنفین میں جس طرح مولانا ضیاء الدین مرحوم کی تقرری ہوئی ہے میں نے اس کے ذمہ داروں سے بات کرلی ہے آپ یہاں آجائیں، اس وقت ۲۵/روپئے بطور تنخواہ کے ملیں گے، انہوں نے ایک دو مضامین بھی میرے دیکھے تھے، خاص طور پر میرا پہلا مضمون جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع میں لکھا تھا، لاہور کے ایک اخبار جس میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی گئی تھی اس پر نقد تھا، اس مضمون کی سرپرستی حضرت مولانا اسحاق صاحب سندیلوی نے کی تھی، مقالہ نگار نے اپنی رائے سے توبہ کی، مولانا مجیب اللہ صاحب کو یہ مضمون پسند تھا، اس لیے ان کا شدید اصرار تھا کہ آپ یہاں چلے آئیں، لیکن فیصلہ کرنے میں دشواری ہورہی تھی، اسی اثناء میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کا گرامی نامہ آیا کہ رائے بریلی میں ایک رئیس صاحب ہیں جو اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرس کی تلاش میں ہیں آپ پسند کریں تو یہاں پر آجائیں ، پینتالیس روپئے ماہانہ تنخواہ رہے گی اس پر طبیعت آمادہ نہیں ہوسکی، پھر حضرت کا دوسرا

خط آیا کہ شیلانگ میں ایک مدرسہ ہے وہاں بھی ایک مدرس کی تلاش ہے ۱۰۰/روپئے ماہانہ تنخواہ دیں گے، وطن سے دوری کی وجہ سے وہاں کے سفر کی ہمت نہ ہوئی، اعظم گڑھ میں مولانا عبدالرشید اعظمی ندوی مرحوم جو حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے شرق اوسط کے سفر میں ساتھ تھے اور ''مذکرات سائح فی الشرق'' کے کاتب بھی تھے، انہوں نے باصرار مجھے بمبئی جہاں پر وہ مقیم تھے آنے کی دعوت دی، انہوں نے کہا اگر آپ بمبئی آجائیں تو آپ کو عرب بھی بھجوا سکتا ہوں اور یہاں آنے سے ملازمت کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

یاد رہے کہ اس زمانے میں مدارس و مکاتب کا سلسلہ بہت کم تھا، آپ پڑھ چکے ہیں کہ ''ندوۃ العلماء'' میں طلبہ کی تعداد دارالاقامہ میں ۸۰/۷۵ کے درمیان تھی، چنانچہ اپنے سفر کا انتظام کر کے اپنے وطن مظفر پور سے روانہ ہوا، خیال آیا کہ راستے میں اپنے عزیز مولانا ابواللیث ندوی اس وقت امیر جماعت اسلامی تھے، ان کا قیام رامپور میں تھا ان سے ملاقات کرلوں، وہ میرے نانہالی رشتہ دار ہیں، چنانچہ رام پور حاضر ہوا، مولانا نے فرمایا کہ صوبہ برار ضلع اکولہ میں ابتداءً وہاں ملازمت کر چکا ہوں، وہاں سے حکیم فصیح الدین صاحب جو ایک ذمہ دار آدمی ہیں ان کو ایک مدرس کی تلاش ہے ان کے اکولہ ضلع کے قریب قصبہ مانا میں ضرورت ہے، ۱۰۰/روپیہ مشاہرہ دیں گے، حضرت مولانا نے حکیم صاحب کو خط بھی تحریر فرما دیا تھا، لیکن یہ ناچیز وہاں سے سفر کر کے سیدھے بمبئی مولانا عبدالرشید ندوی مرحوم کے پاس پہنچا، ان کے ساتھ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ بھی رہتے تھے محی الدین منیری صاحب بھٹکلی سے بھی ملاقات ہوئی، قاضی صاحب اس وقت مسافر خانے کے تحت البلاغ پرچہ نکال رہے

تھے،، مگر بمبئی میں بھی ملازمت کی کوئی مناسب صورت پیدا نہ ہوسکی، البتہ مولانا اسحاق بنارسی سے تعلق پیدا ہو گیا تھا، وہ بہت اچھے مقرر تھے، محرم کے زمانے میں بمبئی میں علماء کی تقریریں ہوتی تھیں، چنانچہ دو جگہ تقریر کے لئے لے گئے ایک پر ۱۵/روپے اور دوسری پر ۲۵/روپئے ملے۔

اس کے بعد میں شدید بخار میں مبتلا ہو گیا منیری صاحب مرحوم نے بڑی خدمت کی اور علاج کرایا، نیز مولانا اسحاق بنارسی صاحب کو معلوم ہوا کہ مدرسہ ''مظہر العلوم'' بنارس میں ایک مدرس کی ضرورت ہے، چنانچہ انہوں نے میرے سلسلے میں وہاں کے مہتمم صاحب کو بہت زوردار خط لکھا، وہاں ۷۰/روپئے ماہانہ تنخواہ تھی، وہاں کے مہتمم صاحب نے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر میرے بارے میں معلومات حاصل کیں، حضرت نے بھی سفارش کی، لیکن مدرسہ والوں نے میری کم سنی کی بناء پر (اس لیے کہ اس وقت تقریباً ۲۲/سال عمر تھی) معذرت کردی۔ لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی معذرت سے پہلے حسبِ ذیل خط میرے نام روانہ کیا:

اس سلسلہ کا حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا مکتوب:

عزیزم مکرم سلمہ اللہ تعالی............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سعادت نامہ ملا، اس سے پہلے مولوی اسحاق صاحب کے خط سے آپ کی موجودگی بمبئی کی اطلاع مل گئی تھی، انہوں نے مجھ سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا تھا، میں نے ان کو لکھ دیا تھا کہ مولوی تقی الدین کے انتخاب وتقرر سے مسرت ہوگی، مجھے امید ہے کہ وہ مستعدی اور خلوص کے ساتھ کام کریں گے، مولانا عبدالقیوم بنارسی کا خط بھی آیا تھا جس میں انہوں نے اپنے یہاں مدرس کی

فرمائش کی تھی، ان کو میں نے آپ کا نام لکھ دیا ہے مجھے بظاہر یہ جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے، اپنے تعلق وتعارف کے لوگ ہیں اور علمی اشتغال اور خدمت کا اچھا موقع ہے۔

آپ کے واقعی متعدد خطوط آئے مناسب جگہ کے حصول میں کامیابی نہ ہونے کی وجہ سے آپ سے شرمندگی رہی، آپ نے اس عرصہ میں جو تکلیف اٹھائی ہے اللہ تعالی آپ کو اجر دے اور اس کی برکت عطا فرمائے۔

تدریس میں پوری محنت اور عالی ہمت سے کام کیجئے مدرس کا جو ابتدائی نقش اور اثر طلبہ اور منتظمین پر قائم ہو جاتا ہے وہی آخر تک قائم رہتا ہے، یہ سب مطالعہ ومحنت پر منحصر ہے پیدائشی مدرس کوئی نہیں ہوتا، اس لئے محنت کیجئے اور وقار قائم کیجئے۔

والسلام
مخلص: ابوالحسن ندوی

۴ر محرم الحرام ۱۳۷۵ھ ۲۱ر اگست ۱۹۵۵ء

ابتدائی تدریسی سلسلہ:

بہر حال ۱۹۵۵ء میں اپنے حالات کی بناء پر صوبہ برار قصبہ مانا میں ملازمت اختیار کر لی تھی، اور وہاں ایک ہائی اسکول کے پاس ایک عربی درسگاہ قائم تھی جس میں اسکولوں کے کچھ طلباء کو ابتدائی عربی کی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا، مگر طبیعت کسی علمی ماحول کی متلاشی تھی، حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کو ایک خط دعا کے لئے تحریر کیا، اس کا جواب حسب ذیل آیا۔

مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی، لیکن اس خبر سے مسرت نہ ہوئی کہ کوئی

علمی مشغلہ میسر نہ آیا، ضرور کوشش کرتے رہیں کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے میسر فرمائے، اگر ممکن ہو سکے تو کبھی کبھی کچھ روز کے لئے نظام الدین کا سفر مولانا یوسف صاحبؒ کے حج سے واپسی کے بعد ضرور کرلیا کریں، ان شاء اللہ وہاں کا آنا جانا مفید ہوگا، جو آپ نے بڑے اشتیاق سے لکھا ہے۔

۱۹/محرم الحرام ۱۳۷۵ھ/۵/ستمبر ۱۹۵۵ء

دار العلوم ندوۃ العلماء میں ملازمت کے لئے تحریک:

ایک سال کے بعد صوبۂ برار کے علاقہ کا حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ اور حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ اور حضرت مولانا عمران خان نور اللہ مراقدہم کا تبلیغی دورہ شروع ہوا، یہ ناچیز بھی تقریباً ایک ہفتہ ان حضرات کے ہمراہ رہا، اس تبلیغی دورے سے اس علاقے میں بہت فائدہ ہوا، اس سفر میں حضرت مولانا نے ہمارے طلباء کا امتحان لیا اور خوش ہوکر فرمایا: ان طلبہ میں ایک سال میں جو استعداد پیدا ہوئی ہے، وہ ہمارے مدارس میں دو سال سے کم میں ممکن نہیں، اور فرمایا کہ آپ کی جگہ تو ''ندوۃ العلماء'' میں ہے ان شاء اللہ آپ شوال میں ''ندوۃ العلماء'' چلے آئیں گے، ندوہ جانے کی خوشی میں اس ناچیز نے مدرسہ سے استعفیٰ دے دیا، مدرسہ والوں نے بدل کا مطالبہ کیا، ایک صاحب کو تلاش بھی کرلیا، مگر حضرت مولانا علی میاںؒ کا کوئی خط نہیں ملا جس سے فکر تھی، اس لئے مجبوراً سہارنپور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو پوری تفصیل لکھ دی، حضرت شیخ نے مولانا علی میاں صاحبؒ کو مسوری جہاں حضرت رائے پوری کی خدمت میں ماہ مبارک گذار رہے تھے خط لکھا۔

ندوۃ العلماء میں ملازمت کے لئے حضرت شیخ الحدیث کی زوردار سفارش:

عزیز گرامی قدر عافاکم اللہ وسلم .... بعد سلام مسنون!

مفصل مسرت نامہ پہونچا، ان حالات میں یقیناً آپ کو شوال تک وہاں (مانا) قیام کرنا ہی چاہیئے ورنہ ساری محنت بیکار ہوجائیگی، یہ ناکارہ اس کے سوا کیا کرسکتا ہے کہ اللہ جل شانہ سے تمہارے لئے دارین کی ترقیات کی دعا کرے، مالک اپنے فضل وکرم سے اپنی رضا ومرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور نامرضیات سے حفاظت عطا فرمائے، علی میاں کی خدمت میں رہنے کی کوئی صورت پیدا ہوسکے تو بہت ہی بہتر ہے وہ دو ہفتہ سے لاہور حضرت اقدس رائے پوری کی خدمت میں گئے ہوئے ہیں طویل دورے سے بھوپال کے اجتماع میں شریک ہوکر سیدھے لاہور چلے گئے تھے ایک ماہ وہاں قیام کا ارادہ ہے، میں نے آج ہی ان کی خدمت میں آپ کے حکم کے موافق زوردار سفارش لکھی ہے۔

فقط والسلام

زکریا (مظاہر علوم) یکم جمادی الثانی ۷۶ھ موافق ۳/جنوری ۱۹۵۷ء

اس کے بعد حضرت مولانا کا ایک خط میرے خط کے جواب میں اس ناچیز کے نام بھی آیا۔

ندوۃ العلماء میں حصول ملازمت کے لئے حضرت مولانا علی میاں ندوی کی تحریک:

عزیز مکرم .... وعلیکم السلام

مسرت نامہ ملا، مجھے آپکے معاملے کا پورا خیال ہے اور اب شروع شوال میں اسکی تحریک کی جائیگی، توقع ہے آپ شاید ہم لوگوں کے پاس آجائیں، آپ ایک مفصل خط مولانا عمران صاحب جو اس وقت دارالعلوم کے مہتمم ہیں کو براہ راست بھی لکھئے، اس میں میری تحریک کا کوئی ذکر نہ ہو اور اپنے ''مانا'' کے قیام کا بھی ذکر کردیجئے، میرے حج کی اطلاع صحیح نہیں ہے، آپ اس کی وجہ سے تشویش میں نہ پڑیں، میں ابتداء شوال تک لکھنؤ پہونچوں گا۔

والسلام

ابوالحسن علی ۲۷/رمضان ۱۳۷۶ھ، ۲۷/اپریل ۱۹۵۷ء

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو اس خط کی نقل بھیج دی تھی اس پر حضرت نے یہ تحریر فرمایا۔

عزیزم عافاکم اللہ!

بعد سلام مسنون اس وقت عنایت نامہ پہونچا، اس سے مسرت ہوئی کہ علی میاں نے آپ کے دارالعلوم میں جگہ مل جانے کا وعدہ کیا ہے، حق تعالی شانہ اپنے فضل وکرم سے اس کو باحسن وجوہ تکمیل تک پہونچائے، آپ کی تعمیل حکم میں ان شاء اللہ علی میاں کی خدمت میں یہ ناکارہ پھر سفارش لکھ دے گا اور

وعدہ کی یاد دہانی بھی کر دے گا، ممکن ہے کہ وہ ایک دو دن میں یہاں تشریف لائیں۔

فقط والسلام

زکریا (مظاہر علوم) ۷؍شوال ۷۶ھ موافق ۷؍مئی ۱۹۵۷ء

اس ناچیز نے مولانا کے ایماء کے مطابق ایک خط مولانا عمران خان صاحب کو بھی لکھا تھا، چنانچہ مولانا عمران صاحب کا بہت حوصلہ افزا جواب آیا، وہ یہ کہ میں لکھنؤ جا رہا ہوں، شوال سے آپ کی ملازمت کا معاملہ طے ہو جائے گا، چنانچہ آخر رمضان المبارک میں باضابطہ ملازمت کی منظوری کی اطلاع مجھے دے دی گئی، شوال سے ''دارالعلوم'' میں مدرس ہو کر آیا، ۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۶۷ء تک دس سال ''دارالعلوم'' میں مدرسی کا زمانہ ہے، ابتدائی کتابوں سے لیکر اوپر کی کتابیں بالخصوص ''ترمذی شریف'' متعدد بار اور ''ابوداود شریف'' اور دیگر کتابوں کو بھی پڑھایا، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

قصبہ مانا میں قیام کے دوران کی بعض یادیں:

''مانا'' اکولہ برار کے قیام کے زمانے میں وہاں کے بعض احباب مختلف قصبات میں تقریر و وعظ کے لیے لے جایا کرتے تھے، اس طریقے سے وہاں پر ایک ابتدائی عربی مدرسہ بھی قائم ہو گیا، مجھے اس وقت ۱۰۰؍روپئے ماہانہ ملتے تھے، یہاں اعظم گڑھ میں ہمارے خاندان میں سخت معاشی پریشانی تھی، وہاں چکبندی ہو رہی تھی،

ہمارے خاندان کا آپسی مقدمہ بازی کے نتیجہ میں ہمارا پوکھرا اور باغ چکبندی سے باہر قرار دیا گیا، اس لیے وہاں میری تنخواہ اس کے حصول کے لیے سہارا بن گئی، ہمارے خاندانی چچا عین الحق ان کو بچانے کی کوشش کررہے تھے، ان کو جو کچھ ہو سکا میں نے بھرپور مدد کی، اس طرح سے اس کو بچالیا گیا، جو کچھ میں تنخواہ لے کر آتا تھا اس میں سے تھوڑا تھوڑا اپنے قریبی عزیزوں کو ہدیہ کرتا تھا، یہ معمول اس وقت تھا اور بعد میں بھی ندوہ اور گجرات کی مدرسی کے زمانے میں بھی قائم تھا، اب تو سب سرمایہ دار ہو گئے ہیں، اللہ تبارک وتعالی اس ایثار وقربانی کو قبول فرمائے۔

باب دوم: تدریس وتالیف

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے دس سال، مشکوٰۃ
شریف وترمذی شریف کا خصوصی درس، تالیف وتصنیف کے
سلسلہ کا آغاز اور مختلف کبار علماء کی رہنمائی ومشورہ کی روشنی
میں علمی، اصلاحی اور تالیفی وتصنیفی حالات

باب دوم: تدریس وتالیف

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے دس سال، مشکوۃ شریف وترمذی شریف کا خصوصی درس، تالیف وتصنیف کے سلسلہ کا آغاز اور مختلف کبار علماء کی رہنمائی و مشورہ کی روشنی میں علمی، اصلاحی اور تالیفی وتصنیفی حالات

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس ۲۰ رمئی ۱۹۵۷ء تا فروری ۱۹۶۷ء:

شروع میں جب ''دارالعلوم ندوۃ العلماء'' آیا تو مجھے ابتدائی صرف ونحو کی کتابیں اور'' ریاض الصالحین'' دی گئیں بتدریج آگے چل کر''مشکاۃ شریف'' و''ترمذی شریف'' اور''بخاری شریف'' کا ابتدائی حصہ و''ابوداود''وغیرہ کتابیں پڑھانے کے لئے مکلّف کیا گیا جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی، میری ابتدائی مدرسی میں جناب مولانا محمد عمران خان ندوی مرحوم کے اہتمام کا آخری زمانہ تھا، وہ چند دنوں کے بعد بھوپال چلے گئے اور مولانا ابوالعرفان ندوی قائم مقام مہتمم ہوئے، مولانا ابوالعرفان نے خصوصیت سے تاکید کی صرف ونحو کی تدریس میں امتیاز پیدا کیجئے اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ایک دن حضرت مولانا علی میاں صاحب میرے القراءۃ الراشدہ کے سبق میں تشریف لائے، اتفاقا کتاب میں کئی جگہ کتابت کے اغلاط تھے، جس کی اس ناچیز نے تصحیح کرائی، حضرت نے فرمایا کہ طباعت کی غلطی ہے،

اس ناچیز نے عرض کیا کہ حضرت اس میں کیا شک ہے، بعد میں حضرت والا نے مولانا ابوالعرفان صاحب سے اس کا ذکر کیا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

اسی طرح ایک دن حضرت مولانا مختلف درجات کا جائزہ لے رہے تھے، میرے ریاض الصالحین کے سبق میں تشریف لائے، سب سے اچھے وذہین طالب علم کی طرف عبارت پڑھنے کا اس ناچیز نے اشارہ کیا، عبارت عادت کے خلاف بہت ہی غلط پڑھ رہا تھا، مجھے خیال ہوا کہ ایسا اس لئے ہوا تھا کہ شاید اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے، پہلا گھنٹہ تھا میں نے کہا کہ نماز پڑھی ہے سچ سچ بتلا، اس نے غلطی کا اعتراف کیا، میں نے کہا کہ اٹھ کر جاؤ نماز پڑھ کر درجہ میں آنا، عبارت پڑھنے سے اس کا اندازہ ہوگیا تھا، حضرت مولانا کو اس واقعہ کا بہت اثر پڑا، الاصلاح کی تقریر میں اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

کچھ دنوں کے بعد مجھے چھوٹی بورڈنگ کا نگراں بھی بنادیا گیا، اب بڑی ذمہ داری تھی، حضرت شیخ الحدیث صاحب سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا ایک خط تحریر فرمایا۔

عزیزم عافاکم اللہ وسلم بعد سلام مسنون!

اس وقت عنایت نامہ پہونچا، مژدۂ عافیت اور احوال سے مسرت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ تدریس اور نگرانی میں کامیابی عطاء فرمائے، عیدالاضحیٰ کی تعطیل میں اگر گھر جانا ضروری ہے تب تو وہ مقدم ہے، اور اگر وہاں کے سوا اور کہیں جانے کا خیال ہو تو نظام الدین یقیناً سہارنپور سے بہرنوع مقدم ہے کہ وہاں کا سفر دینی ہے اور یہاں کا سفر محض تفریح اور دوستانہ ملاقات ہے، اگر آپ اس وقت ندوہ سے گھر ہوکر آئے ہیں تو پھر نظام الدین کو بندہ کے نزدیک ترجیح ہے، علی میاں رائے پور تشریف رکھتے ہیں، پرسوں کو روانگی تجویز ہے، چاہتا تھا

کہ ان ہی کے ہاتھ جواب ارسال کروں مگر یہ ڈر ہے کہ پہلے کی طرح ضائع نہ ہوجائے۔

فقط

زکریا ۱۳/ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ ۱۱/جون ۱۹۵۷ء

ندوہ کے قیام کے زمانے میں تبلیغی کام میں شرکت:

ندوہ میں تبلیغی کام شروع ہوا تھا، کسی جماعت میں شریک ہوکر جمعرات کو باہر جانا ہوا تھا اس پر حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا جس کا جواب حسب ذیل آیا۔

مکرم ومحترم زادت مکارمکم .... بعد سلام مسنون!

اس وقت گرامی نامہ پہونچا، اس سے مسرت ہوئی کہ تبلیغ میں شرکت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائیں اور مبارک فرمائیں، صرف میرا ہی نہیں بلکہ علی میاںؒ کا بھی بار بار کا تجربہ ہے کہ ہم لوگوں کی مدلل اور بااصول تقریر اس قدر مؤثر اور قلوب کو ابھارنے والی نہیں ہوتی جتنی مولانا یوسف صاحبؒ کی، اس لئے جماعتوں کے علی التبادل کچھ وقت نظام الدین ضرور گزارنے کی کوشش کریں، کسی جماعت کے ساتھ آپ بھی جاسکیں تو اچھا ہے، اس وقت عید (عیدالاضحیٰ) کی تعطیل ہورہی ہے، اس میں اچھا وقت ملے گا۔

زکریا

۱۳/ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ ۱/۶/۱۹۵۸ء

حضرت شیخ الحدیثؒ کا ایک اہم خط جس میں نظام الدین حاضری پر تاکید:

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ابتدائی مدرسی میں عیدالاضحیٰ کی چھٹی کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ کے مشورہ کے مطابق نظام الدین حاضری ہوئی، اور میرے ساتھ حضرت شیخ کا گرامی نامہ بنام حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کو لکھا تھا جس میں حضرت شیخ نے تاکید فرمائی تھی کہ ان کو اپنے پاس نظام الدین ہی میں رکھیں۔

حیاۃ الصحابہؓ کے پروف ریڈنگ میں شرکت:

ایک ہفتہ کے لئے نظام الدین حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی خدمت میں حاضری ہوئی، حیدرآباد سے حیاۃ الصحابۃ کے پروف آرہے تھے اس کی تصحیح حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ کے ساتھ مجھے بھی سپرد فرمائی گئی، اس طرح اس مبارک کام میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، مجھے میوات بھیجنے کا پروگرام بنایا گیا تھا مگر حضرت جی نے اپنے پاس رکھا اور اس کام میں شریک فرمایا، یہ ایک تاریخی بات ہے۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی وفات پر مکتوب الیہ نے ایک تعزیتی خط حضرت شیخ کی خدمت میں تحریر کیا جس کا جواب حسب ذیل آیا:

عزیز گرامی قدر عافاکم اللہ وسلم .... بعد سلام مسنون!

اس وقت تعزیتی گرامی نامہ پہونچ کر موجب مسرت ہوا، واقعی مفتی صاحب کے حادثہ سے مدرسہ کو افتاء کی دقت پیش آ گئی، افتاء کا مسئلہ بڑا نازک ہے اور مفتی صاحب مرحوم سے بڑی بے فکری ہم سب کو تھی، آپ حضرات نے

جو احسان مرحوم پر اور ہم سب پر دعائے مغفرت اور ایصال ثواب سے کیا حق تعالیٰ شانہ اپنے شایانِ شان اس کی جزائے خیر عطا فرمائے، علی میاںؒ کی خدمت میں سلام مسنون، حضرت مدنی کی طبیعت بدستور ایک حال پر چل رہی ہے یعنی ویسے اچھی ہے مگر استنجا اور نماز جب ہر سہ امور جمع ہو جاتے ہیں تو چند منٹ کو اثر محسوس ہوتا ہے، آج سے سبق شروع کرنے پر شدت سے زور تھا مگر ابھی معلوم ہوا کہ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب اور ڈاکٹر برکت علی صاحب کے پُر زور خطوط سے جو بیک وقت دونوں جگہ سے پہونچے ایک ہفتہ کے لئے التواء قبول فرمایا۔

فقط والسلام

زکریا مظاہر علوم

۱۱؍صفر؍۷۷ھ ۷؍۹؍۱۹۵۷ء

دار العلوم ندوۃ العلماء کے لئے مدرسین وملازمین کے اسفار:

جس سال یہ ناچیز مدرس ہوکر آیا، وہ زمانہ ندوۃ العلماء کے سخت مالی دشواری کا دور تھا، میری ندوہ آمد کے دو ماہ کے اندر مولانا عمران خان بھی جا چکے تھے، اس لئے عید الاضحیٰ کی چھٹی کے موقع پر مولانا معین اللہ صاحب مرحوم ناظر تعمیر وترقی نے مختلف اساتذہ کے وفود تشکیل دئے، اور مختلف علاقوں میں روانہ کیا گیا، اس ناچیز کو عید الاضحیٰ کی چھٹی کے موقع پر دارجلنگ وکالی پونگ وآسام بھیجا گیا، اس سفر میں بہت اچھی کامیابی ہوئی، جس سے مسرت کا اظہار کیا گیا، واپس آکر سہارنپور بھی حاضری ہوئی، جس کا شدید تقاضا تھا۔

سہارنپور کا سفر اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت:

اس سفر میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا، مغرب کے بعد بیعت کرایا اور دوسرے دن ناشتہ کے بعد اوپر کے کمرے میں بلا کر ذکر بالجہر کی تعلیم دی، ذکر بالجہر کر کے بتلایا بھی، یہ واقعہ ۱۹/جون ۱۹۵۷ء کا ہے، سہارنپور نظام الدین ہو کر ندوہ واپسی ہوئی، ندوہ میں گرمی کی وجہ سے ۱۵/جون کو تعطیل ہو گئی تھی۔

اس موقع پر حضرت والا کا گرامی نامہ شرف صدور لایا، تحریر فرمایا کہ تمہاری روانگی کے دن اخبار میں ندوہ میں طویل تعطیل کا اعلان پڑھ لیا تھا، نہایت قلق ہوا، اتنا وقت نہ تھا کہ تم کو دہلی سے خط لکھ کر بلا سکتا دل چاہتا رہا کہ تم کو کسی طرح دیکھ لوں۔

زکریا

۲۷/ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ ۲۵/جولائی ۱۹۵۷ء

مکرم ومحترم مدفیوضکم ....سلام مسنون!

اسی وقت گرامی نامہ پہونچا، تمہارے سفر کا حال علی میاںؒ سے معلوم ہوتا رہا، یہ ناکارہ سفر کی کامیابی کے لئے دل سے دعا کرتا ہے، ماہ مبارک سر پر ہے اور مشغولی زیادہ، اس لئے مختصر ہی پر قناعت کرتا ہوں، تم نے جو اشکال چندہ پر رکھا ہے وہ تو سب جگہ یکساں ہے لیکن مدارس کا چلانا بھی ضروری ہے، **مالایدرک کله لا یترک کله** آئندہ عید سے پہلے بندہ کے کسی خط کا انتظار نہ کریں، علی میاںؒ کو اگر خط لکھیں تو بعد سلام مسنون لکھ دیں کہ آپ کے دوسرے گرامی نامے کے جواب لکھنے کی تو توفیق نہ ہوئی اور اب رمضان میں

وقت نہیں ملے گا۔ فقط

زکریا بقلم: شمیم

۲۹/۱/۱۹۵۹ء ۱۹/رجب المرجب ۱۳۷۸ھ

اسی زمانے میں ایک خط میں اپنی معاشی پریشانی اپنے یہاں قحط سالی کا ذکر کیا تھا، اس کا جواب حسب ذیل ہے۔

عزیز گرامی قدر رعافاکم اللہ وسلم بعد سلام مسنون!

اس وقت مسرت نامہ پہونچا، حق تعالی شانہ اپنے فضل وکرم سے آپ کی اس محبت کو جو اس سیہ کار ناکارے سے مالک کی ستاری کی وجہ سے محض حسن ظن سے ہوگئی ہے، طرفین کے لئے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے قحط سالی اور خانگی پریشانیوں کے لئے خصوصیت سے دعاء کرتا ہوں۔

اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے رزق کا دروازہ مفتوح فرمائے، اور دارین کی ترقیات سے نوازے، معمولات پر مداومت ترقی کا اقرب ترین راستہ ہے، شرعی معذوریاں الگ ہیں، اس کے علاوہ ناغہ نہ ہوا کرے، علی میاں کی خدمت میں سلام مسنون اہتمام سے انکی خدمت میں حاضر ہوتے رہا کریں، مولوی معین اللہ سے میرا سلام مسنون کہہ دیں، یہ ناکارہ ان کی صحت کے لئے بھی دل سے دعا گو ہے، پشت کا مضمون علی میاںؒ کو دکھلا دیں۔

والسلام

زکریا، ۹/جمادی الاولی ۷۷ھ ۱۲/۳/۱۹۵۷ء

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لئے مالیگاؤں بمبئی وغیرہ کا سفر:

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا عہد جدید تھا، رمضان المبارک کی چھٹیوں سے پہلے حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں مولانا معین اللہ ندویؒ نے سب مدرسین کو جمع کیا، یہ ترغیب دی گئی کہ اساتذہ دارالعلوم کی چھٹیوں میں قربانیاں پیش کریں، دارالعلوم میں ترقی کے آثار ہیں مگر مالی شدید پریشانی ہے، شروع سال میں دارالاقامہ میں کل طلباء کی تعداد ۷۰/۸۰ رکے درمیان رہی ہوگی، لیکن داخلہ کی مزید درخواستیں آنا شروع ہوگئیں تھیں، اساتذہ کے مختلف وفود بھیجے گئے، ناچیز کو مولانا محمد اسحاق سندیلوی کے ساتھ روانہ کیا گیا، پہلے ہم لوگ بھوپال آئے حضرت مولانا عمران خانؒ نے بہت خیال فرمایا، وہاں سے اجین آمد ہوئی، مولانا اسحاق صاحب نے اس ناچیز کو تقریر کرنے کا حکم دیا، ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا تھا اس میں تقریر کی اور جمعہ کی نماز سے پہلے بھی بڑی مسجد میں تقریر ہوئی مگر کل چندہ ڈھائی سو روپیہ ہوا، وہاں سے برھان پور گئے، وہاں ایک شب قیام رہا۔

برہان پور سے حضرت مولانا اسحاق صاحب نے واپسی کا ارادہ کرلیا اور مجھے مالیگاوں و بمبئی بھیج دیا، مولانا معین اللہ صاحبؒ کے شفقت آمیز خطوط کی بناء پر مالیگاؤں گیا، وہاں ندوۃ العلماء کا کوئی خاص تعارف نہیں تھا مگر مولانا معین اللہ صاحب نے حضرت مولانا منظور نعمانیؒ سے چند تعارفی خطوط لکھوائے تھے، اسی میں ایک ماسٹر عبدالرحمٰن مالیگاؤں کے نام تھا، مولانا نعمانی سے وہ خاص تعلق رکھتے تھے چنانچہ مالیگاؤں میں اس ناچیز نے ان سے ملاقات کی اور انہوں نے امیر جماعت

حاجی احمد صاحب مرحوم سے ملاقات کرائی، دونوں نے ملکر بڑی محنت کی، نیز وہاں حاجی عبدالخالق سردار پدن بھی مل گئے جو علم دوست آدمی تھے، بڑا تعاون کیا، حضرت مولانا علی میاں ندوی کی کتابوں سے انکو مناسبت تھی بہر حال ایک ہفتہ میں ۲۷۵۰ر کی رقم جمع ہوگئی، اس کی اطلاع جب ندوہ میں خط لکھ کر دی گئی تو وہاں یقین نہیں آرہا تھا مولانا عبدالسمیع ندوی مرحوم جو نائب ناظم تعمیر و ترقی تھے انھوں نے لکھا کہ آپ نے خط میں صفر کا اضافہ غلطی سے تو نہیں کر دیا ہے، میں نے جواب دیا کہ ڈرافٹ ۲۷۵۰ کا جارہا ہے، جب جا کر یقین ہوا۔

ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں اس ناچیز نے دس مرتبہ اسفار رمضان المبارک میں کیئے ہیں، اس کے علاوہ ناگپور و کامٹی بھی جانا ہوا کہ ندوہ کا تعارف کرایا جائے بہر حال یہ ابتدائی زمانہ تھا، شاید موجودہ زمانہ میں ان حالات کا سمجھنا بھی دشوار ہو، بہر حال اپنے اس پہلے سفر میں مالیگاؤں سے بمبئی حاضر ہوا، وہاں کھوکھا بازار کی مسجد میں قیام رہا، دوسرے دن مرحوم اسماعیل منصوری سے ملاقات کی، ان کے نام حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کا خط تھا انھوں نے حاجی علاء الدین صاحب سے ملاقات کا مشورہ دیا، حاجی صاحب کے نام بھی حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کا خط تھا۔

محترم حاجی صاحب سے انکی چائے کی دوکان پر ملاقات ہوئی، وہاں افطار میں بہت سے سفراء جمع ہوجاتے تھے، یہ ناچیز بھی افطار وہیں کرتا تھا، حاجی صاحب نے کہا کہ میں مظاہر و دیوبند کا کام کرتا ہوں، ندوہ ہمارے لئے نیا ہے، مگر تبلیغی جماعت کی نسبت سے میرا مولانا منظور صاحب اور مولانا علی میاں سے تعلق ہے آپ

کوشش کریں میں تعاون کروں گا۔

ندوہ کا وہاں تعارف بہت کم تھا، میرے پیش رو مولانا ابو العرفان ندوی صاحب وہاں جاتے تھے، مجموعی چندہ ایک ہزار پانچ سو روپیہ ہوتا تھا، یہ بھی صرف یوپی کے لوگوں سے وصول کرتے تھے بہر حال حاجی صاحب نے وقت فارغ کیا مجھے لیکر مختلف لوگوں سے ملاقات کے لئے نکلتے تھے اور تعارف کراتے اور چندہ کراتے تھے ضرورت پر تقریر بھی کراتے، اس طرح بہت مشقت کے بعد کام آگے بڑھا۔

کوشش کی گئی کہ کچھ طلباء ندوۃ العلماء میں پڑھنے آجائیں تو اس سے تعلق پیدا ہوجائے، چنانچہ خود مرحوم حاجی علاء الدین نے اپنے صاحبزادے مولوی عبداللہ ندوی اور دوسرے طلبہ کو وہاں تعلیم کے لئے بھیجا، اس سے بیشک تعلق کافی پیدا ہوگیا، دوسرے سال شوال بعد جوگیشوری میں ایک تبلیغی اجتماع طے ہوا تھا، ادھر مولانا معین اللہ صاحبؒ کا شدید تقاضا تھا دار الاقامہ سلیمانیہ کی تعمیر کے سلسلے میں بمبئی کے تاجروں کو متوجہ کیا جائے چنانچہ میں نے عید کی نماز بمبئی میں پڑھی۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی و حضرت شیخ کے بعض اہم خطوط:

حضرت مولانا علی میاں صاحب کو ایک خط لکھا تھا اس کا جواب حسب ذیل تھا:

عزیزم سلمہ اللہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط آئے ہوئے عرصہ ہوا، کچھ رمضان المبارک کی مصروفیت، کچھ سفر، جواب ابھی تک نہیں جاسکا، آپ منتظر ہونگے آپ کی کامیابی سے

دل خوش ہوا، بمبئی کے حالات بھی معلوم ہوئے بے شک کام سخت ہے، لیکن یہ کام بڑا صبر آزما ہے اور ناخوشگوار، احمد غریب وغیرہ کو جمع کر کے آپ نے اچھی تشکیل کی، بظاہر آپ کی عید بمبئی میں ہوگی، اللہ تعالی صیام قبول فرمائے، اور عید مبارک فرمائے۔ فقط والسلام

ابوالحسن علی ندوی ۴/ ۱۹۵۹ء

اس کے بعد دوسرا خط پھر حضرت مولانا کو لکھا کہ لوگ درخواست کر رہے ہیں کہ حضرت والا اگر بمبئی کے تبلیغی اجتماع میں شریک ہو جائیں تو دارالاقامہ سلیمانیہ کی سہولت ہو جائے گی، جواب نفی میں آیا کہ شروع سال میں دار العلوم میں میری موجودگی ضروری ہے، حضرت والا کی معذرت کے بعد حاجی علاء الدین کو تیار کر کے جناب احمد غریب سیٹھ جن کا حضرت مولانا سے خاص تعلق تھا ملاقات کی، اور ان سے بھی تار کرایا، جواب نفی میں آیا، اس کے بعد اس ناچیز نے حاجی علاء الدین سے عرض کیا کہ فون ملائیں مولانا معین اللہ ندوی سے بات کرنی ہے، میں نے مولانا سے حضرت مولانا کی آمد پر اصرار کیا، انہوں نے فرمایا پرسوں پنجاب میل سے بمبئی کے لئے سفر کا انتظام کیا جائے گا، آپ وہاں اطلاع کر دیں اور محترم حاجی علاء الدین صاحب کو بتلا دیا، چنانچہ حضرت مولانا بمبئی تشریف لائے، اور اجتماع میں بیان ہوا، اس ناچیز نے بھی اپنے تعلق کے تاجروں کو صدیق مسافر خانے میں جمع کیا اور حضرت نے دارالعلوم پر مختصر تقریر فرمائی، وہاں چند لوگوں نے دارالاقامہ سلیمانیہ میں کمرہ بنوانے کا وعدہ کیا۔

مجلس تحقیقات ونشریات کا آغاز:

ایک صاحب نے کمرے کے سلسلے کی رقم کے علاوہ ایک ہزار کی رقم مجلس تحقیقات ونشریات لئے دی تھی، گویا وہ مجلس کا آغاز تھا اس طرح یقیناً یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ اس مجلس تحقیقات کے افتتاح میں اس ناچیز کا بھی حصہ رہا ہے، اس طرح بمبئی والوں سے بھی ایک تعلق ہوگیا، ان کے ذریعہ رواق سلیمانی کی تعمیر میں بھی ہمیں مدد ملی۔

اسی جوگیشوری کے اجتماع میں مولانا احمد لاٹ صاحب اور انکے والد اور بھائی وغیرہ سے ملاقات ہوئی، وہیں انکے داخلے کی بات ہوئی اس ناچیز نے حضرت مولانا سے ملاقات کرائی، حضرت نے فرمایا کہ گجرات کے جو طالب علم ہیں انکو لے لیں، اس لئے کہ اس علاقے کے طلبہ دارالعلوم ندوہ میں اس وقت تک نہیں تھے، مولانا احمد لاٹ نے اپنے ساتھی مولانا ولی بھڑکودریؒ کے ساتھ آکر ندوہ میں داخلہ لیا، اس ناچیز سے مشکاۃ شریف اور ترمذی پڑھی اور تبلیغی کام ندوۃ العلماء میں انکے زمانے میں بہت ہوا، مولانا ولی بڑودہ میں اونچی کتابیں پڑھا رہے تھے افسوس کہ ان کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک عزیز عین الحق چچا کے انتقال پر حضرت شیخ الحدیثؒ کا گرامی نامہ:

عزیزم گرامی قدر ومنزلت عافاکم اللہ وسلم .... بعد سلام مسنون!

اس وقت مسرت نامہ پہونچا مژدۂ عافیت اور حالات سے مسرت ہوئی، یہ ناکارہ دعاء کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ دارین کی ترقیات سے نوازے چچا صاحب (یہ میرے خاندانی چچا عین الحق مرحوم تھے) کے حادثہ کی خبر سے قلق ہوا، حق تعالیٰ شانہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء

فرمائے، لاہور سے حضرت رائپوری زادمجدہم کے خطوط روز آنہ بلا ناغہ آتے رہتے ہیں کبھی کبھی ۴، ۵ خطوط جمع ہو جاتے ہیں ان میں علی میاں کی خبریں اور مشغلہ بھی لکھا ہوا ہوتا ہے، آج کی ڈاک سے علی میاں کا بھی خط آیا ہے آخر فروری میں آنے کو لکھا ہے، کل کی ڈاک سے مولوی محمد ثانی صاحب کا خط تھا آج ۲۲ رفروری کو یہاں پہونچنے کو لکھا ہے، آپ کے دارالاقامہ (سلیمانیہ) کی سہولت تکمیل کے لئے بھی دعاء کرتا ہوں۔ فقط والسلام

زکریا مظاہر علوم ۲۹/۲/۵۸ء ۹ر شعبان ۱۳۷۷ھ

حضرت شیخ کی خدمت میں ایک سالہ قیام کی تحریک:

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے تعلق ومحبت میں اضافہ ہوتا رہا، دل میں شدت سے یہ تقاضا پیدا ہوا کہ کاش حضرت شیخ سے حدیث پڑھنے اور استفادہ کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی، اچانک خواب میں حضرت اُبی بن کعب وحضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنھم کی قبروں کی زیارت ہوئی، اس ناچیز کے ہاتھ میں حدیث کی کوئی کتاب تھی طلبہ کو پڑھا رہا ہوں اور عبارت آئی ''زید بن حارثہ حِبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے تھے، اس کے بعد آنکھ کھل گئی، اس خواب کو تفصیلی طور سے لکھ کر حضرت شیخ کو ارسال کیا، جواب کا انتظار تھا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے عصر کی اذان سے پہلے یاد فرمایا (یہ ان کا خصوصی بات کرنے کا وقت تھا) میری خواہش ہے کہ ایک سال کے لئے سہارنپور حضرت شیخ کے پاس حدیث شریف پر تیاری کے لئے بھیج دیا جائے، اس گفتگو کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر

اپنے کمرے میں واپس آیا، تو حضرت شیخ کا گرامی نامہ ملا۔

عنایت فرمایم سلمکم اللہ تعالی............ بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا مژدہ عافیت سے مسرت ہوئی، خواب ان شاء اللہ مبارک ہے علم حدیث اور وحی منزل سے ان شاء اللہ کسی وقت خصوصی مناسبت کی طرف اشارہ ہے۔ ۲۸/ذیقعدہ ۷۷ھ موافق ۱۹/٦/۱۹۵۸ء

اس کے بعد حضرت مولانا علی میاں کی گفتگو کو نقل کر کے حضرت شیخ کو بھیج دیا، جواب حسب ذیل آیا:

عزیزم عافاکم اللہ وسلم............ بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا، علی میاں کا حسن ظن اور ان کا اس ناکارہ سے تعلق سر آنکھوں پر، مگر اس ناکارہ کے پاس رہ کر آپ کے اوقات بالکل ضائع ہوں گے اہلیت تو پہلے بھی نہیں تھی، ذوق وجذبہ کام کرنے کا ضرور تھا، جس کو اب امراض نے بالخصوص دماغ کے ضعف نے چلتا کر دیا ہے، ایسی حالت میں آپ کے لئے اضاعت وقت کے سوا اور کیا ہے، یہ ناکارہ دعاء کرتا ہے کہ حق تعالی شانہ آپ کو علم وعمل اور دارین کی ترقیات سے نوازے، مکان پر قحط کی حالت سن کر بڑا فکر وقلق ہوا، حق تعالی شانہ اپنے فضل وکرم سے ہر قسم کی مدد فرمائے، علی میاں سے بشرط سہولت سلام مسنون، حضرت رائپوری زادمجدہم سے متعلق ہر اطلاع میں ان کے پاس بھیجتا رہتا ہوں۔ فقط

زکریا، مظاہر علوم، ۲۴/ذی الحجہ ۷۷ھ، ۱۴/۷/۱۹۵۸ء

یہ ناچیز لکھنؤ سے سہارنپور ہوتا ہوا بھوپال کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کر کے

سیدھا لکھنؤ آ گیا، مگر سہارنپور میں اتفاقاً حضرت مولانا علی میاں سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا نے حضرت شیخ سے دسترخوان پر فرمایا آئندہ سال مولوی تقی صاحب کو حضرت والا کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ ہے۔

لکھنؤ پہونچ کر جو خط حضرت شیخ کو لکھا تھا اس کا جواب حسب ذیل آیا۔

عزیزم عافاکم اللہ............ بعد سلام مسنون!

میں تو بھوپال کے اجتماع سے واپسی پر حسب وعدہ انتظار میں رہا کئی دن بعد علی میاں زاد مجدہم سے معلوم ہوا کہ آپ واپس پہونچ گئے عنایت نامہ سے سفر کا ارادہ معلوم ہوا، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم کے ساتھ ثمرات وبرکات کے ساتھ تکمیل فرمائے، مدرسہ کی خدمت جو بھی ہوجائے سعادت ہے، حق تعالیٰ شانہ اخلاص سے مدرسہ کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے تم نے اپنے گاؤں میں تبلیغی ضرورت کو لکھا ہے یہ سلسلہ تو سبھی جگہ ضروری ہے، اور بغیر سعی کے کوئی کام ہوتا نہیں، کوشش جاری رکھیں، تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ نظام الدین کی آمد ورفت کو اس وقت مالک نے اس کا آسان ذریعہ بنادیا ہے وہاں کے کچھ لوگوں کو کچھ دن کے لئے وہاں بھیج دو۔

فقط والسلام

زکریا، مظاہر علوم ۱۷؍رجب ۷۹ھ، ۳۰؍۱؍۱۹۵۹ء

سہارنپور حضرت اقدس کی خدمت میں ایک سالہ قیام:

حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حدیث شریف پر

تیاری کی بات ہو چکی تھی، مگر شوال میں جب دارالعلوم واپس آیا تو بعض ذمہ داروں کی باتوں سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ کوئی یقینی فیصلہ دارالعلوم کی طرف سے نہیں کیا گیا ہے، اس لئے حضرت شیخ کو ایک خط لکھا کہ میرے موضوع کی حضرت مولانا علی میاں سے یاد دہانی کرادی جائے، اس وقت حضرت والا کا حسب ذیل جواب آیا۔

عزیز گرامی قدر عافاکم اللہ وسلم .... بعد سلام مسنون!

اس وقت گرامی نامہ پہونچا مژدہ عافیت سے مسرت ہوئی حضرت اقدس رائے پوری دام مجدہم کی تشریف آوری کی خبریں ایک ہفتہ سے خوب گرم ہیں، اس ہفتے میں جتنے خطوط آئے ان میں آخر ستمبر لکھا ہوا تھا، آج کے خط میں یقین سے ۲۹ ستمبر لکھا ہے لیکن اس سے پہلے بھی حتمی تاریخیں مقرر ہوئیں مگر عین وقت پر التوا ہوا ایک مرتبہ تو گاڑی پر سامان رکھنے اور سب سے الوداعی مصافحہ کر لینے کے بعد ملتوی ہوا، اس لئے جب تک تشریف آوری نہ ہو جائے اعتماد نہیں (یہ آمد پاکستان سے تھی)، علی میاںؒ شنبہ کو جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو پہونچے تھے، عجلت میں کھانا کھانے کے بعد میں بھی سو گیا تھا، وہ بھی ظہر کے بعد بندہ کے پاس سبق میں شریک ہوئے اور عصر کے بعد وہ لاہور روانہ ہو گئے، اس لئے بات چیت کا وقت نہ ملا، اب غالباً حضرت کے ساتھ انکی واپسی ہو۔

تمہارا یہاں آنا سر آنکھوں پر موجب مسرت، لیکن تمہیں معلوم ہوگا کہ اس مدرسے میں سہ ماہی تک اول تو اسباق کی مقدار سے صرف نظر کر کے تقاریر ہوتی ہیں، اور ششماہی کے بعد تقریر سے صرف نظر کے ساتھ کتابوں

کے پورا کرنے کا تقاضا شروع ہوجاتا ہے، اس لئے جب بھی ارادہ کریں وسط شوال میں آئیں، چاہے تین ماہ کے لئے کیوں نہ ہو، ختم سال پر بالکل ارادہ نہ کریں۔ فقط والسلام

زکریا مظاہر علوم ۸؍ربیع الاول ۷۸ھ الموافق ۲۴؍۹؍ ۱۹۵۸ء

جب حضرت مولانا علی میاں سفر سے لکھنؤ آ گئے تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا گرامی نامہ ان کے نام پہونچا:

آپ نے مولوی تقی کو یہاں بھیجنے کے لئے فرمایا تھا، شدت سے انتظار ہے، ۲۶؍شوال کو بخاری شریف کا سبق شروع کرانا ہے۔

اس گرامی نامہ کے بعد حضرت مولانا علی میاں نے فرمایا کہ حضرت کے پاس جانے کی تیاری کریں، مولانا معین اللہ ندوی نے غایت شفقت میں حکم دیا کہ چار دن کے لئے اعظم گڑھ بھی ہوآئیں، اس کے بعد حضرت والا کی خدمت میں وقت پر حاضر ہوجائیں، میرا یہ سفر دارالعلوم ندوۃ العلماء کی طرف سے تھا، اس لئے تنخواہ جاری رہی اس زمانے میں ستّر روپیہ ماہانہ ہوگئی تھی۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی کا مکتوب:

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سعادت نامہ ملا، آپ کی سعادت وصلاحیت وشرافت سے دل مسرور ومطمئن ہے، اللہ تعالیٰ دینی وعلمی برکات وترقیات سے مالامال فرمائے اور آپ سہارنپور کے قیام سے پورا فائدہ اٹھائیں اور دائمی دولت لے کر آئیں۔

معلوم نہیں کہ آپ نظام الدین تعطیل عیدالاضحیٰ میں جانے والے تھے یا

ملتوی کردیا، یا نظام بدستور ہے، مولوی حبیب اللہ صاحب سلمہٗ دہلی پہونچ گئے ہوں گے، ملاقات ہوگی، حضرت شیخ کی خدمت میں ایک مفصل عریضہ ملفوف بھی تھا کوئی رسید یا جواب نہیں آیا دریافت کیجئے گا کیا سبب ہے؟ دارالعلوم میں سب خیریت ہے، ان شاء اللہ ۱۴؍ذی الحجہ کو اس سلسلہ میں احمد غریب صاحب کا خط حجاز روانہ کردیا جائے گا، سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔

والسلام

مخلص: ابوالحسن علی؍ یوم عرفہ ۷۸ھ ۱۶؍جون ۱۹۵۹ء

حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضری:

یہ ناچیز ۲۴؍شوال کو سہارنپور حاضر ہوا اور ۲۶؍شوال سے حضرتؒ نے ''بخاری'' کا درس شروع فرمایا، میرے ساتھ مولانا احسان الحق لاہوری بھی تھے، قیام وطعام وغیرہ ساتھ ہی تھا، حضرت شیخ نے تین ماہ بطور تمہید کے کہا تھا مقصد پورا سال تھا، الحمد للہ مدت پوری کی گئی، یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس ناچیز نے حضرت شیخ کے درس ''بخاری'' لکھنے کا بہت ہی التزام کیا تھا، ششماہی امتحان تک ڈیڑھ گھنٹہ حضرت کا درس ہوتا تھا اور ششماہی کے بعد دو گھنٹہ سبق ہوتا تھا بلکہ ظہر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز سے پانچ منٹ پہلے سبق بند ہوتا تھا، سب طلبہ باوضو رہتے تھے درس کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے انکی خصوصیات کی تفصیل حضرت اقدس کی تقریر بخاری کے مقدمے میں اور الفرقان کے خصوصی رسالے میں جو مقالہ حضرت کی وفات میں شائع

ہوا ہے اس ناچیز کے قلم سے لکھی ہوئی مفصل موجود ہے (۱)۔

دارالحدیث میں حضرت کے قدم رکھنے سے ایک خاص بہار آجاتی تھی پورا دارالحدیث خوشبو سے معطر ہوجاتا، آپ کا درس عشق نبوی اور حب رسول ﷺ کا نمونہ ہوتا تھا، بخاری کے ترجمۃ الباب کی غرض، حافظ وعینی کی آراء اور امام بخاری کا مسلک اپنے مشائخ کی تحقیقات اور ذاتی تحقیق کا خلاصہ بیان فرماتے، سہ ماہی تک اگر کوئی مناسبت آجائے اس پر قصہ بیان فرماتے جو یہ ناچیز نوٹ کرلیا کرتا تھا، کبھی کسی فقرے کے پڑھنے یا ترجمہ کرنے پر ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی، مثلاً آپ نے جب ''إني أحبک یا معاذ'' پڑھا، یا مرض الوفات کی حدیث پڑھی تو آہ وبکاء کی کیفیت ہوجاتی۔

حضرت شیخ کے درس بخاری کی خصوصیات:

یہ تحریر اس ناچیز نے حضرت رحمۃ اللہ کے سامنے پڑھ کر سنائی تھی، اس وقت حاضرین میں مولانا محمد یونسؒ، مولانا محمد عاقل صاحب، اور مولانا سلمان صاحب وغیرہ موجود تھے، یہ تحریر پڑھی جارہی تھی اس وقت حضرت شیخ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی، معلوم ہوتا تھا کہ ہم لوگ تھوڑی دیر کے لیے بارگاہِ نبوی میں پہنچ چکے ہیں، حضرت شیخ کے درس کی خصوصیات کی افادیت کے پیشِ نظر اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو شائع کیا جائے تاکہ طلبہ اور مدرس دونوں کے لیے نفع بخش ثابت ہو۔

---

(۱) مولوی اقبال احمد خانپوری نائب مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات جو اس ناچیز سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، وہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں اس ناچیز سے بخاری شریف پڑھ چکے ہیں، انہوں نے اپنی سعادت مندی سے میری پوری ''تقریر بخاری'' ٹائپ کردی ہے، جو اس ناچیز کی نظر ثانی کے بعد شائع کی جائے گی۔ واللہ الموفق

علم حدیث درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی نہایت مستند ومعتمد تاریخ ہے، مسلمانوں کو اپنے پیغمبر علیہ السلام کی ذات گرامی سے جو عشق ومحبت کا تعلق ہے، دیگر امتوں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اسی لیے انہوں نے آپؐ کی زندگی کے ہر گوشہ اور ہر خدوخال کو کمال دیانت واحتیاط سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے، آج اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تصویر اور کامل زندگی کا نقشہ دیکھنا چاہتا ہے تو اس کے لیے احادیث کی کتابیں کافی ہیں، اپنے اس غیر معمولی تعلق کی بناء پر مسلمانوں نے الہامی طور پر علم حدیث کی حفاظت وصیانت کے لیے جو محیر العقول کارنامے انجام دیئے ہیں وہ تاریخ کے اوراق میں ثبت ہیں، انہوں نے اس علم کی حفاظت وتدوین نقل واشاعت اور جمع وترتیب، ضبط واتقان اور ان تمام علوم پر خصوصی توجہ صرف کی جس کا اس علم سے کوئی تعلق یا رشتہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور اس کی عنایت خاصہ جو اس علم کی حفاظت وصیانت کے ساتھ رہی ہے، اس کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سب ایک غیبی نظام کے تحت چل رہا ہے، امت میں ایسے غیر معمولی ذکی وذہین افراد کا ایک سیلاب نظر آتا ہے، جو اس علم کی خدمت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طلب میں براعظموں وسمندروں کو پار کرلینا، مصائب کو برداشت کرلینا اور دشوار راستوں کو طے کرلینا ان کے نزدیک ایک معمولی بات بن گئی، انہوں نے علم کی خدمت واشاعت کا ایسا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا کہ گذشتہ امتوں اور سابق تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، وہ اپنے شغف اور عشق وبلند ہمتی اور خدمت علم اور اپنے ایثار وقربانی میں بے نظیر تھے۔

یہ محض امر اتفاقی نہیں بلکہ قدرت الٰہی کا ایک بڑا معجزہ اور ظاہر میں مادہ پرست

انسانوں کے لیے ایک بڑا سبق اور انسانی تاریخ کی پیشانی پر ایک روشن علامتِ استفہام ہے کہ ایسا کیونکر ہوا؟ درحقیقت اسرار الٰہی میں سے ایک سرّ اور ایک روشن دلیل ہے کہ یہ رسالت آخری ہے، اور اس شریعت کے تا قیامت بقاء ودوام کا فیصلہ ہے۔

یہی غیبی انتظام اس اُمت کے لیے علم حدیث کی حفاظت اور مسائل کے استنباط واستخراج اور تمام علوم اسلامیہ اور اس کے متعلقات کی تدوین اور تالیف وتصنیف اور قیامِ مدارس کا سبب بنا، تمام بلاد اسلامیہ جہاں جہاں مسلمان فاتحین ومجاہدین، صوفیاء ومبلغین، اساتذہ ومدرسین، فقہاء ومحدثین کے قدم پہنچے وہ اپنے ساتھ اپنے قرآن اور علم حدیث اور دیگر علوم کے لے گئے اور اُن کی نشر واشاعت کی۔

اسلام کی کرنیں سرزمین ہند میں قرن اول میں پہنچ چکی تھیں، ان میں صحابہ کرامؓ تابعین وتبع تابعین بھی تھے، تاریخ میں خصوصیت سے ربیع بن صبیح سعدی بصریؒ م۱۶۰ھ کا اسم گرامی ملتا ہے جو تبع تابعی بھی ہیں، جو اس ملک میں تشریف لائے، جن کے بارے میں علامہ چلپی کشف الظنون میں لکھتے ہیں: ’’هو أول من صنف في الإسلام‘‘ اسلام کے پہلے مصنفین میں ان کا شمار ہے، گجرات کے ضلع بھروچ کے مقام بھاڑ بھوت میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

اگرچہ پہلی صدیوں میں اس ملک میں علم حدیث کا چرچا نہیں ہوا تھا، جو بتدریج بعد کی صدیوں میں ترقی کر کے آگے بڑھتا رہا، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ ملک محدثین کرام کے وجود اور ان کے حلقہائے درس سے خالی تھا، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، راقم کا سلسلہ مضامین ’’ہندوستان میں علم حدیث‘‘۔

خصوصیت کے ساتھ نویں ودسویں صدی میں خاصی تعداد اس ملک میں محدثین

کرام کی وارد ہوئی، اور شاہان گجرات کی علم کی قدر دانی کی بناء پر اکثر کا قیام احمد آباد میں رہا اور وہیں مدفون ہوئے، اللہ کی توفیق سے بہت سے علماء حرمین شریفین اس کے مرکز میں سفر کر کے حاضر ہوئے، اور علم حدیث کو حاصل کیا، ان میں سب سے زیادہ مشہور شیخ حسام الدین علی متقی صاحب ''کنز العمال'' م ۹۷۵ھ اور ان کے نامور شاگرد علامہ محمد بن طاہر پٹنی صاحب ''مجمع بحار الانوار'' م ۹۸۶ھ ہیں، ان حضرات کے بعد شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ م ۱۰۵۲ھ کا دور آیا، انہوں نے علماء حجاز سے اس علم کو حاصل کیا، اور ہندوستان میں دلی کو اس کی نشر و اشاعت کا مرکز بنایا، انہوں نے اور ان کے تلامذہ اور اولاد و احفاد نے تعلیم و تدریس شرع و تعلیق کے ذریعہ ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا کہ اس ملک میں اس علم کا عام چرچا ہو گیا۔

ان کے بعد مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب م ۱۱۷۶ھ کا دور آیا، انہوں نے یہاں سے حجاز مقدس کا سفر کیا اور وہاں کے شیوخ بالخصوص شیخ ابو طاہر مدنی کی خدمت میں چودہ مہینے قیام کر کے اس علم کو حاصل کیا واپسی پر ہمہ تن علم حدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے، اور ان کے بعد اس علم میں ہندوستان کو وہ مقام حاصل ہوا کہ کوئی دوسرا اسلامی ملک اس کی ہمسری نہیں کر سکتا اور اس ملک میں صحاح ستہ کی تدریس اور دورۂ حدیث کا رواج ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلامذہ میں آپ کے فرزند اکبر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ م ۱۲۳۹ھ کے درس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ ایک بڑی جماعت ان سے فیضیاب ہوئی۔

ان میں سے سب سے زیادہ مشہور و ممتاز حضرت شاہ محمد اسحاق مہاجر مکیؒ م ۱۲۶۲ھ کی ذات بابرکات ہے جو آپ کے نواسے بھی ہیں، جن کی ذات گرامی اپنے دور میں علم حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھی، روئے زمین کے اطراف و اکناف سے تشنگان علم

ان کے در پر حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ نہ وہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں بھی ان کی نظیر اس دور میں شاید نہ مل سکے۔

ان کے ممتاز تلامذہ میں جن کے اسماء گرامی سر فہرست لکھے جا سکتے ہیں، حضرت شاہ عبد الغنی صاحب مجددیؒ م ۱۲۹۶ھ مہاجر مدنی ہیں، ان کے درس حدیث سے ہندوستان اور حرمین شریف کے علماء کی ایک بڑی جماعت تیار ہوئی، ان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی پوری زندگی کو اس کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، ان مخلصین کے درس وتدریس تصنیف وتالیف کی برکت سے ہندوستان اس علم کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔

ان کے ارشد تلامذہ میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ م ۱۲۹۷ھ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ م ۱۳۲۳ھ کی ذات گرامی ہے، حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اپنے وطن گنگوہ کو تربیت واصلاح اور درس وتدریس وافتاء کا مرکز بنایا، حضرت قطب الارشاد کے محبوب شاگرد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب م ۱۳۳۴ھ ہیں، جن کے سبب سے حضرت کے آخری دور کے دورۂ حدیث کی بہار دنیا نے دیکھی، حضرت اقدس تن تنہا صحاح ستہ کا درس دیتے تھے، اور اپنے درس میں ضبط واتقان اور نادر تحقیقات کے موتی بکھیرتے تھے، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے حضرت کے درس کے افادات کو عربی زبان میں قلمبند فرمایا تھا، جو درحقیقت حضرت کے عمیق ووسیع مطالعہ اور طویل عرصہ کے درس کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مرشدنا واستادنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے والد بزرگوار ہیں، حضرت شیخ نے مشکوٰۃ شریف اور صحاح ستہ (سوائے ابن ماجہ کے) ان سب کتابوں کو اپنے والد صاحب سے بحث وتحقیق سے

پڑھیں۔

نیز حضرت والد صاحب کے علاوہ حضرت شیخ نے اپنے استاد ومرشد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ م ۱۳۴٦ھ سے دوبارہ ان سب کتابوں کو سوائے ابن ماجہ کے کہ اس کا ابتدائی حصہ پڑھ کر اجازت لی تھی، پورے انہماک اور غیر معمولی دلچسپی سے پڑھیں، اس کے علاوہ حضرت سہارنپوری کی معرکۃ الآ راء شرح ''**بذل المجهود في حل أبي داود**'' میں شریک رہے اور حضرت کے دست راست کی حیثیت سے کام کیا۔

حضرت سہارنپوری کو اپنے لائق وسعید شاگرد پر غیر معمولی اعتماد تھا، مقدمہ بذل المجہود میں حضرت سہارنپوری نے قرۃ عیني وقلبی کے لقب سے سرفراز فرمایا ہے، بلکہ حضرت نے مسودہ میں یہ بھی حریر فرمایا تھا: ''**هو جدير بأن ينسب هذا التعليق إليه**'' کہ مناسب یہ ہے کہ اس تعلیق کی نسبت ان ہی کی جانب کی جائے، مگر حضرت شیخ فرماتے تھے کہ اس عبارت کو ادباً میں نے حذف کر دیا۔

حضرت شیخ اسی طرح اپنے والد بزرگوار اور حضرت اقدس سہارنپوری ان دونوں بزرگوں کے علوم وکمالات اور روحانیت کے سچے وارث وجانشین ہیں، حضرت شیخ کی جس نورانی ودینی ماحول میں تعلیم وتربیت ہوئی اور جس روحانی وعلمی فضا میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور اس کے بعد آپ نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا آغاز فرمایا، جس کی تفصیل خودنوشت سوانح آپ بیتی سے معلوم ہوسکتی ہے، حضرت کے حالات زندگی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کو حق تعالیٰ شانہ نے اس دور میں امت اسلامیہ کی رہنمائی اصلاح وتربیت اور علوم دینیہ بالخصوص علم حدیث کی عظیم الشان خدمت واشاعت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ کی توفیق وعنایت خاصہ جو آپ کے ساتھ ہے، اس کی بنا پر جو علمی کارنامے آپ نے انجام دیئے بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ قرون متاخرہ میں اس کی بہت ہی شاذ ونادر مثالیں ملیں گی، بالخصوص علم حدیث کی جو بیش بہا محدثانہ ومحققانہ خدمت انجام دیں، وہ اہل علم اہل نظر کے سامنے ہے، جس کا شمار اس دور کے نوادر میں سے ہے، قطع نظر ان مخطوطات کے جو ابھی تک منصۂ مشہور د پر نہیں آسکے، کتب فضائل کے علاوہ جو کتابیں مطبوع ہوچکی ہیں ان میں موطا مالک کی ضخیم شرح او جز المسالک اور مقدمہ لامع الدراری اور لامع اور الکوکب الدری کے حواشی اور جزء حجۃ الوداع، الابواب والتراجم، اور حاشیہ بذل المجہود، یہ وہ کتابیں ہیں جو اسلامی کتب خانہ کی زینت اور اہل علم ومدرسین کے لیے زادِ راہ ہیں۔

ہمارے اس ملک کے تقریباً تمام اعلیٰ مدارس میں دورۂ حدیث کے پڑھانے کا رواج ہے، جب کہ مصر وشام کے بڑے بڑے جامعات میں حدیث کے صرف منتخبات پڑھائے جاتے ہیں، حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے تقریباً پینتیس سال تک مدرسہ مظاہر علوم میں ابو داود شریف کا درس دیا ہے، اور بخاری شریف تقریباً نصف صدی تک حضرت والا کے زیر درس رہی، ان تمام خصوصیات کی بناء حضرت اقدس کا درس اس دور کا ممتاز ترین درس تھا۔

حضرت اقدس جس انہماک، دلسوزی نشاط وسرگرمی تیاری وپابندی سے درس دیتے تھے، اب اس کی صحیح تصویر کشی مشکل ہے ایک مرتبہ موسلا دھار بارش ہورہی تھی، ساری سڑک پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھر رہا تھا، یہ ناکارہ مدرسہ قدیم میں کتاب لیے ہوئے منتظر تھا کہ بارش کم ہو تو سبق میں حاضر ہوں، مگر بارش اسی زور وشور سے ہورہی تھی، حضرت مولانا

اسعد اللہ رحمہ اللہ (ناظم مدرسہ مظاہر علوم) اس وقت مدرسہ قدیم میں تشریف رکھتے تھے، میں نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت اقدس آج بھی درس میں تشریف لے گئے ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ بظاہر تو مشکل ہی معلوم ہوتا ہے، باہر معلوم کرلو میں مدرسہ کے دروازہ پر آیا، وہاں فروٹ بیچنے والے سائبان میں بیٹھے ہوئے تھے، ان سے جب میں نے دریافت کیا تو ان لوگوں نے بتایا کہ حضرت تو دیر ہوئی تشریف لے گئے یہ بے بضاعت جلدی جلدی درالحدیث میں حاضر ہوا، وہاں بجلی بھی غائب تھی دارالحدیث میں اندھیرا چھایا ہوا تھا، مگر درس شروع ہو چکا تھا، یہ ناکارہ چپکے سے جاکر بیٹھ گیا کہ مبادا نظر نہ پڑے مگر حضرت نے دیکھ لیا فرمایا جانتے ہو کیسے آیا ہوں اپنے مکان سے چلا تو ایک ہاتھ میں بخاری شریف کا پارہ اور دوسرے ہاتھ میں چھتری تھی، جوتے ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا، نصف راستہ تک آیا تو ایک رکشہ والا مل گیا، اس نے اصرار سے اس پر مجھے بٹھایا اور یہاں لاکر میرے پیروں کو اور پائجامہ کے نیچے کا حصہ دھویا اور دارالحدیث پہنچا گیا، یہ ناکارہ یہ سنکر پانی پانی ہوگیا، حضرت اقدس کا درس گرمی، سردی صحت بیماری ان تمام حالات میں اسی نشاط وتازگی سرگرمی وپابندی سے ہوتا تھا، حضرت کے دار الحدیث میں قدم رکھتے ہی پورا دارالحدیث عطر کی خوشبو سے معطر ہو جاتا، ادب ووقار سکنیت کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی کہ ایسا معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہیں جو بھی تھوڑی دیر کے لیے مجلس میں بیٹھ جاتا وہ محسوس کرتا۔

بادِ نسیم آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پر کھلی زلفِ یار ہے

اب میں حضرت اقدس کے درس بخاری کی چند خصوصیات کی طرف مختصراً اشارہ

کرتا ہوں، ناظرین کرام اس تقریر کے مطالعہ کرنے سے پیشتر ان باتوں کو پیش نظر رکھیں۔

(۱) حضرت اقدس کا درس عشق نبویؐ وحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہوتا تھا، جس کیف وسوز وگداز سے پڑھاتے تھے وہ نا قابل بیان ہے۔

زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

اس کا اثر پورے مجمع پر غیر معمولی ہوتا تھا، کبھی آہ وبکاہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی جیسا کہ کسی نے اس طرح تصویر کشی کی ہے۔

پھر پرسش جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

خصوصاً مرض الوفات کی حدیث جس وقت پڑھتے تھے، تو تھوڑی دیر کے لیے ایسا محسوس ہوتا کہ آج ہی سانحۂ ارتحال پیش آیا ہے، حضرت اقدس پر بے اختیار گریہ طاری ہوجاتا، عبارت پڑھنی مشکل ہوجاتی اور طلبہ وسامعین پر آہ وبکا کا عالم ہوتا۔

الٰہی درد وغم کی سرزمین کا حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینہ نہ برساتی

(۲) حضرت اقدس کے درس میں جملہ ائمہ سلف اور ائمہ مجتہدین ومحدثین کرام کے ساتھ انتہائی ادب وعظمت کا معاملہ رہتا تھا، شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی سے بہت سے مواقع پر اختلاف فرماتے اور حافظ صاحب کے بارے میں یہ بھی فرماتے کہ انہوں حنفیہ کو نظر انداز کر دیا ہے، اور حنفیہ کی دلیل سے آنکھ بچا کر اس طرح نکل جاتے ہیں گویا انھیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں حالانکہ کتاب میں بسا اوقات اسی راوی یا روایت کو اپنے مذہب

کی تائید میں دوسری جگہ ذکر فرمایا ہے، مگر اس کے باوجود حافظ صاحب کا ہم حدیث کے پڑھنے پڑھانے والوں پر جتنا احسان ہے اور کسی کا نہیں، امام بخاریؒ کا جہاں حنفیہ سے اختلاف ہوا ہے وہاں حد اعتدال کو قائم رکھنا بہت سے اہل علم سے دشوار ہو جاتا ہے مگر حضرت اقدس اس موقعہ پر عام طور سے امام بخاریؒ کے اعتراض کا مدلل جواب دینے کے بعد ان کے اسم گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ان کی عظمت شان وجلالت قدر میں کسی طرح کمی واقع نہ ہو، خصوصاً کتاب الحیل وکتاب الاکراہ میں حضرت اقدس کے درس کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔

(۳) بعض عربی الفاظ کا اردو، میں ترجمہ دشوار ہے اردو زبان کا دامن عربی کے مقابلے میں تنگ ہے اس لیے ترجمہ میں دشواری ہوتی ہے، حضرت اقدس ان الفاظ کا خصوصیت سے اردو میں ایسا ترجمہ فرماتے کہ اس سے بہتر اردو زبان میں تعبیر ممکن نہیں۔

(۴) نفسِ حدیث میں اگر کہیں مطلب میں دشواری ہوئی ہے، اور شراح بخاری نے بھی اس کو واضح نہیں فرمایا ہے بلکہ ان کی توجیہ وتشریح کے بعد بھی الجھن باقی ہے تو اس کو خصوصیت سے دور فرماتے تھے، ان تمام تحقیقات کو اگر جمع کیا جائے تو مستقل ایک کتاب بن جائے گی، مثال کے طور پر باب القسامة حدیث نمبر (۶۸۹۹) میں فقرنت یــــده بیــــده میں ضمیر کے مرجع اور اس کلام کے مطلب میں تمام شراح بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی تک سے وہم واقع ہوا ہے حضرت اقدس اپنے درس میں ان اوہام کو تفصیل سے بیان فرماتے اور ضمیر کا مرجع وعبارت کا مطلب ایسا بیان فرماتے کہ ہر طرح تشفی ہو جاتی ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''لامع الدراری'' (۲۱۱/۱۰)۔

(۵) اگر کتاب میں مؤلف سے یا کسی راوی سے کوئی وہم واقع ہوا ہے یا کسی

راوی پر کسی نوع کا کلام ہے تو اس پر ضرور متنبہ فرماتے تھے، اوراس راوی وروایت کی اصل حیثیت کو واضح فرماتے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی معرکۃ الآراء کتاب ''تہذیب التہذیب'' پر حضرت اقدس کا مبسوط ذیل ہے کاش وہ طبع ہوجاتا تو علمی دنیا بالخصوص احناف پر احسان عظیم ہوتا۔

(۶) ائمہ کے مذاہب کی تحقیق اوران کے دلائل خصوصا احناف کے مسلک کے دلائل کوتفصیل سے بیان فرماتے اگر روایت حنفیہ کے مسلک کے بظاہر خلاف نظر آتی تو اس کی توجیہات اس طرح نقل فرماتے کہ مسلک حنفیہ حدیث سے اقرب نظر آنے لگتا۔

(۷) اکثر اہم مسائل میں بطور خلاصہ کے بیان فرمادیتے کہ اس میں ۵ یا ۷ یا ۱۰ ابحاث ہیں اوران کی قدرے تفصیل فرماتے، ان میں سے جن سے امام بخاری تعرض فرماتے ان کی مزید تشریح فرماتے تھے، رفع یدین آمین بالجہر کسوف وغیرہ میں اس کو دیکھا جاسکتا ہے۔

(۸) شراح حدیث اور محدثین کرام کے کلام کو بطور خلاصہ کے نہایت دلنشین انداز میں بیان فرماتے، پوری تقریر مغز ہی مغز ہوتی تھی، اگر کوئی شخص اصل کتاب سے حضرت کی تقریر کو ملا کر دیکھے گا، تو وہ محسوس کرے گا کہ ایک صفحہ کی بحث ایک سطر میں آگئی ہے اور بعض مواقع میں وہ اس کو بھی جانے گا کہ دریا کو کوزہ میں بند کردیا گیا ہے۔

(۹) درمیان سبق میں خصوصا سہ ماہی امتحان تک اپنے اکابر کے واقعات کبھی کبھی موقع کی مناسبت سے سناتے تھے، یہ واقعات اصلاح وتربیت کے لیے بہت مؤثر ہوتے تاکہ طالب اپنے مقام کو پہچان کر اس کتاب عظیم کو پڑھے ؎

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل

نسیمِ صبح تیری مہربانی

(۱۰) حضرت امام بخاری کے تراجمِ ابواب ہر دور میں مشکل تر سمجھے گئے ہیں، علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ بخاری شریف کی شرح اس امت پر قرض ہے، لیکن حافظ سخاوی نے الضوء اللامع میں لکھا ہے کہ میرے شیخ، شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری لکھ کر امت سے اس قرض کو ادا فرمادیا، مگر حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ابھی بخاری کے تراجم ابواب کی شرح کا قرض امت کے ذمہ باقی ہے، چنانچہ مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا بھی اس موضوع پر ایک مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت شاہ صاحب نے چودہ اصول تراجم بیان فرمائے ہیں، اسی طرح حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ نے تراجم ابواب پر ایک مختصر سا رسالہ لکھنا شروع فرمایا تھا، مگر افسوس مکمل نہ ہوسکا، اس رسالہ میں حضرت نے پندرہ اصول تراجم بیان فرمائے ہیں، حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے ان دونوں رسالوں کو اور شراح بخاری کی آراء اور حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تراجم کے سلسلے کی تحقیقات ان سب کو یکجا جمع فرمایا ہے، غور وفکر کر کے اپنی ذاتی تحقیق وتنقیح کے بعد ان اصول کی تعداد الابواب والتراجم للبخاری میں ستر تک بیان فرمائی، اور ان اصول کی روشنی میں پوری کتاب کے تراجم ابواب کی باہم مناسبت اور ابواب وکتب کے مابین مناسبت کو تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، اس طرح تراجم ابواب کی شرح کا قرض اس امت سے ادا فرمادیا، جو اب بیروت وہند سے ۵ ر جلدوں میں طبع ہوچکی ہے۔

حضرت اقدس اپنے درس بخاری میں بھی خصوصیت سے تراجم کی شرح اور بخاری کی غرض کو تفصیل سے بیان فرماتے تھے، بعض تراجم پر سارے شراح خاموش ہیں، مگر حضرت اقدس فرماتے تھے کہ امام موصوف کا کوئی ترجمہ دقتِ نظر وباریک بینی سے خالی

نہیں، مثلاً امام موصوف کا ترجمہ ہے، باب الصلاۃ إلی الحربة ، یہاں سارے شراح ساکت ہیں، مگر حضرت اقدس کی نگاہ دوررس نے یہاں بھی بخاری کی شایانِ شان ایک دقیق بات نکال لی اور اس لطیف توجیہ کو حضرت گنگوہیؒ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے، جس کی تفصیل وتحقیق لامع اور اس کے حاشیہ میں موجود ہے وہ یہ کہ چونکہ زمانہ جاہلیت میں ہتھیاروں واوزاروں کی پرستش ہوتی تھی، اس لیے اس ترجمہ سے امام موصوف دفع وہم فرمارہے ہیں کہ نیزہ کو سترہ بنانا جائز ہے۔

(۱۱) حل تراجم کے سلسلے میں اگر کوئی مسئلہ ایسا پیش آیا جس میں امام بخاری نے کسی امام کے مسلک کو ترجیح دی ہے یا ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی امام کی رائے کو پسند فرمایا، یا اپنی رائے میں منفرد ہیں تو اس کو مع امام بخاری کے استدلال کے بیان فرماتے اور اس کے بعد جمہور کی طرف سے روایت کا مطلب بیان فرماتے اور امام موصوف کے اعتراض کا مدلل جواب دیتے تھے۔

(۱۲) بخاری کے بعض تراجم بظاہر مکرر معلوم ہوتے ہیں، اگرچہ اتنی بڑی کتاب میں یہ عین ممکن ہے مگر امام موصوف کی دقت نظر اس کی متقاضی ہے کہ یہ تکرار کسی دقیق اور باریک نکتہ کے پیش نظر ہے، چنانچہ حضرت اقدس اس پر طلبہ کو خصوصیت سے تنبیہ فرماتے اور ایسی دلنشین تقریر کرتے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری معلوم ہوتے اور تکرار مرتفع ہوجاتی، مثلاً بخاری طبع جدید جلد (۲۵۲/۱) پر دو باب: باب إذا لم یتم السجود ، وباب یبدی ضبعیه ویجافی جنبیه یہ دونوں ترجمے دوبارہ جلد (۴۱۵/۱) پر انھیں الفاظ کے ساتھ آرہے ہیں، مگر ان کی تکرار کو اس طرح دفع فرمایا ہے کہ دونوں جگہوں پر یہ تراجم ضروری معلوم ہوتے ہیں، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو''لامع الدراری''۔

(۱۳) حضرت امام بخاریؒ کو حدیث نبوی سے غیر معمولی عشق ہے اور عاشق صادق جب محبوب کے جمال پر بار بار نگاہ ڈالتا ہے تو ہر مرتبہ اس کو ایک نئی کیفیت محسوس ہوتی ہے، امام موصوف کا بھی یہی حال ہے، بسا اوقات ایک ہی حدیث سے متعدد مسائل کا استنباط فرماتے ہیں، مثلاً حضرت بریرہؓ کی حدیث کو مختلف مقاصد کے لیے بیس مرتبہ سے زائد اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کو دس مرتبہ سے زائد اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور ہر مرتبہ اس سے کوئی نئی بات مستنبط فرمائی ہے، اس پر حضرت خصوصیت سے طلبہ کو متوجہ فرماتے تھے۔

(۱۴) حدیث پاک کے بعض الفاظ اور بعض جملے ایسے ہیں کہ ان کا مطلب لب ولہجہ اور صورت واقعہ کی مثالی صورت بنائے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا، اس لیے بھی اس فن کو کسی ماہر فن استاد سے پڑھنا ضروری ہے حضرت ان الفاظ و جمل کو اسی طرح پڑھ کر سناتے اور جہاں مثالی صورت کو بتانے کی ضرورت ہوتی وہاں اس کی عملی صورت بھی عمل کر کے دکھاتے مثلاً بخاری شریف حدیث نمبر (۴۸۲) میں "**ووضع خده الأيمن علىٰ ظهر كفه اليسرىٰ وشبك بين أصابعه**" بغیر صورت مثالی بتائے ہوئے محض الفاظ سے مطلب ذہن میں نہیں آ سکتا، اس کو خصوصیت سے عمل کر کے طلبہ کو دکھاتے تھے۔

(۱۵) تاریخی واقعات کے سلسلہ میں بعض جگہوں پر روایات کے اختلاف واضطراب کی بناء پر تطبیق میں بہت دشواری معلوم ہوتی ہے، حضرت اقدس اس اختلاف واضطراب کو اس طرح دفعہ فرماتے تھے کہ ہر طرح تشفی ہو جاتی، ملاحظہ ہو لامع الدراری۔

یہ میں نے حضرت اقدس کے درس بخاری کی چند خصوصیات بیان کی ہیں، اس کی تفصیل لامع الدراری اور الابواب والتراجم للبخاری اور اردو تقریر بخاری میں

دیکھی جاسکتی ہے۔

ا۔د۔تقی الدین ندوی

مقیم حال مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(یوم جمعہ ۱۶/ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ)

دورۂ حدیث میں ۶۰/طالب علم تھے، ختم بخاری پر ایک ایک روپیہ ہر طالب علم کو عنایت فرمایا تھا، یہ ناچیز اس روپئے کو محفوظ طریقے پر رکھے ہوئے تھا بعد میں معلوم نہیں کہیں ضائع ہوگیا۔

حضرت کے ایماء پر حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ کے درس ''ترمذی'' میں خصوصیت سے شریک ہوتا تھا، اور ترمذی کی تقریر بھی بہت اہتمام سے لکھی تھی، پڑھانے کے زمانے میں اس سے خاص مدد ملی اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے درس ''ابوداود''، و''شرح معانی الآثار'' کے درس میں شریک ہوتا رہا، حضرت مولانا امیر احمد صاحب نے ''مشکاۃ شریف'' کی ابتدائی احادیث مفصل طور سے پڑھائی تھی کہ آئندہ مجھے مشکاۃ شریف پڑھانا تھا کہ پڑھانے کا منہج معلوم ہوجائے، ان کے موطا اور امام مالک کے درس میں بھی شریک رہا ہوں، اللہ تعالی نے وہاں کے قیام میں بہت برکت عطاء فرمائی تھی، حضرت کے یہاں سے بہت سی قلمی تقاریر اور کتابوں کو نقل کرکے ساتھ لایا۔

۱- ''نسائی'' کی مکمل تقریر (عربی) وہ اب شائع ہوگئی۔

۲- ''ابوداود'' پر مولانا محمد حسن کی تقریر۔

۳- ''شذرات الترمذی''۔

۴- ''مشکاۃ شریف'' پر جو حضرت والا کی عربی تقریر ہے اور اس کے علاوہ مختلف تقاریر کا خلاصہ بھی نقل کر لیا تھا کہ شاید کوئی ایسی تحقیق مل جائے جو دوسری جگہ نہ مل سکے۔

۵- ''وقائع الدھور''۔

۶- ''مقدمہ بذل المجہود''۔

۷- ''المؤلفون والمؤلفات''۔

۸- حضرت گنگوہی کی ''مسلم'' و ''ابن ماجہ'' کی تقریریں یہ سب میرے پاس محفوظ ہیں۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری کا بھٹ ہاؤس سہارنپور میں قیام:

ہمارے مظاہر کے قیام کے زمانے میں دوران حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ کا قیام بھٹ ہاؤس سہارنپور میں ۳/ماہ تقریباً رہا، حضرت اقدس کی مجلس عصر سے مغرب تک رہتی تھی، جس میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ عصر کی نماز کے فوراً بعد رکشہ پر سوار ہوکر روزآنہ حضرت کی مجلس میں تشریف لاتے تھے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر واپسی ہوتی اور یہ ناچیز اور مولانا احسان الحق صاحب بھی روزانہ پیدل چل کر مجلس میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرتے ،حضرت شیخ کے رکشہ گزرتے وقت ہم لوگوں نے بہت چاہا کہ سلام کرنے میں سبقت کریں لیکن حضرت والا ہم سے پہلے ہی سلام مسنون فرماتے اس اخلاق نبویؐ کی اب کہاں مثال ملے گی۔

حضرت اقدس رائے پوری کی بھٹ ہاؤس کی مجلس اس طرح ہوتی کہ ایک چار پائی پر حضرت تشریف فرما ہوتے اور دوسری چار پائی پر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ، عجیب وغریب روحانی منظر تھا، بڑے بڑے علماء ومشائخ اس دربار میں کشاں کشاں حاضری دیتے، اس کا دیکھا حال نقل کر رہا ہوں، حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ تاریخ دعوت وعزیمت تصنیف فرمارہے تھے، اس موقع پر حضرت مولانا کی کچھ کتاب کے ساتھ حاضری ہوئی، حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: علی میاں بزرگوں کے حالات کہاں ہیں پڑھ کر سناؤ، حضرت مولانا نے پڑھنا شروع کیا، مجلس میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوئی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی چار پائی پر ایک زلزلہ کی کیفیت تھی، کوئی خاص فقرہ آتا تو حضرت پر ایک خاص کیفیت ہوتی اور حاضرین پر عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوتی۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

الحمد للہ حضرت کی مجالس میں شرکت کا اس پوری مدت قیام میں موقع ملا، لکھنو سے مولانا منظور نعمانی صاحب نے اس ناچیز کے ذریعہ سے حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک کولر بھیجا تھا، یہ کولر حضرت کی خدمت میں پیش کیا جس پر مسرت کا اظہار کیا اور دعائیں دی، اسی مجلس میں ایک نوجوان ابوالحسن سہارن پور کالج میں ماسٹر تھے، کوٹ پتلون پہن کر کسی کے ذریعہ سے مجلس میں شریک ہوتے اور حضرت شیخ کو سہارا دے کر ایک دن اٹھایا، پھر روزانہ یہ سعادت حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی اور حضرت شیخ ہی کے ہوکر رہے، جس کا ذکر آپ بیتی میں بار بار آچکا ہے، اللہ تعالی ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کی ''بخاری شریف'' کے درس میں شرکت:

سہارنپور کے ایک سالہ قیام کے زمانے میں ششماہی امتحان کی چھٹی کے موقع پر مولانا معین اللہ صاحب ندوی نے بمبئی کے سفر کی تجویز رکھی، بمبئی والوں نے سلیمانیہ دارالاقامہ کے کمروں کا وعدہ کیا تھا مگر اس پر عمل کرانا تھا، چنانچہ حضرت شیخ سے اجازت لے کر بمبئی کے لئے روانہ ہوا واپسی مین تین دن کی تاخیر ہوگئی، حضرت مولانا علی میاں نے عرض کیا کہ حضرت ان کی جگہ پر میں شریک درس ہوں گا، چنانچہ حضرت مولاناؒ کی شرکت کے بعد درس شروع فرمایا، بقیہ چھوٹی ہوئی احادیث کو حضرت شیخ نے الگ سے اس ناچیز کو پڑھایا۔

بمبئی کے اسی سفر میں دارالاقامہ سلیمانیہ کی تعمیر کے لیے بمبئی کے اہل خیر سے ایک ایک کمرہ کی رقم حاصل ہوئی، ہر کمرہ پر معطی کا نام ہے۔

حضرت کے یہاں مسلسلات حدیث اور حضرت شاہ ولی اللہ کے رسائل ثلاثہ: الفضل المبین والدر الثمین والنوادر کا درس:

''بخاری شریف'' کے ختم کے بعد رجب میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جمعہ کے دن درس ہوتا تھا، اور جمعہ کی نماز سے پہلے قراءت واجازت سے فراغت ہوجاتی، اس میں دو مرتبہ شرکت کا موقع ملا، بہر حال حضرت نے صحاح ستہ و''مشکاۃ شریف'' و''شرح معانی الآثار'' وموطین کی خصوصی اسانید اس ناچیز اور مولانا احسان الحق صاحب کی تیار کروائی، اسکی اور مسلسلات کی سند اپنے دست مبارک سے لکھی اور دستخط سے مزین کر کے عطاء فرمائی۔

جب سہارنپور سے واپسی ہورہی تھی تو رخصت کرتے وقت فرمایا: میرے

پیارے! جو کام کرنا آخرت پیش نظر ہو۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تعمیر و ترقی میں اس ناچیز کا حصہ اور اس زمانے کے اہم خطوط:

پہلے ذکر آچکا ہے کہ دارالاقامہ سلیمانیہ کے لئے بمبئی کا سفر کیا اور اس میں پوری کامیابی حاصل ہوئی، یہ اس زمانے کی غیر معمولی بات تھی، اس علاقہ کے لوگوں سے رابطہ رہتا کہ کوئی نہ کوئی امداد ندوہ کے لئے آتی رہتی تھی اور لوگوں کی آمد و رفت یہاں شروع ہوگئی، ایک دن بمبئی کے کچھ مہمان مولانا قاری ودود الحی مرحوم لے کر آئے، ہم نے ندوے کی دعوت دی ایک صاحب نے پانچ ہزار کی رقم امداد عنایت فرمائی، اس خوشی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ندوہ کے قیام میں میرے دس گیارہ مرتبہ بمبئی اور اس کے اطراف کے اسفار ہوئے اور الحمد للہ ہر سفر میں اضافہ ہوتا رہا، سفر سے پہلے حضرت مولانا علی میاں کبھی مکان پر بلا کر اور کبھی کمرے میں تشریف لا کر رخصت فرماتے، مولانا معین اللہ ساتھ رہتے، اپنے بمبئی کے سفر میں ایک خط مولانا کو دعاء کے لئے تحریر کیا تھا اسکا جواب حسب ذیل آیا۔

عزیزی سلمہٗ اللہ و حفظہ .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمد للہ یہاں عافیت ہے، آپ کے حالات برابر مولوی معین اللہ صاحب سے معلوم ہوتے رہے، آپ کی کامیابیوں سے دل خوش ہوتا رہا، اور آپ کے لیے دعا نکلتی رہی، اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں اور سرگرمیوں میں ترقی عطا فرمائے اور عمر طویل اور توفیق کثیر نصیب فرمائے۔

بسبیل تذکیر و تجدید پھر کہا جاتا ہے کہ اپنے اس عمل کو ایک خالص دینی خدمت اور عبادت سمجھئے اور اسی ذہن و نیت سے اس کو انجام دیجئے، اگر ایمان

واحتساب اور استحضار رہا تو ان شاء اللہ اس سے ترقیٔ درجات ہوگی اور ماہ مبارک کے یہ دن اور راتیں ضائع نہ ہوں گی، اگر صحیح دینی وایمانی کیفیات کے ساتھ یہ کام کیا جائے تو شاید نوافل سے زیادہ اس کا ثواب ملے گا، آپ خود ماشاءاللہ عالم ہیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

امید ہے کہ بمبئی میں آپ کی کامیابی اور یافت ان مقامات سے کہیں زیادہ ہوگی جو بمبئی سے بہت چھوٹے ہیں اور وہاں آپ نے ماشاءاللہ اچھی رقمیں وصول کی ہیں، کیا اچھا ہو کہ آپ بمبئی کے اہل تعلق واہل خیر کو ہمارے تعمیری منصوبوں میں سے کسی منصوبے کی تکمیل پر آمادہ کریں اور چھوٹا دارالاقامہ یا باورچی خانہ کی تعمیر صرف بمبئی سے بندوبست کرادیں، خدانخواستہ یہ نہ ہو سکے تو زیادہ سے زیادہ وظائف کی مد اور عام امداد کے لئے رقم وصول کرائیں، سب واقف احباب کی خدمت میں سلام۔

والسلام

علی، ۱۹/شوال ۷۸ھ ۲۸/اپریل ۱۹۵۹ء

ندوۃ العلماء میں تدریس ''مشکاۃ شریف'':

دارالعلوم ندوہ میں شوال میں جو کتابیں میرے سپرد کی گئیں ان میں ''مشکاۃ شریف'' کا سبق بھی تھا، دارالعلوم میں ''مشکاۃ شریف'' کا ایک حصہ پڑھایا جاتا ہے، اس ناچیز نے دونوں جلدوں کو ہمیشہ ختم کرایا، اکثر حضرت مولانا علی میاں تشریف لاتے، کتاب ختم کراتے اور دعاء فرماتے تھے۔

جب پہلی مرتبہ ''مشکاۃ شریف'' پڑھائی تو حضرت مولانا علی میاںؒ درس میں تشریف لائے اور تقریر سنی، یہ ناچیز حدیث سورالہرۃ اور حدیث قلتین پڑھارہا تھا، قلہ کے

معنی بیان کئے اور ماء قلیل وکثیر میں علماء کے اقوال نقل کئے اور علماء احناف کی حدیث کی توجیہ بیان کی جو توجیہ بیان کی ہے بالخصوص حضرت گنگوہیؒ اور علامہ کشمیریؒ نے جو کچھ بیان کیا ہے اسکو بیان کیا، حضرت اس پر خوش ہوئے، عصر کے بعد مجلس میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ بہت مناسب تقریر تھی، مگر ہمیشہ متقدمین کے اقوال نقل کرنے کی کوشش کریں، اگر وہاں نہ ملے تو متاخرین کی طرف آئیں، اہم مباحث املاء کرادیں تا کہ طلبہ کے پاس محفوظ ہو جائے۔

اور حضرت شیخ کو ایک خط لکھا تھا جس میں میرے سبق پر ہر طرح کا اطمینان وخوشی کا اظہار فرمایا تھا، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم میں مشکاۃ شریف کی دونوں جلدیں دو مختلف درجات میں منقسم تھیں، اور ہر جلد ثلث سے زیادہ نہیں ہو پاتی تھی مگر حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کی مساعی سے دونوں جلدیں ایک ساتھ کردی گئی تھیں اور یہ سبق اس ناچیز کے ذمہ تھا چار سال مسلسل دونوں جلدوں کو پڑھایا اور ہر سال مکمل کراتا تھا، ششماہی امتحان کے بعد میرا سبق ظہر بعد ہی ہوتا طلبہ شوق سے شرکت کرتے تھے، اس زمانے میں کبھی کبھی قرآن شریف کی تلاوت کے وقت شدید ہیبت معلوم ہوتی تھی، اس حالت کو حضرت شیخ کو لکھ کر بھیجا جواب حسب ذیل آیا:

> ایسے وقت میں تلاوت کو مؤخر کردیں، حق تعالی کی رحمت کا مراقبہ کیا جائے اور درود شریف پڑھا کریں، علی میاں سے سلام مسنون کے بعد کہہ دیں کہ طلبہ کی بے استعدادی سے کبیدگی صحیح بھی ہے، اور موجب تعجب نہیں کہ یہ بات تو ہر جگہ ہے اللہ تعالی رحم فرمائے۔
>
> ۲۸؍محرم الحرام ۱۳۸۱ھ ۱۲؍جولائی ۱۹۶۱ء

حضرت مولانا علی میاں کی میرے کمرے میں تشریف آوری:

ایک مرتبہ حضرت مولانا فجر کی نماز کے بعد اچانک میرے کمرے میں تشریف لائے یہ ناچیز قرآن شریف کا مطالعہ کررہا تھا میرے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت ﴿ ولا يغرنك تقلب الذين كفروا في البلاد ﴾ (آل عمران ۱۹۶) تھی، فرمایا کہ اس کا ترجمہ پڑھئے میں نے پڑھ دیا: اور تجھ کو دھوکہ نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں میں، فرمایا: مجھ سے اس کا ترجمہ سنئے: اور تجھ کو دھوکہ نہ دے شہروں میں کفار کا دور دورہ، اردو میں یہی تعبیر مناسب ہے۔

''الارکان الاربعۃ'' کی بعض احادیث کی تخریج:

حضرت مولانا جس زمانے میں ''الارکان الاربعۃ'' کی تصنیف فرمارہے تھے اکثر احادیث کی تخریج اس ناچیز سے کراتے، اس زمانے میں **"المعجم المفهرس"** وغیرہ کتابیں وجود میں نہیں آئی تھیں، براہ راست مراجعت کرنی پڑتی تھی، ایک مرتبہ حدیث: **"تبسمک فی وجه أخيک صدقة"** کی تلاش تھی مجلس میں حاضر ہوا تو فرمایا اس حدیث کو تلاش کرایا مگر ابھی تک ملی نہیں، عام طور سے ذہن کتاب الصدقہ وغیرہ کی طرف جاتا تھا، مجھے تلاش میں دقت ہوئی، ذہن سیرت النبی کی چھٹی جلد کی طرف منتقل ہوا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے ضرور اخلاق کے باب میں ذکر کیا ہوگا، چنانچہ تلاش پر حدیث مل گئی سید صاحب نے ''ترمذی شریف'' "باب صنائع المعروف" کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ صفحہ وجلد لکھ کر حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کیا اس پر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دی، اسی طرح حدیث ــ **"أرحنا بها يا بلال"** کی ضرورت تھی مجلس میں حاضر ہوا فرمایا کہ ہمیں اس حدیث کے مصدر کی تلاش

ہے کہ ابھی تک نہیں مل سکی، تلاش کرنے والے باب الاذان میں کوشش کررہے ہیں، مولانا معین اللہ ندوی بھی تلاش کرنے والوں میں تھے، انھوں نے عرض کیا حضرت میں نے حضرت شیخ کی فضائل نماز میں تلاش کیا مجھے نہیں ملی، مجھے سن کر تردد ہوا، مجھے خیال تھا کہ اس حدیث کو میں نے پڑھا یا ہے کتبخانے میں آکر علامہ طاہر پٹنی کی "مجمع بحار الانوار" اٹھائی اس میں اراحۃ کے مادہ میں دیکھا یہ فقرہ مل گیا، "کما ورد فی الحدیث، أرحنا بها یابلال".

اس سے میرے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ حدیث ہے، "احیاء علوم الدین" کو اٹھایا اس میں "کتاب الصلاۃ" میں ذکر کیا ہے اور حافظ عراقی نے تخریج احیاء جو حاشیہ طبع ہوا ہے اس میں تخریج کردی ہے، یہ "ابوداود کتاب الآداب" کے باب "فی صلاۃ العتمۃ" میں ملی حضرت مولانا اس پر بہت ہی خوش ہوئے اور دعائیں دی۔

حضرت مولانا عمران خان صاحب بھوپالیؒ کا گرامی نامہ:

عزیز مکرم ....وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

آپ کا خط ملا، میرے خیال میں تو آپ نے فیصلہ میں عجلت کی اور آپ کا یہ اقدام مولانا مکرم کو گراں گذرے گا، مقامی شکایت و حکایت کو خود ان صاحب سے بھی کہہ کر رفع کیا جا سکتا ہے اور خود مولانا سے کہہ کر بھی رفع کیا جا سکتا ہے، ان مدرسوں کا تجربہ ابھی آپ کو نہیں ہے، وہ مدرسے جو اہل ثروت چلاتے ہیں ان سے بدرجہا بدتر ہوتے ہیں جنہیں چھوڑ کر آپ وہاں جانا چاہتے ہیں، بڑے ہی ناجنسوں سے سابقہ پڑتا ہے، میرے خیال میں ندوی

اور غیر ندوی کشمکش بھی وہاں چین سے رہنے نہ دے گی ، اس لئے میرے نزدیک تو (چونکہ آپ نے مشورہ مانگا ہے) یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ معمولی سی ذہنی اور خیالی کاوش کی بنا پر ندوہ کو چھوڑا جائے ، اور اگر یہ ضروری تھا تو یہ اقدام اس وقت کرنا چاہئے تھا جب ماہ رمضان میں انہوں نے خواہش ظاہر کی تھی ، ویسے ان سے میری واقفیت ہے لیکن نہ ایسی کہ انہیں بے طلب مشورہ دے سکوں، مجھے ایسا شبہ ہے کہ کسی وقتی اور جذباتی بات نے آپ کو اس فیصلے پر مجبور کیا ہے، لیکن یہ مسئلہ جذبات کا نہیں ہے، کافی سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کا ہے ، چندہ کے لئے آپ کو بھیجنا غالبًا آپ کو ضائع کرنے یا تعلیم سے محروم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس صلاحیت کی بنا پر ہے جو خدا نے آپ کو دی ہے، اور دوسرے اس سے محروم ہیں ، یہ صورت دارالعلوم میں آپ کے مقام کو بلند کرنے والی ہے نہ کہ پست، فتدبّر ، اگر دوسرے صرف دارالعلوم میں پڑھا سکتے ہیں تو آپ اپنی صلاحیت سے دارالعلوم کو چلا سکتے ہیں اور طلبہ کو پڑھا سکتے ہیں، یہ آپ کے لئے باعث امتیاز ہے نہ کہ باعث ہتک، یک در گیر و محکم گیر، آپ اس سے قبل برار (۱) چھوڑ چکے ہیں ، خیر وہ تو مجبوری تھی ، اب ندوہ چھوڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں پھر تیسری جگہ چھوڑیں گے، اس طرح عالم بے وقار سمجھا جاتا ہے اور کہیں وزن قائم نہیں رہتا، باقی نرم و گرم تو ہر جگہ پیش آ سکتا ہے اور یقین کیجئے کہ یہ نرم و گرم ندوہ میں سب سے کم پیش آتا ہے، جو یہاں اس کا تحمل نہیں کر سکتا وہ دوسری جگہ بدرجۂ اولیٰ تحمل نہ کر سکے گا، ندوہ چھوڑنے

(۱) صوبہ قصبہ ''مانا'' میں ابتدائی ملازمت کی طرف اشارہ ہے۔

کی جگہ نہیں ہے بلکہ اگر وہ جدا کرنا چاہیں تو باصرار اوڑھنے کی جگہ ہے، میرا یہ مشورہ اگر آپ کے منشاء کے خلاف ہو (اور ضرور ہوگا) تو میرا عذر قبول کیجئے کہ المستشار مؤتمن کے اصول پر جو بات میں مفید اور نفع بخش سمجھتا تھا اس کا مشورہ میں نے دے دیا ہے۔

آپ کے لئے دعا گو

عمران خان ندوی ۱۹/مئی ۱۹۶۰ء ۲۳/ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ

تعمیر حیات کا آغاز اور اس کی ممبر سازی میں اس ناچیز کا اہم حصہ:

۱۹۶۱ء میں ''ندائے ملت'' کو حضرت مولانا نعمانی صاحبؒ اور حضرت مولانا علی میاںؒ اور ڈاکٹر اشتیاق قریشیؒ وغیرہ نے بہت اہتمام سے نکالا تھا کہ مجلس مشاورت کا ترجمان ہو جائے، اس کے ممبر بنانے کے لئے ملک کے مختلف شہروں میں کوشش کی جارہی تھی، ادھر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے تعمیر وترقی کے ذمہ داروں نے نومبر ۱۹۶۳ء میں ضرورت محسوس کی کہ ''تعمیر حیات'' کے اجراء کی دارالعلوم کے تعارف کی ضرورت ہے مگر حضرت مولانا منظور نعمانی سردست اس کے اجراء سے متفق نہیں تھے، ان کا خیال تھا کہ ابھی ''ندائے ملت'' اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکا، دوسرا اخبار بھی اسی حلقے کا سمجھا جائے گا، لیکن دارالعلوم کے تبلیغی اجتماع کے موقع پر تعمیر حیات چھپ کر آگیا اور خوب تقسیم ہوا، حضرت مولانا نعمانی صاحب نے اپنے تأثرات کو اس ناچیز سے ذکر فرمایا، اس لئے اس موقع پر یہ ناچیز الگ تھلگ رہا، مگر ''تعمیر حیات'' نکل آیا تھا اس کے بقاء کے لئے بہت مشکل پیدا ہورہی تھی، خریدار بالکل کم تھے، مولانا معین اللہ

صاحب نے مالیگاؤں اور بمبئی کے سفر کے موقع پر اس کے ممبر بنانے پر اصرار فرمایا اور تقریبا (۲۰۰) دوسو اس کے خریدار بنا کر لایا، یہ ایک تاریخی بات ہے جس کا ذکر ناگزیر ہے، موجودہ حالات میں اس کا سمجھنا بھی دشوار ہے۔

خانقاہ رائے پور میں ترمذی شریف پڑھانے کے لیے حضرت مولانا علی میاں کا حضرت شیخ الحدیثؒ سے خاص مشورہ:

حضرت مولانا علی میاں اور حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی ان دونوں کا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے غیر معمولی تعلق تھا، جو دیکھا ہوا ہے، بہت سے مسائل میں حضرت شیخ کی طرف رجوع کرتے تھے، ندوۃ العلماء میں مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث سے معذرت کے بعد حضرت مولانا علی میاںؒ کو کسی ایسی شخصیت کی تلاش تھی جو درس حدیث میں مولانا کی قائم مقامی کر سکے، اس کے لیے مولانا نے جناب حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب جو شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگردوں میں ہیں اور جلال آباد میں بھی وہ شیخ الحدیث رہ چکے تھے، ایک ہی ماہ میں پورا قرآن حفظ کر ڈالا تھا، حضرت مولانا نے ان کو ندوۃ العلماء میں دعوت دے کر بلایا اور ان سے گفتگو رہی، ان کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ فرمایا کہ ان کو ندوہ میں لانے کی کوشش کی جائے، حضرت مولانا پاکستان کے لیے تیاری کر چکے تھے، یہ ناچیز اس کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت شیخ نے اس ناچیز کی طرف ایک نظر ڈالی، میرے دل میں آیا: یا اللہ یہ سبق اس ناچیز کے ذمہ آجائے، حضرت شیخ نے جواب دیا: مولوی صاحب کہیں ٹکتے نہیں، ترمذی شریف کا درس اس ناچیز کے ذمہ جب کہ عمر کا ستائیسواں سال گزر رہا تھا اپنے اکابر کی موجودگی میں آنا یہ حضرت

شیخ کی دعا اور توجہ کا اثر تھا۔

اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سفر رائے پور میں حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا محمد میاں مرحوم اور یہ ناچیز سفر کے رفیق تھے، جب ہم لوگ سہارن پور سے سفر کر کے بھٹ ہاؤس پہنچے زوردار بارش ہو رہی تھی، وہاں سے اتر کر بھٹ ہاؤس میں شاہ مسعود خان کے باغیچے میں تشریف لے گئے، سخت بھوک لگی تھی حضرت مولانا کو محسوس ہو گیا وہاں کے بیٹھنے کے تھوڑی دیر بعد دستر خوان لگا اور بہترین قسم کا کھانا آموں کے ساتھ حاضر تھا۔

وہاں سے شاہ صاحب نے دو رکشہ کیا، ایک پر حضرت مولانا اور دوسرے پر یہ ناچیز اور محمد میاں صاحب، وہاں سے رائے پور پہنچے، رائے پور کی خانقاہ میں چند دن قیام تھا، اس لیے کہ عید کی نماز پڑھنے کا ارادہ بھی وہیں تھا، عید کی نماز وہاں پڑھی گئی، وہ نورانی منظر آنکھوں کے سامنے ہے، پتہ پتہ سے اللہ اللہ کی آواز آ رہی تھی، اللہ تبارک وتعالی اس کے اثرات وبرکات کی قدر دانی کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بہر حال لکھنو واپسی کے بعد ترمذی شریف کا درس ان دونوں بزرگوں حضرت مولانا علی میاںؒ اور حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کے اصرار پر اس ناچیز کے حوالہ کر دیا گیا، اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس ناچیز کے مشکاۃ شریف کے درس میں باری باری دونوں حضرات آ چکے تھے، اس زمانے میں جو محنت ترمذی شریف کے پڑھانے میں کی وہ آج تک کام آ رہی ہے، یہ میرا خصوصی سبق بن گیا، ندوہ میں ۵؍سال تک پڑھایا اور اسی طرح ۴؍سال تک گجرات میں بخاری شریف کے ساتھ ساتھ پڑھایا۔

''ترمذی شریف'' پڑھانے کی ذمہ داری:

حضرت مولانا حلیم عطاء صاحبؒ کے وصال کے بعد ندوہ کی مسند حدیث کو پر کرنے کے لئے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کو لانے کی کوشش کی گئی تھی، حضرت مولانا دارالعلوم میں حدیث پڑھانے کے لئے کچھ مدت کے لئے تشریف لائے، مگر اپنے حالات کی وجہ سے مئو واپس چلے گئے، ان کے بعد حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا تھی کہ عالم جلیل حضرت مولانا منظور صاحب نعمانیؒ دارالعلوم میں آکر یہ جگہ آباد کریں اس کے لئے بہت محنت کے بعد مولانا منظور صاحب نعمانیؒ صاحب تیار ہوئے، ان کے بارے میں حضرت مولانا علی میاں تحریر فرماتے ہیں:

''دارالعلوم کی بڑی خوش قسمتی اور اقبال مندی ہے کہ اس نے مولانا منظور صاحب نعمانیؒ جیسا نامور عالم اور راسخ العلم متکلم ومحدث تدریس حدیث کے لئے حاصل کرلیا، ان کا وجود ہندوستان و پاکستان کے بڑے سے بڑے ادارہ کے لئے موجب فخر ووقعت ہے'' ۱۹۶۲ء میں جب مولانا منظور صاحب نعمانی نے اپنے مخصوص حالات کی بناء پر ''ترمذی شریف'' پڑھانے سے معذرت کردی، یہ سبق ان دونوں بزرگوں نے اس ناچیز کے حوالے کیا، بعد میں ''ابوداود شریف'' بھی میرے ذمہ آگئی تھی، ہمارا یہ منظر دیکھا ہوا ہے کہ مولانا منظور صاحب نعمانیؒ انتہائی مطالعہ اور پوری تیاری کے ساتھ سبق پڑھاتے تھے، اس سے طلبہ پر غیر معمولی اثر تھا، کسی دوسرے کا ان کی جگہ پڑھانا آسان کام نہیں تھا، میری عمر ۲۷/۲۸ سال سے زیادہ نہیں تھی میرے اساتذہ بھی وہاں موجود تھے، یہ ذمہ داری بظاہر میری حیثیت سے بڑی

تھی، بنارس کا ''جامعہ سلفیہ'' بھی قائم نہیں ہوا تھا، اس لئے اہل حدیث لڑکے بھی موجود رہتے تھے، اس لئے میں بہت ہی محنت کرتا تھا، ''ترمذی شریف'' کے شروح وحواشی وغیرہ محنت سے مطالعہ کرکے درجے میں جاتا تھا، الحمدللہ ''ترمذی شریف'' کی پہلی تقریر میں طلبہ نے یہ محسوس کیا کہ یہ کوئی دوسرا مدرس آگیا ہے، جس سے ہم نے ''مشکاۃ شریف'' پڑھی وہ کوئی اور تھا، یہ سب حضرت شیخؒ کی توجہ اور دعاء کا اثر تھا برابر حالات کی اطلاع کرتا رہتا تھا۔

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''ترمذی شریف'' کے سبق سے مسرت ہے، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے بحسن وجوہ تکمیل کو پہونچائے، اور حدیث پاک کی برکات سے مالامال فرمائے۔

زکریا ۶/ذیقعدہ ۸۱ھ ۱۱/اپریل ۱۹۶۲ء

تالیف وتصنیف کا آغاز:

۱۹۶۲ء میں اس ناچیز نے ایک مقالہ ''امام ابوداود اور ان کی سنن'' کے عنوان پر اردو میں بہت محنت کرکے لکھا، اسے حضرت مولانا منظور صاحب نعمانیؒ کو دیا کہ ملاحظہ فرمالیں اگر مناسب ہو تو ''الفرقان'' میں شائع کردیں، لیکن مولانا نے فرمایا یہ مقالہ ''برہان'' میں بھیج دیجئے وہ زیادہ مناسب ہے، اور چند مشورے بھی دئے ان میں ایک یہ تھا، کہ مطالعہ کرکے جب کوئی مضمون لکھیں پورا کرکے چھوڑ دیں، پھر دو دن کے بعد غور سے پڑھیں اس طرح دو تین مرتبہ دیکھنے کے بعد جو ترمیم وغیرہ کرنی ہو کرلیں، بات قابل اطمنان ہوجائے، اس وقت اشاعت کے لئے دیں، چنانچہ اس مقالہ کو مفتی عتیق الرحمٰن کو بھیجا انہوں نے بہت خوشی سے اس کو شائع کیا، اسکو دیکھ کر بہت ہی

مسرت ہوئی، پھر مقالات لکھنے کا آغاز ہوگیا، ''برہان'' اور ''معارف'' و ''الفرقان'' وغیرہ میں میرے مقالات شائع ہونے لگے، انہیں مقالات کا مجموعہ ''محدثین عظام اوران کے علمی کارنامے'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کا گرامی نامہ:

محترم مولانا.......................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

گرامی نامہ پہونچا، مقالے کی رجسٹری بھی مل گئی، جیسے ہی موقع ملے گا مضمون گرامی شائع کیا جائے گا، جیسا کہ آپ کو اندازہ ہے کہ ''برہان'' کے صفحات ضرورت سے کم ہیں۔

''برہان'' آپ کا پرچہ ہے اور مقدور بھر خدمت کر رہا ہے، امید ہے آپ بہ ہمہ وجوہ بخیر وعافیت ہوں گے، اپنی خیریت کا خط لکھا کریں۔

فقط والسلام

عتیق الرحمٰن عثمانی

۶/جون ۱۹۶۳ء

عزیز مکرم زید لطفہ ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سعادت نامہ ملا پڑھکر دل پر اثر ہوا، کئی عزیزوں اور دوستوں کے بھی خط دعاء کے لئے آئے، لیکن جیسی تحریک دعاء کرنے کیلئے آپ کے خط سے پیدا ہوئی ویسی شاید کسی خط سے نہیں پیدا ہوئی، پڑھ کر یہ خیال آیا کہ آپ کی سعادت مندی اور مستعدی نے ہم لوگوں کو فارغ کر دیا ہے، آپ ہمارے لئے در بدر پھرتے ہیں، اور رمضان کے عزیز اور مبارک اوقات کو صرف کرتے ہیں، اور

آپ کے لئے دل سے دعا کیوں نہ نکلے، کیا عجب ہے کہ ایک دینی مقصد کے لئے اور ایک دینی ادارہ کے لئے آپ کا اس طرح مارامارا پھرنا بہت سے لوگوں کے ذکر واذکار سے افضل ہو، اور یہ کیا کم ہے کہ آپ عشرہ اخیرہ میں اللہ کے مقبول بندے (حضرت شیخ الحدیث) کے پاس پہونچ رہے ہیں، جس کی آپ پہ شفقت کی نظر بھی ہے، امید ہے کہ دعاؤں میں ہم کو بھی یاد رکھیں گے، حضرت شیخ کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست وسلام۔

ابوالحسن علی

۱۲؍رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ۶؍فروری ۱۹۶۳ء

مقالہ لکھنے کے سلسلے میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ کا مشورہ:

مکرمی محترمی! سلام مسنون

خدا کرے آپ بعافیت ہوں، آپ کا ملفوف ملا، واقعہ یہ ہے کہ سہارنپور سے آپ سے رخصت ہوکر جب میں اگلے دن لکھنؤ پہونچا اور دیکھا کہ مولانا عتیق الرحمٰن کی علالت کی وجہ سے الفرقان کا کام کچھ بھی نہیں ہوسکا ہے تو ذہن اس میں ایسا مشغول ہوا کہ دوسرے بہت سے ضروری سے ضروری کام یاد بھی نہ آئے اور یہ میرا فطری حال ہے جس کے قصے شاید آپ نے سنے ہوں، میں کسی فکر میں پڑ کے یا کام میں منہمک ہوکے اپنے فطری بشری تقاضے بھی بھول جاتا ہوں۔

اپریل کے روزوں میں کئی کئی دن عشاء تک افطار کا یاد نہ آنا آپ نے سنا ہوگا، بہرحال الفرقان کی فکر نے آپ کی خدمت میں وہ خط لکھنا بھی بھلا دیا،

۸،۱۰/دن میں نے ڈاک کو ہاتھ بھی نہیں لگایا، بعض دنوں میں آنے والی ڈاک پڑھی بھی نہیں، اس کے بعد جب حواس کچھ بجا ہوا تو آپ کا والا نامہ یاد آیا اور لکھا، اپنی اس تقصیر پر بہت نادم ہوں لیکن واقعہ یہی ہوا، امید ہے کہ وہ براہ راست حضرت شیخ کو خط لکھیں گے، اگر مجھ سے کہیں گے تو میں اطلاع کروں گا۔

آپ کے مضمون (۱) کی قسط شائع ہوگئی ہے، دفتر سے پرچہ آپ کو بھی روانہ ہوگا، شاید اس خط کے ساتھ بھی ملے۔

آپ جو مضمون لکھ رہے ہیں اس کے باب میں دو تین باتیں قابل لحاظ ہیں:

(۱) اس کا اہتمام کریں کہ موضوع سے باہر کی کوئی بات نہ ہو۔

(۲) جس نقل کے باب میں جو حوالہ ہو جہاں آپ نے اس کو خود دیکھا ہو، اور جہاں سے لیا ہو بالواسطہ حوالہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) پیراگراف، ڈیش، گولے ('' '') ان کی صحت کا اہتمام ضروری ہے۔

(۴) عربی عبارات صاف خوشخط لکھی جائیں، ترجمہ سامنے ہو تو اچھا ہے جیسا کہ آج کل قاعدہ ہے۔

آگے کا مضمون ۸،۱۰ صفحے اس ہفتے کے اندر بھیج دیجئے، اگلے پرچہ کی کتابت شروع ہے۔

مولانا علی میاں کل اچانک رائے بریلی سے آئے اور اچانک سہارنپور روانہ ہوگئے، اس خط کے پہونچنے تک واپس ہو چکے ہوں گے، حضرت شیخ کی

---

(۱) فن اسماء الرجال۔

خدمت میں سلام مسنون اور دعا کی درخواست۔

یہ لفافہ آپ کی واپسی کے لئے محفوظ تھا آج کام آ گیا۔

محمد منظور نعمانی

دفتر الفرقان لکھنؤ ۱۳/۶/۷ ۱۹۶۷ء ۵/ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

مکرمی محترمی زید مجدکم! سلام مسنون

اب سے کئی ہفتے پہلے آپ کا رجسٹرڈ ملفوف مل گیا تھا جس میں مضمون کی قسط بھی تھی، میں نے اسی دن گرامی نامہ بھی پڑھ لیا تھا اور قسط پر بھی سرسری نگاہ ڈالی تھی، ان دنوں میں میں ''معارف الحدیث'' کی قسط لکھ رہا تھا آپ کا ملفوف اس ارادہ کے ساتھ رکھ دیا کہ فارغ ہو کر آپ کا جواب لکھوں گا، اتفاق سے وہ لفافہ غائب ہو گیا، اور اس کے مل جانے کے انتظار میں آپ کو خط بھی نہ لکھ سکا، آج وہ ایک کتاب کے نیچے سے برآمد ہوا، اس تاخیر کی بے حد ندامت ہے، معاف فرمائیں۔

مضمون کی قسط کے بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ اب وہ مباحث آ گئے ہیں جن کو وہی حضرات دلچسپی سے پڑھ سکتے اور فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو فن حدیث اور اس کی اصطلاحات سے کچھ واقف ہوں، اور الفرقان کے قارئین میں ان کا تناسب ۵٪ بھی مشکل سے ہو گا، اس لئے اب میری رائے یہ ہے کہ کتاب کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے آپ اس کو خود مکمل فرمالیں اور کتابی شکل میں وہ شائع ہو جائے (۱)۔

---

(۱) چنانچہ ''فن اسماء الرجال'' کے نام سے کتاب شائع ہوئی۔

اگر مذکورہ بالا مجبوری نہ ہوتی تو آپ کے مضمون سے الفرقان کو مدد ملتی تھی، میں مکرر لکھتا ہوں کہ اس کتاب کو مکمل ضرور کرلیا جائے، ہمارے مدارس کے حلقہ کے لئے ان شاء اللہ بہت مفید ہوگی۔

میں آج شام کو سہارنپور روانگی کا ارادہ کرر ہا ہوں، ان شاء اللہ ۳،۴/دن وہاں قیام رہے گا، حضرت کے ضعف واضمحلال کی خبریں برابر مل رہی ہیں اللہ تعالیٰ صحت وتوانائی عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو قدر واستفادہ کی اور اللہ کی اس نعمت کے شکر کی توفیق دے۔ ہمارے اکابر کی صف میں اب حضرت ہی باقی رہ گئے ہیں، **اللهم لا تحرمنا فيوضه.**

مولانا عبداللہ صاحب کی خدمت میں سلام مسنون اور دعا کی درخواست ہے، آپ سے بھی دعا کی التجا ہے، بے حد محتاج ہوں اور دعا کرتا ہوں۔

محمد منظور نعمانی

۱۱/۶/۶۸ء ۱۴/ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

مجی مکرمی! احسن اللہ الینا والیکم .... سلام مسنون

خط ملا! آپ کی خرابی صحت کا حال معلوم ہوکر قلق ہوا، اللہ تعالیٰ صحت وقوت عطا فرمائے، میں ان شاء اللہ دو تین دن میں رائے پور جاؤں گا اور قریباً ایک عشرہ رہ کر ۲۰/تک خدا نے چاہا تو واپس آجاؤں گا، آپ نے لکھا ہے کہ میں آپ کے بارے میں اہل مدرسہ کو یہ مشورہ دوں گا، میرے بھائی! یہ معاملہ مشورہ کا نہیں ہے، آپ کے عزم اور فیصلہ کا ہے، بیشک تعلیمی وتربیتی مسئلہ ہر فکر مند کے لئے باعث تشویش ہے، مجھ پر بھی اس کا بہت اثر ہے، جو کچھ سعی

اصلاح کی بآسانی ہو سکے کرنی چاہئے، باقی انجام تو اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، عام دینی تعلیمی اداروں کا خاص کر بڑے بڑے اداروں کا حال باعث تشویش ہی ہے، فاللہ المستعان۔

بہر حال سعی وجد وجہد میں نیت واستحضار کی کوشش کیجئے، ان شاء اللہ بڑا اجر ملنے والا ہے، ذکر ودعا اور نوافل کا اہتمام ان شاء اللہ اور نصیب ہوگا، یہ ناچیز دل سے دعا کرتا ہے، اور خود دعا کا بہت محتاج وطالب ہے۔ والسلام

محمد منظور نعمانی عفی عنہ

۷؍رمضان المبارک ۸۱ھ ۱۲؍فروری ۱۹۶۲ء

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب اپنے ایک خط میں تحریر کرتے ہیں:

''مضمون پر جتنی محنت آپ کرتے ہیں، اس سے زیادہ کرنے کی ضرورت ہے، زبان وتعبیر کے لحاظ سے بھی اور حوالوں کی تطبیق کے لحاظ سے بھی، ایک دفعہ مضمون محنت سے لکھئے پھر دو تین دن کے بعد ایک دفعہ نظر ڈالئے اور ہر نظر میں بہتر بنانے کی کوشش کیجئے یہ از راہ بے تکلفی لکھ رہا ہوں خدا کرے مزاج بعافیت ہوں۔

محمد منظور نعمانی

یکم فروری ۶۸ء ۲؍ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ

برادر مکرم ومحترم مولانا تقی الدین صاحب زید مجدکم ....سلام مسنون!

قریباً دو ہفتے ہوئے آپ کا ملفوف گرامی نامہ ملا تھا، یہ پورے دن شدید مصروفیت میں گزرے اس لئے جواب نہیں دے سکا، آج کی ڈاک لیے

بیٹھا ہوں آپ کا مسودہ محفوظ تھا اور یقیناً محفوظ ہے، لیکن جو جگہ مضامین رکھنے کی ہے وہاں اس وقت تلاش کرنے سے نہیں ملا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں رکھ کر کہیں بھول گیا، ان شاء اللہ مل جانے پر واپس کر دوں گا اسی لئے آپ کا مرسلہ لفافہ محفوظ رکھ لیا ہے اور یہ کارڈ لکھ رہا ہوں، غالباً مسودہ کی اصل آپ کے پاس محفوظ بھی ہوگی۔

میں آج شام کو دہرہ اکسپریس سے سہارنپور جا رہا ہوں دعا کا محتاج ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ والسلام

محمد منظور نعمانی۔۱۹/۷/۶۸ء ۲۲/ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

”محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے“:

اس کتاب کی جب تکمیل ہوگئی تو شائع کرنے کا مسئلہ تھا، کوئی صورت پیدا نہ ہوسکی اس لئے اس کے طباعت کی ذمہ داری مجھے خود لینی پڑی، مرحوم حاجی علاء الدین کے تعاون سے سے یہ کتاب شائع ہوئی۔

مکرم ومحترم جناب الحاج مولانا تقی الدین صاحب مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

اسی وقت دستی گرامی نامہ پہونچا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ اس میں مولانا شوق نیموی کے صاحبزادے کی رسید ہوگی اس لئے میں نے سید مختار کے بھانجے کے ساتھ آپ کے نام ایک پرچہ جس میں ان کے مرسلہ رسالہ کی رسید مدرسہ اور ان کی طلب پر ایک روپیہ بھیجا تھا اور ان کے نام کا ایک پرچہ بھی اس میں رکھ دیا تھا، وہ صاحب مولانا منظور صاحب کے نام ایک خط لکھوانے آئے تھے مولانا منظور صاحب کے پاس سے تو رسید اور خط کا جواب آ گیا مگر

آپ کے خط میں اس کا ذکر نہیں اس سے تعجب ہوا۔

محدثین عظام کے حالات پر آپ نے جو کچھ لکھا اس سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے قبول فرمائے، لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے، اس ناکارہ کی تحریر کے متعلق معلوم ہے کہ مجھے اس نوع کے مضامین سے بالکل تعلق نہیں، بہت ہی احباب کے اصرار تقاضے ہوئے ہیں مگر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں کیوں کہ اس قسم کے مضامین کبھی لکھنے کی نوبت نہیں آئی اس لئے طبیعت نہیں چلتی، دعا سے بالکل دریغ نہیں، دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مثمر ثمرات وبرکات بنائے، بچوں کی چیچک کے افاقہ سے بہت مسرت ہوئی، اللہ کا شکر ہے، مولانا منظور صاحب اس وقت میرے پاس ہیں ان کو سلام مسنون پہونچا دیا ان کی طرف سے سلام مسنون۔

فقط والسلام، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بقلم: محمد عبداللہ غفرلہ

۲ر محرم الحرام ۸۶ھ مطابق ۲۳ر اپریل ۱۹۶۶ء

آپ نے آنے کا بھی خیال لکھا ہے صفر کے پہلے ہفتہ میں ارادہ نہ کریں وہ زمانہ ہمارے یہاں کے سہ ماہی امتحان کا ہے اور نظام الدین کے حضرات کا اس وقت یہاں جانے پر اصرار ہے اگرچہ ابھی تک طے نہیں۔

محدثین عظام پر حضرت کی تقریظ:

حضرت والا نے اس کے بعد ''محدثین عظام'' کے سلسلہ میں تحریر بھیجی جو کتاب کے شروع میں شائع کی گئی، وہ حسب ذیل ہے:

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم!

عزیز محترم مولانا الحاج مولوی تقی الدین صاحب ندوی مدرس حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے متفرق علمی مضامین جو وقتاً فوقتاً رسائل میں شائع ہوتے رہے، اکثر سنتا رہا، ان کی کتاب ''محدثین عظام اوران کے علمی کارنامے'' کے مضامین جو بعض رساؤئل میں شائع ہوئے ہیں کبھی کبھی سنے اور معلوم ہوا کہ یہ سب مضامین کتابی صورت میں شائع ہو رہے ہیں، اس سے بہت مسرت ہوئی، یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے، اللہ جل شانہ ان مضامین سے اہل علم کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے اور مولانا موصوف کے لئے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے، مولانا موصوف کے علوم وفیوض سے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے اور کتاب کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، اس ناکارہ کو اس قسم کے مضامین کی عادت نہیں، لیکن دعا سے دریغ نہیں، دل سے دعا کرتا ہوں۔ فقط

محمد زکریا (مظاہر علوم سہارنپور)

۸/جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۲۵/اگست ۱۹۶۶ء

چنانچہ حضرت والاؒ کی دعا کی برکت سے ۱۹۶۷ء میں پہلی بار طبع ہوکر منصۂ شہود پر آئی۔

اس پر مختلف رسالوں میں تبصرے آئے اچھے اور حوصلہ افزا آئے، اس سے ہمت بڑھی آئندہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری ہوگیا، اور یہ کتاب متعدد بار ہندوپاک میں طبع ہوتی رہی، اور پاکستان میں وفاق المدارس کے نصاب تعلیم میں داخل رہی ہے، اورالحمدللہ ''أعلام المحدثين ومآثرهم العلمية'' کے عنوان سے عربی میں طبع ہوکر آگئی، اور مقبول ہورہی ہے، اس پر شیخ محمد ناصر عبودی (رابطہ عالم

اسلامی مکہ مکرمہ کے نائب جنزل سکریٹری) کی تقریظ آئی جو ''البعث الاسلامی'' اور مجلّہ ''منارالاسلام'' میں شائع ہوئی ہے، فارسی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا۔

جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مرحوم کا محدثین عظام پر ایک تبصرہ:

پاریس ۲۵ / ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

محترمی زاد فیوضکم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

کل جمعہ کے دن ایک دوست نے یہاں مسجد میں آپ کی فرستادہ تالیف ''محدثین عظام'' پہونچائی، جزاکم اللہ أحسن الجزاء۔

حق وباطل کی کشمکش کو بظاہر قیامت تک چلنا ہے، اس لئے حق کے دفاع کا کام بھی نسلاً بعد نسلٍ جاری رہنا چاہیئے، استاذ محترم مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کے فیض سے آپ نے بھی استفادہ فرمایا ہے، بڑے محدّثوں کے مختصر حالات کا شمول آپ کی کتاب کی خصوصیت ہے۔

کتاب مفید ہے، آپ کا مطالعہ جاری رہے تو ان شاء اللہ رفتہ رفتہ مواد مزید جمع ہو جائے گا۔

حفظکم اللہ وعافاکم

دور افتادہ / ڈاکٹر حمید اللہ

پہلا سفر حج ۱۹۶۴ء:

حج بیت اللہ کا شوق تو عرصہ سے تھا مگر ''ترمذی شریف'' اور ''مشکاۃ شریف'' ان کتابوں کے پڑھانے کے زمانے میں حج بیت اللہ کا قلب ودماغ پر غلبہ رہتا تھا کہ اللہ تعالی وہ دیار دکھائے اور وہاں کسی طرح پہونچائے، خاص طور سے جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا حضرت شیخ الحدیث پر شدید اصرار ہے کہ

امسال حج کے لئے تشریف لے چلیں اور حضرت شیخ بھی تیار ہو گئے تھے، میرے پاس بالکل وسائل سفر نہیں تھے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب نے بھی ترغیب دی، اللہ تعالی نے غیب سے حج کی صورت پیدا فرمادی حضرت شیخ اور ان کے رفقاء ۲۵/ مارچ ۱۹۶۴ء فرنٹیر میل سے دہلی سے روانہ ہوکر ۲۶/ مارچ کو بمبئی پہونچ گئے، یہ ناچیز دو دن پہلے اپنے وطن اعظم گڑھ سے بمبئی آ گیا تھا، محترم حاجی علاء الدینؒ کے یہاں قیام تھا، حاجی صاحب میرے ان محسنین میں سے ہیں جن کو بھلایا نہیں جا سکتا، مالیگاؤں سے بعض حضرات آ گئے تھے ان میں حاجی عبدالخالق جن کو مجھ سے خاص تعلق تھا وہ مجھے رخصت کرنے بمبئی آئے تھے۔

حضرت شیخ کی ٹرین بمبئی سنٹرل پہونچی مجمع بہت تھا، اتارنا آسان کام نہیں تھا مگر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی نے ٹرین کے دروازے پر آکر دعاء شروع فرمائی، لوگ دعاء میں مشغول ہو گئے دوسرے دروازے سے حضرت شیخ کو نکال کر گاڑی پر بٹھا دیا گیا اور وہاں سے گورے گاؤں حاجی دوست کے مکان پر پہونچا دیا گیا، بمبئی سے کافی دور کے فاصلے پر قیام تھا، ہم لوگ بھی وہاں حاضر ہوتے رہے۔

اس ناچیز کا جہاز محمدی تھا اس سے جدہ کے لئے روانگی تھی راستہ میں وعظ و بیان کی نوبت آئی، ہمارے دوستوں اور حاجی علاء الدین مرحوم نے ہمیں رخصت کیا، بسہولت ہم جدہ پہونچ گئے، وہاں سے مکہ مکرمہ آئے مدرسہ صولتیہ میں قیام تھا۔

اس طرح حضرت شیخ اور مولانا یوسف صاحبان کی مجالس میں شرکت کا

موقع ملتا رہا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے باب عمرہ پر طویل بیانات ہوتے اس میں بھی شرکت ہوتی تھی۔

ایک دن رابطہ عالم اسلامی میں علماء کا اجتماع تھا، حضرت مولانا محمد یوسف کے نام بھی دعوت نامہ آیا تھا مگر انہوں نے شرکت سے معذرت فرمادی مجھ سے فرمایا جلسے کی رپوٹ جا کر لاؤ، یہ ناچیز شریک جلسہ ہوا اور مفتی امین الحسنی اور ڈاکٹر سعید رمضان جو حسن البناء شہید کے داماد تھے وغیرہ کا بیان تھا، آکر رپورٹ پیش کی حضرت مولانا نے فرمایا یہ سب لوگ نقشے پیش کررہے ہیں کہ ایسا کرنا چاہئے ویسا کرنا چاہئے، مگر عمل کی کوئی دعوت نہیں دے رہا ہے، ہم عمل کی دعوت دیتے ہیں، دو ہفتہ کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی رباط بنگال میں اٹھارہ دن قیام تھا، ایک کمرہ اٹھارہ دن کے لئے ۶۰ ریال میں مل گیا، کل مصارف حج دو ہزار ہندی روپئے تھے، جس کے انیس سو ریال یا اس سے کچھ زیادہ بنتے تھے، اس کے بعد ہندوستان واپسی ہوئی۔

پہلے حج کے سفر سے جب واپسی ہوئی تو بمبئی بندرگاہ پر جناب محترم حاجی علاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ استقبال کیا اور اپنے یہاں لاکر قیام کرایا اور مجھ سے یہ کہا کہ ہم نے آپ کا گجرات پالن پور کا سفر طے کیا ہے، یہ سفر کرنے کے بعد آپ واپس اعظم گڑھ یا لکھنو جائیں، چنانچہ حاجی صاحب اس ناچیز کو لے کر پالن پور ضلع میں اپنے وطن مہتا پہنچے، وہاں چند دن قیام رہا، وہاں سے مختلف گاؤں میں جانا ہوا، بہت سی جگہوں پر بیانات ہوئے، گاڑی مولانا عبدالرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم چھاپی کی تھی، انہوں نے اپنے والد جلیل حضرت مولانا نذیر میاں صاحب سے ملاقات وزیارت کا پروگرام بنایا، چنانچہ حضرت مولانا کی زیارت ہوئی،

ان کی دعائیں لیں، ان کا اس علاقے میں بہت بڑا کارنامہ ہے، چلیا قوم جو مومن برادری کہی جاتی ہے بہت سی بدعات میں خاص طور پر شیعیت کا اثر تھا، حضرت مولانا کی مساعی سے یہ قوم پوری کی پوری صحیح العقیدہ بن گئی اور ان کو اکابر دیوبند ومشائخ سے تعلق پیدا ہوگیا، پورے پالن پور میں بہت سے مدارس ومکاتب قائم ہوئے جن میں خاص طور پر دارالعلوم چھاپی جس کے مہتمم مولانا عبدالرحمٰن صاحب پالن پوری تھے بہت ہی نشیط اور فعال آدمی تھے، وہاں سے ان کے مدرسہ دارالعلوم چھاپی میں حاضری ہوئی اور بیان کرایا اس کے بعد بمبئی واپس آکر ٹرین کے ذریعہ وارانسی پہنچا اور وہاں سے مظفر پور آمد ہوئی، پھر وہاں چند دن قیام کر کے ندوۃ العلماء حاضری ہوئی۔

ندوہ کے زمانے میں طویل علالت:

چونکہ اس ناچیز کی صحت اچانک خراب رہنے لگی تھی، ایک روز صبح نماز کے بعد اچانک ایک خاص کیفیت پیدا ہوئی اور میں گر پڑا، اسی دن مجھے مشکاۃ شریف ختم کرانی تھی، حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تشریف لانا تھا، چنانچہ وہ آئے اور مشکاۃ شریف ختم کرائے اور یہ نصیحت فرمائی کہ صحت کا خیال رکھیں، صحت رہے گی تو سارے مدرسہ والے پوچھیں گے، اس کے لیے حکیم منظور احمد جون پوری کا مسلسل علاج کرایا، بمبئی آنے کے بعد حاجی علاء الدین صاحب نے اچھے ڈاکٹر کو دکھایا، افاقہ کی حضرت شیخ کو اطلاع دی تو حضرت کا حسب ذیل جواب آیا:

تمہاری طبیعت کی طرف سے بہت ہی فکر لگا رہا، اگرچہ دوسرے لوگوں کے خطوط سے افاقہ کی خبر سنتا رہتا ہوں اللہ کا شکر ہے تمہارے خط سے

اطمینان ہوا، تم نے بمبئ سے واپسی میں آنے کو لکھا شوق سے آجاؤ حق تعالی باحسن وجہ ملاقات نصیب فرمائے۔

۱۴/۸/۱۳۸۴ھ ۱۹/دسمبر ۱۹۶۴ء

میری علالت کا سلسلہ طویل ہوگیا، اسباق کا سلسلہ بھی جاری تھا، حکیم منظور صاحب جون پوری اور بمبئ کے علاج کے بعد خاطر خواہ فائدہ نہیں ہورہا تھا، اسی عرصہ میں سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی حضرت شیخ نے فرمایا سحر کا اثر تو نہیں؟ اس ناچیز نے عرض کیا مجھ کو کون سحر کرے گا، اس کا تو وہم بھی نہیں تھا، جونپور کے حکیم منظور صاحب کو بھی تعجب ہورہا تھا کیونکہ وہ بہت تجربہ کار حکیم تھے انہیں بھی سحر کا شبہہ ہوا، میں نے حکیم صاحب سے حضرت والا کی اور اپنی گفتگو بیان کی، حکیم جی نے فرمایا آپ کا جواب صحیح نہیں تھا، آپ کو عرض کرنا چاہئے تھا کہ حضرت مجھے کچھ معلوم نہیں، حضرت والا ہی تشخیص فرمادیں اور علاج بھی، اس کے بعد حکیم جونپور نے دو ماہر آدمیوں سے تشخیص فرمائی دونوں نے علاج بتلایا۔

اسی دوران بھوپال کے تبلیغی اجتماع میں شرکت ہوئی، اس اجتماع میں حضرت مولانا عمران صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر جناب مولانا شاہ معین الدین ندوی بھی دارالمصنفین سے تشریف لائے تھے، اس لیے ان کے ہمراہ حضرت شاہ یعقوب مجددیؒ کی زیارت کے لیے حاضری ہوئی، حضرت شاہ صاحب مجددیہ سلسلہ کے بڑے اکابر میں ہیں، ان کے ملفوظات کو مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”صحبتے با اہل دل“ کے نام سے تحریر بھی کیا ہے، جو کتاب شائع ہوچکی ہے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس میں بہت قیمتی باتیں ارشاد فرمائیں، حضرت شاہ معین الدین صاحب

رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت متاثر ہوئے اور یہ ناچیز بھی، اس کے بعد حضرت کی خدمت میں اپنی کتاب ''محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے'' جو نئی نئی چھپ کر آئی تھی پیش کیا، حضرت بہت خوش ہوئے اٹھا کر اپنے سر مبارک پر رکھ لیا اور بہت دعائیں دیں، یہ معلوم ہوا کہ حضرت اجتماع گاہ میں تشریف لے گئے تھے اور نکلتے وقت کتاب کو خرید بھی لیا تھا، پھر میں نے اپنی علالت کا ذکر کیا اور حضرت شیخ کی بات بتلائی تو حضرت نے دوا تجویز فرمائی اور ساتھ ساتھ ایک دعا کی اجازت دی اور اس کو لکھوایا اور یہ فرمایا کہ اس کے التزام سے سحر لوٹ کر ساحر کے پاس یا سحر کرانے والے کے پاس چلا جائے گا ان شاء اللہ، یہ معلوم ہوا کہ اس کی اجازت حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر لوگوں کو بھی دی ہے، پھر اجتماع گاہ واپسی ہوئی، پھر اس کے بعد ان کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضری کی نوبت آئی۔

''ترمذی شریف'' کے ساتھ ''ابوداود شریف'' کا درس:

شوال ۱۳۸۵ھ میں اس ناچیز کے ذمہ فضیلت اول میں ''ابوداود شریف'' کا درس بھی ندوۃ العلماء کے ذمہ داران نے کیا، ''ترمذی شریف'' پہلے سے درجہ ہشتم میں میرے ذمہ تھی، واقعہ یہ ہے کہ وہ طلبہ جو مجھ سے ترمذی شریف پڑھ چکے تھے، ترمذی کے درس میں میرا مفصل بیان ہوتا تھا، اس میں رجال، اسماء رجال و مذاہب کی پوری تحقیق کرتا تھا، مثال کے طور پر ترمذی کی حدیث رقم (۳) روایت میں حدثنا هناد وقتيبة ومحمود بن غيلان قالوا: نا وكيع عن سفيان إلخ یہاں وکیع

کے شیخ سفیان کے بارے میں صاحب غایۃ المقصود کو تردد ہے آیا وہ سفیان بن عیینہ ہیں یا سفیان ثوری ہیں، غایۃ المقصود میں فیصلہ نہیں کر سکے ہیں، حضرت سہارن پوریؒ نے فرمایا کہ میرا ظن غالب ہے کہ اس سے مراد سفیان ثوری ہیں کیونکہ حافظ ابن حجر نے سفیان ثوری کو وکیع کے شیوخ میں شمار کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وکیع کو سفیان ثوری سے خاص تعلق تھا نہ کہ سفیان بن عیینہ سے، یہی تحقیق علامہ کشمیری کی معارف السنن میں بھی ہے، حافظ صاحب نے شرح نخبۃ میں لکھا ہے: جب کوئی راوی مبہم ہے تو اس کے شاگرد کو دیکھنا پڑے گا جب وہ دو ایسے راوی سے روایت کرتا ہے جو متفق الاسم ہیں ان میں سے کس سے خصوصی تعلق ہے، اس سے فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی، یہاں سفیان سے مراد سفیان ثوری ہیں، اسی طریقے سے ترمذی کی حدیث رقم (۱۳) میں ایک راوی **عبد الکریم بن أبی المخارق** ہیں، ان کے بارے میں امام ترمذی کا فیصلہ ہے **وھو ضعیف عند أھل الحدیث**، ان کی صاحب ''تنسیق النظام'' نے ۲۷/وجوہ بیان کر کے توثیق کی ہے، اور یہ فرمایا کہ ان پر جرح مبہم ہے، امام مالک نے موطأ میں ان سے روایت کی ہے، امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے: موطأ کے رواۃ کے بارے میں امام مالک سے پوچھا گیا تو امام مالک نے فرمایا: جس سے میں نے موطأ میں روایت کی ہے وہ سب ثقہ ہیں، ایک طرف امام مالک توثیق کر رہے ہیں دوسری طرف بعض محدثین ان کی تضعیف کر رہے

ہیں، امام مالک امۃ وحدۃ ہیں ان کی روایت کو اگر صحیح نہیں مانا جائے گا تو کم سے کم حسن ماننا ہی پڑے گا، ان کا کہنا ہے کہ عبدالکریم پر جرح مبہم ہے نیز وہ اہل الرائے احناف میں تھے، اس لیے بعض محدثین نے جو ضعیف کا فیصلہ کیا ہے وہ مانا نہیں جائے گا، اس کی تفصیل ''بذل المجہود'' (۱/۱۶۳) اور ''اوجز المسالک'' (۲/۱۶) میں دیکھیں، اس طرح کی چیزیں درس میں بیان کرتا تھا جس میں صاحب تحفۃ الاحوذی کی بہت سی رائے سے اختلاف ہو جاتا تھا، جن طلبہ کو فضیلت اول میں ابوداود شریف پڑھائی تھی انہیں کو ترمذی شریف پڑھانی تھی واقعی دشواری پیش آتی تھی کہ پہلی تقریر کا اعادہ کروں یا نہ کروں، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ اولاً مختصراً ذکر کرتا پھر سنن ابی داود کی جو خصوصیات ہیں جہاں قال أبوداود آیا ہے اس کی شرح کرتا، اسی طرح امام ابوداود کے ابواب کہیں ایک باب اہل حجاز کی تائید کے لیے ذکر کیا ہے تو دوسرا باب ایسا ہے جس سے اہل عراق کی تائید ہوتی ہے گرچہ امام ابوداود پکے حنبلی ہیں وہ جگہ جگہ اپنے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں جو ابوداود کے تراجم ابواب سے ظاہر ہے، اس پر کلام کرنا ضروری سمجھتا تھا، میرے سامنے بذل المجہود ہوتی تھی۔

اس کی اطلاع حضرت شیخ کو کر دی تھی، جواب حسب ذیل آیا۔

مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی، مولوی عبدالباری سلمہ (۱) نے ذکر کے

---

(۱) اس ناچیز کے شاگرد تھے مدرسہ فلاح المسلمین تیندوا رائے بریلی میں ۳۰ رسال خدمت کی، ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۹۷ء میں انتقال ہوا۔

متعلق تذکرہ تو کیا تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ ابھی تک کسی سے بیعت ہی نہیں، ''ابوداود شریف'' و''ترمذی شریف'' کی مستقل تقریر کرنی پڑتی ہے اس میں دقت تو ضروری ہے، لیکن ثمرے کے اعتبار سے آپ تو گویا ایک سال میں دوسال کا دورہ پڑھاتے ہیں، جو چیزیں اوروں کو بیس سال میں میسر آتی ہیں، آپ کو دس سال میں حاصل ہوجائیں گی، اگر وہی طالب علم ہوں تو بیشک دوبارہ تقریر میں مشکل ہوتی ہے، لیکن جدید طلبہ کے سامنے تقریر میں کوئی اشکال نہیں۔

زکریا

۲۴/ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ ۱۶/مارچ ۱۹۶۵ء

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون!

اسی وقت کارڈ پہونچا، اور ساتھ ہی پارسل بھی پہونچ گیا، اللہ جل شانہٗ مبارک فرماوے، قبول فرماوے، تم نے یہاں آنے کا ارادہ لکھا سر آنکھوں پر جب چاہیں لیکن شعبان کے دوسرے ہفتے میں ارادہ نہ کریں، یہ ناکارہ ۶/شعبان سے ایک ہفتے کے لئے دہلی کا وعدہ کر چکا ہے۔

مولانا منور حسین صاحب کی طبیعت دو ہفتے سے بہت زیادہ خراب ہے، بخار نہایت شدت سے ہے، نیند بالکل ندارد، سحر کا بھی شبہ کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے، مولوی نصیر سے معلوم ہوا کہ ان کے نام کوئی خط مولوی قمر علی صاحب کا آیا ہے، بندے کے پاس تو اس سلسلہ میں کوئی خط نہیں آیا، نہ ان کا نہ ان کی والدہ کا، ان سے بھی فرمادیں کہ وہ شعبان کے دوسرے ہفتے میں

ارادہ نہ کریں یا اس سے پہلے آویں یا اس کے بعد، علی میاں تشریف فرما ہوں تو سلام مسنون۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۲۱ رجب ۱۳۸۶ھ ۵ نومبر ۱۹۶۶ء شنبہ

حضرت مولانا اویس نگرامی کا مکتوب:

عزیزی سلمہ اللہ.................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے سب خیریت ہو، آپ کا مفصل خط ملا، کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' کے سلسلہ میں ایک مراسلہ آج اور صدق میں بھیج رہا ہوں، جس کا تعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ہے، عباسی صاحب نے بے حد تلبیس سے کام لیا ہے، یہ مراسلہ صدق میں آجائے تو حضرت شیخ الحدیث کی نظر سے گزار دیجئے گا، پہلے مضمون کی قیمت مجھ کو آپ کے خط کی اسی خبر سے حاصل ہوئی کہ حضرت نے ان سطروں کو پسند فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔

شعیب سلمہ کا ایک خط قاہرہ سے آیا ہے، وہ میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، اس کو آپ پڑھ کر واپس کر دیجئے گا، یہ خط محض اس لیے بھیج رہا ہوں کہ آپ شعیب سلمہ کے لیے جو کوشش کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کو صحیح اندازہ ہو جائے، بہر حال مجھ کو بے حد تردد ہے، آپ کی سعادت سے متوقع ہوں کہ اس سلسلہ میں اپنی دلچسپی کو ذرا وسیع اور تیز کر دیں گے، الاؤنس کی بابت آپ نے

جو کچھ دریافت کیا ہے اس کے متعلق یاددہانی کررہا ہوں، غالباً جلدی پہونچے، اگر موقع ملے تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں سلام عرض کردیجئے گا۔

دعاگو: اویس، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۵/دسمبر ۵۹ء ۴/جمادی الثانیہ ۱۳۷۹ھ

ڈاکٹر نعیم صدیقی ندوی صاحب کا تأثر یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہورہا ہے جو میرے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے زمانۂ تدریس کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے۔

علم وتحقیق کی جُوئے شِیر کا فرہاد:

اس بے مایہ راقم سطور کی تعلیم وتربیت متعدد اکابر عہد اور ممتاز اہل علم کی گراں بار منت ہے، وجزاهم الله جميعاً بأحسن الجزاء، لیکن جن اساطین علم کا اس عاجز کی فکری وذہنی تکوین اور اس کے شعور وتعقل کو صیقل کرنے میں نمایاں ترین حصہ رہا ہے اور جن کا نام نوک زبان پر آتے ہی قلب میں عقیدت ومحبت کی پھواریں پھوٹنے لگتی ہیں ان میں میرے استاذ ومربی خاص حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین مظاہری ندوی مدظلہ العالی کا نام خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر ہے، عاجز ان کی متنوع اور بوقلموں شخصیت سے اتنی جہتوں سے مستفید ہوا ہے کہ ان کا تفصیلی بیان راقم کی آپ بیتی کا سرنامہ بن گیا ہے، آج تو خود عاجز کا سفینۂ حیات لبِ ساحل آچکا ہے، لیکن تقریباً نصف صدی قبل کے کتنے وقائع پیش نظر سطور کی تحریر کے وقت ذہن کے دریچوں کو روشن کررہے ہیں، دل میں جذبات وتصورات کا ایک تلاطم برپا ہے اور نگاہوں کے سامنے عہد رفتہ کے فرحت افزا اوراق تیزی سے الٹ رہے ہیں۔

راقم سطور نے اپنی خاندانی روایت کے مطابق قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد ۱۹۵۸ء میں ندوہ کے درجہ اول میں داخلہ لیا تھا اور یہی اس ساعتِ ہمایونی کا نقطۂ آغاز تھا جس نے حضرت مولانا مدظلہ کی قربت، مجالست و موانست اور ان کی جلالت علمی سے خوشہ چینی کے قیمتی مواقع فراہم کیے، عاجز رہتی زندگی اپنی اس سعادت پر مفتخر رہے گا کہ اس کو استاذ مخدوم کی شخصیت و کردار اور ان کے بے پناہ علمی شغف کے متنوع جلووں کو بہت قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل رہی ہے، ان کے گونا گوں محاسن اخلاق، ایثار و قربانی، یسر و عسر، اخلاص وللّٰہیت اور سب سے بڑھ کر ان کا دردِ دل، ذوق دعا، آہ نیم شبی اور سحر گاہی کی خلوتوں میں ذکر جلی کی دلدوز مناجات رب، اس سب کا مشاہدہ عاجز نے اسی دیدۂ بینا سے کیا ہے، و إن اللّٰہ یُعِزّ من یشاء من عبادہ و یرفع در جاتہ إنہ علی کل شئ قدیر۔

میرے دیدۂ وارفتہ حیرت کو ہے اب تک
اس نازش صد ناز کی ایک ایک ادا یاد

حضرت مدظلہ اپنے عین عنفوان شباب میں ہمارے دارالاقامہ ''رواق سلیمانی'' کے نگراں بھی تھے اور درجے کے استاد بھی، راقم نے زندگی میں اتنی وجیہ و باوقار شخصیتیں کم دیکھی ہیں، اس کے بعد وقت پَر لگا کر اڑتا رہا اور یہ بے بضاعت حضرت ممدوح کے علم زخار کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتا رہا، بلاشبہ جذبۂ احسان شناسی اس اعتراف حقیقت کا متقاضی ہے کہ میری حدیث کی مکمل تعلیم حضرت کے فیضان درس کی رہین منت ہے، چنانچہ ریاض الصالحین سے لے کر مشکوۃ المصابیح، جامع ترمذی اور پھر بخاری کے چند ابواب تک کی تحصیل کے لیے عاجز نے استاذ

مخدوم کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا ہے، آج بھی اس پیرانہ سال راقم کے گوشِ ناتواں "حدثنا و أخبرنا" کے دلنواز زمزموں سے معمور ہیں، حضرت مدظلہ کے درس حدیث کی کیفیت شنیدنی نہیں دیدنی تھی، بلاشبہ ان کی مجلس درس، انوار وتجلیات ربّانی کا مہبط بن جایا کرتی تھی، ایک باوضو اور عطر بیز شخصیت، وقار وسکینت مجسم بن کر احادیث کی شرح، استنباط احکام، دلائل ائمہ، اختلاف مسالک اور ترجیح و تطبیق اقوال کا خزانہ تشنگان علم کے سامنے الٹ کر رکھ دیتی تھی، یہ جواں سال طالب علم مبہوت ہو کر اس خزانۂ عامرہ کو اپنے ارشیف دماغ میں محفوظ کرنے کی کوشش کرتا تھا، چنانچہ حضرت مخدوم کے صرف درس ترمذی کے چار سو صفحات پر مشتمل افادات کی چھ ضخیم کاپیاں آج بھی عاجز کے علمی خزانے کا انمول موتی بنی ہوئی ہیں۔

بات میں بات نکل آئی، یہ بے بضاعت روز اول سے حضرت استاذ مخدوم کی خصوصی توجہات اور شفقت بے پایاں سے شادکام ہوتا رہا ہے (جو تادم تحریر اس کی کلاہ افتخار کی زینت ہیں) عاجز جب عالمیت پنجم کا طالب علم تھا اسی زمانہ میں حضرت مخدوم نے امام بخاریؒ کی حیات و خدمات پر ایک مبسوط مقالہ تحریر فرما کر اپنی تحقیقی وادبی زندگی کی بسم اللہ کی تھی، حضرت نے ازراہِ کرم اس مقالہ کا مسودہ تبییض کے لیے اس بے مایہ کے حوالے کیا، میں نے طالب علمانہ جرأت اندیشہ سے کام لیتے ہوئے اس کے عنوان میں کچھ تعدیل کر دی تھی، حضرت نے بطیّب خاطر نہ صرف اس کی حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ گوشۂ چشم سے دیکھتے ہوئے فرمایا "ندوی ہوا چاہتا ہے"، کبھی ایک خاص لے میں فرماتے "اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند"، بعض مرتبہ تبییض مسودہ کی یہ خدمت میرے ہم درس یار غار شفیق (حال پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی صدر

شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی) کے سپرد ہوتی، ان کا سوادِ خط بلاشبہ بہت خوش نما ہے، (ہم دونوں ساتھیوں نے زمانۂ طالب علمی میں ''ذکریٰ'' کے نام سے ایک پندرہ روزہ قلمی جریدہ نکالا تھا جس کی کتابت مکمل طور پر شفیق ہی کرتے تھے) ہائے عاجز کا سینہ کیسی کیسی یادوں کا خزینہ بنا ہوا ہے۔

غرض حضرت مدظلہ کا مضمون ''امام بخاریؒ اور ان کی علمی خدمات'' رسالہ ''معارف'' جیسے مؤقر مجلّہ میں بڑے اہتمام سے شائع ہوا تھا، اس کے بعد تو پھر استاذی المحترم کا قلم اعلام رجال حدیث کی سوانح و خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے وقف ہو کر رہ گیا، چنانچہ ممدوح نے اس موضوع پر بکثرت تحقیقی مقالات تحریر فرمائے جو بیسویں صدی میں علمی و تحقیقی صحافت کی آبرو ''معارف'' اور ''برہان'' میں شائع ہو کر ملک کے علمی حلقوں میں بے حد پسند کیے گئے، بعد میں یہ تمام مضامین نظر ثانی اور اضافہ کے ساتھ کتابی شکل میں ''محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے'' کے نام سے منصۂ شہود پر آئے، اس کتاب کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک ہند و پاک سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت استاذ مخدوم کو اردو اور عربی دونوں زبانوں پر یکساں عبور حاصل ہے اور انہوں نے دونوں ہی زبانوں میں مختلف موضوعات پر دادِ تحقیق دی ہے، ان کی تصانیف کی تعداد دو درجن سے متجاوز ہے جو اپنی افادیت اور قبول عام کے باعث دنیا کی کئی متحضر زبانوں میں ترجمہ کی جا چکی ہیں، لیکن بایں ہمہ جن مایۂ فخر علمی کاوشوں نے استاذ مخدوم کو بقائے دوام کے دربار میں صف پیشیں میں جگہ عطا کی ہے ان میں ائمہ اسلاف کی درج ذیل چار اہم تصانیف کی تحقیق و تعلیق کے نہایت عرق ریز اور جانکاہ

کارنامے نمایاں حیثیت رکھتے ہیں:

(۱) بذل المجہود فی حل سنن أبی داود ۱۴/ضخیم جلدیں

(۲) التعلیق الممجد ۳/جلدیں

(۳) أوجز المسالک إلی موطأ مالک ۱۸/جلدیں

(۴) الجامع الصحیح للامام البخاری مع حاشیہ السہارنپوری ۱۵/جلدیں

کون نہیں جانتا کہ یورپ میں بڑی بڑی اکیڈمیوں میں سیکڑوں باحثین (اسکالرز) اجتماعی طور پر اس طرح کے علمی کام انجام دیتے ہیں، مگر حضرت مخدوم نے اس پیرانہ سالی میں جس دیدہ ریزی اور ژرف بینی سے متذکرۃ الصدر کتب کے قدیم ایڈیشنوں کی قسمت بدل کر رکھ دی ہے وہ عدیم النظیر ہے، دل چاہتا تھا کہ راقم سطور "عروس جمیل در لباس حریر" کی مصداق ان کتابوں میں حضرت کے عرق ریز کام کے محاسن ومزایا کا تفصیلی تجزیہ پیش کرتا لیکن اس کے لیے ایک مستقل مطول مقالہ درکار ہے جو بشرط حیات پھر کبھی۔

حضرت الاستاذ مخدوم کا علم حدیث کی تدریس، تحقیق وتعلیق اور تصنیف وتالیف کا یہ غیر معمولی انہماک وشغف دراصل ان کے استاذ ومرشد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ کے طویل تلمذ اور فیضان کا ثمرہ ہے، حضرت ممدوح نے اپنے وجود کو جس طرح فنا فی الشیخ کر کے انقیاد وطاعت کی چمچماتی نظیر قائم کی اس کی مثالیں تاریخ کے شواذ میں شمار ہوتی ہیں، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ والرضوان کے بارے میں عاجز پہلے کہیں لکھ چکا ہے کہ وہ بیسویں صدی میں روئے زمین پر اللہ جل شانہ کا ایک عظیم معجزہ تھے، کیا یہ اعجاز نہیں ہے کہ ایک بیس سال کا نوجوان اپنے تمام

حوصلوں اور خواہشات کو مرضیات شیخ (مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ) پر قربان کر دے اور اس کے ایک حکم پر ''بذل المجہود فی حل سنن أبی داود'' کی تالیف میں استاذ کی اعانت اتنے شغف وانہماک، دقیقہ رسی، عمق نظر اور محنت شاقہ کے ساتھ کرے کہ اس کے استاذ علّام مقدمۂ کتاب میں غایت مسرت میں سبحان اللہ یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ:

''وہ (یعنی شیخ الحدیث) اس کے مستحق ہیں کہ یہ شرح ان کی طرف منسوب کی جائے'' اور سعادت مند تلمیذ رشید کے فرط تواضع کا یہ عالم کہ اس نے اصل مقدمہ سے یہ جملہ یہ کہہ کر حذف کر دیا کہ ''گو اس میں میری تعریف ہے لیکن ''بذل'' کی توہین ہے''، اللہ اکبر ؎

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہو گئیں

یقیناً یہ ان کے استاذ (حضرت سہارنپوریؒ) کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے علوئے مرتبت اور جلالت شان کے شہرہ سے گنبد مینا آج تک پُر شور ہے، وہ بلاشبہ علم وفضل، رشد وہدایت اور تصوف ومعرفت کا وہ عظیم چشمۂ فیض تھے جس نے ہزاروں کی تشنگی فرو کی اور کتنے ذرّے اس خورشید تاباں کی شعاعوں سے چمک اٹھے، حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں اپنے چند اساتذہ (حافظ عراقیؒ، علامہ ابن الملقنؒ اور حافظ بُلقینیؒ) کو آٹھویں صدی ہجری کا ''اعجوبۂ روزگار علماء'' لکھا ہے، عاجز راقم سطور بلا خوف تردید عرض کرتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اسی زمرۂ اصفیاء میں شمار کیے جانے کے مستحق ہیں۔

تاریخ میں ایسے جاں نثار اور فنا فی الشیخ تلامذہ کے نظائر خال خال ہی ملتے ہیں جنہوں نے اپنے شیخ کے مشن کو نہ صرف جاری رکھنے بلکہ اس کو ہم رتبۂ ثریا بنانے

میں اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں، حضرت الاستاذ مولانا تقی الدین صاحب مدظلہ نے (اللہ ان کے ظل خیر و برکت کو تا دیر سلامت رکھے) اپنے مایۂ ناز فخر شیخ و مرشد حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی شخصیت اور خدمات کے چراغ کو روشن رکھنے کے لیے اپنے وطن مظفر پور (اعظم گڑھ کی ایک پس ماندہ بستی) میں جامعہ اسلامیہ کے نام سے علم دین کی شمع فروزاں کر کے اسے ایک منارۂ نور بنا دیا ہے، اہل نظر واقف ہیں کہ کسی دینی مدرسہ کی تاسیس عقل و خرد کے بس کا روگ نہیں، یہ کام صرف بے خطر عشق ہی کرا سکتا ہے، حضرت مدظلہ نے چند سال قبل اسی جامعہ کے زیر اہتمام اپنے شیخ کی شخصیت و خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک کامیاب عالمی سمینار منعقد کیا تھا اور پھر اس کے مقالات کا مجموعہ ''ذکر زکریا'' کے نام سے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع کیا، اور اب آئندہ مارچ ۲۰۰۷ء میں حضرت مدظلہ کے زیر اہتمام اسی جامعہ میں ''تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان میں علم حدیث'' کے عنوان سے جو بین الاقوامی مجلس مذاکرہ کا انعقاد ہونے جا رہا ہے اس کا مقصد بھی در اصل اسی قطب المحدثین اور پیکر علم و معرفت کے مقدس مشن کو فروغ دینا ہے۔

یہ بے بضاعت راقم بلا شبہ اپنی اسی سعادت پر مفتخر ہے کہ چند ماہ قبل (نومبر ۲۰۰۶ء میں) اس کو بھی جامعہ اسلامیہ کی تفصیلی زیارت نصیب ہوئی، اور ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کا جیتا جاگتا ثبوت فردوس نظر ہوا، خوش قسمتی سے میری حاضری کے وقت حضرت مخدوم بنفس نفیس وہاں تشریف فرما تھے، چنانچہ انہوں نے از راہ لطف جامعہ کے متنوع شعبوں کے تفصیلی معائنہ کی سہولت و فرصت میسر فرمائی اور عاجز نے ''الشارق'' کی مجلس مشاورت کے ایک اہم رکن مولانا عمیر الصدیق ندوی (رفیق

دارالمصنفین) اور مولوی خطیب الرحمٰن ندوی (معاون مدیر الشارق) کی رفاقت ورہنمائی میں احاطۂ جامعہ میں واقع تمام اقسام وشعبوں کی مفصل سیر کی، وسیع وعریض مسجد کے پُرشکوہ مینار وگنبد اور دیگر عمارتوں کے مادی جلال و جمال کے ساتھ ان کے درودیوار سے علم ومعرفت کی خوشبو پھوٹتی محسوس ہوتی ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہاں کی پوری فضا اور ماحول کو اکابر امت کے انفاس قدسیہ نے معطر کیا ہوا ہے، اس کیفیت کا حتمی سبب یہ ہے کہ اس جامعہ کی اساس زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں مستحکم اور اس کی شاخیں آسمان کی رفعتوں کو چھو رہی ہیں (كشجرة طيبة أصلها ثابت و فرعها في السماء).

عاجز نے سب سے پہلے ''مرکز الشیخ أبي الحسن الندوی'' کی جدید طرز کی نہایت خوبصورت عمارت اور اس کے عظیم الشان کتب خانہ کی سیر کی، ایک وسیع ہال میں مختلف علوم وفنون کی پچاس ہزار(۱) سے زائد کتابوں کا ذخیرہ جدید فنی ترتیب سے بہت سلیقگی کے ساتھ رفوف میں سجا ہوا ہے، لطافت ذوق اور پاکیزگیٔ ماحول سے راقم بے حد متأثر ہوا، اسی ہال میں ایک جانب جواں سال و بلند حوصلہ فضلاء کی ایک جماعت جدید الکترونی وسائل پر علمی تحقیق کی جوئے شیر نکالنے میں مصروف نظر آئی، میری حاضری کے وقت وہاں بخاری شریف کے مطبوعہ وقلمی نسخوں کے مقارنہ سے ایک صحیح نسخۂ موحدہ پر کام ہو رہا تھا، حضرت استاذ مخدوم نے اس مجوزہ نسخہ کی اہمیت و افادیت پر علمی انداز میں روشنی ڈالی۔

یہاں سے فارغ ہو کر راقم سطور نے مطبخ، دارالاقامہ کے مختلف بازوؤں اور

---

(۱) اس کتاب کی اشاعت کے وقت تقریباً ایک لاکھ کتابیں ہیں۔

درسگاہوں کا بھی معائنہ کیا، خوش ذوقی اور نفاست کے جلوے قدم قدم پر نظر افروز ہوئے، دومنزلہ عمارتوں کے درمیان وسیع صحن میں فرحت افزا سبزہ زار، خوبصورت چمن بندی اور دورویہ دلکش روشوں نے طلبہ کو علمی وروحانی غذا کے ساتھ جسمانی صحت مند ماحول بھی فراہم کررکھا ہے، راقم کو شمالی ہند کے بکثرت دینی معاہد ومدارس کی دید کا موقع ملا ہے مگر مطبخ کی نظافت اور تقسیم طعام کا جو بہترین نظام جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں مشاہدہ میں آیا وہ لاریب بہت کم جگہ دیکھنے کو ملا۔

جامعہ اسلامیہ میں ہندوستان کے طول وعرض کے تقریباً ایک ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں، اس تعداد کی اہمیت یوں اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ سب حفظ وعربی درجات کے طلبہ پر مشتمل ہے، یہاں پر مکتب کا نظام قائم نہیں ہے (جس سے مدارس میں علی العموم طلبہ کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے) عاجز نے طلبۂ حفظ کا دارالاقامہ بھی مستقل دیکھا تاکہ وہ یکسوئی خاطر کے ساتھ حفظ کے مقررہ نظام کی پابندی کرسکیں، علوم شرعیہ کی تدریس کے لیے جامعہ کا الحاق دارالعلوم ندوۃ العلماء سے قائم ہے، اعلیٰ درجات کے امتحانات بھی ندوہ کے زیر اہتمام انجام پذیر ہوتے تھے، جس کا نتیجہ ہمیشہ دیگر ملحقہ مدارس سے ممتاز رہتا ہے۔

طلبہ کے غیر درسی نشاطات کے لیے جامعہ میں ''النادی العربی'' اور ''جمعیۃ الاصلاح'' کے نام سے دو انجمنیں قائم ہیں جن کے ذریعہ طلبہ عربی وارد وتقریر وتحریر کی مشق وتربیت حاصل کرتے ہیں، اور تعلیمی سال کے اختتام پر ان کے مسابقات منعقد ہوتے ہیں جن میں امتیاز حاصل کرنے والے طلبہ کو گرانقدر انعامات سے نوازا جاتا ہے، مولوی خطیب الرحمٰن ندوی سلمہ کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے راقم کو

جامعہ کے بارے میں تفصیلات سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ طلبہ کے دوسالانہ مجلّوں ''النادی العربی'' (عربی) اور''الاصلاح'' (اردو) کے اولین شمارے بھی مرحمت فرمائے جن سے ظاہری ومعنوی دونوں اعتبار سے حُسن ذوق نمایاں ہے۔

کسی ادارہ کو مخلص، جفاکش اور ایثار پسند کارکناں میسر آجانا اس کی ترقی وکامیابی کی مؤکد ضمانت ہے، اور عاجز کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں اپنے مختصر دوران قیام یہ دیکھ کر دلی مسرت ہوئی کہ تمام اساتذہ بحمداللہ ان صفات عالیہ سے متصف ہیں، یہ سعادت بلاشبہ اسلاف کرام کی اعلیٰ نسبتوں اور حضرت بانئ جامعہ مدظلہ کے خون جگراور دعائے نیم شبی کے طفیل خدائے بخشندہ کی بخشش خاص ہے۔

دعا ہے کہ میرے استاذ کے لگائے ہوئے اس درخت کے برگ وبار اسی طرح مسلسل پھلتے اور پھولتے رہیں ؎

داتا رکھے آباداں ساقی تری محفل کو

و اللہ من وراء القصد وهو الهادی إلی سواء السبیل .

حضرت شیخ الحدیث کے چند دیگر خطوط:

تواضع ترقیات کا زینہ ہے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عین انتظار میں خط پہونچا، مولوی احسان کے خط میں تم نے لکھا ہے کہ زکریا کو بھی میں نے خط لکھا ہے، اس وجہ سے انتظار تھا، مولوی احسان صاحب کا کام اللہ کرے جو جلد ہوجائے، ان کے تضییع وقت سے مجھے بڑی کلفت

ہے، اہلیہ کی علالت سے تشویش برمحل ہے، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے صحت عاجلہ دائمہ عطا فرمائیں۔

اکابر پر اگر تنقید اخلاص و دیانت سے ہو تو حرج نہیں کہ معصوم انبیاء کے سواء کوئی نہیں، ہم لوگوں میں اخلاص ندارد، اس لئے یہ تنقید، تنقیص بن جاتی ہے، نہایت خطرہ ہے، میں علی میاںؒ کے ہم خیال ہوں بلکہ ان سے آگے ہوں، میرے نزدیک کم از کم تم کو اس سے بہت دور رہنا چاہئے، ''من تواضع رفعه الله'' اپنے کو ہرگز کسی سے زیادہ مستحق نہ سمجھیں اللہ جل شانہ تمہاری ضروریات کا تکفل فرمائے۔

مولوی تقی یہ تصنع نہیں میرا تو ذاتی تجربہ ہے، اخلاص سے جتنا تواضع اختیار کروگے ان شاء اللہ اتنا ہی بڑھو گے۔ فقط والسلام

زکریا (مظاہر علوم)

بقلم: حبیب اللہ، ۲۶ر صفر ۸۰ھ ۲۰ر اگست ۱۹۶۰ء

جنون کا علاج:

مکرم ومحترم مدفیوضکم !

بعد سلام مسنون ! گرامی نامہ پہنچا، اس سے قبل مولوی معین اللہ صاحب کے ہاتھ آنے والے پرچہ کا جواب انہی کے ہاتھ بھیج دیا گیا ہے، آپ کے عزیز کے افاقہ کے حال سے مسرت ہوئی، صبح شام بسم اللہ سمیت الحمد شریف ۷، ۷ مرتبہ، اول وآخر درود شریف ۳، ۳ مرتبہ پڑھ کر ان پر ایسی طرح دم کریں کہ لب کا کچھ حصہ ان پر گرے، حدیث پاک کی دوا ہے اور مجرب ہے، عم خارجہ

کی حدیث آپ کو بھی یاد ہوگی، ان شاء اللہ بہت مفید ہے، تم نے تقریر (۱) صاف کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا حق تعالیٰ شانہ مدد فرمائے، اسباق کی تقاریر قابل مراجعت اِلی الشروح ضرور ہوتی ہیں کہ سبقت لسان وسبقت قلم دونوں محتمل ہیں، مولانا اسحاق صاحب کی خدمت اقدس میں سلام مسنون۔

لامع کے مطالعہ میں جو اغلاط نظر سے گزریں ان پر ضرور تنبیہ فرماویں تاکہ پلیٹوں پر اصلاح کر لی جائے، علی میاں کل شام یہاں سے مدراس کے لئے روانہ ہو گئے، ڈاکٹر علی اشرف یہاں موجود ہیں، ہفتہ عشرہ قیام کا ارادہ ہے، میری آنکھوں میں کوئی افاقہ خاص ابھی تک تو معلوم نہیں ہوا۔

فقط والسلام

محمد زکریا

بقلم: محمد احسان، ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۸۰ھ ۵/ نومبر ۱۹۶۰ء

لفظ بقرہ کی تحقیق:

تم نے صحاح پر جو کچھ لکھا اس کی تفصیل سے بہت ہی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تمہارے لئے اور لوگوں کے لئے دین ودنیا میں ترقی کا ذریعہ بنائے، بیلوں کے نقصان کی وجہ سے قلق ہوا اللہ تعالیٰ نعم البدل عطاء فرمائے، نقصان سے محفوظ فرمائے۔

ایک ضروری امر ہے جس کا تعلق علی میاں سے ہے، معلوم نہیں وہ تشریف رکھتے ہیں یا سفر میں ہیں، اگر سفر میں ہوں تو اس خط کو اہتمام سے

(۱) یہ بخاری شریف کی تقریر ہے۔

رکھیں واپسی میں ان کو دکھلا دیں اور آپ خود بھی غور کریں ''لامع'' میں ﴿إن اللـه يأمركم أن تذبحوا بقرة﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے، ''وكان ذكرًا لاأنثى فالتاء فيه لغير التانيث'' حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں بیل ترجمہ کیا ہے، اور اس کے حاشیے میں ابن کثیر سے گائے اور صاحب ''اکلیل'' سے بیل نقل کر کے اول کو کثرت ناقلین اور دوسرے کو درایۃً قوت دلیل سے ترجیح دی ہے، لیکن دلیل واضح نہیں اور صاحب ''اکلیل'' متاخرین میں سے ہیں، اسلاف کے کلام میں کہیں بیل نہیں ملتا، بلکہ روایات حدیث کا سیاق گائے کو ترجیح دیتا ہے، کئی دن اس کی تلاش میں لگ گئے، جو صاحب ''اکلیل'' نے بھی نقل کیا ہے مگر یہ قول بھی دوسری تفاسیر میں نہیں ملتا، تعجب ہے امام رازی نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا، مراجع علی میاں سے پوچھ لیں اور تلاش آپ کریں۔

۷/۱/۱۳۸۰ھ ۱۲/جولائی ۱۹٦۰ء

ماہ رمضان المبارک کا اہتمام:

عنایت فرمائم سلمہ !

بعد سلام مسنون، عنایت نامہ ایسے وقت پہنچا کہ ماہ مبارک شروع ہوگیا، اس لئے اس وقت تو بجز دعا کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا، یہ ناکارہ آپ کے لئے دل سے دعا کرتا ہے، باقی رمضان بعد، آپ سے بھی درخواست ہے کہ اس ماہ مبارک میں اس کی کوشش کریں کہ اس کا کوئی وقت ضائع نہ ہو، اس ناکارہ کا

رسالہ ''فضائل رمضان'' اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں، آئندہ کوئی خط لکھیں تو رمضان بعد۔

فقط والسلام

محمد زکریا، بقلم: محمد یعقوب

مکرم ومحترم مدت فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

اسی وقت کارڈ پہونچا، مژدۂ عافیت اور حالات سے مسرت ہوئی، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے دارین کی ترقیات سے نوازیں، مشکوٰۃ شریف کی تعلیم سے اور بھی زیادہ مسرت ہوئی، حق تعالیٰ شانہٗ حدیث پاک کی برکات سے مالا مال فرمائے، علی میاں کی خدمت میں ایک کارڈ پرسوں لکھوایا تھا پہونچا ہوگا، معلوم ہوا کہ ان حضرات نے پھر تشریف لے جانے پر زور باندھا ہے، حضرت اقدس (۱) نے پھر بھی فرمادیا کہ زکریا کی آمد پر طے ہوگا، اسی بنا پر کل سے صوفی صاحب وغیرہ سب یہاں آئے ہوئے ہیں، ان کو اپنا بھی کام تھا کہ ان پاکستانیوں کو یہاں کپڑے سلوانا ضروری کام ہیں، آج بعد جمعہ روانگی ہے، ان شاء اللہ کل واپسی ہے، آج کی ڈاک سے مولوی انعام صاحب کا بھی ۱۸؍جمادی الاولیٰ ۸۰ھ کا لکھا ہوا خط ملا جس میں لکھا کہ مشغولی کی وجہ سے اب تک خط نہ لکھ سکے، یہ بھی لکھا کہ مشغول بہت زیادہ ہیں، مولوی احسان ابھی تک مصر میں ہیں وہاں مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے پاکستان پہونچے گے۔

فقط والسلام

زکریا (مظاہر علوم)

۲۳؍جمادی الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ جمعہ ۲؍نومبر ۱۹۶۱ء

---

(۱) حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری نور اللہ مرقدہ۔

دارالطلبہ جدید میں اعتکاف کی ابتدا:

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا، افاقے کی خبر سے مسرت ہوئی، اللہ جل شانہٗ اپنے فضل وکرم سے ہمت کاملہ، عاجلہ مستمرہ عطا فرماویں، تم نے یہاں ایک عشرہ کے واسطے آنے کو لکھا شوق سے، لیکن میرے رائے یہ ہے کہ طبیعت بالکل اچھی ہوتو ارادہ کریں مبادا سفر کی حالت میں مرض عود کرے، اگر آنے کا ارادہ ہوتو ضروری امر یہ ہے کہ سامان اوڑھنے بچھانے کا کافی ساتھ لاویں، یہاں سردی خوب ہورہی ہے، اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے اس ناکارہ کا ارادہ امسال دارالطلبہ جدید کا ہے اس لئے کہ گذشتہ سال مسجد دارِقدیم میں جگہ بہت تنگ رہی، پشت کا مضمون تکلیف فرما کر مولوی معین اللہ صاحب کو سنادیں، مولانا منور صاحب کی طرف سے سلام مسنون، وہ یہاں ہی تشریف فرما ہیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم، ۲۶؍شعبان ۱۳۸۵ھ ۲۰؍دسمبر ۱۹۶۵ء

حضرت شیخ کا مکتوب گرامی:

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون!

اسی وقت عنایت نامہ پہونچا، اگر چہ اس میں کوئی جواب طلب بات نہیں تھی مگر جوابی ہونے کی وجہ سے فوراً جواب لکھوا رہا ہوں، تمہاری مسلسل بیماری کی وجہ سے قلق ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرماوے،

عزیز عبدالرحیم بھی تقریباً دو ماہ سے بیماری کی وجہ سے گھر گیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو بھی صحت کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرماوے، اگر علی میاں تشریف رکھتے ہوں تو بعد سلام مسنون کہہ دیں کہ اسی وقت عزیز احسان کا کارڈ ملا ہے، اس نے لکھا ہے کہ تیرا خط مل گیا اور تعمیل حکم میں اس کی نقل ان سب حضرات کے پاس بھیج دی جن کو تو نے لکھا اور اتفاق سے اس کے بعد سے سب یہاں جمع بھی ہو گئے، چاہتے تو سب ہیں کہ کچھ لکھیں لیکن سوچ میں ہیں کہ کیا لکھیں، آپ تشریف لاویں گے تو خط دیکھ لیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: غلام محمد ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۸۶ھ ۶/ ستمبر ۱۹۶۶ء

ذکر کے بارے میں خاص مشورہ:

ایک خط میں تحریر فرمایا:

تم نے ذکر کے اضافہ کے متعلق لکھا ہے، میرے خیال میں اسباق کے ساتھ تو زیادہ مقدار نبھانا مشکل ہے، اس لئے جتنی مقدار کر رہے ہو اس کی پابندی کرتے رہو۔

۱۳/ محرم ۱۳۸۲ھ ۱۶/ جون ۱۹۶۲ء

طلبہ کو لے کر جماعت میں نکلنا:

تبلیغی جماعت میں نکلنے کا ایک خط میں ذکر کیا تھا اس کا جواب یہ فرمایا:

مژدہ عافیت سے مسرت ہوئی، تبلیغی مساعی شروع کرنے سے بہت ہی

مسرت ہے، حق تعالی شانہ مبارک فرمائے، مولانا ابوالعرفان کی شرکت سے مسرت ہوئی، مولانا کی شرکت اس میں ان شاء اللہ اور بھی مفید ثابت ہوگی اس ناکارہ کی طرف سے مولانا کی خدمت میں اس اقدام پر مبارکباد عرض کریں، کچھ دن نظام الدین ضرور جاکر رہا کریں، وہاں کا جانا کام میں جماؤ کا سبب ہے۔

مخدومی مولانا الحاج علی میاں کی خدمت میں بعد سلام مسنون کہہ دیں کہ آخر جولائی آگئی آپ کی آمد کا شدت سے انتظار ہے، بالخصوص اس وجہ سے کہ آج کل لاہور سے حضرت اقدس کے زیادہ ضعف وکثرت بول وغنودگی کی اطلاعات بکثرت آرہی ہیں۔ والسلام

۱۹/صفر ۱۳۸۲ھ ۲۲/جولائی ۱۹۶۲ء

مظاہر علوم میں اسٹرائک کا واقعہ:

۱۳۸۲ھ میں مظاہر علوم میں اچانک اسٹرائک ہوگئی تھی اس پر اس ناچیز نے ایک خط حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا، جس میں اس پر تعجب اور افسوس کا اظہار تھا اس پر یہ جواب آیا:

مکرم ومحترم مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا، یہاں کے حالات کے متعلق جو آپ نے سنا یہ بھی صحیح ہے کہ مدرسہ کے متعلق اس قسم کا تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا، لیکن جو چیز مقدر ہوتی ہے اس کے اسباب بھی پیدا ہوجاتے ہیں، مدرسہ کی شاخ راؤ بلڈنگ جو جن سنگھی ہندوؤں کے درمیان واقع ہے وہاں آس پاس بھی کسی مسلمان کی دوکان اور مکان نہیں ہے انھوں نے کچھ شہر کے آوارہ لوگوں کے ذریعہ شاخ

کے طلبہ سے ربط وضبط بڑھایا ہم لوگ بھی وہاں کے حالات پر قابو نہ پاسکے، اہل مدرسہ چھ دن تک سمجھاتے رہے، ان کے سمجھانے پر کچھ مان جاتے، مگر بے ایمان ان کو بہکالے جاتے، ۸؍ستمبر کو اس قصہ کی ابتدا تھی ۲؍اکتوبر تک اپنی لائن سے کوشش کرتے رہے آخر عاجز ہوکر وہ اپنی بے بسی کا اقرار کر کے ایسے لوگوں کے حوالے کردیا جن کو مقدمہ بازی میں مزہ آوے، یہ لوگ ہر ہر موقع پر اڑنگا لگاتے رہے، جب پولس کے حوالے کوئی کام ہوجاتا ہے تو قبضہ سے باہر ہوجاتا ہے، اس لئے ۶؍اکتوبر کو چند طلباء کی گرفتاری کا سمن جاری ہوا، اس میں سے چند گرفتار ہوئے اور باقی مفرور ہوئے، دعا کریں کہ اللہ جل شانہ اس فتنہ کو جلد روا فرمائے، علی میاںؒ کل سے تشریف لائے ہوئے ہیں ان کا واپسی کا ارادہ ہے، تفصیلی حالات ان سے معلوم ہوجائیں گے۔

فقط والسلام ۹؍۱؍ ۱۳۸۲ھ ۱۲؍جون ۱۹۶۲ء

ایک اور گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

علی میاںؒ سے یہاں کے تفصیلی حالات معلوم ہوگئے ہوں گے، ان حالات کے بعد سے صورۃ تو سکون ہے، لیکن مفسد لوگ اپنی ریشہ دوانیوں میں ہر وقت لگے رہتے ہیں، اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے ان کے شر وفساد سے مدرسہ کو محفوظ رکھے آپ کے مکان پر مقدمہ کی خبر سے قلق ہے، اللہ تعالی ہی اپنے فضل وکرم سے نہایت سہولت اور راحت کے ساتھ اس قصہ کو نمٹادے، مقدمہ ہے ہی فکر کی چیز، اللہ تعالی ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

۱۸؍۲؍۱۳۸۲ھ ۲۱؍جولائی ۱۹۶۲ء

”ترمذی شریف“ اور ”مشکاۃ شریف“ ختم کرانے پر مبارک باد:

بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ پہونچا، ”ترمذی شریف“ اور ”مشکاۃ شریف“ کے ختم سے بہت مسرت ہے، حق تعالی شانہ مبارک فرمائے، اور قبول فرمائے، علم وعمل کی ترقیات سے نوازے۔

آپ کا مضمون ”ابوداؤد“ کے متعلق سرسری طور پر دیکھ لیا ہے، بہت مفید ہے، اللہ تعالی جزائے خیر عطاء فرمائے، اور اس سے لوگوں کو متمتع فرمائے۔

۲۰/رجب ۱۳۸۲ھ ۱۷/دسمبر ۱۹۶۲ء

”بذل المجھود“ کو ٹائپ پر طبع کرانے کی تمنا:

حضرت والا کو ایک خط اس زمانے میں بھی ”بذل المجھود“ کو ٹائپ کرانے کے سلسلہ میں تحریر کیا تھا اس پر حسب ذیل جواب آیا.

تم نے چھٹیوں میں آنے کا ارادہ کیا شوق سے سر آنکھوں پر، آجاؤ ”بذل المجھود“ کے ٹائپ پر طبع ہوجانے کی تمنا بہت دنوں سے ہے، دوسال قبل حیدرآباد میں کوشش بھی کی گئی، مگر انھوں نے جو اندازہ لکھا وہ قریباً ایک لاکھ روپئے کا تھا، اس کے علاوہ کوئی اپنا معتمد بھی نہیں ملا جو دلسوزی سے اس کو کرادیتا، اللہ کرے کوئی صورت پیدا ہوجائے، اس ناکارے کو ایک ہفتے سے

آشوب چشم کی شکایت ہوگئی ہے، اوراس کے بڑھ جانے کے خوف سے اس حالت میں جلدی کر کے جمعہ کو پڑھا کراسی جمعہ کو''بخاری'' ختم کرادی ہے،آپ کے لئے اورآپ کے طلبۂ حدیث کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالی حدیث پاک کے برکات سے مالامال فرمائے عزیزالیاس مرحوم(کاتب تھے) کے لئے آپ نے جوایصال ثواب کیااور کروایااس کا بہت ہی ممنون ہوں، کہ مجھ پراس مرحوم کے بہت ہی احسانات ہیں اس کے بعد سے''لامع''اور''امانی'' کی طباعت کا سلسلہ بند ہے،اللہ تعالی نعم البدل عطاء فرمائے۔

زکریا ۱۱/رجب ۱۳۸۲ھ ۸/دسمبر ۱۹۶۲ء

امام ابوداود پر مقالہ لکھنے پر مسرت کا اظہار:

عنایت فرمائم سلمہ !

بعد سلام مسنون، اسی وقت کارڈ پہنچا، مع بچوں کے بخیر واپسی کی خبر سے مسرت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے ہر نوع کی مدد فرماوے، سہولت کے اسباب پیدا فرماوے، ابوداؤد کے متعلق مقالہ سے مسرت ہے، حق تعالیٰ شانہ قبول فرماوے، یہ ناکارہ اگر دیکھ سکتا تو ضرور دیکھتا مگر سبق اور ڈاک کا پورا کرنا بھی مشکل ہورہا ہے، ضعف خاص طور سے ضعف دماغ روز افزوں ہے، دل چاہتا ہے کہ کسی طرح لامع کی تکمیل ہوجائے مگر وہ بھی دشوار

نظر آ رہی ہے، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے تکمیل کرادے، تم نے یہاں آنے کا اشتیاق لکھا، اس ناکارہ کی طرف سے بھی کچھ کمی نہ ہوگی، حق تعالیٰ شانہ سہولت کے اسباب پیدا فرماوے، مولانا وجیہہ الدین صاحب، حافظ اقبال صاحب کو بھی بندہ کی طرف سے سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

محمد زکریا

بقلم: حامد

۲۴؍ربیع الاول ۸۹ھ ۱۰؍جون ۱۹۶۹ء

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت عنایت نامہ پہونچا، جہاز کی سیٹ متعین ہونے سے مسرت ہے، حق تعالیٰ شانہ بقیہ مراحل کو بھی باحسن وجوہ تکمیل کو پہونچائے، معارف کے دو پرچے ماہ مبارک میں ملے تھے ماہ مبارک میں ڈاک پڑھنے کا بھی وقت نہیں ملتا، عید کے بعد سے مہمانوں کا اور ڈاک کا اتنا ہجوم ہے کہ اب تک بالتفصیل پڑھنے کا موقع نہ ملا سرسری نظر سے دیکھا حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے لوگوں کو انتفاع کی توفیق فرمائے، خانگی پریشانیوں سے کلفت ہے، اللہ جل شانہ جملہ پریشانیوں کو دور فرمائے، علی میاں کی خدمت میں بشرط سہولت بعد سلام مسنون دعا کی درخواست۔ فقط والسلام

زکریا (مظاہر علوم)

بقلم: قطب الدین

۱۵/۱۰/۸۳ھ مطابق ۲۹/فروری ۱۹۶۴ء

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت عنایت نامہ پہونچا، تم نے سہ ماہی امتحان کے بعد آنے کا ارادہ ظاہر کیا شوق سے آجائیں، لیکن یہ ناکارہ ۲۹/جون کو نظام الدین کا وعدہ کر چکا ہے یہ البتہ نہیں کہہ سکتا ہے وعدہ پورا ہوگا یا نہیں، امام ترمذیؒ پر مضمون سے مسرت ہے، حق تعالیٰ شانہ علوم میں برکت عطا فرمائے، علی میاںؒ کی علالت کی خبر سے قلق ہے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے، بندے کی طرف سے سلام مسنون کے بعد عیادت کردیں۔ فقط والسلام

زکریا (مظاہر علوم)

بقلم: قطب الدین ۲۵/۱/۸۳ھ ۱۸/جون ۱۹۶۳ء

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت عنایت نامہ پہونچا، بیماری کی خبر سے بہت قلق ہے بالخصوص سحر کے خیال سے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے،

اس کے لئے صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد بسم اللہ سمیت الحمد شریف، آیۃ الکرسی، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، تین تین مرتبہ، اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھنا مفید ہے، اور ۳۳/آیات کا عمل جو بہشتی زیور کے نویں حصے میں اور شفاء العلیل میں بھی لکھا ہوا ہے بہت زیادہ مجرب ہے، حسب طلب تعویذ بھی ارسال ہے لفافہ کے کونے میں رکھا ہے اس کو موم جامہ کر کے داہنے بازو پر باندھ لیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۹/۱۲/۸۴ھ مطابق ۱۱/اپریل ۱۹۶۵ء

حضرت ڈاکٹر عبدالعلی حسنی کا مکتوب گرامی:

عزیزم حفظکم اللہ................السلام علیکم

جب آپ بمبئی ندوہ کے لئے اعانت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو وہاں نجیب اشرف صاحب سے کچھ اخلاقی مدد ملی تھی یا نہیں؟ اگر ان سے نہیں ملی تو کن لوگوں سے ملی تھی؟ جواب آج ہی دیجئے گا۔

عبدالعلی، یکم جون ۱۹۶۶ء ۱۱/صفر ۱۳۸۶ھ

دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ترک ملازمت:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام کے دوران میری

صحت مسلسل خراب رہی ،لکھنؤ ، جونپوراور بمبئی کے علاج سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوسکا ،مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہوگیا تھا ،معمولی سی بات کا اثر پڑتا تھا یہ ناچیز محنت سے پڑھاتا تھا ، کتابیں مکمل کراتا تھا ،ششماہی کے بعد ترمذی شریف کا سبق ظہر کے بعد بھی ہوتا تھا ،ضرورت پر جمعہ کو پڑھا کر کتاب پوری کرتا تھا۔

۲رفروری ۱۹۶۷ء مطابق شوال ۱۳۸۶ھ کو ندوہ چھوڑ کر اعظم گڑھ آگیا اور چند ماہ اپنے وطن پر گزارے ،عیدالاضحیٰ کے بعد سہارن پور حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ، میری کتاب محدثین عظام شائع ہوچکی تھی ، علمی حلقے میں تعارف تھا ، سہارنپور میں مولانا غلام محمد پٹیل مرحوم ترکیسری سے ملاقات ہوئی جو حضرت کے خدام میں تھے اور مولانا آدم ترکیسری کے داماد تھے ، انھوں نے ترکیسر جانے کی تحریک کی کیونکہ ترکیسر میں دورہ حدیث شروع کرنے کا خیال تھا ، اگر چہ اس وقت صرف موقوف علیہ کی کتابیں پڑھائی جارہی تھیں اس کے بعد مولانا عبداللہ کاپودری مہتمم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سہارنپور تشریف لائے اور حضرت شیخؒ سے بات کر کے مجھے ترکیسر لائے ، حضرت مولانا نے بہت بہت ہی خیال کیا ، اور اہل ترکیسر نے میری آمد پر بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔

باب سوم: ترکیسر، گجرات کا قیام

ترکیسر کے زمانۂ قیام میں بخاری شریف کی تدریس، علم حدیث و دیگر موضوعات پر متعدد تصنیفات، گجرات کے مختلف علاقوں میں وعظ و تذکیر کے مواقع

باب سوم: ترکیسر، گجرات کا قیام

ترکیسر کے زمانۂ قیام میں بخاری شریف کی تدریس، علم حدیث ودیگر موضوعات پر متعدد تصنیفات، گجرات کے مختلف علاقوں میں وعظ وتذکیر کے مواقع

ترکیسر آمد جولائی ۱۹۶۷ء:

ترکیسر ضلع سورت کا ایک قصبہ ہے جو روحانی تاریخ کا حامل ہے، یہاں حضرت موسی جی نقشبندی کا مزار ہے جنہوں نے اپنے شیخ ومرشد کے اشارہ پر دعوت وتبلیغ کا مرکز ترکیسر کی سرزمین کو بنایا، ان کے خلفاء میں مولانا عین القضاۃ لکھنوی ہیں، جن کا ہدایہ اور بعض کتابوں پر حاشیہ ہے، وہ لکھنؤ میں مدرسہ فرقانیہ کے سرپرست رہے ہیں جس کے بانی ان کے والد تھے، اس مدرسہ سے قراء کی ایک بڑی جماعت نکلی اور ان سے ایک عالَم فیضیاب ہوا، ترکیسر کے مکتب میں حفظ قرآن اور ابتدائی مکتب کا سلسلہ بہت زمانے سے قائم تھا، بعد میں یہاں دورۂ حدیث کا سلسلہ شروع ہوا۔

ترکیسر کے مدرسہ فلاح دارین کی ایک کمیٹی ساؤتھ افریقہ میں اور دوسری ری یونین میں ہے دونوں جگہوں پر اس پر اوقاف ہیں، اس زمانے میں ری یونین کی کمیٹی کی ذمہ داری تھی یہ چند بھائی ہیں غلام راوت مرحوم یوسف راوت مرحوم اور حاجی موسی راوت ان کے سب بھائیوں اور ان کے لڑکوں کو اس مدرسے کا بے حد اہتمام رہا ہے۔

جس میں حاجی محمد یوسف جو بہت سمجھدار اور ری یونین کے بڑے تاجروں میں تھے ان کے لڑکوں میں فاروق راوت وعبداللہ راوت وغیرہ ہیں، مقامی کمیٹی کے صدر جناب عبداللہ پٹیل مرحوم تھے جو ایک سمجھدار اور متواضع آدمی تھے، مولانا عبداللہ کاپودری صاحب میری آمد کے زمانے میں مہتمم تھے اور وہی سہارنپور سے حضرت شیخ سے بات کر کے مجھے لائے تھے، اورانھوں نے اپنے مکان کے بالائی خانے میں میرا قیام طے کیا، یہ مکان مولانا سعید انگار کا تھا، جو حضرت شیخ الحدیثؒ سے وابستہ تھے، اور حاجی راوت کے بھانجے اور ری یونین میں رہتے تھے، اس ناچیز سے ان کے چھوٹے بھائی شبیر انگار مرحوم بڑی محبت کرتے تھے۔

اس سال ''مشکاۃ شریف'' اور ''جلالین'' وغیرہ میں نے پڑھائی مولانا عبد اللہ صاحب نے بھی مجھ کو لے کر مختلف مدارس کا دورہ کیا، مدرسہ حسینیہ اور مدرسہ اشرفیہ ڈابھیل وغیرہ کا وقتاً فوقتاً پروگرام بناتے رہتے تھے، اور آس پاس کے علاقے کا سفر ہوتا رہتا تھا، حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ سے گجرات کے کافی لوگ وابستہ تھے انکی آمد ورفت بھی رہتی تھی، بمبئی سے گجرات کی مشہور شخصیت جناب حاجی علاء الدین مرحوم جو اس ناچیز سے خاص محبت رکھتے تھے، وقتاً فوقتاً گجرات کے سفر میں میرے پاس آجاتے، ملاقات وقیام کر کے جاتے، اس سے بہت ہی تقویت ملتی تھی، ترکیسر کے مقامی لوگ خواہ افریقہ وری یونین اور لندن رہتے ہوں یا وہاں مقیم ہوں سب ہی محبت واحترام کا معاملہ کرتے تھے، وہاں کے قیام میں حضرت شیخ کے کثرت سے خطوط آیا کرتے تھے، بعض ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اس وقت عنایت نامہ پہونچا، کل افریقی مہمان کی معرفت دستی پرچہ پہونچا، اسی وقت اس کا جواب لکھوا کر انہیں دے دیا تھا، ان کو واپسی کی بڑی عجلت تھی، ان کے ساتھ ایک پرچہ رسالہ چشتیہ آفتاب بھیجا تھا غالباً مل گیا ہوگا۔

ترکیسر کے مدرسہ میں دل بستگی کی خبر سے مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے آپ کے قیام کو مدرسہ کے لئے اور خود آپ کے لئے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے، معمولات کی پابندی اور تبلیغی کام کی خبر سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ اور زیادتی ہر دوامر میں عطا فرمائے، مولوی غلام محمد کے اعزاء لندن گئے ہوئے ہیں، ان کے لئے بھی یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے، ان کی ہر طرح مدد فرمائے، پریشانیوں کو دور فرمائے، ان کو درود شریف کی تاکید بہت زیادہ کر دیں یہ ان شاء اللہ بہت مفید ہے، اس ناکارہ کی طبیعت کی خرابی کی جو خبریں سنیں سچ ہے، امراض کا سلسلہ روز افزوں ہے، بالخصوص آنکھوں کی تکلیف سے حرج بھی زیادہ ہے، اب خط کا پڑھنا آتشی آئینہ سے بھی مشکل ہو گیا ہے، مولوی عبدالرحیم کے گاؤں کے لوگوں سے کہہ دیں کہ آیت کریمہ کا زیادہ اہتمام کریں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: غلام محمد ۲۴؍رجب ۱۳۸۷ھ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۶۷ء

مولانا غلام محمد نے تحریر کیا کہ ۲؍اکتوبر بروز جمعہ مسلسلات کا ختم ہے، آپ کا انتظار شروع ہو گیا ہے۔

اس وقت ہندوستان کے علمی حلقوں میں میری شہرت ہوچکی تھی اور میری کتاب ''محدثین عظام'' شائع ہوچکی تھی اور میرے مقالات ''برہان'' اور ''معارف'' اور ''الفرقان'' میں شائع ہورہے تھے خصوصیت سے ''شاہ ولی اللہ وعلم حدیث'' اور ''صحابۂ کرام کا مقام''، دین میں ''حدیث وسنت کا مقام'' یہ آخری مضمون ''الفرقان'' اور ''الجمعیۃ'' کے سنڈے ایڈیشن جناب مولانا وحید الدین خان نے شائع کیا، در حقیقت ان کے کچھ علمی سوالات کے جواب میں یہ تحریر کیا گیا تھا، ان سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا'' کہ جب حدیث شریف مصدر ثانی ہے تو حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلفاء راشدین میں اس کی تدوین ہوجانی چاہئے تھی، مگر ہم پڑھتے ہیں کہ یہ کام کیوں مؤخر ہوا اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں انجام پایا، اس ناچیز کو ''فیض الباری'' میں اس کا جواب ملا جس کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے باب ''کتابۃ العلم'' کے تحت بیان کیا ہے، اور جب یہ مضمون شایع ہوا اس مقالہ کو علامہ کشمیریؒ کے صاحبزادے مولانا محمد انظر شاہ مرحوم نے پڑھ کر بہت اچھے تاثر کا اظہار کیا اور میرے جائے قیام ترکیسر آئے کہ یہ مقالہ مجھے بہت پسند آیا اس طرح کے علمی نکتے والد صاحب (یعنی حضرت مولانا علامہ کشمیریؒ) کے یہاں بکثرت ہیں ان کو کتابی صورت میں جمع کردیں، اس ناچیز نے جواب عرض کیا کہ یہ کام حضرت شاہ صاحبؒ کا کوئی شاگرد کرے تو زیادہ اچھا ہوگا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا خط:

آپ کے مدرسہ ''فلاح دارین'' میں آئندہ سال دورہ ہورہا ہے، اللہ تعالی مبارک فرمائے، حاجی یوسف راوت کی آمد کی خبر سے مسرت ہے، اللہ

تعالی باحسن وجوہ ملاقات میسر فرمائے، ان کے ساتھ آپ رہتے تو بڑی سہولت ہوتی اور یہ بہتر رہتا، سکریٹری صاحب کے افاقے کی خبر سے مسرت ہوئی اللہ تعالی ان کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطاء فرمائے، بندہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد عیادت کردیں ان کے لئے اور آپ کے مدرسہ کے لئے یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے نیز اہل اہلیہ اور والدہ اور بچوں کے لئے بھی اللہ جل شانہ سب کو مکارہ سے محفوظ فرمائیں۔ فقط والسلام

بقلم: محمد اسماعیل، ۱۲/ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ ۳۱/جنوری ۱۹۶۹ء

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا ایک اہم گرامی نامہ:

گرامی قدر محترم وفقنا اللہ وإیاکم لکل خیر............ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکتوب گرامی وکتاب گرامی پہونچ گئے، ان شاء اللہ تبصرہ کیا جائے گا، ترمذی کی وہ عبارت جو لکھی گئی اب سے تیس سال قبل لکھا گیا جو لکھا گیا، اب نہ دیکھنے کی فرصت، نہ ہمت، نہ چنداں حاجت، باقی ترمذی کی تصحیح وعبارت سے یہ معلوم ہوا کہ غلطی اصل روایت میں چلی آرہی ہے، ناسخین کی نہیں یعنی کتابت کی نہیں بلکہ روایت کی ہے، اس لئے سب ہی نسخوں میں وہ عبارت ہونی چاہئے اور روایت کی غلطی کا طریقہ بھی یہی ہے کہ غلط نقل کرنے کے بعد تصحیح کی جائے، "أم ولد لعبد الرحمن عن أم سلمة، لم أقف على اسمها" کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ غیر معروف ہے، اس لئے غلط معلوم ہوتا ہے، البتہ أم ولد لإبراهيم صحیح ہے و اسمها حميدة، بات تو صاف ہے، اور اگر حافظ فیصلہ نہ کرسکیں اور یہ توقع رکھی جائے کہ ہم فیصلہ کریں محال اگرچہ

نہیں لیکن متعذر ضرور ہے۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

۷رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ ۱۲رستمبر ۱۹۶۷ء

ہندوستان میں علم حدیث کے موضوع پر لکھنے کی حضرت شیخ کی طرف سے تاکید:

عنایت فرمایم سلمہ.................. بعد سلام مسنون!

یہ ناکارہ ۱۸رمارچ اتوار کے دن آنکھوں کا آپریشن کے سلسلے میں علی گڑھ آیا ہے اور ڈاک کا بہت بڑا انبار ساتھ ہے، تمہاری روانگی کے بعد ایک ہفتہ تو علی میاںؒ کا قیام وہاں رہا وہ اتوار کو تشریف لا کے جمعرات کو واپسی تشریف لائے اور ایک دن بعد شنبہ ۲۸رفروری کو مولانا انعام الحسن صاحب وغیرہم حضرات نظام الدین پہونچ گئے، ایک ہفتہ ان کا بھی قیام رہا، پہلے سے قرارداد یہ تھا کہ دونوں حضرات کا مشترکہ ہفتہ سہارنپور اور رائے پور گذرے گا مگر کچھ عوارض ایسے پیش آئے کہ دونوں کا اشتراک نہ ہو سکا، رائے پور بھی دونوں کو علاحدہ علاحدہ جانا پڑا، آپ نے جوامع کے مقدمے کے کاغذات علی میاںؒ کو دینے کو کہے تھے وہ آتے ہی ان کے حوالے کردیئے تھے۔

مولانا منور حسین صاحب بھی میرے ساتھ ہی علی گڑھ تشریف لائے ہیں، اور میرے آپریشن کے فراغ تک یہاں قیام کا ارادہ کررہے ہیں، ان کی زبانی آپ کی پریشانی کا مجملا حال معلوم ہوکر بہت ہی قلق ہے، اللہ تعالیٰ ہی

اپنے فضل وکرم سے مکارہ سے حفاظت فرما کر اپنے دین کی خدمت بالخصوص حدیث پاک کی خدمت آپ سے لے لیں۔

آپ نے کوئی مضمون اپنی تالیف کے لئے دریافت کیا؟ میرے خیال میں ہندوستان میں حدیث کی خدمات مجملا آپ پہلے بھی غالبًا لکھ چکے ہیں، اور لوگوں نے بھی کچھ مختصر لکھا ہے اس پر علی میاںؒ کے مشورے سے اگر مناسب ہوتو تفصیلی تحریر فرمادیں۔

عزیز مولوی غلام محمد سلمہ سے ملاقات ہوتو ان سے بھی میرے علی گڑھ آنے کا تذکرہ کردیں، میں اتوار کے دن شام چار بجے یہاں پہونچا تھا اس کے ایک گھنٹہ بعد مولانا انعام صاحب عزیز ہارون وغیرہ بھی پہونچ گئے، وہ بھی اب تک یہاں مقیم ہیں، اس بات پر اصرار کررہا ہوں کہ واپس چلے جاویں کہ حرج ہورہا ہے، اور یہاں ابھی تو آپریشن کے ابتدائی مراحل پورے نہیں ہوئے، کل دوشنبہ کو مختلف دوائیں آنکھوں میں پڑتی رہیں، کل سفر کے وقت آنکھ پر پٹی باندھی گئی تھی جو ابھی تک بندھی ہوئی ہے، اس کے کھولنے کے بعد آنکھ کا ٹسٹ کرنے کے لئے لے جاوے گا، آج صبح قارورہ اور خون لے گیا ہے، دعا کریں اللہ جل شانہ صحت وعافیت کے ساتھ اس مرحلے کو طے فرمائے، مہتمم صاحب اور مولانا احمد صاحب کو بھی سلام مسنون، علی گڑھ آنے کی اطلاع کردیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: احمد گجراتی، یکم محرم ۱۳۹۰ھ ۹/مارچ ۱۹۷۰ء

اخبار ندائے ملت میں ندوۃ العلماء کے موضوع پر ایک اہم مضمون:

مکرم محترم مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

اسی وقت گرامی نامہ موجب منت ہوا، اللہ جل شانہ تم دوستوں کی دعاؤں کو قبول فرماوے، دعائیں تو ہندو پاک اور مکہ مدینہ کہاں کہاں ہو رہی ہیں، اور ان شاء اللہ، اللہ کی ذات سے قبولیت کی امید بھی ہے مگر ابھی تک آنکھ میں صفائی نہیں آئی، شروع سے ہر شخص یہی کہتا تھا کہ پکی عینک کے بعد صفائی آجائے گی، پندرہ جون سے وہ بھی مل گئی، اس سے بھی نگاہ میں زیادہ صفائی نہیں آئی، راستہ اور چہرہ پہچانا جاتا ہے، لکھنے پڑھنے کا کام نہیں ہو سکتا، لیکن یہ ناکارہ اپنے امراض کی کثرت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کے کام کا ویسے بھی نہیں رہا، اب ڈاکٹر کا اصرار یہ ہے کہ ایک ماہ شفاخانہ میں اور قیام کروں، تاکہ وہ آنکھ کے اندر انجکشن لگاوے، مگر ابھی تک تو قبول کیا نہیں، تمہارا مضمون ندائے ملت میں چھپا تھا صوفی انعام اللہ صاحب نے بھیج دیا تھا، بہت پسند آیا، امید کہ علی میاںؒ نے بھی پسندیدگی کا اظہار لکھا ہوگا، علی میاںؒ نے بھی دو تین جولائی کو سہارنپور آنے کو لکھا ہے میں نے بھی لکھ دیا کہ ضرور آجاویں، میرا تو خود بلانے کو جی چاہتا تھا مگر ان کی پریشانی کی وجہ سے ہمت نہیں ہوئی، مولوی سعید نے مجھے بھی لکھا تھا کہ لامع (مقدمہ لامع) کا کام ہو رہا ہے، میں نے تو ان دوستوں کے تشتت اور انتشار کی وجہ سے ان کو اس سلسلہ میں کچھ لکھا نہیں تھا، خدا کرے کہ مولوی انعام صاحب کے دورے تک آپ کی

بخاری شریف ختم ہو جائے تا کہ اختتام میں ان کی دعا ہو جائے، تمہاری زلزلہ کی گجراتی کا پیاں اسماعیل کے پاس پہونچ گئیں، معلوم نہیں اس کا اردو کہیں چھپا یا نہیں، چاند کے متعلق جو رسالہ لکھنؤ میں طبع ہوا ہے وہ ابھی تک نہیں پہونچا، تمہاری ہر تالیف کی قبولیت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دین ودنیا دونوں میں ذخیرۂ آخرت بنادے، ان کا رسالہ ''شکر'' ضرور غور سے دیکھیں، البتہ میرے متعلق کوئی مضمون حد اعتدال سے آگے نہیں ہونا چاہئے، القاب وآداب بھی حد میں ہوں، ''مریداں می پرانند'' کی ضرورت نہیں، اصل عزت وافتخار تو آخرت کا ہے، دنیا کی عزت وذلت کا کوئی اعتبار نہیں، اپنے مہتمم صاحب اور سکریٹری صاحب سے بھی سلام مسنون۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل، ۲۴ / ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۲۹ / جون ۱۹۷۰ء

عزیزم سلمہ .... بعد سلام مسنون!

مسرت نامہ ایسی مشغولی میں پہونچا کہ فرصت بالکل نہیں، یہاں کل سے اجتماع شروع ہو رہا ہے جس کی وجہ سے کئی دن سے خواص کی آمد بمد ملاقات شروع ہوگئی ہے، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ تم نے نسائی شریف پر کام شروع کر دیا اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے، علی میاں کی آمد کی خبریں تو بہت دنوں سے آرہی ہیں، تقریباً ایک ماہ سے وہ کئی مرتبہ اپنی آمد کی اطلاع دے چکے ہیں پھر ملتوی ہو جاتا ہے، میرا تو خیال تھا کہ شاید وہ اس اجتماع کے موقع

پرآ جاویں مگران کا خط آیا کہ ان کو حجاز کا سفر در پیش ہے جس سے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے وہ کوشش تو کریں گے کہ جانے سے پہلے کسی وقت آجاویں، اگر یاد رہا تو ان کی آمد پر ان شاء اللہ آپ کا پیام پہونچادوں گا، مہتمم صاحب سے سلام مسنون کہہ دیں، یہ ناکارہ آپ کے لیے، ان کے لیے، آپ کے مدرسہ کے لیے دل سے دعا گو ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۱۳۹۰ھ

مولانا انعام الحسن صاحب کی ملاقات کی اہمیت:

عنایت فرمائم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

یہ ناکارہ شنبہ کی صبح کو نظام الدین آیا تھا کہ مولوی انعام صاحب سے وعدہ ہو چکا تھا کہ ان کی غیبت میں نظام الدین جاؤں گا مگر حسب دستور یہاں آ کر بیمار ہو گیا اور اب تک غذا کی نوبت نہیں آئی، کل یک شنبہ کو جو ڈاک سہارن پور سے دستی آئی اس میں آپ کا گرامی نامہ بھی ملا، عزیزان عبدالرحیم و یوسف کے خطوط سے ایک غلط خبر پر تم دوستوں کا بمبئی جانا معلوم ہو گیا تھا، بہت قلق ہوا کہ تم دوستوں کو تکلیف اٹھانی پڑی، بڑی حیرت اس بات پر ہے کہ بمبئی کے بعض خطوط سے معلوم ہوا کہ عزیزان کے وہاں پہونچنے کے بعد بھی لوگوں نے یہ خبر اڑا دی کہ زکریا بھی آیا ہوا ہے ہجوم کی وجہ سے لوگ اخفا کر رہے ہیں،

جس کی وجہ سے حاجی دوست محمد صاحب کے مکان کے بھی لوگوں کو چکر لگانے پڑے، یہ اچھا ہوا کہ تبلیغی اجتماع میں شرکت ہوگئی اور عزیز مولوی انعام سے بھی ملاقات ہوگئی، یہ میری ملاقات کا نعم البدل ہے، بندہ کی طبیعت تو تقریباً پندرہ روز سے خراب ہے لیکن نظام الدین کے سفر نے اضافہ کر دیا، مہتمم صاحب سے بھی سلام مسنون کہہ دیں، اللہ تعالیٰ آپ کے مدرسہ کو ہر نوع کے شرور سے محفوظ رکھے، ان شاء اللہ علی میاں کی آمد پر آپ کا خط ان کی خدمت میں بشرط یاد پیش کردوں گا، آئندہ اتوار کو وہ مظفر نگر آرہے ہیں اور وہاں سے سہارن پور آنے کو بھی لکھا ہے، مولانا منظور صاحب بھی اس وقت میرے پاس تشریف فرما ہیں، ان کی طرف سے بھی سلام مسنون۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل ۲۲/ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ ۱۹/جنوری ۱۹۷۱ء

فلاح دارین میں ''بخاری شریف'' کے درس کا آغاز:

۲۰/شوال ۱۳۸۹ھ میں یہاں دورہ شریف کا آغاز کیا گیا، ''بخاری شریف'' اور ''ترمذی شریف'' اس ناچیز کے ذمہ کی گئی، ''بخاری شریف'' کے افتتاح کے لئے ۲۰/شوال ۱۳۸۹ھ کو دیوبند سے حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) کو دعوت دی گئی، اور حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کو بھی دعوت نامہ بھیجا گیا تھا، مگر حضرت مولانا اپنے ایک بیرونی سفر کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔

اس پروگرام کو حضرت والاؒ کو لکھ بھیجا تھا جس کا جواب حسب ذیل آیا:

عنایت فرمایم سلمہ .... بعد سلام مسنون!

مدرسہ میں اس کی خبر سے مسرت ہوئی، اللہ تعالی خیر خوبی کے ساتھ تعلیم کا افتتاح فرمائے، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ بخاری شریف کے افتتاح کے لئے مولانا فخر الدین صاحب نے دعوت قبول فرمائی، علی میاں کا خط بھی آج کی ڈاک سے دہلی سے ملا غالبا پہونچ گئے ہونگے (۱)، ان کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد کہہ دیں کہ مولوی انعام صاحب پرسوں آئے تھے، آج واپس گئے ابھی تک تو اس ناکارہ کا سفر ان حضرات کے ساتھ ملتوی ہے ﴿لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا﴾ حاجی یوسف راوت کی آمد کی خبر سے مسرت ہوئی، اور اس سے مسرت ہوئی کہ رسالہ ''فن اسماء الرجال'' پر علی میاںؒ نے مقدمہ لکھ دیا ہے، اللہ تعالی جلد از جلد طباعت کا انتظام فرمائے، مولانا منور صاحب اس وقت میرے پاس تشریف فرما ہیں، تمہارا خط ان کو دے دیا انکی طرف سے سلام مسنون، یہ لفافہ ان کے حوالے کرر ہا ہوں وہ کچھ تحریر فرمانا چاہیں تو اس پر لکھدیں گے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل بدات، ۲۵/شوال ۱۳۹۰ھ ۲۴/دسمبر ۱۹۷۰ء

عنایت فرمایم سلمہ.............. بعد سلام مسنون

مولانا فخر الدین صاحب کی تشریف آوری ''بخاری شریف'' کے افتتاح کے لئے اور اس کی تفاصیل عزیزان غلام محمد و عبد الرحیم سے معلوم ہوئی تھی اللہ

(۱) حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نہیں آسکے۔

جل شانہ حضرت مولانا کی تقاریر سے پڑھنے پڑھانے والے دونوں کو متمتع فرمائے ، اس سے قلق ہوا کہ علی میاں کی شرکت نہ ہوسکی ، یہاں سے جاتے وقت انکا ارادہ پختہ تھا ، غالبا مالیگاؤں و بمبئی میں دیر ہوگئی اس ناچیز کا اردہ سفر ملتوی ہوگیا، اپنی بداعمالیوں نے وہاں کی حاضری کی اجازت نہیں دی۔

چوں کعبہ رفتم بجرم رحم ندادم
تو بیرون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

اگر چہ ٹکٹ ویزہ سب کچھ تیار تھا ،مگر ہمارے مدرسے کے نائب ناظم قاری مظفر صاحب حج کو جارہے ہیں ، اس لئے اہل مدرسہ کا بھی اصرار ہوا ، اورنظام الدین کے احباب کا بھی اصرار ہوا کہ عزیزان مولوی انعام وہارون وغیرہ اس وقت مجھ سے رخصت ہوکر روانہ ہوگئے ، اس ناکارہ کی وجہ سے بمبئی کا ارادہ نہ کریں احباب سے بھی فرمادیں ، مولانا منور صاحب بھی اس ناکارہ کے سفر کی وجہ سے ابھی تک یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ، انکی طرف سے نیز عزیز مولوی اسماعیل کی طرف سے سلام مسنون۔

فقط والسلام
حضرت شیخ الحدیث

بقلم: محمد اسماعیل ، ۱۰/ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ ۳۱/۱/ ۶۹ء

عنایت فرمایم سلمہ .... بعد سلام مسنون!

اسی وقت عنایت نامہ پہونچا ، حاجی یوسف راوت کا حال معلوم ہوا ، اس ناکارہ کے پاس بھی حاجی یوسف انگار کا خط آیا تھا جس میں راوت صاحب اور

مولوی سعید انگار کی آمد کی خبر تھی ، میں اس وقت آپ کو براہ راست خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا، مگر عزیز شبیر سلمہ نے یوں کہا ان کا ہندوستان کا قیام صرف ایک ہفتہ کا ہے، جس میں سورت، ترکیسر، سہارنپور تینوں جگہوں پر جانا ہے، اس لئے مجھے خیال ہوا کہ آپ میرا خط پہو نچنے سے پہلے سہارنپور روانہ ہو چکے ہونگے ، اسی کے ساتھ عزیز یوسف کو خط لکھوایا تھا، اسلئے احتیاطا افریقہ کے خط کی اطلاع کردی تھی ، اس وقت برابر آپ حضرات کی آمد کا انتظار رہا، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے باحسن وجوہ ملاقات نصیب فرمائے ، مولوی عبدالرحیم نے یہ بھی لکھا تھا کہ انھوں نے آپ کی اور حافظ سورتی صاحب کی تحریک پر اپنے یہاں حاضری کا حکم نامہ بھیجا تھا ، آپ نے بیس ہزار چندہ کرنے کی خواہش کی تھی مولوی عبدالرحیم نے گھر بار اور زمین بیچ کر ۵۰ ہزار خرچ کرنے کو لکھا ہے اور میں سوچتا ہی رہ گیا کہ دونوں حضرات نے میری معذوریوں کو افسانہ بنا رکھا ہے ، اس پر میں کہوں گا کہ علماء کی جماعت میں عجب وکبر بڑھتا ہی رہتا ہے، اللہ تعالی مجھے بھی بچائے اور تم دونوں کو ، اچھا کیا تم نے مولانا علی میاں کو خط لکھ دیا (حضرت مولانا نے کچھ رقم ندوہ کی مجھ کو قرض دی تھی) اس کو ادا کردیا تھا اگر علی میاں نے اپنے پاس سے دی ہو تو اسکو ہرگز نہ قبول کریں اور اگر کسی اہل خیر نے دی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، ہم لوگوں کا کام چندہ سے چلے۔

آخر مدرسہ کی تنخواہ بھی تو ہم لوگوں کی صدقات ہی ہیں ، اس لئے اس کے قبول کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں، آپ کے مہتمم صاحب جب آویں میری طرف سے بھی سلام مسنون اور عزیز مولوی غلام محمد سے سلام مسنون کہہ دیں ،

جتنا اشتیاق انکو آنے کا ہے اس سے زیادہ مجھے ملاقات کا ہے مگر جب تک طلبہ کے قیام کا مسئلہ قابل اطمینان نہ ہو جس کو میں بھی پسند کرلوں اس وقت تک ہرگز نہ آویں، آپ کے یہاں اجتماع کی خبر سے بہت مسرت ہوئی، اللہ جل شانہ اس باحسن وجوہ اختتام کو پہونچاوے تم نے اپنے سکریٹری جو بیمار تھے ان کا حال نہ لکھا انکی خدمت میں سلام مسنون عبادت کریں، یہ ناکارہ ان کے لئے بھی دعاء کرتا ہے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل، ۱۱ر ذی الحجہ شب سہ شنبہ ۱۳۸۸ھ یکم مارچ ۱۹۶۹ء

حاجی یوسف راوت مرحوم کی آمد:

حاجی یوسف صاحب جو فلاح دارین کے سرپرست تھے اور اس کی ترقی کے لئے بہت ہی متفکر تھے، انھیں جب میری ترکیسر آمد کی اطلاع کی گئی تو بہت خوشی کا اظہار کیا چنانچہ وہ یہاں آئے، اس زمانے میں میرا قیام مولانا عبداللہ کے مکان کے بالائی خانے میں تھا، درحقیقت مولانا سعید انگار اور مولوی شبیر انگار کا مکان تھا دونوں حاجی یوسف راوت کے بھانجے تھے اس لئے مجھے اوپر کا حصہ قیام کے لئے دلایا تھا، مولانا عبداللہ جو مجھے لائے تھے اور بہت خیال رکھتے تھے ان سے بھی قرب تھا حاجی یوسف راوت ری یونین کے سب سے بڑے تاجر تھے انکو میرا بڑا اہتمام تھا، چنانچہ انکی آمد پر پورا قصبہ ان کے استقبال کے لئے باہر سڑک پر انتظار کر رہا تھا، وہ ملاقات اور مصافحہ کے بعد میری قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، ان کی موجودگی میں فلاح دارین میں ایک پروگرام رکھا گیا جس

میں ناچیز کی تقریر بھی شامل تھی، میری تقریر سے بہت خوش ہوئے اور یہ طے ہوا کہ یہاں سے براہ بمبئی ہوائی جہاز سے دہلی اور وہاں سے بذریعہ کار سہارنپور حضرت اقدس شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری ہو مجھے بھی خوشی ہوئی۔

گجرات کے مدارس کا دستور:

گجرات کے مدارس کے دستور کے مطابق جب ان کا کوئی سرپرست باہر سے آتا ہے تو انکو مختلف درجوں خصوصا بخاری شریف کا درس ضرور سنایا جاتا، حاجی یوسف صاحب کی آمد پر مہتمم مولانا عبداللہ صاحب نے یہ پروگرام بنایا، چنانچہ مہتمم صاحب اور دیگر حضرات کا قافلہ جو تقریبا پچاس آدمی پر مشتمل تھا، جن میں مولانا سعید احمد مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر بھی شامل تھے، وہ مختلف درجوں کے اسباق کا دورہ کررہا تھا، مجھے معلوم تھا کہ میرے درس میں ضرور آئیں گے اور دیر تک بیٹھیں گے اور سنیں گے کیونکہ میری شہرت ہوگئی تھی کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث تھے، چنانچہ سب حضرات مہتمم مولانا عبداللہ صاحب کے ہمراہ آئے اور درس کی طرف متوجہ ہوئے، جس باب کو میں پڑھا رہا تھا اس میں کلام کی زیادہ گنجائش نہیں تھی، اس سے پہلے (باب الوضوء بنبیذ التمر والمسکر) تھا اور حضرت امام بخاری نے اس کے تحت چند آثار ہی نقل کئے ہیں، اس ناچیز نے قاری بخاری کی طرف اشارہ کیا سبق پیچھے لے جاؤ چنانچہ طالب علم نے اس کی عبارت پڑھی، اس ناچیز نے ترجمۃ الباب کی غرض بیان کی اور جو کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر رد کیا ہے، اس کو بیان کیا اور جس نوع کے نبیذ سے وضو کی حنفیہ نے اجازت دی تھی اس کو تفصیل سے بیان کیا

نیز اس ترجمہ میں مسکر کا لفظ حنفیہ پر رد ممکن نہیں۔

یہاں پر شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کے اعتراض وجواب کا ایک سلسلہ ہے اس لئے حافظ کا اعتراض عینی کا جواب اور عینی کا اشکال اور حافظ کا جواب، اس کو بہترین انداز میں پیش کر کے موضوع کی وضاحت سے سامعین سبحان اللہ اور الحمدللہ پڑھتے رہے، شام کو سب مدرسین کا اجتماع تھا حاجی صاحب نے سبکو دو دوسو روپئے ہدیۃ پیش کیا اور مجھکو چارسو پیش کیا میں نے معذرت کر دی مجھے یہ انداز پسند نہیں آیا، چنانچہ عشاء بعد حاجی صاحب حافظ غلام انگار جو مدرسے کے خزانچی تھے ان کو لے کر آئے یہ کہ ان کو ۱۲۰۰؍روپئے سالانہ میری طرف سے پیش کیا جائے، میں نے عرض کیا میں قبول کرلوں گا بشرطیکہ حضرت شیخ سے دریافت کرلوں، چنانچہ پوری تفصیل حضرت کو لکھی۔

حضرت شیخ کا جواب آیا کہ بشرط عدم اشراف ہدیہ قبول کرنے میں حرج نہیں، امراء سے ملاقات میں اکرام کا معاملہ کرنا چاہئے نظر ان پر نہ ہو بلکہ اللہ رب العزت پر رکھنی چاہئے۔

ہوائی جہاز کا پہلا سفر:

جناب حاجی یوسف راوت صاحب کا ارادہ دہلی وسہارنپور کا ہوا، حاجی صاحب اور جناب غلام انگار اور یہ ناچیز بمبئی سے پہلی مرتبہ ہوائی جہاز سے دہلی آئے، اور وہاں ایک ہوٹل میں قیام رہا، وہاں سے سہارنپور ٹیکسی سے آئے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک دن اور ایک رات قیام رہا، حاجی صاحب نے ایک رقم حضرت کو پیش کی، حضرت والا نے فرمایا کہ مدرسہ چلانے والوں

کا میں ہدیہ نہیں قبول کرتا، حاجی صاحب کو بہت اثر ہوا، یہ رقم حضرت کے قدموں پر ڈال دی حضرت نے خادم سے فرمایا اٹھا کر رکھ دو۔

حضرت مولانا منور حسن صاحب کا مکتوب:

جناب مولانا منور صاحب رحمۃ اللہ جو حضرت شیخ کے بڑے خلفاء میں ہیں ان کا مکتوب نقل کر رہا ہوں۔

مکرم ومحترم مولانا محمد تقی صاحب زید حبکم

آپ کے حالات سے مسرت ہوئی ہے، الحمد للہ یہاں بھی خیریت ہے، آج چہارشنبہ ۲۵؍شوال کو صبح ساڑھے آٹھ بجے دارالطلبہ جدید کے دارالحدیث میں ''بخاری شریف'' کا افتتاح حضرت شیخ مدظلہ نے روتے روتے فرمایا، خاص تاثر تھا بس پہلی حدیث ''انما الاعمال' کی تلاوت فرما کر روتے رہے، فرمایا تحقیقات تو مولوی یونس کر دیں گے بس دو باتیں اپنی کہتا ہوں، (۱) پچھلے سفر میں جب مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو خواب دیکھا کہ وہاں کے علماء مجھے ''بخاری شریف'' شروع کرنے پر اصرار کر رہے ہیں، اور میں معذرت کرتا ہوں، دیکھتا ہوں کہ امام بخاری تشریف فرماہیں اور حکم دے رہے ہیں، پڑھاؤ اشکال ہوگا تو میں القاء کر دونگا، چنانچہ صحیح بخاری کے بارے میں فرمایا کہ بخاری کو اس طور پر لکھا گیا تھا (۲) مولانا بدر عالم جو ہمارے ہم سن اور یہیں کے پڑھے ہوئے تھے آخر میں جب مدینہ پہونچے اور آخری دور آیا تو فرمایا جملہ حقائق ودقائق سے گذر کر اب تو آپ کے یعنی حضرت مدظلہ کے فضائل کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں۔

افتتاح ''بخاری'' کے بعد زبیر کی شاہد کی ہمشیرہ سے اور شاہد کی زبیر کی ہمشیرہ سے عقد پڑھا دیا گیا، اور زوجین میں نیز دارالحدیث و مدرسہ کے لئے برکت کی مولانا انعام الحسن صاحب نے خوب خوب دعائیں کی ، مولانا عبدالمنان سلام مسنون سے یاد کرتے ہیں۔

والسلام

بندہ منور حسن عفی عنہ ۹/۸/ ۱۹۷۱ء ۱۷/رجب ۱۳۹۱ھ

ترکیسر کے قیام میں تصنیف وتالیف:

گجرات کے چند سالہ قیام میں تالیف وتصنیف کا سلسلہ جاری تھا میری علمی ذوق کی ضرورت کے تحت مولانا عبداللہ صاحب مہتمم نے مختلف کتب خانوں سے عاریۃً کتابیں فراہم کیں، اور بہت سی کتابیں باہر ممالک سے بھی منگوایا، میرے علمی ذوق کی آبیاری کے لئے اسباب ووسائل کی فراہمی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، وہاں کے قیام میں مجھے فن اسماء الرجال جیسی کتاب تالیف کی، اس موضوع پر مولانا مناظر حسن گیلانی نے تو لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا مگر شاید اس موضوع پر لکھنے سے پہلے انکا وصال ہو گیا، اس لئے اس موضوع کو اختیار کیا اور محترم حکیم ایوب صاحب سہارنپوری مرحوم نے لکھنے کی حوصلہ افزائی کی ، اسکی بسم اللہ سہارنپور کے سفر میں کی تھی اور ترکیسر آ کر تکمیل کی تھی ، الحمدللہ کتاب چھپ کر مقبول ہوئی، اور اب پاکستان سے بھی شائع ہوئی ہے، اور عربی میں زیادہ تفصیل سے ''علم رجال الحدیث'' کے عنوان سے کتاب لکھی ہے جو تین مرتبہ عرب ممالک میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ ایڈیشن جس پر الامام الاکبر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود مرحوم کا

مقدمہ ہے، اس کے ساتھ بیروت سے خوبصورت شکل میں بھی شائع ہوئی ہے۔اب دارالکتب العلمیہ بیروت سے بہت ہی شاندار طباعت کے ساتھ شائع ہوگئی ہے۔

''ہندوستان میں علم حدیث'' کے موضوع پر جو کچھ لکھا گیا تھا اس کا اچھی طرح مطالعہ کیا، اوران کے مراجع ومصادر دیکھنے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے، اور اضافہ کیا جاسکتا ہے، اس موضوع کے لئے بار بار حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی اور حضرت مولانا علی میاں سے مشورہ کیا، دونوں نے حوصلہ افزائی فرمائی، کی ''ہندوستان میں علم حدیث'' بہت اچھا موضوع ہے اس کو تین ادوار میں تقسیم کریں، پہلا دور شیخ عبدالحق محدثؒ کے پہلے ختم کردیں، اور دوسرا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے حضرت شاہ ولی اللہؒ تک اور شاہ صاحبؒ کے بعد موجودہ زمانے کے علماء تک، اس پر بہت محنت سے لکھنا شروع کیا، اور بہت کچھ مواد جمع ہوا تھا، مگر امام حسن صغانی متوفی ۶۵۰ھ تک یہ سلسلہ ختم ہوگیا کہ اس کے بعد بذل المجہود کی خدمت میں مشغولیت ہوگئی، یہ کام ادھورہ رہ گیا، اللہ تعالیٰ کسی کو تکمیل کی توفیق عطا فرمائے، جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں دوسرے سیمینار کا موضوع بارہویں وتیرہویں صدی کے محدثین اوران کے کارناموں کے عنوان پر منعقد کرانے کا مقصد اس سلسلہ کی تکمیل تھی۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کا مکتوب گرامی:

مکرم بندہ .... وعلیکم السلام

''محدثین ہند اوران کی خدمات'' بڑا اچھا اور ضروری عنوان ہے، اب تک اس پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بہت کم ہے، اس پر کھل کر لکھئے اور اپنے معاصرین

تک اسے لائیے، اگر کوئی اور بات خیال میں آ گئی تو ان شاء اللہ لکھ بھیجوں گا۔

''اسباب زلزلہ'' اور ''تسخیر قمر'' یہ دونوں عنوانات البتہ نازک ہیں، خصوصاً اول الذکر، اردو میں آپ نے لکھا ہوتا تو میں بھی مستفید ہوتا، گجراتی رسالوں کا خلاصہ تو اردو میں آپ لکھ ہی سکتے ہیں جب کبھی بھی وقت ملے، استاذوں کا لڑکوں سے محض ضابطہ کا خشک تعلق (درس کے چند گھنٹوں کا) ہرگز کافی نہیں، وقت نکال کر خوب ان سے ملتے جلتے رہنا چاہئے۔

میں نے اپنے خاندان کے لڑکوں کی تربیت اسی طرح کی ہے اور اللہ نے کامیاب کیا ہے، محض بزرگ بن کر نہیں، بلکہ ان کی سطح پر آ کر دوست بن کر ان سے چھوٹی بڑی ہر چیز پر گفتگو کرتا رہتا ہوں۔ والسلام

عبدالماجد ۲۷/جون ۱۹۷۰ء ۱۵/جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ

حضرت والا کے اس گرامی نامہ کے بعد ایک خط حضرت مولانا علی میاںؒ کو بھی ہندوستان میں علم حدیث کے موضوع پر لکھنے کے سلسلے میں مشورہ کے لئے روانہ کیا، اس کا جواب حسب ذیل آیا:

موضوع بہت اہم ہے ''نزہۃ الخواطر، الثقافۃ الاسلامیۃ في الھند'' کو پیش نظر رکھیں۔

صحبتے با اولیاء کی تالیف:

''صحبتے با اولیاء'' ترکیسر کے قیام کے دوران حضرت شیخ کے ملفوظات کو اہتمام سے لکھتا رہا، متعدد بار رمضان المبارک پورا حضرت کی خدمت میں گذارنے

کی سعادت حاصل ہوئی ۵۹؍ملفوظات ''صحبتے با اولیاء'' کے نام سے مرتب کیا۔

اس سلسلہ کا ایک اہم گرامی نامہ:

عنایت فرمائم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

کئی دن ہوئے گرامی نامہ بھیجنا تھا سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں، یہ باتیں مرنے کے بعد کی ہوا کرتی ہیں، مگر جب تم دوستوں نے یہ دیکھا کہ یہ مرنے کا نام نہیں لیتا تو زندگی میں ہی شروع کردیں، تم کو معلوم ہے کہ میں ایسے واقعات کو جن میں رفعت یا تزکیہ ہو پسند نہیں کرتا''فان الحی لا تؤمن علیہ الفتن'' اللہ اپنے فضل وکرم سے ایمان پر خاتمہ کردے تو آپ جو چاہیں لکھ دیں، لیکن خدانخواستہ اگر کوئی دوسری صورت ہو تو تم ہی بتلاؤ کہ تم لوگوں کو کتنی ندامت ہوگی، علی میاںؒ اور مولانا منظور صاحب نعمانیؒ کی محبت اور حسن ظن تو تم دوستوں سے بھی بڑھی ہوئی ہے، اس لئے ان دونوں کا اصرار تو زیادہ معتبر نہیں تاہم جہاں تک مشورہ کا تعلق ہے میری تو رائے نہیں اور میں نے جو ''آپ بیتی'' میں لکھا وہ دوسری لائن ہے، اور تم دوست جو کچھ لکھتے ہو وہ ''مریداں می پرانند'' ہے، اس لئے مجھے چبھتا ہے، تاہم اگر طبع کراؤ تو کسی معتمد سے خواہ منظور صاحب یا مفتی محمود صاحب سے نظر ثانی کرالیں، مبادا تم لوگوں کو بعد میں جواب دہی کرنی پڑے۔

عزیز مولوی عبدالرحیم سلمہ کے ''حقیقت شکر'' کے گجراتی ترجمہ سے مسرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ معاونین کو خواہ بدنی مالی یا روحانی ہوں، بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، علی میاںؒ کا کوئی والا نامہ تمہاری کتاب (صحبتے

بااولیاء) کی طباعت کے سلسلہ میں میرے پاس نہیں آیا، ان کا منشا اور ایماء تو بغیر ان کے اور تمہارے لکھے مجھے معلوم ہے، تم نے آنے کا شوق لکھا یہ تو تمہاری محبت کی علامت ہے لیکن درمیان سال بالخصوص حدیث کا حرج مجھے گوارا نہیں، بارش کا سلسلہ یہاں بھی چل رہا ہے، عزیز مولوی عبدالرحیم کا خط آیا تھا جس میں ان کی بمبئی میں شدت علالت کی خبر تھی اس سے فکر ہے ان کا زبانی پیام آیا تھا کہ بمبئی سے سیدھا سہارنپور آؤں گا لیکن بیماری کی وجہ سے نہیں آسکے ان کی صحت کا انتظار ہے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: شاہد غفرلہ

از راقم سلام مسنون والحاج ابوالحسن و بھائی طلحہ !

از کاتب الحروف محمد شاہد عفی عنہ۔

حضرت شیخ اباجی مدظلہ نے تو فہرست (صحبتے بااولیاء) سننے کے بعد ایک سناٹا لے کر ایک سکوت کھینچا کہ دیر تک سکوت فرمالیا لیکن مجھے بہت پسند آئی اور جو بھی یہاں تھا اس کو بھی پسند آئی خاص طور سے الحاج ابوالحسن کو۔

شاہد ۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ پنجشنبہ یکم جولائی ۱۹۷۱ء

اس کتاب کو ترکیسر کے حاجی چوہان افریقی کے تعاون سے شائع کیا، وہاں "مجلس معارف" کے نام سے نشر و اشاعت کا ادارہ بنانا چاہا، یہ ملفوظات حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے ملاحظہ فرما کر بعض اصلاحات بھی کی تھیں یہ کتاب حضرت مولانا علی میاں کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی، الحمدللہ اس کا گجراتی و بنگالی

اور جنوبی افریقہ سے انگریزی میں ترجمہ بھی شائع ہوا ہے، اب یہ معلوم ہوا کی اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہو رہا ہے، حضرت مولانا علی میاں سے ملفوظات پر مقدمہ لکھنے کی درخواست کی تو اس سلسلے کا ایک اہم خط آیا۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا مکتوب گرامی:

عزیز گرامی زید لطفہ ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مؤرخہ ۱۹/ جمادی الاولی وقت پر مل گیا تھا، بعض مصروفیتوں اور نقل مکانی کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، امید ہے کہ اب آپ سہارنپور ہوکر ترکیسر واپس ہو چکے ہوں گے، ''الابواب والتراجم'' کے ابھی اصول وکلمات کا وہ حصہ چھپ رہا ہے جو مقدمہ ''لامع'' میں آیا ہے، اس کے بعد پھر جو ایک ایک باب پر تفصیلی کلام کیا گیا اس کی ابھی تقدیم بھی نہیں لکھ سکا ہوں، ''ملفوظات'' کا کام ابھی شروع کرنے کی نوبت نہیں آئی. ''تکیہ'' پر کام کرنے کا زیادہ موقع ملتا ہے، وہاں سیلاب آجانے کی وجہ سے دوسری جگہ قیام کرنا پڑا، اس لئے طبیعت اکھڑی ہوئی ہے، بظاہر رمضان تک چھپ جانا ممکن نہیں معلوم ہوتا، اگر فارغ بھی کردوں تو آپ کو معلوم ہے کہ کتابت کا معاملہ کتنا سخت ہے، چیز اچھی اور اطمینان کے ساتھ ہونی چاہئے چاہے تھوڑی دیر لگ جائے، یہاں پر سب خیریت ہے مولانا عبد اللہ اور مولانا نور گت کو سلام کہئے گا۔ والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی

۲۱/ جولائی ۱۹۷۱ء، ۲۷/ جمادی الاولی ۱۳۹۱ھ

مولانا آفتاب عالم مدنی کا گرامی نامہ:

اس خط سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا نے مقدمہ ''ملفوظات'' کتنے اہتمام سے تحریر فرمایا تھا، طباعت کے بعد ایک نسخہ جناب محترم مولانا آفتاب عالمؒ صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی کو بھیجا ان کا اس پر حسب ذیل خط آیا۔

مکرم ومحترم جناب مولانا تقی الدین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خط بہت ہی زیادہ عجلت میں سپرد قلم کررہا ہوں، جمعہ کی نماز کا وقت بالکل قریب ہے، لیکن آپ کی کرم فرمائی کا شکر ادا نہ کرنا بھی ناشکری کے مترادف ہے، آپ نے ''ملفوظات'' طبع کرکے ایک اہم کام انجام دیا اور وہ باتیں اور وہ اصلاحی چیزیں جس کے استفادہ سے لوگ محروم تھے، آپ کی اس سعی وجد وجہد کی برکت سے اب فائدہ حاصل کررہے ہیں، ابھی پڑھا تو نہیں لیکن نام بہت عمدہ وخوبصورت ہے، یہ نام کتاب کے اندر کے مضامین کی عکاسی کررہا ہے آپ بہت بلند اقبال انسان ہیں کہ یہ سعادت کاتب ازل نے آپ کے مقدر میں لکھی، اللہ تعالی مبارک فرمائے، بہت شوق وجذبہ واخلاص سے کام لیں اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں مصروف ومشغول رہیں اور ادب ہمہ وقت ملحوظ رہے، چونکہ فائدے کے حصول کا صرف ایک یہی راستہ ہے، اور لوگ کیا کہیں گے اس کا غم دل سے نکال دیں بہت فائدہ ہوگا ان شاء اللہ۔

اس حقیر ونالائق کا نام لکھ کر ''ملفوظات'' کے اخیر میں آپ نے بہت کرم فرمایا دل سے شکر گذار ہوں، فجزاکم اللہ تعالی فی الدارین خیرا کثیرا، اللہ تعالی آپ کو اپنی محبت ومعرفت سے نوازے اور دینی ودنیوی برکات سے مالامال فرمائے، آمین۔

رسالہ بھی مل گیا، اس عزت افزائی پر شکر گذار ہوں آپ کے معاملے میں تاخیر ہوئی اس کی بہت ندامت وافسوس ہے، ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ تعالیٰ کی خدمت میں بعد از مزاج پرسی بوقت مناسب سلام عرض کرتے رہا کریں، اور دعاء کی درخواست، حضرت والا کا وجود مسعود اس وقت بہت سے فتن کو روکے ہوئے ہے، اور ہزاروں کی اصلاح کا مرکز ہے۔

اللہ تعالیٰ خیریت وعافیت وہمت وتندرستی کے ساتھ تادیر قائم رکھے، آمین۔

سب پرساں حال کی خدمت میں سلام مسنون، قبل ازیں دو عریضہ ارسال کیا تھا ملا ہوگا، حضرت کے لفافہ میں تھا دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آفتاب عالم، ۲۲؍ربیع الاول ۱۳۹۲ھ ۵؍مئی ۱۹۷۱ء

حضرت شیخ کی آنکھ کا آپریشن:

عنایت فرمائم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت آپ کا دستی گرامی نامہ پہونچا، اس سے پہلے عزیزم مولوی مشتاق صاحب سے بھی ایک پرچہ پہونچا تھا، دونوں کا جواب علی الترتیب لکھوا رہا ہوں، آپریشن کو تو لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب بتاتے ہیں مگر مجھے ابھی تک نظر نہیں آیا، آنکھوں میں دھوندھلہ پن بہت ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو ماہ کے بعد جاوے گا، مولوی احمد سعید انگار بخیریت پہونچ گئے ہوں گے، اگر موجود ہوں تو ان سے بھی سلام مسنون کہہ دیں، ان کا یہاں قیام بہت مختصر رہا جس کا قلق ہے، علی میاں کے سفر کی تفصیل اور ان کی کامیابی

جو آپ نے جو دوسرے خط میں لکھی اس سے بہت ہی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ بہت مبارک کرے، علی میاں کے لیے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بناوے اور اہل گجرات کے لیے موجب خیر و برکت اور حصول ثمرات کا ذریعہ بناوے، کاش لوگوں کے اوپر وقتی اثر نہ ہو بلکہ مستقل اثر ہو، اس ناکارہ کو خط وکتابت سے روکا جا رہا ہے، مولانا اسعد اللہ صاحب کی طبیعت بہت ہی ناساز چل رہی ہے اسی خط پر عزیز مولوی مشتاق یا مولوی احمد تفصیل سے لکھ دیں گے، آپ کے مرسلہ مولوی محمد ہدات پہونچ گئے ان کی آمد سر آنکھوں پر، مگر اس ناکارہ کو تو آج کل بہت ہی کم ملاقات کا وقت ملتا ہے، صبح کی چائے میں یا عصر کے بعد مجلس میں وقت ملتا ہے، میں ان دوستوں سے کہتا ہوں کہ میری ملاقات تو اصل نہیں، اصل تو کام ہے یکسوئی سے کام میں لگے رہیں، ذکر البتہ میرے ہی پاس کچّے گھر میں صبح ہوتا رہتا ہے، اگر چہ مولانا منظور نعمانی صاحب وغیرہ احباب کا اصرار یہ ہے کہ میں دو تین ماہ کسی پہاڑ پر گذاروں جہاں دوسرا کوئی نہ آسکے مگر میرے لیے مشکل ہے، آپ بھی ان کو لکھ دیں اور دوسرے دوستوں کو بھی کہ یکسوئی سے اپنے کام میں اہتمام سے لگے رہیں، زلزلہ کے متعلق آپ کی کتاب سے مسرت ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے، قبول فرماوے، طبع کے بعد بھیج دیں، مقدمۂ لامع کے سننے کا اگر وقت مل جاتا تو بہت اچھا تھا، مگر مجبوری بھی تھی، ندوہ کی پیش کش پر مبارک باد دیتا ہوں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: احمد گجراتی ۲۸/محرم ۹۱ھ ۲۶/مارچ ۱۹۷۱ء

علم رجال الحدیث کی تالیف:

اردو میں فن اسماء الرجال گجرات کے قیام کے زمانہ میں لکھی تھی، اس کو مستقل طور سے عربی میں تالیف نہ کر سکا، ۱۹۷۳ء میں قاہرہ کے زمانے میں شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی تھی، مگر اس میں کافی اضافہ کر دیا ہے، اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں دارالقلم سے اور اس کے بعد مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ سے شایع ہوئی اس پر حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کے مقدمے بھی ہیں۔

یہ کتاب الجزائر اور بعض ملکوں کی یونیورسٹیوں میں داخل نصاب ہے، وزارۃ الاوقاف سے اس ناچیز کا قریبی تعلق رہا ہے، اس لئے منارالاسلام میں اس کتاب سے متعدد مضامین شائع ہوئے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے۔

نوٹ: گجرات کے قیام میں ایک مرتبہ زلزلہ کا جھٹکا محسوس کیا گیا، اس مناسبت سے اس ناچیز نے ایک مختصر رسالہ ''اسباب زلزلہ'' لکھا تھا، جس کا گجراتی زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا تھا، اور اس کی کافی اشاعت ہوئی، اس پر حضرت شیخ نے مسرت کا اظہار فرمایا ہے۔

اسباب زلزلہ و چاند کی تسخیر:

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ زلزلے کا اثر ایک مرتبہ گجرات میں بھی محسوس کیا گیا، اسلئے ''اسباب زلزلہ'' مولانا غلام محمد نور گت (۱) کی فرمائش پر یہ رسالہ اردو میں لکھا تھا، اور ''چاند کی تسخیر''، جسکو گجراتی زبان میں بھی شائع کیا گیا، وہاں کے قیام کے زمانے

---

(۱) ابتدا میں فلاح دارین ترکیسر کے مہتمم بھی رہے ہیں، ان کا حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے خصوصی تعلق تھا، اس ناچیز سے بھی خاصی محبت رکھتے تھے۔

میں اخبارات میں یہ خبر آئی کہ امریکہ کے خلائی سفر کرنے والے چاند پر پہونچ گئے ہیں، اس پر بعض لوگوں نے سوال کیا کہ کیا یہ اسلامی نقطہ نظر سے ممکن ہے اس پر ایک رسالہ ''چاند کی تسخیر اور سائنس کی ترقیات'' کے عنوان پر تحریر کیا جو بعض رسائل میں شائع ہوئے ، اس کے بعد اس کا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا گیا ، ان کتابوں کی تالیف کا موقع ملا اور متعدد مضامین جن میں خاص طور سے ''ہندوستان میں علم حدیث'' اس کی گیارہ قسطیں ''الفرقان'' میں شائع ہوئیں اس کے بعد سلسلہ قائم نہ رہ سکا، نیز مجھ کو علمی تیاری کا کافی موقع ملا، مدرسے کے کتب خانے میں کافی کتابیں منگوائی گئیں، ترکیسر میں تین سال تک ''بخاری شریف'' اور ''ترمذی شریف'' دونوں کتابوں کو بہت اہتمام سے پڑھایا، اور بعض لڑکوں نے درسی تقاریر کو بھی قلم بند کیا ہے،جن میں مولانا اقبال خانپوری مہتمم ادارۂ علوم القرآن جمبوسر ہیں، موسی جی کا ترکیسر میں مزار بھی ہے وقتاً فوقتاً حاضری ہوتی رہتی تھی، اور فاتحہ اور ایصال ثواب کی سعادت ہوتی رہتی تھی، اکثر میرے ساتھ محترم مولانا ذوالفقار صاحب مرحوم اور مولانا شبیر علی صاحب ساتھ رہتے تھے۔افسوس کہ دونوں حضرات مرحوم ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا رسالہ ''زلزلہ'' پر مبارک باد کا مکتوب گرامی:

عزیز گرامی سلمہ اللہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسرت نامہ ملا جو کئی مسرتیں لے کر آیا، اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے، یادایام کے گجراتی ترجمہ کی طباعت کے انتظام سے بہت ہی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور سب سے بڑھ کر جنہوں

نے اس سے دلچسپی لی، بہتر ہوگا کہ اس کی ابتدا میں مصنف کے حالات کا ترجمہ بھی شائع کر دیا جائے جو دارالمصنفین سے شائع ہونے والی نئی کتاب ''اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں'' کے مقدمہ کے طور پر میرے قلم سے شامل ہے۔

زلزلہ پر آپ نے مضمون لکھا بہت اچھا کیا، آج کل ایسے مضامین کی ضرورت ہے، جہاں تک ری یونین کے سفر کا تعلق ہے مجھ میں اب بڑے سفر کی ہمت نہیں اوران کا کچھ حاصل بھی نہیں، البتہ دارالعلوم کے لیے جو کچھ ہو جائے وہ بہتر ہے اس سے دریغ نہ کریں۔

میں کل سہارنپور جارہا ہوں، لامع کا مقدمہ بھی ہوگیا، اوجز کا مقدمہ مع میرے مقدمہ کے چھپ گیا، عنقریب آپ کے پاس پہنچے گا، مولانا نورگت کی خدمت میں سلام۔

والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی

حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی نور اللہ مرقدہ کے مکتوب گرامی:

حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی (متوفی ۲۰/مئی ۱۹۷۰ء) جو ننھے میاں کے نام سے مشہور تھے، جن کے ملفوظات کو حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحبتے با اہل دل'' کے نام سے جمع کیا ہے، ان کی خدمت میں حاضری کا ذکر اس سے پہلے کر چکا ہوں، ان کا قیام بھوپال میں تھا، جو حضرت مولانا عمران صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مربی وشیخ تھے، اس ناچیز نے حضرت کی متعدد بار زیارت کی، بے حد محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، ان کے مکتوب گرامی ذیل

میں نقل کر رہا ہوں۔

والا صفات عالی تبار جناب مکرم مولوی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم !

محبت نامہ شرف صدور فرمایا، عین انتظار میں خیریت معلوم ہونے کی فکر تھی، خیریت مزاج کا علم ہوا، دوا کامیاب ہے استعمال فرمایا، ابھی اس کا اثر معلوم نہیں ہوا لیکن ان شاء اللہ اس کا اثر ضرور ظاہر ہوگا، جو اس کو استعمال کر رہا ہے اس کے لئے مفید اور زود اثر ثابت ہو رہی ہے، آپ واپسی میں بھوپال دو چار دن قیام فرماویں، تاکہ پھر میں آپ کی خدمت کرسکوں، اہل علم کی خدمت کرنا میں سعادت سمجھتا ہوں، اللہ نصیب فرمائے ۔

أحب الصالحين و لست منهم

لعل الله يرزقني صلاحاً

تشریف آوری کا بے قراری سے انتظار ہے دو حرفی اطلاع دے کر مسرور فرماویں، مولوی محمد نعمان صاحب سلام فرما رہے ہیں۔

محمد یعقوب مجددی

۴/جنوری ۱۹۶۶ء ۱۲/رمضان ۱۳۸۵ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

کرم نامہ شرف ورود فرمایا، بہت شرمندہ ہوں کہ کتاب (محدثین عظام) کی رسید اب تک نہ دے سکا، اللہ تعالیٰ آپ کے برکات کو زیادہ فرمائے، اور آپ کے فیض کو جاری فرمائے، اور آپ کے جلسے کو رونق فرما کر

حدیث شریف کی اشاعت وعمل آپ کے طفیل سے لوگوں کو جاری فرمائے، حضرت کو اللہ صحت عطا فرمائے اور موجودہ تکالیف کو دور فرما کر صحت عطا فرمائے۔

محمد یعقوب مجددی (خانقاہ مجددیہ)

بھوپال ۲۱/اگست ۱۹۶۹ء ۷/جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ

ختم ''بخاری شریف'':

ختم ''بخاری شریف'' کے اختتام کی مناسبت سے حضرت مولانا علی میاںؒ کو ترکیسر مدعو کیا گیا تھا، اس پر حضرت مولاناؒ کا جواب حسب ذیل آیا۔

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالی............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسرت نامہ مؤرخہ ۲۳/اگست آج ۲۶/کو پڑھنے میں آیا، اس سے پہلے مولوی معین اللہ صاحب آپ کے خلوص واصرار دعوت کا ذکر کر چکے تھے، میری معذوریاں اپنی جگہ پر مسلم ہیں، اور میں اپنے کو اس میدان کا آدمی بھی نہیں سمجھتا، لیکن آپ کی اور مولوی عبداللہ صاحب کی دعوت ایسی نہیں کہ میں آسانی سے رد کردوں، پھر ترکیسر اور اس کے نواح میرے لئے ہر طرح سے مانوس ومرغوب ہیں اس لئے میں انکار نہیں کرتا، ان شاء اللہ حاضر ہونے کی کوشش کرونگا، لیکن ایک مسئلہ قابل غور یہ ہے کہ مجھے بعض ذرائع سے علم ہوا ہے کہ اس مرتبہ رابطہ کا اجلاس اوائل شعبان میں ہوگا، اس لئے مجھے غالبا اوائل رجب میں وہاں کا سفر کرنا پڑ جائے، وسط رجب میں دو دو سفر قلیل وقفہ کے ساتھ بہت دشوار ہے، اس لئے آپ اتنا توقف کریں کہ مجھے رابطہ کے جلسے کی

صحیح تاریخ معلوم ہوجائے ، اس وقت آپ کے یہاں کے سفر کا تعین آسان ہوگا، اور آپ مصارف سفر سے بھی بچ جائیں گے، اس لئے کی بمبئ تک سفر رابطہ ہی کے حساب میں ہوگا، بمبئ سے ترکیسر ٹرین اور بس سے آجاؤں گا، اگر علاحدہ بھی سفر کرنا پڑے گا تو بھی سورت تک ہوائی جہاز کی ضرورت نہ ہوگی ، اچھی اچھی گاڑیاں موجود ہیں، میرا انداز ہے کہ دس پندرہ دن کے اندر رابطہ کی تاریخ کا علم ہوجائے گا، آپ کو اعلان کرنے کا موقع رہے گا، مولوی عبداللہ صاحب کو بھی آپ خط دکھادیں الگ الگ تفصیلا لکھنا مشکل ہوگا۔

نظامت سے سبکدوشی کا میں نے قطعی ارادہ کرلیا تھا، اور تجویز جلسہ انتظامیہ میں آگئی تھی لیکن جلسہ سے تین دن پیشتر متعدد فضلاء دار العلوم اور ارکان انتظامی مثلاً شاہ معین الدین صاحب اور مولانا عمران خان صاحب اور مولوی عبدالسلام صاحب قدوائی وغیرہ آگئے تھے، انھوں نے کسی طرح اسکو منظور نہیں کیا، اور جلسہ میں اپنی طرف سے ایک تجویز منظور کر کے مسئلہ کا حل نکال دیا، اور مجھے بدستور اس بار بھی باقی رہنے پر مجبور کردیا، تفصیل زبانی سن لیجئے گا۔

آپ نے وقت کے ایک اہم مسئلے پر لکھا اسکی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی اس بارے میں تشفی کی جائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو مستفید کرے، اس سے بہت خوشی ہوئی کہ مضمون مقبول ہوا ہے۔

مولانا نورگت کا یہاں انتظار ہے، عین وقت پر مفتی صاحب کی زبانی التواء کا حال معلوم ہوا، معلوم نہیں کیا سبیل ہے؟ یہاں تو کوئی ایسی بات نہ تھی، نثار کا سلام قبول ہو۔

دعا گو، ابوالحسن علی

۱۲/۲/۸۹ھ موافق ۲۶/اگست ۶۹ء

فلاح دارین میں ختم بخاری کی اہم تقریب:

مگر عین وقت پر گجرات کے حالات اس طرح ہو گئے تھے کہ حضرت مولانا نے ختم بخاری کے جلسہ میں شرکت سے معذرت فرمادی، ترکیسر کے مدرسہ کے ذمہ داروں نے بہت اہتمام کیا تھا، گجرات کے علماء موجود تھے، مجمع بھی کافی تھا، کھانے کی بڑی دعوت تھی، حضرت مولانا کے نہ آنے کی بناء پر اس ناچیز ہی کو ''بخاری شریف'' کو ختم کرانا پڑا، تقریبا ڈھائی گھنٹہ تقریر و دعا میں صرف ہوئے، بخاری شریف کی ایسی تقریر اور اس طرح مؤثر دعا ایک تاریخی حیثیت ہے، یہ سب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی دعا و توجہ کا اثر تھا، پورے مجمع میں آہ بکا کا عالم تھا۔

مولانا عبدالرحیم متالا کی کتاب حقیقت شکر:

بعد سلام مسنون!

تمہارا محبت نامہ کئی دن ہوئے آیا تھا مگر آج کل مہمانوں کی وجہ سے اور زیادہ تر ضعف اور امراض کی وجہ سے ڈاک کے جواب میں دیر ہوئی جاتی ہے، سفر علی گڈھ کی ابھی تو تاریخ مقرر نہ ہو سکی وہاں چونکہ گرمی شدید ہے، بارش وغیرہ بالکل نہیں ہوئی ہے، اس لئے ڈاکٹر صاحب میرے بلانے کو مؤخر کر رہے ہیں، اس سے مسرت ہوئی کہ مولوی عمر صاحب کا بیان آپ کے مدرسے (فلاح دارین) میں ہوا اور بلا سابقہ نظام کے انھوں نے آپ لوگوں کی

بات مان لی، مولوی عبدالرحیم کی کتاب (حقیقت شکر) پر نظر ثانی کے متعلق انہوں نے لکھا تھا آپ نے بہت اچھا کیا کہ نظر ثانی وٹائٹل وغیرہ کی تجویز کر دی، میں نے انکو کئی دفعہ لکھا اور تم سے بھی پہلے لکھ چکا ہوں کہ آپ دونوں حضرات براہ کرم اس سیہ کار کے ذکر خیر سے معاف فرمائیں، زندگی میں تعریفیں نہ کرنا چاہئے "إن الحی لا تومن علیه الفتنة" ایمان پر اللہ جل شانہ خاتمہ نصیب فرمائے، قلم تمہارے ہاتھ میں ہے، جو چاہو لکھو میری بلا سے۔

مولانا سعید انگار کا نکاح اور ولیمہ:

یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے اللہ تعالی شانہ صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ نصیب فرمائے، عزیز سعید انگار کا ایک منی آڈر کئی دن ہوئے آیا تھا کہ فلاں تاریخ کو میری شادی ہونے والی ہے ولیمہ سہارنپور میں ہوگا، مگر تاریخ سے پہلے اس کے التواء ہونے کی خبر آئی اور پھر کئی خطوط آئے، بالآخر پچھلے ہفتہ اس کا خط آیا کہ اس کا نکاح ہوگیا، اور اس کی خواہش کے موافق ۲۲ / جون کو اس کا ولیمہ بھی کر دیا، اور اسی رات کو مولوی اسماعیل بدات کی معرفت تمہارا اور اس کی پھوپھی کا حصہ بھی ان کے ذریعہ ہم نے بھجوادیا ہے، پلاؤ کے متعلق تو معلوم تھا کہ وہ خراب نہ ہوگا، اس لئے زیادہ بھیج دیا تھا کہ خدا کرے وہ صحیح سالم پہونچ گیا ہو، اور راستے میں خراب نہ ہوا ہو، ہمارے یہاں تو بعض مہمانوں کے لئے تین دن تک رکھا رہا، اور خصوصی مہمانوں کو تو ایک رکابی ملتی رہی، اس سے مسرت ہوئی کہ گجرات کے دورے کے اندر مولانا انعام الحسن صاحب نے آپ کے یہاں بخاری شریف کے ختم کرانے کا وعدہ فرمالیا ہے، اللہ تعالی مبارک کرے، (مگر

حضرت جی ختم بخاری پر تشریف نہیں لا سکے تھے)۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: احمد گجراتی ۲۱/۱/۱۳۹۰ھ ۲۹/مارچ ۱۹۷۰ء

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

عافیت نامہ کئی دن ہوا پہونچا تھا، آج کل بیماری، مہمانوں کا ہجوم، مشاغل کا ہجوم، تینوں چیزیں روز افزوں ہیں، مولانا غلام محمد صاحب کا خط بھی آپ کے خط کے ساتھ آیا تھا، اس کا بہت مختصراً جواب تو اس وقت لکھوا چکا تھا اس لئے کہ اس میں انہوں نے اپنی آمد کی بہت ہی عجلت لکھی تھی، میرا مشورہ ان مجبوریوں کے پیش نظر جن کی وجہ سے وہ یہاں سے گئے تھے یہی ہے کہ وہ ملازمت ہی کر لیں، اور رمضان میں یہاں آجاویں اگر عربی تعلیم نہ ملے تو مکتب ہی سہی، جب تعلیم عربی کی کہیں جگہ مل جاوے تو منتقل ہو جاویں ماہ مبارک البتہ یہاں گذار لیں، اس کے باوجود اگر ان کا یہی اصرار ہے تو میری طرف سے آنے میں انکار نہیں ہے، یہی میں نے ان کو بھی لکھ دیا ہے، جاتے وقت جتنی پریشانیوں کا انہوں نے جتنا اظہار کیا تھا ان کے لحاظ سے سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیسے دوبارہ آنے کا ارادہ کر رہے ہیں؟ آپ کی پریشانی سے کلفت ہے، اللہ تعالیٰ ہی آپ کی مدد فرماوے، آپ ان تفکرات کو جگہ نہ دیں، ان شاء اللہ صبر کا بدلہ بہت اچھا ہے، اپنے مہتمم صاحب کو سلام مسنون۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: عبدالرحیم ۲۷/۲/۱۳۸۷ھ ۶/جون ۱۹۶۷ء

فلاح دارین میں ایک تبلیغی اجتماع:

عنایت فرمایم سلمہ.......... بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ ملا مژدۂ بخیر سے مسرت ہوئی، آپ کے یہاں کے اجتماع کی کامیابی سے بے حد مسرت ہوئی، مولانا محمد عمر صاحب سے اجتماع کی کامیابی کا حال معلوم ہو گیا تھا، اس سے بے حد مسرت ہوئی کہ مولانا عمر صاحب کے بیان سے علماء متأثر ہوئے، اللہ کا شکر اور احسان ہے، حاجی یوسف صاحب نے آپ کی جو مدارات کی اس سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، آپ نے اچھا کیا کہ علی میاںؒ کی رقم واپس کر دی، انہوں نے اپنی کتاب ارکان اربعہ میں آپ کی مدد کا شکریہ لکھا ہے۔

حاجی چوہان صاحب اگر تشریف رکھتے ہوں تو ان سے سلام مسنون، عزیز مولوی غلام محمد سے بعد سلام مسنون، اجتماع سے پہلے تو یہ زور تھے اجتماع کے بعد بھی خبر بھی نہ رہی، معلوم نہیں کہ مولانا محمد عمر صاحب عزیز عبدالرحیم کے گاؤں میں گئے یا نہیں، ان سے ملاقات ہو تو فرما دیں کہ مولانا عمر صاحب کو حکم دینے کا حکم نامہ تو مجھے لکھ دیا لیکن اس کی خبر بھی نہ کی کہ وہ تمہارے گاؤں میں گئے ہیں یا نہیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: محمد سلمان ۷/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ ۶/اپریل ۱۹۶۸ء

ایک خواب کی تعبیر:

عنایت فرمایم سلمہ................ بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا، آپ کے یہاں کے سیلاب کی خبروں سے بہت ہی رنج وقلق وفکر رہا اور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آفات سماویہ وارضیہ سے محفوظ رکھے، یہ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے ہی اعمال کا ثمرہ ہے، استغفار، درود شریف اور صدقہ مخفیہ کی احباب اور واقفوں کو ضرور تاکید کرتے رہیں، اس سے مسرت ہوئی کہ قرب وجوار کے لوگوں نے سیلاب زدگان کی بہت مدد کی بہت ہی اچھا کیا اللہ جل شانہ بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔

حاجی موسیٰ صاحب کی آمد کی خبر سے مسرت ہے، اللہ جل شانہ باحسن وجوہ ملاقات نصیب فرماوے، اس سے اور بھی مسرت ہے کہ آپ بھی ساتھ ہوں گے آپ کا خواب بہت مبارک ہے ان شاء اللہ کسی وقت حج وزیارت کی دولت نصیب ہوگی، جن بزرگ نے قرآن پاک پر توجہ کی تاکید فرمائی ہے بالکل صحیح فرمائی ہے ضرور اس کی تعلیم اور حفظ کی ترغیب اور غور وفکر اور تدبر کی اہل علم کو ترغیب دینا چاہئے، احرام کی چادر کسی کا دینے کا وعدہ بھی مبارک ہے ان شاء اللہ کسی وقت سہولت کے اسباب بھی پیدا ہوں گے۔

آپ نے اچھا کیا کہ میرا خط مولوی سعید انگار کو بھیج دیا ان کا ایک اور خط آ گیا، عزیزی شبیر سلمہ پاکستان جا چکا ہے اور غالباً وہاں سے حجاز ہوتے ہوئے افریقہ پہونچ جائے گا، مہتمم صاحب اور سکریٹری صاحب سے سلام مسنون کہہ دیں، نیز عزیز غلام محمد کے خسر حاجی آدم صاحب سے بھی، خاص

طور سے سلام مسنون کے بعد کہہ دیں کہ یہ ناکارہ آپ کے لئے دل سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مکارہ سے حفاظت فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازیں۔

حاجی علاء الدین صاحب اپنے مقدمہ کے سلسلے میں کئی دن سے دہلی آئے ہوئے تھے، کل دوپہر یہاں آئے اور کل جمعرات کی صبح کو دہلی واپس جانے والے ہیں، اس لئے کہ پرسوں مقدمہ شروع ہونے والا ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۳/۲/۱۳۸۸ھ ۲/مئی ۱۹۶۸ء

مکرم ومحترم مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

مسرت نامہ پہونچا، مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی، تمہارے مہمان حافظ غلام محمد صاحب اور حاجی صاحب مع بیوی بچوں کے سہارنپور پہونچے، میں اس وقت سبق میں گیا تھا معلوم ہوا کہ مستورات تو گھر میں پہونچ گئیں اور یہ حضرات مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، نماز کے بعد ملاقات ہوئی، میں ان کے ساتھ اپنے زنانہ مکان کی تنگی کا ذکر کر دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ مستورات سے آپ بات کرلیں، اس وقت تو انہوں نے کہا کہ چاہے جس حال میں بھی ہو یہیں قیام کرنا ہے، چاہے زمین پر لیٹنا پڑے، میں نے کہا شوق سے ہمیں یا ہمارے گھر والوں کو کوئی دقت نہیں، لیکن عشاء کی نماز کے دیر بعد حکیم ایوب صاحب کے زنانہ مکان کے قریب ایک مکان جو ان کے لڑکوں نے خریدا ہے، جو بالکل شکستہ حال میں ہے مگر بالکل خالی تھا اس میں مہمان مرد اور

عورتوں نے قیام کیا، مردوں نے تو صبح کی نماز مسجد میں پڑھی اور عورتیں نماز کے بعد آ گئیں، انہوں نے رات میں بہت آرام کی تعریف کی، مستورات کو رات مغرب کے بعد بھی دم کر دیا تھا، اور دوپہر آنے سے پہلے بھی دم کر دیا تھا، ان کی زبانی آپ کے حاجی علاء الدین صاحب کے صاحبزادے کی شادی میں شرکت کا حال معلوم ہوا۔

مہمانوں سے مغرب کے پہلے ہی تخلیہ میں بات کر لی تھی اور مغرب کے بعد بھی پوچھا تھا، انہوں نے لڑکی کی بیماری کا بھی ذکر کیا، مولوی احمد سعید انگار کا خط براہ راست بھی آ گیا تھا جس میں انہوں نے ویزہ نہ ملنے کا حال لکھا تھا، مولوی سعید کے مختصر قیام سے مجھے بھی قلق ہے، اس لئے کہ وہ پہلی مرتبہ آئے تھے تو دوبارہ آنے پر کئی روز قیام کو کہہ کر گئے تھے۔

اپنے مہتمم صاحب کی خدمت میں بھی سلام مسنون کے بعد حج سے فراغ پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے حج و زیارت قبول فرماوے دارین کی ترقیات سے نوازے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: محمد اسماعیل ۲۰ رصفر ۱۳۸۸ھ ۱۹ رمئی ۱۹۶۸ء

عنایت فرمایم سلمہ.......... بعد سلام مسنون!

کئی دن ہوئے آپ کا خط پہونچا تھا، اس کا جواب تو ہر روزہ لکھوا چکا ہوں، اس میں آپ کے حاجی یوسف کے بھائی کی آمد اور ارادہ کا حال لکھا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ صحیح تاریخ کی اطلاع بعد میں دوں گا، اس سلسلے میں ایک

ضروری بات یہ پیش آ گئی کہ ۱۲/ جولائی سے ۲۰/ جولائی تک کے درمیان میں اس ناکارہ کو ایک مجبوری کی وجہ سے دہلی کا سفر پیش آ گیا اگر چہ اپنی بیماری کی شدت کی وجہ سے سفر کی ہمت بالکل نہیں لیکن غالباً امکان قوی یہ ہے کہ جانا ہی پڑے گا، اس لئے سہارنپور کا ارادہ نہ کریں، اس سے پہلے یعنی ۱۲/ سے پہلے یا ۲۰/ کے بعد ارادہ فرمائیں تو زیادہ اچھا ہے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل ۲۸/ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ ۲۵/ جون ۱۹۶۸ء

عنایت فرمایم سلمہ.......... بعد سلام مسنون!

تمہارا لفافہ جس پر تاریخ ۱۰/ جون آج ۲۱/ جون کو پہونچا، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ مولوی معین اللہ نے کتاب (محدثین عظام کا جدید اڈیشن) کی طباعت کی ذمہ داری لے لی، اللہ کا شکر ہے، اور اللہ جل شانہ جلد طباعت سے مزین فرما کر مستمر ثمرات و برکات بناوے، آپ کی والدہ صاحبہ اور چچا صاحب کے لئے دل سے دعا گو ہوں اور اللہ جل شانہ مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے۔

آپ نے لکھا کہ مولوی سعید انگار صاحب کے خط پر تیرا خط نقل کر دوں گا جزاکم اللہ، اس سے بہت قلق ہوا کہ حاجی یعقوب صاحب کا جہاز گر گیا تھا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ کوئی حادثہ پیش نہیں آیا، ان کو خط لکھیں تو سلام مسنون کہہ دیں مبارک باد لکھ دیں اور یہ بھی کہ مالک کا اس احسان عظیم پر وہاں کے فقراء

اور دینی مواقع خیر میں اپنی حیثیت کے موافق صدقہ خفیہ ضرور کردیں، حاجی موسی صاحب کی آمد کی خبر سے مسرت ہے، براہ کرم جب وہ تشریف لاویں تو ان کے ساتھ یا ان کے پہلے تفصیلی تعارف کا پرچہ ضرور لکھ دیں، مہتمم صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۲۱/ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ ۱۶/ اگست ۱۹۶۸ء

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت عزیز مولوی غلام محمد صاحب سلمہ کی معرفت گرامی نامہ پہونچ کر موجب منت ہوا، آپ نے لکھا کہ مولوی غلام محمد صاحب کی وجہ سے مجھے کافی انسیت تھی، لیکن پھر بھی آپ نے ان کے جمانے کی کوشش نہ کی، میرا تو دل چاہتا تھا کہ وہیں چپک جاتا تو اچھا تھا، ظاہری اور باطنی، قلبی اور جسمانی مسرتیں حاصل ہوتیں، اس سے مسرت ہوئی کہ ان شاء اللہ شوال سے مدرسہ میں تقرر ہو جائے گا، اس سے مسرت ہوئی کہ حاجی علاء الدین صاحب کو ندوۃ العلماء کی شوری کا رکن بنایا ہے اللہ تعالیٰ ان سے مدرسے کو اور مدرسہ کو ان سے متمتع فرماوے۔

علی میاںؒ نے جو مولوی ابواللیث سے کہا صحیح ہے ان کا یہی خیال ہے مگر آپ ابھی تک مدرس ہی رہے ہیں، جب کسی مدرسے کا ناظم بنیں گے جب پتہ چلے گا کہ ان نظماء کو کتنے مشکلات اور کتنے امور میں اپنی رائے کے خلاف

سکوت کرنا پڑتا ہے، یہ ناکارہ چونکہ پچاس سال سے اس کو بھگت رہا ہے اس لئے اس کا خوب اندازہ ہے، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے آپ کی ہر نوع کی مدد فرماوے، مہتمم صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کہہ دیں، یہ ناکارہ آپ کے لئے اور آپ کے مدرسے کے لئے دل سے دعا کرتا ہے، الجمعیۃ اور ندائے ملت کی باہم مخالفت سے جتنا بھی قلق ہو یقیناً برمحل ہے، ایک ضروری بات یہ ہے کہ عزیز عبدالعزیز کو گئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا مگر اس کا کوئی خط بخیر نہیں آیا، مجھے جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کے والد صاحب کی ملازمت چھوٹ گئی ہے، میں اس وقت سے اس کو برابر تقاضہ کرتا رہتا تھا، اور مولوی عبدالرحیم اور مولوی اسماعیل صاحب سے ہمیشہ تقاضا کراتا رہتا تھا کہ اس حالت میں جب کہ اس کے والد صاحب کو شدید ضرورت ہے اور وہاں رہ کر ان کی کوئی خدمت کر سکتا ہے تو اس کا وہاں رہنا بہت ضروری ہے بالخصوص جب کہ یہاں کسی علمی کام میں شریک نہیں تھا، اس کے والد صاحب سے اگر واقفیت اور ملاقات ہو تو بندے کی طرف سے فرمادیں کہ آپ کی شدید ضرورت کی وجہ سے اس کو بہت اصرار اور تقاضے سے بھیجا ہے، آپ کا مرسلہ ہدیہ نمکین مولوی غلام محمد صاحب کی معرفت پہونچ گیا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: عبدالرحیم ۱۴؍جمادی الاولی ۱۳۸۶ھ ۳۱؍اگست ۱۹۶۶ء

مدرسہ کے نظام سے اختلاف نہ کرنے کی نصیحت:

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اس وقت عنایت نامہ پہونچا، عزیز مولوی غلام محمد کے لئے مہتمم صاحب کی رائے کے خلاف آپ نے اچھا کیا کہ کوشش نہیں کی، مدرسہ میں اگر کوئی مخالف ہوجاتا ہے تو مشکلات ہوجاتی ہیں، اس کا تو آپ کو تجربہ ہے، اور مہتمم صاحب ہی اگر خلاف ہوں تو اور بھی زیادہ دقت ہوتی ہے، شوال میں بھی مہتمم صاحب کی رائے کے خلاف کوشش نہ کریں۔

افریقہ کے سلسلے میں بندے کی رائے کچھ معتبر نہیں ہے جیسے وہاں کے حالات ہوں جن سے خود مولوی غلام محمد اور ان کے اعزہ زیادہ واقف ہوں گے استخارہ مسنونہ کرتے رہیں، دعا سے اس ناکارہ کو بھی دریغ نہیں، اللہ جل شانہ جو خیر ہو اس کے اسباب پیدا فرماویں۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ سے سب بہت خوش ہیں، اس سے بھی مسرت ہوئی کہ آپ حدیث کی کتاب پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں بہت مناسب ہے، آپ نے "نسائی شریف" (۱) کا خیال ظاہر کیا وہ بھی مناسب ہے، اس کی کوئی مخصوص شرح نہیں ہوئی، حدیث پاک سے اشتغال تو بہت مناسب ہے، اللہ تعالیٰ باقی رکھے۔

لوگوں کی مخالفت کا احساس چھوڑ دیجئے، اللہ تعالیٰ شانہ سے معاملہ صاف

---

(۱) اس پر کچھ نہ لکھ سکا مگر عربی میں "الامام النسائی وصناعتہ الحدیثیۃ" کے عنوان سے طویل مقالہ کلیۃ الأدب کے مجلّہ میں شائع ہوا ہے۔

رکھئے ،اس کے بعد تو مخالفتیں آتی جاتی رہتی ہیں ،اس فکر میں زیادہ نہ پڑیئے ، اپنے مہتمم صاحب سے سلام مسنون کہہ دیں ،عزیزان مولوی غلام محمد عبدالرحیم اسماعیل کی طرف سے سلام مسنون ۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم :عبدالرحیم ۸ / جمادی الثانیہ ۱۳۸۷ھ ۱۳ / ستمبر ۱۹۶۷ء

عنایت فرمایم سلمہ .... بعد سلام مسنون !

آج کی ڈاک سے مسرت نامہ پہونچا مژدۂ عافیت اور حالات سے مسرت ہوئی ،عزیز مولوی غلام محمد کے خطوط تو بہت کثرت سے میرے پاس آنے کی اجازت کے لئے آئے ہیں مگر میں ان کو لکھ رہا ہوں کہ جن خانگی مشکلات کی وجہ سے وہ شوال میں گئے تھے ان کا حل کچھ نہیں بتاتے ، میرے لئے غلام محمد ، عبدالرحیم ، یوسف تینوں کی آمد موجب مسرت ہے مگر جب تینوں کا جانا مجبوریوں کی وجہ سے ہوا تھا اوران مجبوریوں کا حال بھی ابھی تک معلوم نہیں ہوا ، پھر معلوم نہیں بار بار آمد کے خطوط کیوں لکھ رہے ہیں ،عزیز مولوی عبدالرحیم متالا اصرار اور تقاضوں سے ملازمت پر گئے تھے ،اب وہ ایک مہینہ بعد چھوڑ کر چلے آئے تو اہل مدرسہ کیا کہیں گے ؟ تینوں کی سہارنپور کی یاد برحق ہے ،مگر ضروریات ،مجبوریاں ، جذبات پر غالب ہونی چاہئے ۔

مولانا عبداللہ صاحب مہتمم فلاح دارین کا سفر حج وبغداد:

اس سے مسرت ہوئی کہ مولوی عبداللہ صاحب کا خط بغداد سے خیریت کا آگیا، مولانا محمد عمر صاحب اس وقت جماعت میں مکہ نہیں گئے، یہ ناکارہ دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ ان کو حج وزیارت سے باحسن وجوہ فراغ کے بعد خیریت کے ساتھ واپس لائے اور جماعتی کاموں میں بھی ثمرات اور برکات نصیب فرماوے، اگر آپ خط لکھیں تو بندہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد لکھ دیں کہ یہ ناکارہ تمہارے لئے دل سے دعا گو ہے اور آپ سے دعا جو ہوں اور نیز یہ کہ روضۂ اقدس پر اس سیاہ کار کی طرف سے دست بستہ صلاۃ وسلام کر دیں۔

مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا عمر صاحب اس وقت میرے پاس ہیں، ان دونوں کی طرف سے دعا اور صلاۃ وسلام کی درخواست لکھ دیں، سیکریٹری صاحب کے افاقہ کی خبر سے بہت مسرت ہے، اللہ تعالیٰ مکمل صحت نصیب کرے، بندہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد عیادت کر دیں کہ تمہارے ایک فرستادہ مہمان جو گذشتہ سال آئے تھے دار الطلبہ کی مسجد کی توسیع کے سلسلے میں انہوں نے اصرار کیا تھا، رمضان سے قبل اور رمضان کے بعد کئی مرتبہ اس سلسلے میں مشورے ہوئے، اور بحث ومباحثہ کے بعد بالآخر اس کے صحن کا کچھ حصہ مسقّف ہونا اور اوپر دوسری منزل بنانا طے ہو گیا، غالباً حکیم ایوب صاحب نے آپ کو تفصیل لکھ دی ہوگی، یہ خط بھی ان کے پاس بھیج رہا ہوں کہ اب تک اگر نہ لکھا ہو تو تحریر فرما دیں اور اگر لکھ چکے ہوں اور مزید کوئی بات لکھنی

ہوتو لکھ دیں، حکیم صاحب تو معطی صاحب کے شدید اصرار پر کام شروع کرنے کا ارادہ کررہے تھے مگر میں نے رائے دی کہ جب تک رقم نہ آجاوے کام شروع نہ کیا جائے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: محمد اسماعیل ۸؍ ذیقعدہ شب پنجشنبہ ۱۳۸۸ھ ۲۷؍ جنوری ۱۹۶۹ء

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم ...... بعد سلام مسنون!

آپ کے یکے بعد دیگرے دوگرامی نامے جناب الحاج یعقوب راوت صاحب کی آمد کے سلسلے میں پہونچے، آپ نے چونکہ بہت اہتمام فرمایا تھا اسلئے اس ناکارہ کو بھی بہت زیادہ اہتمام پیدا ہوا، آپ نے پہلے خط میں ان کی آمد جمعرات کو اور دیوبند روانگی جمعہ کو لکھی تھی، اور دوسرے خط میں جمعہ کے وقت آمد اور بار کے دن کھانا کھانے کے بعد دیوبند کی روانگی لکھی تھی، اس سے مسرت ہوئی کہ جمعہ کے بعد کھانے میں شرکت ہوجائے گی اور ان کی خاطر میں میرے گجراتی دوستوں نے گجراتی کڑھی بھی پکائی اور مطبخ میں کھچڑی بھی، میں تو جمعہ کے بعد دیر تک انتظار کرتا رہا لیکن معلوم ہوا کہ میرے لیٹنے کے بعد چار بجے تشریف لائے، کھانا تو عزیز شبیر اور دوسرے گجراتی احباب کے اصرار پر انھوں نے کھالیا، اور معلوم ہوا کہ ان کی اہلیہ محترمہ نے بلا اصرار نوش فرمایا، مجھے تو یہ بتایا گیا تھا کہ اہلیہ اردو بالکل نہیں جانتیں مگر معلوم ہوا کہ وہ اردو بہت اچھی طرح بولتی ہیں، گھروں کی مستورات سے بھی بے تکلف اردو بولتی رہیں، اور جب بعد مغرب میں ملنے گیا تو مجھ سے بھی اپنی بیماری اور تعویذ وغیرہ کو

بہت بے تکلف کہا، یہ بھی معلوم ہوا کہ چار بجے میرے لیٹ جانے کی وجہ سے حاجی یعقوب تو بعد عصر تک قیام پر راضی تھے، لیکن جو ترکیسر کے رفیق ان کے ساتھ تھے نے بہت اصرار کیا کہ زکریا کو جگا کر ابھی مصافحہ کرادو ابھی واپس جانا ہے، لیکن حافظ سورتی صاحب جو حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کے خواص میں سے ہیں، دیوبند مستقل قیام ہے ہر جمعہ کو یہاں تشریف لاتے ہیں اور شام کو واپس چلے جاتے ہیں، ان کے شدید اصرار پر یہ حضرات اس پر راضی ہوئے کہ مغرب کے بعد مجھ سے ملاقات کے بعد جاویں، عصر کی نماز میں مجھ سے مصافحہ ہوا اس وقت حکیم ایوب کو بلایا اور قاری مظفر اور مولوی عبدالمالک کے ساتھ ان حضرات کو مدرسہ دیکھنے بھیج دیا، اس لئے کہ میرے یہاں جمعہ کو عصر کے بعد کی مجلس کا وقت ہوتا ہے، مغرب کے متصل چائے منگائی، میں نے ان سے کہا کہ مولوی تقی الدین صاحب نے تو آپ کے قیام کے لئے تین وقت لکھے تھے اور آپ کے اعزاز میں ہمارے دوست مولوی یوسف تتلا افریقی نے بخاری پلاؤ کا انتظام کر رکھا ہے، اگر آپ فرمائیں تو اسے جلد تیار کرنے کو کہہ دیا جائے، اس وقت تو انہوں نے قبول کر لیا مگر جب میں ان کے ساتھ عشاء کی نماز کو جانے لگا تو انہوں نے جانے کی اجازت چاہی، میں نے کہا کہ آپ عشاء کی نماز کے بعد جانا قبول فرما چکے ہیں، نماز پڑھیے عشاء کی نماز کے بعد ایک دو لقمہ کھا کر تشریف لے جاویں مگر جب میں نماز کو جا لیا تو وہ حضرات اپنی کار میں تشریف لے گئے۔

اس کا قلق ہوا کہ روانگی کے وقت ملاقات بھی نہ ہو سکی، یہ بھی معلوم ہوا

کہ حاجی یعقوب صاحب تو تھوڑی دیر قیام پر راضی تھے مگر ترکیسر کے جو صاحب رفیق سفر تھے ان کے اصرار پر جلد تشریف لے گئے، ان کا اصرار تو چار بجے ہی جانے کا تھا معلوم نہیں کہ وہ ہم لوگوں سے اتنے کیوں ناراض تھے، عزیز شبیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے مولوی تقی الدین صاحب سے کوئی نظام نہیں بتایا تھا انھوں نے خود ہی اپنی رائے سے کیا، میں تو صرف کشمیر جانے سے پہلے دیوبند وسہارنپور جانے کا ذکر کیا تھا، یہ معلوم نہ ہوسکا کہ دیوبند کب پہونچے اور کتنا قیام رہا، اتنا معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز ان حضرات نے دیوبند پڑھی، اسی لئے میں چاہتا تھا کہ آپ ان کے ساتھ ہوتے تو یہ گڑبڑ نہ ہوتی، اسی لئے میں نظام الدین بھی ہمیشہ یہی تقاضا لکھتا ہوں کہ کوئی اجنبی آدمی آئے تو نظام الدین سے کوئی قدیم ساتھ ضرور ہو جس کے آنے والے سے بھی تعلقات ہوں اور مجھ سے بھی کہ وہ حد اوسط کا کام دے۔

آپ نے اپنے مہتمم صاحب کی آمد کا مژدہ لکھا تھا اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ ۱۳/ جولائی سے ۱۹/ جولائی تک کے درمیان میں سہارنپور تشریف نہ لاویں، عزیز شبیر کا ٹکٹ وغیرہ آگیا ہے وہ پرسوں کو یہاں سے دہلی جاکر ویزہ وغیرہ لے کر گھر اور پاکستان ہوتے ہوئے جانے کا ارادہ کر رہا ہے۔

مہتمم صاحب سے سلام مسنون، میں نے حاجی صاحب کے سارے سفر کی تفصیل آپ کے اہتمام اور انتظام کی وجہ سے لکھوادی ورنہ اتنی تفصیل کی ضرورت نہیں تھی۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: محمد اسماعیل ۹/ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ ۶/ جولائی ۱۹۶۸ء

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا، مژدۂ خیر سے مسرت ہوئی، علی میاںؒ کی گفتگو سے بھی بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے اس سے مسرت ہوئی کہ آپ کا رسالہ(۱) چھپ گیا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دونوں جہاں میں آپ کو اس سے متمتع نصیب فرماوے، حاجی یوسف راوت صاحب کی آمد پر بندے کی طرف سے ان کی خدمت میں سلام مسنون کہہ دیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۲۳/ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ ۱۳/مارچ ۱۹۶۹ء

عنایت فرمایم الحاج تقی الدین صاحب سلمہ............ بعد سلام مسنون!

کل کی ڈاک سے تمہارا محبت نامہ پہونچا اور جواب کے لئے لفافہ بھی تھا مگر میں کئی دن سے عزیز عبدالرحیم کے یہاں جانے والے کی تلاش میں تھا، اسی وقت ایک صاحب نے کہا کہ وہ آج شام کو ۴/ بجے جائیں گے اس لئے میں نے غنیمت سمجھا کہ آپ کے پرچہ کا جواب بھی انہیں کے ہاتھ دے دوں اور آپ کا لفافہ واپس کردوں کہ پھر کام دے گا۔

مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی، رمضان کے بعد سے اس ناکارہ کی طبیعت بھی بہت ہی مضمحل اور گری ہوئی ہے، تم نے اس سیہ کار کے متعلق جو لکھا وہ تمہاری محبت کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری اسی محبت کو طرفین کے

(۱) یہ رسالہ چاند کی تسخیر وسائنس کی ترقیات ہے۔

لئے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے، علی میاںؒ نے ندوہ آنے کے سلسلہ میں جو کچھ تم سے کہا اس سے بہت مسرت ہے۔

حقیقتِ شکر آپ نے مولانا عبدالماجد صاحب کے یہاں بھیجی بڑی جرأت کی، ان کا معیار تو بہت اونچا ہے، ان کے یہاں ایسی معمولی چیزیں قابل ذی رائے نہیں بالخصوص آپ کی تحریر کے موافق آپ خود تنقید کے متوقع تھے، انہوں نے رسالہ پر پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا آپ کے مقدمہ پر ضرور کیا، مولانا نور صاحب پرسوں واپس چلے گئے، عزیز طلحہ کی طرف سے سلام مسنون۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: احمد گجراتی ۹؍شوال ۱۳۹۰ھ ۸؍دسمبر ۱۹۷۰ء

رسالہ برہان کے ایک مقالہ پر نقد:

مکرم ومحترم مولانا تقی الدین صاحب مدفیوضکم ...... بعد سلام مسنون!

اسی وقت گرامی نامہ موجبِ منت ہوا، رسالہ برہان سے بڑا تعجب ہوا اور قلق بھی کہ اس نے ایسا مضمون شائع کر دیا، آپ نے جو مضمون (۱) بھیجا وہ بھی مناسب ہے لیکن تردید ہوتی تو زیادہ اچھا تھا، مولانا انعام صاحب کے دورہ کی تفصیلات تو بہت پہونچتی رہیں۔

---

(۱) برہان میں ''مقام صحابہ'' کے عنوان سے اس ناچیز کا مقالہ شائع ہوا تھا، اس کی طرف اشارہ ہے، اس میں ایک مصنف نے صحابہ کرام پر نقد کیا تھا اس کا جواب تھا۔

عزیز آفتاب عالم کے تمہارے یہاں پہونچنے سے تعجب ہوا کہ وہ افریقہ سے کب آئے، آج صبح ڈابھیل سے ایک تار بھی ملا ہے کہ آفتاب جمعرات کو یہاں پہونچ رہے ہیں، مجھ پر تو وہ افریقہ جاتے ہوئے بہت تقاضے کر کے گئے تھے کہ میں مسلسلات کی تاریخ کا ان کو تار دوں، مگر میں نے تار دینے سے انکار کر دیا تھا، مولوی عبدالرحیم صاحب کی طبیعت اب بحمد اللہ سکون پر ہے، میں نے تو علی گڑھ میں بھی اور وہاں سے واپسی پر بھی بہت تقاضا کیا لیکن وہ راضی نہ ہوئے، لکھنؤ والوں کا مولوی عبدالرحیم کی کتاب کے متعلق خط آیا تھا کہ یہاں کاغذ نہیں ملتا ہے اس لیے ان کو لکھ دیا کہ وہ کاپیاں جلد سہارنپور بھیج دیں مبادا تاخیر سے کاپیاں خراب ہو جائیں، ذکر کی پابندی سے مسرت ہے، اللہ تعالیٰ استقامت وترقیات سے نوازے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۲۱/رجب ۱۳۹۰ھ ۲۲/ستمبر ۱۹۷۰ء

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت تمہارا محبت نامہ ملا، تمہارا بمبئی جانا پھر عزیزان عبدالرحیم ویوسف کے ساتھ حکیم صاحب کے یہاں جانا، حکیم صاحب کے خط سے معلوم ہو گیا تھا، حقیقت شکر ابھی تک یہاں نہیں آئی البتہ قمر علی کا خط عبدالرحیم کے نام کئی دن ہوئے آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ وہ طبع ہو گئی ہے لیکن ۱۵/اکتوبر جمعرات تک یہاں نہیں پہونچی، یہ ناکارہ دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کو قبول

فرمائے، لکھنے والے اور معاونین کے لئے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے، اس ناکارہ کے ملفوظات یا خطوط اشاعت کے قابل نہیں ہوتے اس لئے کہ اس میں رطب ویابس ہر قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، صحیح قابل انتفاع چیز کو نقل کیا جاوے لغویات تو نقل کرنے کی چیز نہیں کہ اس کا وبال ناقل اور منقول عنہ دونوں ہی پر ہوتا ہے اپنے گھر والوں سے سلام مسنون کہہ دیں، یہ ناکارہ سب کے لئے دعا کرتا ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل، ۱۳ شعبان ۱۳۹۰ھ ۱۴/۱۰/ اکتوبر ۱۹۷۰ء

از راقم سلام مسنون وگزارش دعا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں اسٹرائک ہوگئی تھی اس لئے ندوہ کی حمایت میں ایک مقالہ تحریر کیا تھا جس میں پوری طرح سے ندوہ کا دفاع کیا گیا تھا، یہ مضمون ندائے ملت لکھنؤ میں شائع ہوا تھا، اس کا اس خط میں ذکر ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی حمایت پر ایک مقالہ:

عنایت فرمایم سلمہ.......... بعد سلام مسنون!

محبت نامہ پہونچا مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی، تم نے بہت اچھا کیا کہ ندوہ اور علی میاںؒ کی حمایت میں مضمون اخبارات میں بھیج دیا کسی اخبار کا تراشہ جس میں طبع ہو بھیج دینا، اہلیہ محترمہ کی صحت کی خبر سے مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک کرے میری طرف سے بھی سلام مسنون کے بعد مبارک باد لکھ دیں، عزیز

عبدالرحیم کی صحت کی خبر سے بھی بہت مسرت ہے، محمد ناخدا صاحب مع اہلیہ کے آمد کا ارادہ کررہے ہیں، سرآنکھوں پر مگر چند روز کے لئے یہاں قرب وجوار میں مکان کا ملنا بہت مشکل ہے، اس لئے کہ خالی کوئی مکان نہیں ہوتا، ہوٹل کثرت سے سہارنپور میں ہوگئے ہیں اور بہت اچھے، اب تو غیر ملکی جو مہمان عورتوں کے ساتھ آتے ہیں ایسا ہی کرتے ہیں کہ ہوٹل میں کوئی کمرہ لے لیتے ہیں شب کو وہاں قیام کرتے ہیں اور صبح کو علی الصباح نہار کے وقت میرے گھر آجاتے ہیں اور عشاء کی نماز کے بعد چلے جاتے ہیں، جس میں ان کو راحت اور سہولت ہوتی ہے، مکان کا ملنا دشوار اور پھر یہ کہ اگر دن میں وہاں رہیں تو آنا بے کار، ایک ضروری امر یہ ہے کہ جون کی شروع میں مجھے آنکھوں کے سلسلے میں علی گڑھ کے ڈاکٹر ایک ماہ کے لئے بہت اصرار سے بلارہے ہیں، اس لئے اگر وہ ۳،۴/ جولائی کے بعد آویں تو آپ پہلے ایک جوابی کارڈ سے میرے یہاں قیام کا حال معلوم کرلیں اور دوستوں کو بھی اطلاع کردیں کہ اگر جولائی میں کوئی آنے والا ہو تو آمد سے پہلے میرے قیام کا حال معلوم کرلیں، مہتمم صاحب اور سیکریٹری صاحب سے بھی سلام مسنون، نیز مولانا احمد بیمات صاحب سے بھی بشرط سہولت سلام مسنون۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل ۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۱۹/ جون ۱۹۷۰ء

لامع الدراری کی تکمیل:

عنایت فرمایم سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت مغرب کے قریب شام کی ڈاک سے آپ کا لفافہ پہونچا اور

دوپہر کو عزیز غلام محمد کا بھی پہونچا تھا، جس میں انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع دی ہے میں تو بہت زور سے منع کرتا رہا مگر اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ خط ان کو پہونچے اس لئے کہ انہوں نے بدھ کے روز پہونچنے کو لکھا ہے، یہ روایت بھی انہیں غلط پہونچی کہ آئندہ جمعہ کو ''لامع'' کا ختم ہے، ''لامع'' تو انتہائی معذوریوں اور دقتوں کے باوجود اللہ کے فضل سے گذشتہ جمعہ کو ختم ہوچکی، البتہ یہ ضرور ہے کہ عزیزان انعام وہارون کو شنبہ کے دن ایک اجتماع میں جانا ہے اور جمعہ کو یہاں آنے کو لکھا ہے، میں نے چند دوستوں سے کہہ دیا تھا کہ اس دن یہ بھی کھانا ان کے ساتھ کھالیں، تقریباً ایک ماہ ہوا عزیز عبدالرحیم نے مجھے بھی اور چند احباب کو نیز یوسف اس وقت یہاں موجود تھا اس کو بھی تقاضا سے لکھا کہ ''لامع'' کے ختم کی تاریخ سے ان کو مطلع کیا جائے تاکہ اس موقع پر یہاں آجاویں، میں نے اس وقت ان کو بھی خط لکھوا دیا تھا اور عزیز یوسف سے زبانی بھی کہہ دیا تھا کہ اس کے ختم کی کوئی تاریخ مقرر نہیں، اس لئے کہ تالیف کا دستور یہ ہے کہ چلتی رہے تو چلتی رہے اور اٹک جاوے تو کئی دن لگ جاوے، عزیز یوسف بھی اس کے انتظار میں ٹھہرنے کا ارادہ کررہا تھا میں نے اس کو بھی منع کردیا تھا اور عزیز عبدالرحیم وغلام محمد کو بھی منع کردیا تھا، مولانا منور صاحب نے بھی کسی کے ذریعہ سے دریافت فرمایا تھا میں نے ان کو بھی لکھ دیا تھا کہ ہرگز آنے کی اجازت نہیں، حسب معمول ماہ مبارک میں بشرط حیات آویں۔

اس ناکارہ کو کثرت سے خواب میں دیکھنا یہ تمہاری محبت کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمہاری اس محبت کو طرفین کے لئے دینی ترقیات

کا ذریعہ بناوے۔

ذکر وغیرہ معمولات کی پابندی سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے قبول فرماوے، سفر شرعی عذر ہے اس کی وجہ سے اگر معمولات میں کمی ہو جاوے تو مضائقہ نہیں اس سے بہت مسرت ہوئی کہ رسالہ ''اسماء الرجال'' قریب تکمیل کے ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے اور تم کو اور لوگوں کو اس سے متمتع فرماوے۔

افریقی مہمان اگر نہ گئے ہوں تو میری طرف سے بہت بہت سلام مسنون کہہ دیں، اگر چلے گئے ہوں اور آپ خط لکھیں تو سلام مسنون لکھ دیں، اور لکھ دیں کہ یہ ناکارہ تمہارے لئے دل سے دعا کرتا ہے، مہتمم صاحب کی خدمت میں بھی بندہ کی طرف سے سلام مسنون کہہ دیں، آپ نے اپنے سکریٹری صاحب کا حال نہیں لکھا، امید ہے کہ ان کی طبیعت اچھی ہوگئی ہوگی، میری طرف سے ان کی خدمت میں بھی سلام مسنون کہہ دیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: محمد اسماعیل ۱۴؍ربیع الاول ۱۳۸۸ھ ۱۱؍جون ۱۹۶۸ء

دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سے یکسالہ رخصت:

اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اس کے اسباب پیدا فرمادیتا ہے، اس ناچیز کی تمنا تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں روحانی وعلمی

فوائد حاصل کرنے کے لئے ایک سالہ قیام کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اگر چہ اپنے حالات ظاہری طور پر اجازت نہیں دے رہے تھے، آل اولاد کی ذمہ داریاں تھیں، اور فلاح دارین میں شیخ الحدیث تھا، اپنے سہارنپور کے ایک سفر سے واپسی میں اپنے تأثرات لکھ کر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کو بھیجا، جس کا جواب حسب ذیل آیا۔

بذل کی طباعت کا ولولہ وجذبہ:

مکرم ومحترم مدفیوضکم ! بعد سلام مسنون

اسی وقت تمہارا محبت نامہ پہونچا، میں نے تمہیں آنے کو بہت سختی سے منع کر دیا تھا، اس لیے کہ سال کا ختم ہے اور سال کے ختم پر تعلیم کا حرج بہت گراں اور مشکل ہے لیکن آنے کے بعد جلد واپسی پر مجھے بھی قلق ہوا، ایک ضروری مشورہ تم سے کرنا تھا، وہ یہ کہ تم نے اپنے سابقہ خط میں ”بذل المجہود“ کی طباعت کے سلسلہ میں کچھ لکھا تھا، تمہیں معلوم ہے کہ میں خود تقریباً ۲۰، ۲۵؍سال سے یہاں متمنی اور کوشاں ہوں، تم نے کسی افریقی کے متعلق لکھا تھا کہ تم نے ان سے اس کی تحریک کی، یہ تو ہرگز نہ کریں، طباعت کے لیے دام دینے والوں کا تو مجھ پر بھی اصرار اتنے ہی زمانے سے ہے اس کو تو میں نے کبھی قبول نہیں کیا، نہ آئندہ ارادہ، ہاں کوئی تاجر یا کوئی شخص بذات خود طباعت کرانا چاہے تو بڑے شوق سے، اور اب تو علی میاں اللہ ان کو بہت ہی جزائے خیر اور بلند درجات عطا فرماوے اس میں میری معاونت کے لیے تیار ہیں، اس سے پھر امنگ پیدا ہوگئی اور تمہارے اس وقت کے خط نے ایک شعلہ سا پھر پیدا کر دیا، تم نے لکھا کہ سال بھر میرے پاس رہنے کو جی چاہتا ہے، اگر

’’بذل المجہود‘‘ کی طباعت کا ولولہ اور جذبہ نہ ہوتا تو میں ہرگز اس کی آپ کو اجازت نہ دیتا کہ آپ تدریس حدیث شریف چھوڑ کر یہاں قیام کریں، یہ تو بہت نقصان دہ ہے ،البتہ اگر آپ یہاں کے ایک سال کے قیام میں ’’بذل المجہود‘‘ کے میرے حواشی جو بہت ہی کثرت سے ہیں آپ کے دیکھے ہوئے ہیں ،ان کو انتخاب کر کے اور ’’بذل‘‘ کی طباعت ایک سال میں کرا دیں تو یقیناً آپ کے لیے بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہے، حدیث کی بہت بڑی خدمت ہے اور میری دیرینہ تمنا پوری ہونے کا ذریعہ ہے، لیکن سب سے اہم شرط تو یہ ہے کہ آپ کی ایک سالہ تعطیل سے مدرسہ کا حرج نہ ہو، دوسری یہ کہ آپ کی مستقل ملازمت پر اس کا کوئی اثر نہیں آئے گا، اور سب سے اہم اس سلسلہ میں علی میاں سے مشورہ کرنا ہے، علی میاں نے یہاں آنے کو بہت دنوں سے لکھ رکھا ہے مگر تکیہ کے طوفان نے روک رکھا ہے، تاہم آپ اپنا خیال اور میرا جواب ضرور علی میاں کو لکھیں اور یہ بھی لکھیں کہ سہارن پور تشریف آوری پر یاد کر کے مجھ سے مشورہ کر لیں۔

تم نے میری تالیفات کی طباعت کے سلسلہ میں جو لکھا اس کی تو مجھے کوئی اہمیت نہیں ہے اور وہ سب ناقص ہی ہیں اور نظر ثانی کی محتاج بھی ہیں، البتہ ’’بذل‘‘ کی طباعت کا میرا خیال یہ ہے کہ اس کو ندوہ میں اپنی خواہش کے مطابق طبع کراؤں، اگرچہ اہل ندوہ میری خواہش پر نظر ثانی کے لیے آمادہ بھی ہیں مگر میرا خیال تمہارے خیال پر یہ ہوا کہ اس کو اگر تم جیسا ذی علم یہاں رہ کر اس کی نقل اور تصحیح کر کے مکمل کر کے ندوہ بھیجتے رہیں تو طباعت میں زیادہ

سہولت ہو، سب سے زیادہ تمہارے مدرسہ اور شغل تدریس کے حرج کا خیال ہے، اگرچہ بذل کی تکمیل کے لیے یہ ناکارہ خود ایک سال کی مدرسہ سے چھٹی لے کر مدینہ منورہ جا چکا۔

مجھے تو اب یاد نہیں رہا کہ میں نے اپنی تالیفات کے سلسلہ میں کیا لکھوایا تھا، ایک شخص پڑھتا ہے دوسرا لکھتا ہے اس وقت جو بات ذہن میں ہوتی ہے وہ لکھوا دیتا ہوں، اس سے قلق ہوا کہ وہ خط گم ہو گیا خدا کرے مل جائے، ہمارے یہاں بھی کھوئے ہوئے خطوط بعض مرتبہ بہت دنوں میں ملتے ہیں۔

اب بھی ایک خط مجھے مدینہ منورہ لکھا گیا تھا، وہ تین ماہ میں وہاں پہونچا، وہاں سے ایک صاحب نے لفافے میں واپس کیا تو ایک ہی ہفتہ میں یہاں مل گیا، حاجی چوہان صاحب اگر موجود ہوں تو میرا بھی سلام مسنون کہہ دیں، اگر وہ آپ کی موجودگی میں آ جاتے تو زیادہ اچھا تھا، اب بھی اگر وہ عبدالرحیم کے سامنے آ جاویں تو اچھا ہے ورنہ اجنبی لوگوں کو تنہائی میں دقت ہوتی ہے، عزیز عبدالرحیم اپنے متعلقہ مضمون کا جواب خود لکھیں گے، میری تو رائے یہ ہے کہ وہ جلد ہی آویں، عزیزان طلحہ وابوالحسن کی طرف سے سلام مسنون، اپنی اہلیہ کو خط لکھو تو میرا بھی سلام مسنون لکھ دو، یہ ناکارہ تمہارے لیے اور تمہارے بچوں کے لیے دل سے دعا کرتا ہے، تمہارا اس سیہ کار کو یاد کرنا تمہاری محبت کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ اس کو طرفین کے لیے دینی ترقیات کا ذریعہ بناوے، لیکن کام میں اہتمام سے مشغول رہیں، جذبات پر مصالح مقدم ہونا چاہئیں، کارکن کار بگذار از گفتار۔

تم نے مولوی یوسف متالا کے خط کا ذکر کیا مگر یہ نہ لکھا کہ انہوں نے خیریت کے علاوہ کوئی خاص بات اپنے متعلق یا مولوی اسعد صاحب کے متعلق لکھی یا نہیں؟ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۳؍جمادی الاولیٰ ۹۱ھ ۲۷؍جون ۱۹۷۱ء

بذل المجہود کی طباعت کے لئے ایک سالہ چھٹی کے لئے اراکین کمیٹی کا فیصلہ:

عنایت فرمایم عافاکم اللہ وسلم .... بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا یہ ناکارہ آپ کے مہتمم صاحب اور جملہ اراکین کا بے حد مشکور ہے، اللہ ہی ان سب حضرات کو بہترین جزائے خیر دے، اور بذل کی طباعت کے سلسلے میں ان کی اعانت پر زیادہ سے زیادہ جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی یہ پیشکش کہ میں اگر براہ راست ان کی خدمات میں درخواست کرتا تو وہ بلاوضع تنخواہ دیتے کہ ان کا دوسرا احسان اس ناکارہ پر ہے، لیکن بذل کا کام ان کے مدرسہ کا کام نہیں ہے اس لئے مدرسہ سے تنخواہ تو مجھے ان حضرات کی پیشکش پر بھی نہ قبول ہوتی، کہ مدرسے کا مال چندے کا مال، میں نے مدینہ پاک کے یک سالہ قیام میں جو بذل کی تالیف کے وقت وہاں کی حاضری میسر ہوئی اس کا معاوضہ مدرسے سے لینا گوارہ نہیں کیا حالانکہ بذل المجہود مدرسہ ہی کا کام تھا بذل اس وقت مدرسہ ہی کی ملک تھی، جب میرے حضرت اقدس قدس

سرہ نے ارشاد فرمایا تھا تو مدرسے سے تنخواہ لینے میں کوئی تامل نہیں تھا، آپ کے لئے بھی مدرسہ سے اس زمانے کی تنخواہ تو گوارہ نہیں، البتہ آپ کے افریقی محسنین میں سے جو آپ کو طباعت کتب کے لئے پیشکش کرتے رہتے ہیں، یہاں کے قیام پر وظیفہ ذاتی طور پر تجویز کریں یا ایک دو صاحبان مل کر تجویز کریں تو مجھے بھی کوئی اشکال نہیں، بشرطیکہ آپ کو لینے میں کوئی مانع نہ ہو، اگر باہر سے کوئی صاحب نہ بھی آئیں تو مولوی احمد بیمات صاحب تو کئی سال سے حدیث پڑھا رہے ہیں اور دیگر حضرات بھی حدیث کے اسباق پہلے سے آپ کے مدرسہ میں پڑھا رہے ہیں، بہرحال اس چیز کو تو وہاں کے اراکین زیادہ سمجھتے ہیں اس ناکارہ کی طرف سے شکریہ اور دعائیں ہی ہوسکتی ہیں۔

آپ نے کہا کہ ۱۸؍رجب کو بخاری کے اختتام پر جلسہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اور سالانہ جلسے کو باحسن وجوہ تکمیل کو پہونچائے، اور دونوں کو مدرسہ کے لئے موجب خیر وترقی بنائے، امید ہے کہ آپ کا مقالہ ''امام ابوداود وسننہ'' (۱) پورا ہو گیا ہو اللہ مبارک فرمائے، ابوداود کی تقریر کے متعلق آپ کا مشورہ بھی بہت مناسب ہے میں نے تو اس خیال سے لکھا تھا کہ علاحدہ طباعت میں بذل کے سابقہ مصارف میں اضافہ نہ ہوگا ورنہ بہتر یہی ہے کہ علاحدہ طبع ہو۔

عزیز مولوی عبدالرحیم سے ملاقات ہو تو سلام مسنون کے بعد فرمادیں کہ تمہارے نظام سفر کا شدت سے انتظار ہے، عزیز یوسف اور عزیز عبدالحفیظ

(۱) رسالہ کا نام ہے ''الامام أبو داود المحدث الفقيه'' یہ کتابی صورت میں شائع ہوا ہے۔

اور بھائی صغیر کے لفافوں میں تمہارے نام پرچے تھے یہ سب ایک لفافہ میں بند کر کے تمہارے پاس بھیجے تھے، امید ہے کہ پہونچ گئے ہوں گے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

بقلم: شاہد غفرلہ، ۲؍رجب المرجب ۱۳۹۱ھ ۲۴؍اگست ۱۹۷۱ء

ترکیسر سے سہارنپور حاضری کی تیاری:

عنایت فرمایم عافاکم اللہ وسلم .... بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہونچا، تم نے بہت اچھا کیا کہ وہاں کے مفصل حالات علی میاںؒ اور مولانا معین اللہ صاحب کو لکھ دیئے اور جب دونوں کی بھی یہی رائے ہے تو اللہ کا نام لے کر آ جائیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے برکت فرمائے، مالی نقصان کی تلافی فرمائے اور دینی تلافی تو یقیناً ہے اور بہت زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ جملہ مدارس کے کارکنوں میں آپس میں اتفاق اور محبت عطا فرمائے، کہ آپس کا اختلاف حالقہ ہے۔

خدا کرے کہ افریقہ کی رقم بند نہ ہو، ان شاء اللہ میں بھی آپ کی تعمیل حکم میں سید آفتاب کو ضرور لکھ دوں گا، مگر آپ نے یہ نہیں لکھا آفتاب کو کن صاحب کے نام خط لکھنے کو لکھوں، حاجی موسیٰ صاحب کو یا ان کے بھائی کو، ان میں اصل کون ہیں؟ آپ بھی عزیز آفتاب کو ضرور لکھ دیں اس لئے کہ جتنی زور آزمائی سے آپ یہاں کی آمد اور علی میاںؒ وغیرہ کا تقاضہ لکھیں گے اتنی اہمیت سے مجھے خود غرض ہونے کی وجہ سے لکھنا مشکل ہے، آپ نے

۱۳/شعبان کی آمد لکھی ہے مناسب ہے، لیکن میرے خیال میں چند روز کے لئے گھر ہو کر آنا مناسب ہے گھر والوں کو بھی انتظار اور اشتیاق ہوگا، آپ نے اچھا کیا کہ جلسہ میں شرکت کا ارادہ کرلیا مناسب تھا۔

آپ نے صحیح لکھا مولوی یوسف کی کتاب کا مسودہ ہی محرف ہے(۱) میں نے بار بار یوسف کو لکھا کہ کسی پڑھے لکھے سے لکھواؤ مگر وہ عربی سے ناواقف ایک حافظ صاحب سے نقل کراتا ہے جس میں بہت سی غلطیاں فحش رہ جاتی ہیں اور میرے سنانے والے بھی سارے علامہ ہیں، اس لئے لفظی غلطیوں کا تو پتہ مجھ کو بھی نہیں چلتا، بالخصوص متجانس حروف کے بدلنے کا، آپ کو اس میں خاص طور سے غور کی ضرورت ہوگی۔

میں نے یوسف کو بار بار لکھا کہ مسودہ میں منقول عنہ کا جلد اور صفحہ بہت اہتمام سے لکھوانا کہ مراجعت میں سہولت ہو، مگر بار بار کے تقاضے کے باوجود اس دوسری قسط میں بھی اس نے اہتمام نہیں کیا، میں نے بار بار اس کو یہ بھی لکھا کہ عبدالرحیم کے بعد کوئی قسط نہ بھیجیں کہ میرے پاس کوئی سنانے سننے والا نہیں مگر دوسری قسط یوسف کی اس دن آئی جس دن عزیز عبدالرحیم یہاں سے روانہ ہوگیا، اس لئے میرا ارادہ تو اس کے سننے کا نہیں تھا، مگر یوسف کے اصرار اور مولوی احمد گجراتی کے وقت بے وقت یہ کہنے سے کہ نماز میں دس منٹ باقی ہے تھوڑا سا سنادوں میں نے تھوڑا تھوڑا سننا شروع کر دیا تھا، لیکن تمہارے اس

---

(۱) یہ مولانا یوسف متالا کی کتاب (اطاعت رسولؐ) جس کا مسودہ محرف تھا، اس کی تصحیح وطباعت میں جو اس ناچیز نے محنت صرف کی اللہ تعالی قبول فرمائے۔

خط پر کہ بخاری شریف کے ختم ہونے کے بعد میں یوسف کا مقالہ دیکھ لوں مجھے اہتمام سے سننا پڑا اور جلدی جلدی پورا کر کے کل گزشتہ آپ کے نام بذریعہ رجسٹری بھیج دیا گیا، خدا کرے کہ پہونچ گیا ہو۔

آپ نے لکھا کہ اس کی طباعت کے سلسلے میں مولوی یوسف نے کچھ نہیں لکھا، اور عزیز عبدالرحیم نے یہ کہا کہ زامبیا جا کر لکھوں گا، میرے خیال میں تو عبدالرحیم نے غلطی کی، اس کو یہاں سے جانے سے پہلے آپ سے سب معاملات طے کر کے جانا چاہئے تھا، تا کہ خط و کتابت میں وقت ضائع نہ ہوتا، اور جو بات زبانی ہوسکتی ہے وہ خط سے نہیں ہوسکتی۔

اس سے مسرت ہوئی کہ عزیز عبدالرحیم کی وجہ سے ورتّھی کا ماحول اچھا ہوگیا ہے خدا کرے کہ اس کی غیبت میں بھی باقی رہے، آپ بھی آنے سے پہلے وہاں جا کر کسی اہل کو نگراں بنا کر آویں اور عبدالرحیم کو بھی اگر خط لکھیں تو میری طرف سے یہ کہہ دیں کہ خطوط کے ذریعہ سے ورتّھی والوں کی نگرانی ضرور کرتے رہیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

بقلم: حبیب اللہ ۲۳؍رجب ۱۳۹۱ھ ۱۴؍ستمبر ۱۹۷۱ء

مکرم ومحترم مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

اس وقت معلوم ہوا کہ ڈاک میں آپ کا گرامی نامہ رکھا ہوا ہے، آج کل ڈاک کا بہت ہی ہجوم بڑھ گیا ہے، حضرت رائے پوری قدس سرہ کے تابوت کے

مسئلہ نے میری ڈاک المضاعف کردیا، غالبًا آپ تو اس فتنے سے بے خبر ہونگے،
آپ نے جو نظام لکھا ہے بہت مناسب ہے اس نا کارے کا بھی ڈاکٹری معائنہ
کے ذیل میں ۱۱/شعبان کو دہلی جانا طے ہوگیا، کم سے کم ایک ہفتہ تو وہاں ضرور
لگے گا، اس لئے یہاں کے ڈاکٹروں کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ اثر ان دواؤں کا
ہے، پیشاب میں البتہ ابھی تک کوئی اثر نہیں، پانچ چھ مرتبہ جانچ ہو چکی ہے دہلی
کے احباب کا اصرار تو پہلے دنوں سے ہو رہا ہے مگر میری مجبوریاں۔

آخری رجب میں تو مسلسلات کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑا کہ میں نے
آخری جمعہ رجب کا قرار دیا تھا اور دیگر احباب سے بھی کہہ دیں کہ ۲۰/شعبان
سے پہلے کوئی صاحب نہ آویں، الامام ابوداود کا مقالہ درست ہوگیا اللہ کا شکر
ہے، مولوی یوسف کے مسودہ کے متعلق تم نے جو لکھا بالکل صحیح ہے میں نے کئی
دفعہ پہلے بھی متوجہ کیا مگر اصلاح نہ ہوسکی، عبدالرحیم کے تین خط زامبیا سے
یہاں آچکے اور اس نے بہت تفصیل سے اپنے اعذار لکھے جس کا خلاصہ یہ ہے
کہ وہ رمضان تک بولٹن نہیں جا سکتا۔

ابھی تک تو وہ زامبیا پڑا ہوا ہے افریقہ کے اندراج پاسپورٹ میں پہلے
سے نہیں تھا وہاں اندراج کی درخواست دیا ہے اس نے پانچ ہفتے میں بلایا ہے،
والدہ افریقہ میں ہیں، جن کی وجہ سے اصل سفر تھا ۵/ ہفتے تو اخیر شعبان میں
پورے ہونگے اس کے بعد والدہ کے جانے کے لئے صرف پانچ دن باقی رہتے
ہیں، والدہ ہی اصل مقصد سفر تھیں اس لئے میں نے اس کو لکھ دیا کہ والدہ بولٹن
سے مقدم ہیں، اس لئے بولٹن رمضان کرنے کا ارادہ ملتوی کریں، شوال میں

اگر سہولت ممکن ہوتو پندرہ بیس دنبولٹن میں رہ کر مدینہ پاک چلے جاویں۔

اس سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ راوت صاحب نے آپ کی چھٹی منظور کر لی، مگر آپ نے یہ نہیں لکھا کہ چھٹی میں اپنا وظیفہ بھی دیں گے یا بند کر دیں گے، آپ کی طرف سے تو اس کی کوئی تحریک نہیں ہونی چاہئے، البتہ آپ کا اور علی میاںؒ دونوں کا مشورہ ہو تو میں تحریر کروں کہ آپ کا وظیفہ باقی رکھیں لیکن اس کو بھی علی میاںؒ سے لکھنؤ جانے پر ضرور مشورہ کر لیں، یہ تو آپ نے سن لیا ہو گو کہ علی میاںؒ کی آنکھوں میں آج کل تکلیف بڑھ رہی ہے، اور پاؤں میں، اللہ ہی رحم کرے، آپ نے اچھا کیا کہ سید آفتاب کو لکھ دیا، میں بھی بار بار ارادہ کر رہا تھا، میں نے بھی انہیں بذل کے بارے میں لکھ دیا ہے۔

لکھنؤ والے تو بذل کی طباعت کا دو مہینے سے تقاضا کر رہے ہیں مگر جتنی آپ اس کی تصحیح اور تحشیہ کی تصحیح نہ کریں اس وقت تک طباعت مشکل ہے، میرا خیال یہ ہے کہ اگر ماہ مبارک میں کتاب الطہارۃ پوری ہو جائے تو شوال سے ان شاء اللہ طباعت کا سلسلہ شروع ہو جائے، میرا خیال یہ ہے کہ صرف کتاب الطہارۃ میں جلد اول ہو جائے اس لئے کہ ٹائپ میں طباعت بڑھ جاتی ہے، اور پھر حاشیے بھی ساتھ ہوں گے، میرا تو خیال یہ تھا کہ ابتدائی حواشی میں علی میاںؒ سے مشورہ کر لوں مگر رمضان سے پہلے تو علی میاںؒ کی آمد مشکل ہے، اور وہاں بھی ان کی علالت کی وجہ سے اس وقت تکلیف دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

عزیزان طلحہ ابوالحسن جو دونوں میرے پاس ہیں، مولوی احمد گجراتی اور دوسرے احباب کی طرف سے سلام مسنون، کاتب الحروف مولوی حبیب اللہ کی

طرف سے سلام مسنون، اس سے قلق ہوا کہ مولانا نعمانی نے آپ کے جلسے میں آنے سے معذرت کردی، اللہ تعالیٰ آپ کو، آپ کے مدرسے کو، آپ کی تالیفات کو قبولیت سے نوازے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

بقلم: حبیب اللہ چمپارنی ۶؍شعبان ۹۱ھ ۲۷؍ستمبر ۱۷۱۹ء

حضرت شیخ الحدیثؒ کا بذل کی خدمت کے لئے حضرت مولانا علی میاں سے اہم مشورہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز گرامی زید لطفہ ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مورخہ ۳؍جمادی الثانیۃ کو ملا، لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر اس کے پڑھنے کی نوبت کئی دن بعد آئی، حضرت شیخ الحدیث نے مجھے بھی آپ کے قیام (قیام سہارنپور) کے بارے میں لکھا تھا، اور ایماء بھی فرمایا تھا کہ تمھارے سہارنپور آنے پر مشورہ ہو جائے گا، میں نے فوراً لکھ دیا تھا کہ بہت مناسب ہے، آپ کے لئے یہ موقع نہایت غنیمت ہے، بالکل ہاتھ سے نہ جانے دیں، سب کچھ مل جائے گا، لیکن شیخ کی صحبت نہ ملے گی اور اس وقت ان کی پوری قلبی توجہ اپنی اور اپنے اکابر کی تصنیفات کی اشاعت پر ہے، جو اس میں مدد کرے گا وہ ان کی شفقتوں اور عنایتوں کا حصہ وافر پائے گا، میں ۱۱؍۱۲؍اگست کو سہارنپور جا رہا ہوں وہاں اس مسئلے کی قطعی شکل دے دی جائے گی، اس

وقت اسی پر اکتفا کر رہا ہوں۔ والسلام

مخلص: مولانا ابوالحسن علی ندوی

بقلم: محمد الثانی ندوی رائے بریلی

۱۹۷۱/۸/۵ء ۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

ایک دوسرے خط میں حضرت مولانا علی میاں ندوی تحریر فرماتے ہیں:

عزیزی گرامی سلمہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مؤرخہ ۱۲/ اگست کو مل گیا تھا، لیکن میں ۱۵/ اگست کو دہلی روانہ ہوا اور وہاں سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر یہ سفر انتشار و علالت میں گزرا، حضرت شیخ کو بھی پریشانی رہی، ۲۲/ اگست کو مولوی معین اللہ کے ساتھ واپسی ہوئی، اب طبیعت اچھی ہے، مولوی عبداللہ صاحب کے خط کا جواب اسی ڈاک سے دیا ہے، امید ہے کہ ان کے لئے موجب طمانینت ہوگا، خدا کرے کہ آپ کا بدل سال بھر کے لئے مل جائے۔

هنيئاً لأرباب النعيم نعيمها آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اس کے لئے آپ ہی پر نظر ہے، باقی سب حالات بدستور ہیں۔

والسلام

ابوالحسن علی

۱۴/ دسمبر ۱۹۷۱ء موافق ۳/ رجب ۱۳۹۱ھ

حضرت مولانا علی میاں صاحب کے اس خط سے جو ترکیسر سے رخصت ہونے کے زمانے میں ملا تھا اس سے اس ناچیز کو بڑی تقویت ملی۔

مکرم ومحترم مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

آج کی ڈاک سے گرامی نامہ پہونچا اور بہت اچھے وقت پر پہونچا کہ کل کو عزیز عبدالرحیم جارہے ہیں، ان کے ہاتھ جواب لکھوارہا ہوں اور لفافہ واپس کررہا ہوں کہ پھر کام میں آجائے گا، آج ۱۳؍اگست جمعہ کو علی میاںؒ کی تشریف آوری کی حتمی خبر تھی، سیٹیں بھی دہلی کی ہوچکی تھیں کہ پرسوں دہلی آکر صبح سہارنپور پہونچیں گے، مگر رات مولوی معین اللہ صاحب کا خط پہونچا اور آج علی میاںؒ کا بھی پہونچا کہ علی میاںؒ کو دفعۃً بیماری کا حملہ ہوا اور نقرس والی بیماری عود کرآئی، اس لئے سیٹیں منسوخ کرنا پڑیں اور دہلی وسہارنپور دونوں جگہ کے سفر ملتوی کرنے پڑے، طبیعت اچھی ہوجانے پر براہ راست سہارنپور آنے کا وعدہ لکھا ہے، آپ نے لکھا کہ آنے کا ارادہ پختہ کرلیا جزاکم اللہ، مجھے بھی عرصہ کی تمنا کہ ''بذل المجہود'' کے ٹائپ پر طبع کرانے کی امنگ بڑھتی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے پوری کرادے، مالی حیثیت سے تو مجھ سے بہت ہی بعید ہے کہ ایک لاکھ کا اندازہ بتلایا جارہا ہے اور اپنی زندگی میں پوری ہونے کی امید بھی نہیں ہے۔

میرے خیال میں آپ نے یہ لکھنے میں کہ ''ورنہ مستقل آدمی کا انتظار کریں'' بہت عجلت کی، آپ کو پہلے ایک سال کی چھٹی لینا چاہئے تھی اور اس پر اصرار بھی کرنا چاہئے تھا، جب اس سے وہ انکار کرتے تو پھر آخری قدم اٹھانا چاہئے تھا، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر کے متعلق میرا تو جی چاہ رہا تھا کہ ضرور آجائے لیکن اس کی کیا صورت ہو؟ یہ آپ کے اور علی میاں صاحبؒ کے

مشورہ سے طے ہو جائے گا۔

امید کہ تمہارا مقالہ ''الامام ابو داود وسننه'' پورا ہو گیا ہوگا، اللہ تعالیٰ قبول فرمادے، میرا خیال یہ ہے اور تمہارا پہلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ ایک سال کے لئے مولانا حبیب اللہ صاحب (پالنپوری) کو رکھ لیں، اس میں سہولت یہ ہے کہ کسی ایک جگہ تو ان سے نہیں رہا جاتا، ایک سال تو ان شاء اللہ وہ پورا کر ہی دیں گے، اتنے میں تم بھی فارغ ہو جاؤ گے، اتنے میں ان کا دل گھبرا ہی جاوے گا۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ ۲۲/ اگست ۱۹۷۱ء

بذل المجہود کی خدمت کا فیصلہ:

مکرم ومحترم مدفیوضکم ...... بعد سلام مسنون!

اسی وقت گرامی نامہ موجب منت ہوا، مولانا الحاج علی میاںؒ صاحب اور مولوی معین اللہ صاحب دونوں کے خطوط اس مضمون کے آئے ہیں کہ مولوی تقی صاحب کا یکسالہ قیام بہت مناسب ہے، یقیناً بذل کے حاشیہ کی تصحیح ان سے اچھی کوئی نہیں کرسکتا، ندوہ میں بھی کوئی ایسا آدمی نہیں جو اس کی کما حقہ تصحیح کر سکے، یہ تم نے صحیح لکھا کہ بذل کی طباعت کے ساتھ اس کے حواشی بھی آجاویں تو بہت اچھا ہے، بلکہ میری تو رائے یہ ہے کہ میرے والد صاحبؒ کی تقریر ابوداود، الکوکب الدری، اور لامع الدراری دونوں سے زیادہ اہم ہے، اور اب تک طبع نہیں ہوئی، علی

میاں مولوی سعید الرحمٰن اور تمہارے مشورے سے ایسی صورت ہوجاوے کہ وہ بھی ساتھ ساتھ طبع ہوجاوے تو اور بھی اچھا ہے۔

آپ کا خیال کہ راوت صاحب سے اس بارے میں آپ مراجعت کرلیں بہت مناسب ہے، ان کو یہ بھی لکھ دیں کہ زکریا اور علی میاں کی رائے یہ ہے کہ یہ بہت اہم کام ہے، اس کے لئے مدرسہ سے چھٹی لینی بہت مناسب ہے، یہ ناکارہ بھی اس کی تالیف کے لئے مظاہر علوم سے ایک سال کی چھٹی لے کر مدینہ پاک گیا تھا، البتہ یہ کام ضروری ہے کہ اپنی غیبت میں ایک سال کے لئے کسی کو ضرور تلاش کرلیں، آپ نے مولوی معین الدین صاحب کا نام تجویز کیا، مجھے یہ تو اندازہ نہیں کہ وہ آپ کی جگہ پر کام کرسکیں گے یا نہیں؟ البتہ یہ تو معلوم ہے کہ وہ امدادیہ میں بھی بخاری شریف پڑھاتے ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ ممبران کی منظوری کا انتظار نہ کریں بلکہ مناسب آدمی کی تلاش ابھی سے شروع کردیں، معلوم نہیں مولوی حبیب اللہ صاحب پالنپوری جو گذشتہ سالوں میں ندوہ میں حدیث کے اسباق پڑھاتے تھے وہ آج کل کہاں ہیں؟ میرے خیال میں وہ زیادہ مناسب رہیں گے، اس لئے کہ استعداد ان کی بہت اچھی ہے، میرے یہاں بھی بخاری شریف میں چند ماہ شرکت کرچکے ہیں اور ندوہ میں بھی دوماہ اسباق پڑھا چکے ہیں اور چونکہ ان کے مزاج میں استقلال بالکل نہیں ہے وہ کسی جگہ سال دوسال سے زیادہ ٹھہر نہیں سکتے، اس لئے ان کے متعلق یہ اشکال بھی نہیں ہوسکتا کہ پھر پاؤں جما کر تمہیں دھکہ دے دیں۔

آپ کے یہاں کے مدرس مولوی احمد بیمات صاحب کے متعلق تو یہ سنا تھا کہ وہ ڈابھیل میں دوسرے کے اسباق پڑھاتے تھے، علی میاںؒ تو تقریباً ایک ماہ سے یہاں آنے کو بار بار لکھ رہے ہیں مگر اول طبیعت ناساز ہوئی پھر سیلاب کا قہر پیش آ گیا، اب ان کے یہاں عاملہ ہونے والی ہے غالباً اس کے بعد آویں گے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبد الرحیم ۱۱/۲/ ۹۱ھ ۸/ اپریل ۱۹۷۱ء

بذل کی علمی خدمت کے لئے حضرت شیخ کا اعتماد:

مکرم ومحترم مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون !

تمہارا جوابی لفافہ پہونچا تھا، کل منگل کی دوپہر کو تمہارے معزز مہمان محمد چوہان صاحب مع تین عدد مساۃ کے پہونچے، دہلی سے انہوں نے واپسی کی ٹیکسی کرایہ کی کر لی تھی جو جلال آباد چند گھنٹے ٹھہرنے کے بعد کل دوپہر یہاں پہونچے، اور آج صبح چائے کے بعد یہاں سے دیوبند روانہ ہو گئے، ہر چند میں نے آپ کے خط کے حوالہ سے دو شب قیام کا ان کا وعدہ بتلایا، انہوں نے کہا کہ مولانا تقی صاحب نے از خود لکھ دیا، انہوں نے دو شب قیام کے لیے کہا تھا مگر کچھ مجبوریاں ایسی ہیں کہ آج ہی شام دہلی واپس پہونچنا ہے، ٹیکسی دو ہی دن کے واسطے کرایہ پر کی ہے، آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ان کے ڈرائیور نے جو مسلمان تھا چپکے سے مجھ سے یہ کہا کہ میں کئی سال سے آپ کا متمنی تھا، آپ

ان کو اگر اور ٹھہرالیں تو میری تمنا پوری ہو جائے، مگر مہمانوں ہی کو کچھ عجلت تھی، میں عورتوں کو اپنے یہاں ٹھہرانے سے شدت سے اس وجہ سے انکار کرتا ہوں کہ مکان میں بہت ہی تنگی ہے خصوصاً افریقہ وغیرہ کے بنگلوں میں رہنے والیوں کے لیے بہت ہی مشکل ہوتی ہے اور بہت سوں کو بڑی دقت بھی ہوتی ہے۔

تمہارا پہلا خط بھی آیا تھا، اس کا میں نے بہت اہمیت سے جواب لکھوادیا تھا جس میں تم نے یہاں ایک سال رہنے کی پیشکش کی تھی، مگر میں مدرسہ اور تدریس حدیث کی وجہ سے ہمیشہ انکار ہی کرتا رہا، مگر تمہارے سابقہ خط پر جس میں تم نے باصرار ایک سال قیام کی اجازت چاہی تو مجھے بھی اپنی دیرینہ خواہش جوش میں آ گئی، پھر بھی تمہارے حرج کی وجہ سے مجھے اس میں تردد تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ استخارہ مسنونہ ضرور کرتے رہیں اور علی میاں سے مشورہ کرلو، اور ایک سال کی چھٹی لے کر "بذل" کی طباعت کے لیے آ ہی جاؤ اور میرے حواشی علی البذل کی تبییض کر کے اللہ کا نام لے کر شروع کر ہی دو، میری زندگی میں اگر ایک حصہ طبع ہو جائے پھر اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ تم اور ندوہ والے مل کر اس کی تکمیل کر دو گے، تراجم کے متعلق بھی اس کا پہلا حصہ جو بہت ہی مختصر ہے ندوہ میں قریب الطبع ہے۔

اور اب اس کے متعلق بھی میری امید یہ قائم ہو گئی ہے کہ اگر میں مر جاؤں یا کہیں چلا جاؤں تو ان شاء اللہ سلمان و عاقل اس کو پورا کر دیں گے، مگر بذل کے حواشی ان کے بس کے نہیں ہیں، کیا بعید ہے کہ انہیں دونوں کاموں کی وجہ سے اس مرتبہ واپسی (مدینہ منورہ سے) ہوئی ہو، اسی کے ساتھ تم نے لکھا

تھا کہ ایک لندن والے بھی مہمان آنے والے تھے، ان سے پوچھنا تو یاد نہ رہا، لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ مہمان کیوں نہ آئے؟

عزیز عبدالرحیم کے یہاں ہونے کی وجہ سے مجھے بہت سہولت رہی، اس وجہ سے کہ وہی ان کی مہمان داری کرتے رہے، اور من جانب اللہ یہ بات پیش آئی کہ کچھ مہمان کل سے آئے تھے، اس لیے ان کی وجہ سے مجھے کچھ کرنا نہ پڑا۔

اپنے یہاں کے ناظم اور مہتمم صاحب وغیرہ کو سلام مسنون۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: عبدالرحیم ۴/ رج ۲/ ۱۳۹۱ھ ۲۸/ جولائی ۱۹۷۱ء

محترم ومکرم مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

تمہارا پہلا خط کل ملا تھا اور اس کا جواب لکھوا کر عزیز عبدالرحیم کو دے دیا تھا کہ بہ نسبت ڈاک کے عزیز موصوف کے ساتھ جلدی پہونچے گا، آج کے خط میں تمہارا مژدۂ جانفزا کہ اراکین نے تمہاری چھٹی (بذل المجہود کی خدمت کے لئے) منظور فرمالی، بہت ہی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک فرماوے اور اراکین کو بہترین جزائے خیر دونوں جہان میں عطا فرماوے۔

یہ ناکارہ بجز دعا کے اور کیا کرسکتا ہے، آپ کے اس لفافہ میں بھی ایک جواب کے لئے لفافہ ہے، وہ بھی واپس کررہا ہوں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: عبدالرحیم ۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ ۱۴/ اگست ۱۹۷۱ء

بذل کی مشغولیت علمی حیثیت سے تدریس بخاری سے مفید:

حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے ایک مکتوب گرامی کو مولانا یوسف متالا کے نام تحریر فرماتے ہیں۔

۲/۳/دن ہوئے مولوی تقی صاحب کا خط آیا کہ بخاری شریف قریب الختم ہے، اوراس کے ختم کے بعد جلسہ تک میرا قیام یہاں ضروری ہے، اور میں فارغ ہوں، اگر تو نے مولوی یوسف کے مسودہ (یہ اطاعت رسولؐ کا مسودہ تھا) کی دوسری قسط سن لی ہو تو جلد بھیج دیا جائے، میں فراغت کے ایام میں دیکھ لوں گا اس لئے ۱۳/ستمبر کو مولوی تقی الدین کے نام رجسٹری کر دی گئی ہے۔

یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ مولوی تقی صاحب آئندہ سال میرے پاس رہنے کا ارادہ کر رہے ہیں، ان کی خواہش اور اصرار تو کئی سال سے تھا، مگر حدیث پاک کا حرج اوران کی مالی حرج کی وجہ سے کہ وہاں تنخواہ بھی بہت ہے، اس سال بھی ان کے کئی خطوط اصرار کے آئے۔

میرا بھی خیال یہ ہوا کہ ’’بذل المجہود‘‘ کی طباعت میں کئی سال سے ارادہ وکوشش کر رہا ہوں کہ بذل پر جو حواشی میرے ہیں ان کو تلخیص وتصحیح کے بعد وہ طبع ہو جائیں، علی میاں سے تیسرے سال حجاز میں اس پر گفتگو ہوئی تھی وہ ندوہ میں اس وقت سے اس کی طباعت پر آمادہ تھے، بلکہ متقاضی ہیں، اس لئے بذل کی طباعت کی وجہ سے اوراس خیال سے کہ بذل کی مشغولیت علمی حیثیت

سے بخاری شریف کی تدریس سے زیادہ مفید ہوگی، منظور کرلیا، مگران کے مالی نقصان کا قلق ضرور ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے ان کے لئے کوئی نعم البدل پیدا فرمائے۔

ان کا ارادہ بخاری شریف کے ختم ہونے کے بعد فوراً ہی یہاں آنے کا تھا، مگران کے مدرسہ سے زیادہ ان کے طلبہ کا اصرار تھا کہ وہ ان کی دستار بندی میں شریک ہوکر جائیں، جو جلسہ کے موقع پر ہوگی، میں نے بھی اس کو مناسب سمجھا اوران کو لکھ دیا کہ جلسہ سے فراغ پر آنا، ان کا کل ہی جواب آیا کہ جلسہ سے فراغ پر ۱۱؍شعبان کو وہاں سے چل کر ۱۳؍کو سہارنپور پہونچ جاؤں گا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ چمپارنی

۱۴؍ستمبر ۱۹۷۱ء مطابق ۲۳؍رجب ۱۳۹۱ھ

بذل المجہود کی خدمت کے لئے ترکیسر سے سہارنپور ۱۳؍شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ کو حاضری:

۳۱؍ستمبر ۱۹۷۱ء کو ترکیسر سے روانہ ہوکر لکھنؤ ہوتے ہوئے اپنے وطن اعظم گڑھ پہونچا، چونکہ حضرت کے مشورہ سے مجھے اپنے وطن اعظم گڑھ ہوکر رمضان المبارک سے پہلے حاضر ہونا تھا، چنانچہ والدہ صاحبہ کو شدید انتظار تھا اس لئے اپنے وطن جاکر ماہ مبارک سے پہلے ۲۵؍شعبان ۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۱ء کو حاضر خدمت ہوگیا،

اور بذل کا کام شروع کر دیا، ماہ مبارک کے اعمال کے علاوہ اس کتاب کی خدمت میں مشغول رہتا، البتہ رمضان المبارک کے بعد یہ مجلس کچے گھر میں حضرت شیخ کی مجلس میں منعقد ہوتی، اور حاشیہ ومقارنہ میں مولانا محمد عاقل صاحب اور مولانا سلمان صاحب بھی شریک رہتے، حسب ضرورت مشورہ ہو جاتا اور حضرت شیخ سے بھی رجوع کر لیا جاتا تھا، کبھی مولانا محمد یونس صاحب بھی شرکت کرتے تھے، میرا قیام مدرسہ قدیم کے کمرے میں طے کیا گیا تھا۔

یہ پورا سال بہت ہی پر انوار تھا، حضرت شیخ کا خصوصی قرب حاصل رہتا تھا، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بذل کی طباعت بھی شروع کر دی گئی تھی، وہاں سے پروف آتے تھے جو پڑھ کر تصحیح کے بعد واپس کر دئے جاتے تھے، اسی طرح ۶ / جلدیں ندوہ میں طبع ہوئیں، مگر طباعت و تصحیح دونوں قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔

اس لئے تجویز ہوئی کہ یہ ناچیز چند دن ندوہ میں قیام کر کے اپنی نگرانی میں طباعت کرائیں اور اس کے لئے ندوہ سے شدید تقاضا تھا، (ربیع الثانی ۹۲ھ) اس لئے وسط سال میں چند دن کے لئے ندوہ حاضر ہوا اور قیام کیا، وہاں سے اپنے وطن مظفر پور اعظم گڑھ گھر جا کر سہارنپور واپسی ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب جودھ پوری کی زیارت:

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے یہاں قیام کے زمانے میں بہت سے حضرات اور اکابر کے خطوط اس ناچیز کے نام آتے تھے، نیز وہاں کے قیام میں بہت سے اکابر کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، ان بزرگوں میں حضرت مولانا جودھپوری بھی ہیں، جو حضرت اقدس حکیم الامت کے خلفاء میں ہیں، سہارنپور کے

قیام میں حضرت شیخ نے ان کی خبر گیری کا حکم دے رکھا تھا، اس لئے ان کو اسٹیشن پہونچانے گیا، ان کا سفر سہارنپور سے لکھنؤ کا تھا اور خصوصیت سے حضرت مولانا نعمانی سے ملاقات کے لئے تھا، اسٹیشن پر حضرت نے خادم کو ٹکٹ خریدنے کے لئے بھیجا، واپس آئے تو حساب سے معلوم ہوا کہ ۵؍روپئے اسٹیشن ماسٹر نے زیادہ لے لیا ہے اس پر حضرت نے ناگواری کا اظہار فرمایا کہ تم کو معاملہ کرنا نہیں آتا، ٹرین لکھنؤ کے لئے روانہ ہوگئی اور یہ ناچیز اسٹیشن ماسٹر کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تم نے یہ پیسے لے لئے، سیدھے آدمی ہیں مگر یہ بہت بزرگ آدمی کے پیسے ہیں فوراً واپس کردو ورنہ تمہاری آل واولاد دکھا جائیں گے، وہ ڈر گیا چنانچہ اس نے مجھے پیسے واپس کردئے، اس ناچیز نے یہ پیسے اور خط حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے پاس روانہ کردیا، مولانا کا جواب آیا کہ آپ کے اس قلندرانہ اقدام سے مسرت ہوئی۔

ترکیسر فلاح دارین سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں:

جیسا کہ پہلے خطوط میں ذکر آچکا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی تمنا یہ تھی کہ ان کی کتابیں اوجزالمسالک و بذل المجہود وغیرہ ٹائپ پر شائع ہوکر عالم عربی میں پھیلیں، اسی لئے سہارنپور حضرت کی خدمت میں حاضری دی، سہارنپور حضرت اقدس شیخ الحدیث نوراللہ کی خدمت میں سال میں کم از کم دومرتبہ حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی، وسط سال میں ایک مرتبہ حاضر ہوا، حضرت کی مجلس تصنیف وتالیف میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، واپسی پر دل میں داعیہ شدت سے پیدا ہوا کہ اس ناکارہ کو حضرت والا کی خدمت میں کچھ قیام کی سعادت نصیب ہوجائے، واپس

آ کر ترکیسر سے ایک خط تحریر کیا کہ میری آرزو ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں دوبارہ قیام کی سعادت حاصل ہو جائے۔

ترکیسر سے سہارنپور حاضری کے وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ میری جگہ بخاری شریف وترمذی شریف کون پڑھائے گا، کئی تجاویز آئیں بالآخر مولانا احمد بیمات جو وہاں مدرس دوم تھے ان کے حوالہ کی گئیں، یہ ناچیز رمضان المبارک سے پہلے اپنے وطن سے ہو کر سہارنپور حاضر ہو گیا تھا۔

اس ناچیز نے ایک سال کی چھٹی بلا تنخواہ لی تھی ایک غیبی انتظام:

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون!

آپ کو تو معلوم نہیں کہ اس ناکارہ کو ندوہ کے خطوط کا کتنا شدید انتظار رہتا ہے، کئی دن ہوئے آپ کے دو خط ایک لفافہ میں پہونچے تھے، اس کا جواب لکھوا دیا تھا اس کے بعد کوئی جواب نہیں آیا۔

آج کی ڈاک سے عزیز سید آفتاب سلمہ کا نہایت روح پرور خط پہونچا، اس میں سے جو حصہ آپ سے تعلق رکھتا ہے اس کو بلفظہ نقل کرتا ہوں: مولوی عبدالحفیظ صاحب کے ساتھ جو والا نامہ ارسال فرمایا تھا وہ ۲۷/دسمبر کو موصول ہوا، یہ حضرت کی کرامت ہے کہ اس دن ایسا ہوا کہ ان شاء اللہ مولوی تقی صاحب کے لئے چار سو روپئے ماہوار کے اعتبار سے ماہ فروری میں ایک سال کی رقم حضرت کو پہونچے گی، حضرت اپنے دست مبارک سے ماہوار چار سو

عنایت فرماتے رہیں گے، اس میں جن صاحب نے شرکت کی ہے انہوں نے سختی سے منع کردیا ہے کہ ان کے نام سے کسی کو مطلع نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ ان صاحب کو اجر مرحمت فرمائے۔

مولوی تقی الدین صاحب کو سلام مسنون قبول فرماویں، خوش قسمت ہیں کہ اس خدمت پر مامور ہوگئے اور الحمدللہ ان شاء اللہ دنیوی نقصان بھی نہ ہوگا، حضرت کے گرامی نامہ سے حضرت کی طبیعت پر بہت احساس تھا، اور احقر کی طبیعت پر بھی، حضرت کی کرامت سے ان شاء اللہ اس کا انتظام ہوگیا سال بھر کا ایک دم پہونچ جائے، اس کے لئے بھی اسی لئے خیال ہوا، الحمدللہ یہ کام بسہولت تمام ہوگیا، حضرت فکر نہ فرماویں ان شاء اللہ پوری رقم ایک سال کی ماہ فروری میں پہونچ جاوے گی۔ فقط والسلام

مجھے سید آفتاب کے خط سے بہت ہی زیادہ مسرت ہوئی، مجھے اس کا بہت ہی فکر ہورہا تھا کہ میری وجہ سے آپ کو مالی نقصان پہونچ رہا ہے، اب آپ حکماً پانچ سو روپئے علی الحساب ندوہ سے عید کے موقع پر ضرور گھر لے جائیں رقم آنے پر حساب ہوتا رہے گا، دوسرا ورق پھاڑ کر مولوی معین اللہ صاحب کو دے دیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

بقلم: حبیب اللہ ۳/۱۲/۱۳۹۱ھ ۲۰/جنوری ۱۹۷۲ء

''اطاعت رسولؐ پر مقدمہ'':

حضرت شیخؒ مولانا یوسف متالا کے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولوی تقی صاحب آج کل سہارنپور ہی میں ہیں، اخیر شعبان میں آگئے تھے اور بذل المجہود کے حواشی لکھ رہے ہیں، اور عزیز یوسف کی اطاعت رسولؐ کی رمضان میں نظر ثانی کی اور نقل کرا کر دیوبند کے ایک کاتب کے حوالہ کر دی ہے، اور مولوی تقی صاحب نے اس پر بڑی اچھی تقدیم لکھ دی ہے، جو مجھے بھی سنائی ہے۔

مولوی تقی صاحب ۲۰/ ذیقعدہ کو یہاں سے لکھنؤ جانے کا ارادہ کر رہے ہیں، اس لئے کہ وہ مدرسہ کی تعطیل کے بعد سے گھر نہیں جا سکے، سیدھے سہارنپور آگئے تھے، میری بھی رائے ہے کہ وہ عید گھر پر کریں اور لکھنؤ کے حضرات ایک ماہ سے ان پر تقاضا کر رہے ہیں کہ ''بذل'' کے ابتدائی کام کے واسطہ چند روز لکھنؤ ٹھہریں، اس لئے ان کا ارادہ ہے کہ وہ ۲۰/ کو یہاں سے لکھنؤ جا کر کچھ وہاں قیام کریں اور پھر عید پر گھر جائیں، اور گھر جانے کے بعد واپسی میں بھی لکھنؤ ٹھہریں گے، غالباً ایک ماہ کا یہ ان کا سفر رہے گا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم حبیب اللہ ۱۰/ ذیقعدہ ۹۱ھ ۲۸/ دسمبر ۱۹۷۱ء

اپنے وطن مظفر پورا عظم گڑھ کا سفر:

وسط سال میں بذل کے پروف دیکھنے اور طباعت کے سلسلہ میں مشورہ کے لئے مولانا معین اللہ ندویؒ سے اس ناچیز کو ندوۃ العلماء طلب فرمایا تھا، چنانچہ اسی زمانے کا یہ خط ہے۔

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون!

اسی وقت طویل انتظار کے بعد شب جمعہ میں آپ کا لفافہ ملا، حالانکہ آپ کی بخیر رسی کی اطلاع مختلف خطوط سے کل سے ملنا شروع ہوئی تھی، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ نے ظہر کے بعد سے ہی ہوامش کا کام شروع کر دیا، جزاکم اللہ، یہ معلوم نہیں کہ ۱۴۵ صفحے جو چھپے ہیں ان کے پروف کس نے دیکھے ہیں، پروف کا سہارنپور آنا تو یقیناً مفید ہے مگر یہاں پروف کا مسودہ ہونا ضروری ہے جس سے آپ مقابلہ کریں، کبھی پہلے کی طرح سے وہ نقل بھیج دیں جو کافی نہیں، مولانا سعید الرحمٰن صاحب کا خط کل آ گیا تھا اور آج ہی ان کا اور مولانا معین اللہ صاحب کے کارڈ کا جواب ایک کارڈ پر لکھوا چکا ہوں، اس لئے کہ مولانا معین اللہ صاحب کے کارڈ میں کوئی جواب طلب بات نہیں تھی، ''اطاعت رسول'' کے ٹائیٹل کے طبع ہونے کی خبر تو مولوی قمر علی کے خط سے معلوم ہوگئی تھی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایک نسخہ یوسف کو لندن بھیج دیا، ٹائیٹل تین عدد مولوی قمر علی صاحب نے بھی لکھا تھا کہ میرے نام روانہ کئے ہیں، وہ آج جمعہ کی شب تک تو پہنچے نہیں، آپ کے نام کے کچھ خطوط آ گئے ہیں جو

مولوی حبیب اللہ صاحب اپنے پاس رکھ رہے ہیں، مولوی قمر علی صاحب سے میرا بھی سلام مسنون کہہ دیں، میں ان کے کارڈ کا جواب مولوی سعید الرحمٰن صاحب کے کارڈ پر لکھوا چکا ہوں، اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں ان کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، مولوی نصیر کو تقاضا کر دیا ہے کہ وہ دوسو نسخے سلائی کر کے مولوی قمر علی کے پاس جلد بھیج دیں، اگرچہ مولوی نصیر نے بھی وہی اشکال کیا جو پہلے تم لکھ چکے ہو کہ یہاں سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے بمبئی میں خرچ برابر ہو جائے گا، تاہم آپ کے ناسخ فیصلہ پر میں نے یہی تجویز کر دیا کہ وہ دوسو نسخے جلد بھیج دیں مگر مولوی نصیر کہتے ہیں کہ میرے پاس سارے فرمے نہیں آئے، میرے پاس تو صرف ۶۷ فرمے موجود ہیں، یہ معلوم نہیں کہ مولوی تقی اپنے ساتھ کتنے لے گئے، علی میاں کے کلکتہ اور بمبئی کے سفر سے اس شدید گرمی میں تعجب ہے، یہ ناکارہ تو دہلی سے واپسی کے بعد سے اب تک دوران سر میں مبتلا ہے، گرمی سہارنپور میں بھی زیادہ ہو رہی ہے اگرچہ لکھنؤ اور دہلی سے یقیناً کم ہے، میں نے دو ہفتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ ''بذل'' جلد ثانی ایک ہی ہزار طبع ہوگی اور بقیہ بھی معلوم نہیں اب جو طبع ہو رہی ہے دو ہزار یا ایک ہزار، اب تو دو ہزار کا تحمل اخراجات کے لحاظ سے نہیں رہا، میں نے مولانا سعید الرحمٰن صاحب کے خط میں جلد اول کی تقسیم لکھی تھی آپ نے بھی ملاحظہ فرمالی ہوگی کہ بارہ سو بلا جلد بمبئی بھیج دیں اور آٹھ سو میں سے علی میاں جتنا رکھنا چاہیں رکھ کر بقیہ بلا جلد سہارنپور بھیج دیں، یہی تقسیم اس مقدمہ کی ہوگی جو دو ہزار مزید طبع کرائی گئی ہے، البتہ منسوخ شدہ کاغذ کے بمبئی بھیجنے کی ضرورت نہیں کہ وہ نمونہ کے قابل نہیں، میں نے ان دونوں اکابر کی خدمت میں یہ بھی لکھا تھا کہ جلد اول کے

پورے اخراجات مکمل تحریر فرمادیں تاکہ قیمت کا اندازہ کیا جاسکے، معلوم ہوا کہ قیمت تو ۲۰/روپئے انہوں نے شائع بھی کردی، معلوم نہیں ۲۰ روپئے میں کوئی نسخہ ہمیں بھی پڑ جائے گا یا نہیں، مولانا معین اللہ صاحب و مولانا سعید الرحمٰن صاحب کی خدمات میں سلام مسنون اور مولوی قمر علی صاحب سے بھی۔

فقط والسلام

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہم

بقلم: حبیب اللہ، شب جمعہ ۵/ربیع الثانی ۹۲ھ ۱۹/مئی ۱۹۷۲ء

میری لڑکی شہبانہ کا عقد نکاح:

ہر سال کی طرح امسال بھی رجب میں مسلسلات حدیث کے پڑھانے کا اعلان ہوا، یہ ناچیز سہارنپور سے ندوہ ہوتے ہوئے مظفر پور اعظم گڑھ آیا، یہاں مجھے اپنی بہن و لڑکی کا نکاح کرنا تھا، ایک چھوٹے بھائی کی شادی طے کرنا اور گھر کے انتظامات تھے، اپنی بہن کا نکاح پڑھایا اور بھائی کا رشتہ طے کیا کہ میرے سفر کے بعد نکاح ہو جائے گا، لڑکی کا رشتہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قریبی عزیز کے صاحبزادے مولوی ارشد عالم سے طے کرایا تھا، جو مظاہر علوم میں دورۂ حدیث پڑھتے تھے، اس لئے گھر سے اجازت لے کر اور انتظامات کر کے سہارنپور حاضر ہوا، مسلسلات ہی کے دن حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ بارات لے کر آئے جس میں ۱۳/نفر تھے، ان میں مولانا محمد حنیف صاحب اور مولانا قمرالزماں صاحب بھی تھے، مسلسلات حدیث میں کافی مجمع تھا، اس میں شرکت کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب و دیگر اکابر علماء وطلبہ کی کثیر تعداد تقریباً دو ہزار کے مجمع نے شرکت کی، درمیان میں سبق روک

کر حضرت شیخؒ نے حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کو نکاح پڑھانے کا حکم دیا اور دعا فرمائی اس پر سبق کی تکمیل فرمائی۔

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون!

آپ کا ایک پرچہ مولانا معین اللہ صاحب کے سابقہ خط میں ملا تھا مگر مجھے پتہ معلوم نہیں تھا، اس لئے جواب نہیں لکھوایا، طویل انتظار کے بعد دوسرا گرامی نامہ مکان سے آج پہنچا، بالترتیب دونوں کا جواب لکھواتا ہوں، مولانا عبدالحلیم صاحب کے خط سے کئی دن ہوئے تاریخ عقد اور آج کے آپ کے گرامی نامہ سے اس کی توثیق ہو کر بہت مسرت ہوئی، تاریخ کے تعین سے تو بہت زیادہ مسرت ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، باحسن وجوہ اس مبارک کام کی تکمیل فرمادے، زوجین میں محبت عطا فرما کر اولاد صالح عطا فرمائے، مگر تاریخ کی تاخیر سے قلق ہے، ہم تو آپ کے لکھنے کے مطابق آپ کی تجویز کے موافق اخیر رجب تک حجاز روانگی کی امید لگائے بیٹھے تھے مگر ۸/شعبان کی تاریخ کے تعین سے معلوم ہوا کہ اس کے بعد بھی کچھ نہ کچھ تاخیر ہوگی جس سے فکر ہے، آپ کا افریقہ کا ٹکٹ یا مولوی یوسف تتلا (۱) کا کوئی خط آج ۲۱/اگست تک تو پہنچا نہیں، اللہ کرے کہ جلد آجائے، حاجی یعقوب صاحب کے خط سے آپ کا پاسپورٹ لکھنؤ بھیجنا تو معلوم ہو گیا تھا، خدا کرے کہ پہونچ

---

(۱) مولانا یوسف تتلا افریقی تبلیغی جماعت کے خاص رکن تھے، حضرت شیخ کے خلفاء میں ان کا شمار ہے، ابھی ۳/ماہ پہلے نظام الدین سے واپسی پر بیمار پڑے اور اپنے وطن ساؤتھ افریقہ میں انتقال ہو گیا، اس ناچیز سے بہت محبت فرماتے تھے، ان کے سالے مولوی صالح جی میرے شاگرد ہیں۔

گیا ہو، حاجی یعقوب صاحب کے خط میں آپ کا بھی ایک پرچہ تھا، انہوں نے تو بعد میں لکھا تھا کہ جب مولانا تقی صاحب گھر جاچکے ہیں تو میرے پرچہ کو بھیجنے کی ضرورت نہیں چاک کر دیں، مگر چونکہ موجود ہے اس لئے ارسال کر رہا ہوں۔

حافظ ارشد کے اقربا کے ۴؍شعبان کو پہونچنے کی خبر مولانا عبدالحلیم صاحب کے سابقہ خط سے معلوم ہوگئی تھی آپ کے خط سے بھی معلوم ہوگئی، سر آنکھوں پر، جتنے صاحبان چاہیں شوق سے آئیں۔

''بذل'' کی دوسری جلد کے صرف ۵؍نسخے آئے تھے بقیہ ابھی تک نہیں آئے، نہ جلد ثالث کے مطبوعہ اوراق آئے، آپ نے تحریر فرمایا کہ گجرات کے ترک کا کوئی اثر نہیں ہے بلکہ مسرت ہے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو، لیکن خطوط سے تو اب ہر جگہ سے آپ کے تأثر کی روایات پہنچتی رہتی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تأثر کفران نعمت تک نہ پہنچ جائے، تم نے اس سیہ کار کے متعلق جو کچھ لکھا وہ تمہاری محبت کا ثمرہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمہاری اس محبت کو طرفین کے لئے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے، والدہ صاحبہ، اہلیہ اور چچا صاحب کو خط لکھیں تو میرا بھی سلام لکھ دیں، عزیزان عاقل وسلمان کی طرف سے سلام مسنون۔

فقط والسلام

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۱؍رجب ۹۲ھ ۲۱؍اگست ۱۹۷۲ء

مکرم ومحترم مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

کئی دن ہوئے گرامی نامہ پہونچا تھا اور اس میں جواب کے لئے ندوہ کا پتہ کا لفافہ بھیجا تھا جس پر مجھے حیرت ہوئی کہ جس دن خط پہونچا اس سے اگلے دن آپ نے مکان جانے کا ارادہ لکھا، مجھے چونکہ آپ کے مکان کا پتہ یاد نہیں اس لئے اس پر جواب لکھوا رہا ہوں اگر آپ کی واپسی کا زمانہ قریب ہوگا تو یہ خط آپ کے انتظار میں رہے گا ورنہ وہ آپ کا پتہ کاٹ کر بھیج دیں گے، متالا کی کتاب کے ٹائیٹل کی بلٹی بھی وصول ہوگئی، یہاں مولوی نصیر الدین کے پاس صرف ستر نسخے تھے ان میں سے ساٹھ پر ٹائیٹل لگوا کر میں نے آج ہی بذریعہ بلٹی بمبئی بھیجوا دیا جس میں سے آٹھ نسخوں پر تو میں نے مکی مدنی احباب کے نام قلم سے لکھوا دئے، ۴/مدینے سے سید آفتاب، ڈاکٹر اسماعیل، مولوی سعید خان، صوفی اقبال اور ۴/مکہ کے حکیم یامین، شمیم سعدی اور قاری سلیمان، بقیہ باون کے متعلق میں نے حاجی یعقوب صاحب کو لکھ دیا ہے کہ جانے والی جماعتوں کے ہاتھ باون نسخے محمد یوسف کے پاس بھیج دیں، ابھی تک جماعتیں جارہی ہیں البتہ بحری تو روانہ ہوچکی ہیں ہوائی ابھی جارہی ہیں، مولوی انعام الحق صاحب کے لندن پہونچنے کی تاریخ تو ۱۳/جولائی مقرر ہوچکی ہے، معلوم نہیں آپ کے علم میں ہے یا نہیں؟ روانگی کی تاریخ ابھی طے نہیں ہوئی اس لئے کہ جانے سے پہلے کئی جگہوں کے مطالبے ہیں اور ان کا ارادہ واپسی میں عمرہ کرکے آنا ہے۔

یوسف کا ایک خط آیا تھا جو آپ کو دکھلانے کے واسطے رکھا ہوا ہے، اس نے طویل بیماری ناک کا آپریشن ایک ہفتہ کے لئے ہسپتال میں داخلہ وغیرہ

وغیرہ لکھے ہیں اللہ ہی رحم فرمائے، یوسف کے خط میں تو عبدالرحیم کے سفر کا کوئی ذکر تو نہیں تھا اور نہ عبدالرحیم کا کوئی خط آیا، البتہ عبدالحمید کا خط آیا تھا لندن سے، اس میں لکھا تھا کہ عبدالرحیم اپنی والدہ کو عمرہ کرا کرافریقہ پہونچا کر ہندوستان واپس آئیں گے، لیکن ساتھ ہی اس پر بہت زور دیا تھا کہ مولوی عبدالرحیم کے یہاں آنے کے بعد سے ذکر و بیعت کا سلسلہ بھی بہت وسیع ہے، لوگوں کی رجوعات بھی بہت ہیں، ان کو لوگ کثرت سے اپنے یہاں بلا رہے ہیں تو ان کو یہاں مستقل قیام کا حکم دے دے، انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحیم یوسف کے طویل اور شدید بیماری کے تحت اس کو مستقل افریقہ یا ہند قیام پر زور دے رہے ہیں، میں نے لکھ دیا کہ ہند میں تو ان دونوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں افریقہ یا لندن میں یہ دونوں بھائی آپس کے مشورے سے جس طرح چاہیں قیام کر لیں میری ہر طرح رائے ہے، تم دوستوں کی ہمیشہ کی ایک مصیبت ہے کہ ہمیشہ ایک دوسرے پر ٹالا کرتے ہو۔

تم نے لکھا کہ ''بذل'' کے سلسلے میں مولانا معین اللہ اور مولانا سعید الرحمٰن نے مفصل خط لکھ دیا ہوگا اور انہوں نے لکھا کہ اس سلسلے میں مولانا تقی الدین صاحب کا مفصل خط پہونچ گیا ہوگا، البتہ علی میاںؒ کا خط کلکتہ روانگی کے دن کا ڈالا ہوا پہونچا تھا، جس کا جواب انہوں نے بمبئی منگایا تھا اس میں لکھا تھا کہ میں بہت الحاح اور اصرار سے درخواست کرتا ہوں کہ حواشی کی طباعت کا ارادہ ہرگز ملتوی نہ کریں بہت زور دیا تھا اس کا بہت مفصل جواب میں نے بمبئی کے پتے پر بھیج دیا اور اس کی نقل لکھنؤ بھی بھیج دی مکان سے واپسی پر ملاحظہ فرمالیں۔

آپ نے لکھا کہ دو مہینے سے میرے دونوں گھٹنوں میں درد ہوتا ہے، کوئی کمال تو اپنے میں ہے نہیں جو احباب تک منتقل ہو امراض ہی منتقل ہوں گے اور کیا؟ آپ کا دوسرا پرچہ جو بلٹی کے ساتھ آیا اس کا جواب تو اوپر لکھوا چکا ہوں، آپ نے اچھا کیا کہ ''الفرقان'' میں ایک نسخہ دے دیا آپ کے تعلقات تو ''صدق'' سے بھی ہیں براہ راست بھیج دیجئے، میرے یہاں تو تبصرہ کا معمول نہیں، مولوی محمود الازہار سے میرا اسلام مسنون کہہ دیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے سب دوستوں کو بالخصوص ''بذل'' میں مدد کرنے والوں کے لئے بہت ہی دارین میں جزاء خیر عطا فرمائے، ان کے مساعی جمیلہ کو مثمر ثمرات وبرکات بنائے۔

بڑی ندامت ہے کہ میری وجہ سے یہ سب حضرات مشکلات میں پھنس گئے، اللہ تعالیٰ ہی اس مسئلے کو آسان فرمائے، میں نے کئی دفعہ ان حضرات کو لکھا کہ اب تک کے اخراجات کا ایک اجمالی نقشہ بھیج دیں تا کہ یہ اندازہ ہو جائے کہ آئندہ کے لئے کتنا قرض لینا پڑے گا، اس جلد پر تو بہت ہی اخراجات بڑھ گئے، بہت سے اجزاء کا دوبارہ طبع ہونا اور کاغذ کے معمولی فرق کی وجہ سے تین چوتھائی کتاب کا دوبارہ طبع ہونا تقدیم کا علاحدہ طبع ہونا ان سب کو اگر الگ جلد اول پر ڈالا جائے تو جلد اول کے پڑت ہی بہت زیادہ بڑھ جائے گی، اور اگر سب جلدوں پر تقسیم کیا جائے تو معلوم نہیں آئندہ کتنے اخراجات ناتجربہ کاری سے بڑھیں، یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ سارا سلسلہ قرض سے چل رہا ہے اگر اپنے ذاتی روپئے سے ہوتا تو منسوخ شدہ حصہ کو اور مکرر طبع حصے کو کالعدم کیا جا سکتا تھا مگر قرض تو ادا کرنا ہی پڑے گا۔

مولانا سعید الرحمٰن صاحب کا خط آیا تھا اور مولانا معین صاحب کا بھی، اسی مضمون کا کہ (ص ۱۳۶) دوبارہ طبع کرالیا گیا ہے مگر اس کا جوڑ تو (ص ۱۳۴) کے ساتھ بھی ہے جو میرے نسخے کے حاشیہ پر لکھ دیئے تھے جس کو آپ ساتھ لے گئے تھے، اس کے علاوہ (ص ۲۴۹) کے متعلق آپ نے بتایا تھا کہ اس کے سارے نمبر غلط ہیں اس وقت آپ نے جو تفصیل مجھے لکھ دی، اس کی نقل میں نے بھیج دی تھی کہ اس کے حاشیے کے سب نمبر غلط ہیں آج بھی اس کی تفصیل مکرر مولانا سعید الرحمٰن صاحب کے نام لکھوادی ہے، معلوم نہیں اس صفحے کا کیا ہوا دوبارہ طبع ہوا یا اس کی کوئی اور تجویز ہوئی۔

اس سے مسرت ہوئی، جیسا کہ مولوی سعید الرحمٰن صاحب نے لکھا کہ آپ حواشی سب کا مقابلہ کرکے آپ مکان گئے ان شاء اللہ کم سے کم جلد ثانی تو ان شاء اللہ صحیح طبع ہو ہی جائے گی معلوم نہیں مولانا عبدالستار صاحب کے ملاحظہ فرمودہ پر دونوں کا کیا حشر ہوا، دو چار تو ان کے دیکھے ہوئے ہونگے۔

امید ہے کہ جو پریشانیاں آپ کو خود ان کی روانگی سے قبل لاحق تھیں وہ بھی زائل ہوگئی ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مکروہ سے آپ کی حفاظت فرمائے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

بقلم: حبیب اللہ

از راقم سلام مسنون ۱۱؍۴؍۱۳۹۲ھ ۲۵؍مئی ۱۹۷۲ء

مولانا عبداللہ صاحب کاپودری کا مکتوب:

ذوالمجد والکرم حضرت مولانا تقی الدین صاحب زیدمجدکم

تحیۃ طیبۃ وبعد!

ہم دیوبند سے سیدھے مکان چلے آئے ہیں، میں تو انکلیشور سے کاپودرہ چلا گیا اور مولوی عبدالحق صاحب کٹھور، جمعہ کو مکان رہ کر جمعہ کی شام کو ترکیسر آ گیا ہوں، الحمدللہ سفر بہت اچھا گزرا، حضرت اقدس کی شفقتیں ہمیشہ یاد آتی رہیں گی، آپ نے بھی ذرہ نوازی میں کمی نہیں فرمائی، آپ کی میزبانی اور رفاقت سے بہت سہولت رہی، اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ عطا فرماوے، اللہ تعالیٰ بہتر طریقہ سے جلد آپ کا کام مکمل فرمانے کی ہمت وتوفیق عطا فرماوے، دیوبند میں دو روز قیام رہا، اساتذۂ کرام سے ملاقاتیں ہوگئی اور دہرہ دون ایکسپریس سے چلے آئے۔

مکرم مولانا محمد منظور نعمانی صاحب اتوار کی شام کو ترکیسر تشریف لائے تھے، عشاء کے بعد جامع مسجد میں اور صبح کی نماز کے بعد مدرسہ کی مسجد میں نصیحت آمیز بیان فرمایا، راندیر، ڈابھیل، کنتھاریہ اور آنند کا دورہ بھی ہوا۔

اس طرف جملہ احوال اچھے ہیں، حضرت اقدس کی خدمت میں حسب گنجائش سلام و دعا کی درخواست عرض فرمادیں، مولانا محمد ابراہیم صاحب و دیگر اساتذہ سلام عرض کرتے ہیں۔

اب کی مرتبہ مولانا محمد عاقل صاحب سے آپ کے کمرے میں تفصیلی ملاقات ہوئی، مجھے ان کے حُسن اخلاق سے بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ موصوف کو دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دینے کی توفیق نصیب

فرماوے، اگر سہولت ہوتو سلام مسنون عرض فرمادیں، ''خوان خلیل'' مولانا ابراہیم صاحب کو پہونچادی ہے، بس دعا کی درخواست ہے۔ والسلام

احقر عبداللہ غفرلہ ترکیسر، سورت، یکم اپریل ۱۹۷۰ء ۲۴ر محرم ۱۳۹۰ھ

''حقیقت شکر'' و ''اطاعت رسول ﷺ'' کی طباعت:

''حقیقت شکر'' مولانا عبدالرحیم صاحب کا ایک مختصر رسالہ ہے، البتہ ''اطاعت رسول'' مفصل کتاب جو مولانا یوسف متالا کی تصنیف ہے، ان دونوں کتابوں کی تصحیح وطباعت ان دونوں بھائیوں اور خود حضرت شیخؒ نے اس ناچیز کے ذمہ کیا، الحمدللہ دونوں کتابوں پر مقدمے بھی لکھے، دونوں کتابیں شائع کی گئیں اور پسند بھی کی گئیں، اطاعت رسول کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہوا، اس کی طباعت واشاعت کی حضرت والا کو بھی بہت فکر تھی، اس سلسلہ میں حضرت نے زبانی اور خطوط میں اس طرف متوجہ فرمایا، یہ کتاب خود اپنی مجلس میں سنی اور مقدمہ لکھنے کا حکم دیا، اس سلسلہ میں بعض خطوط اوپر گزر چکے ہیں، اس کتاب کا مقدمہ بہت جامع ہوگیا تھا، حضرت نے اس تحریر کو پڑھوا کر سنا اور بہت ہی پسند فرمایا، آج ۳۸ر سال کے بعد دوبارہ اس ناچیز نے پڑھا تو یہ محسوس ہوا کہ اس پر مزید اضافے کی گنجائش نہیں، البتہ کتاب کے آخر ایک صفحہ باقی تھا، اس پر اس ناچیز نے ایک مدرسہ کا پلان بنایا اور اس کی پوری تفصیل لکھی، اس میں بھی حضرت نے شاید ایک سطر کا اضافہ فرمایا، درحقیقت مولانا یوسف سے ہماری اس موضوع پر بات ہوچکی تھی، مولانا یوسف لندن چھوڑ کر جنوبی افریقہ جانے کا ارادہ کر چکے تھے، مگر اس کتاب اور اس میں

اشتہار کے بعد لندن سے جانے کا ارادہ ملتوی کرلیا نیز ایک مکتبہ یوسفی کا اشتہار لکھا تھا، اس وقت کچھ نہیں تھا، لندن کے سفر میں ایک عظیم الشان مکتبہ دیکھا جو مولانا کے زیر نگرانی ہے، فالحمدللہ علی ذلک.

ایک ضروری تنبیہ:

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مولانا یوسف متالا کے خط میں لکھواتے ہیں: تم نے لکھا کہ اطاعت رسول ﷺ کے ختم پر بذات خود مضمون قلمبند فرما کر طبع کروایا اگر یہ کشف ہے تو غلط ہے، اور اگر آپ کے پاس روایت پہونچی تو راوی ثقہ نہیں ہوگا، مضمون میں نے سنا ضرور اور طباعت کا مشورہ بھی دیا اور مولانا تقی کہتے ہیں کہ مضمون تو میرا تھا قاری یوسف نے آپ کا کیوں بنادیا، البتہ ایک دو لفظوں کا اضافہ تو نے کیا تھا یہ صرف اس واسطے میں نے لکھوادیا کہ کبھی آپ کو اشتباہ نہ ہو، حقیقی واقعہ ذہن میں رہے۔ (منقول از محبت نامے، ۲/۴/۳۷)

مکرم ومحترم جناب الحاج مدعنایہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے مولانا یوسف صاحب متالا کو ان کے خط کے جواب میں ۱۳ر فروری ۷۳ء کو اطاعت رسول کا مفصل حساب روانہ کردیا گیا ہے، مولانا یوسف صاحب کی تحریر پر تین صد نسخے منشی انیس احمد صاحب کو اور دو نسخے گجرات روانہ کردئے گئے، اس بل کی رقم پانچ سو چالیس ہمارے ان کے ذمہ واجب ہیں اور اطاعت رسول کے غیر مجلد نسخے ایک سو انتالیس عدد ہماری طرف ہیں۔ فقط

مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا عبدالحفیظ صاحب کو سلام مسنون اور دعا کی درخواست۔

باب چہارم

قاہرہ کا سفر اور ''بذل'' و ''اوجز'' کی طباعت

قاہرہ کے زمانۂ قیام کے مفصل حالات، بذل واوجز کی
طباعت کی مشکلات، پھر اس اہم کام کو انجام تک
پہونچانے کی سعادت، حضرت شیخ الحدیثؒ کی خصوصی
شفقت وعنایت اور اعتماد کے خطوط، علمائے مصر سے
ملاقات واستفادہ کا مفصل بیان

باب چہارم: قاہرہ کا سفراور''بذل'' و''اوجز'' کی طباعت

قاہرہ کے زمانۂ قیام کے مفصل حالات، بذل واوجز کی طباعت کی مشکلات ، پھراس اہم کام کوانجام تک پہونچانے کی سعادت، حضرت شیخ الحدیثؒ کی خصوصی شفقت وعنایت اوراعتماد کے خطوط، علمائے مصر سے ملاقات واستفادہ کا مفصل بیان

حضرت اقدس شیخ الحدیث کو بذل المجہود کی عربی ٹائپ میں طباعت کا ولولہ وجذبہ:

قطب زمانہ ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے بارے میں حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی، حضرت مدنی وحضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہم اللہ کے ماہ مبارک گزارنے کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اس سنت کا تسلسل واستمرار بلکہ اس کی ترقی وتوسیع اس شخص کے حصہ میں آئی جن کے ہاتھوں سے اپنے اسلاف وشیوخ واساتذہ ومربیوں کے بہت سے کارناموں کی حفاظت بہت سی تصنیفات کی اشاعت اور بہت سی ناتمام چیزوں کی تکمیل مقدر ہو چکی تھی۔

اخیر زندگی میں حضرت نور اللہ مرقدہ پر بذل المجہود اوجز المسالک کی اشاعت کا ایسا غلبہ تھا جس کا اندازہ اس کتاب میں نقل کردہ مکاتیب سے سمجھا جا سکتا ہے، حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں اس ناچیز کو تحریر فرماتے ہیں: حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مجھے بھی آپ کے قیام سہارن پور کے بارے میں لکھا ہے اور ایماء بھی فرمایا تھا، تمہارے سہارن پور آنے پر مشورہ ہو جائے گا، میں نے فوراً لکھ دیا تھا کہ بہت مناسب ہے، آپ (تقی الدین) کے لیے یہ موقع بہت غنیمت ہے، بالکل ہاتھ سے نہ جانے دیں، سب کچھ مل جائے گا لیکن شیخ کی صحبت نہ ملے گی، اس وقت ان کی پوری قلبی توجہ اپنی واپنے اکابر کی تصنیفات کی اشاعت پر ہے، جو اس میں مدد کرے گا وہ ان کی شفقتوں وعنایتوں کا وافر حصہ پائے گا۔

حضرت شیخ بذل المجہود کی طباعت کے سلسلے میں اپنے ایک خط میں جو اس ناچیز کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں کہ: تمہیں معلوم ہے کہ میں خود تقریباً بیس پچیس سال سے یہاں متمنی وکوشاں ہوں، تم نے کسی افریقی کے متعلق لکھا تھا کہ تم نے ان سے اس کی تحریک کی، یہ تو ہرگز نہ کریں، ہاں اگر کوئی تاجر یا کوئی شخص بظاہر خود طباعت کرانا چاہیں تو بڑے شوق سے، تمہارے اس وقت کے خط نے شعلہ سا پیدا کر دیا، تم نے لکھا کہ سال بھر میرے پاس رہنے کو جی چاہتا ہے، اگر بذل المجہود کی طباعت کا ولولہ وجذبہ نہ ہوتا تو میں ہرگز آپ کو اس کی اجازت نہ دیتا، الخ۔

مجھے بھی عرصہ کی تمنا بذل المجہود کی ٹائپ پر امنگ بڑھتی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے پوری کرا دے، مالی حیثیت سے مجھ سے بہت ہی بعید ہے، الخ۔

اس لیے یہ ناچیز جب ترکیسر سے چھٹی لے کر سہارن پور حضرت شیخ الحدیث

نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تقریباً ایک سال بذل المجہود کے ہوامش کی تحقیق و ترتیب میں صرف ہوئے، میرے اس کام میں مولانا محمد عاقل صاحب اور مولانا محمد سلمان مظاہری بھی شریک ہوتے رہے، اور کبھی کبھی مولانا محمد یونس صاحب بھی شریک ہو جاتے تھے، بہت پر بہار فضا تھی، حضرت کے انوار و برکات کی بارش ہو رہی تھی، غیبی نظام کے تحت اس کتاب کو حضرت مولانا عبد الحفیظ مکیؒ کی کوشش سے لکھنو سے قاہرہ منتقل کیا گیا، وہی درحقیقت سب سے بڑے محرک بنے کہ یہ کتاب مولانا تقی الدین صاحب ندوی کی سرپرستی میں قاہرہ سے شائع کی جائے، یہ ناچیز اور مولانا عبد الرحیم دونوں معاون رہیں گے، محترم مولانا عبد الحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قاہرہ میں طباعت کی دشواریوں کا اندازہ نہیں تھا، انہوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا کہ ۵/۶ مہینوں میں دونوں کتابیں مصر سے طبع ہو جائیں گی، لیکن جب ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر قاہرہ پہنچا اور وہاں طباعت کا کام شروع ہوا تو اندازہ ہوا کہ یہ کام بہت مشکل و دشوار ہے، کافی وقت درکار ہے۔

یہ دونوں کتابیں فارسی رسم الخط میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھیں، اس میں ترقیمات وفنی چیزوں کا بالکل اہتمام نہیں ہے، پھر یہ رسم الخط قاہرہ کے مطابع والوں کے لیے پڑھنا اور صحیح جگہ پر اس کو فٹ کرنا بہت ہی دشوار تھا، وہاں جانے کے بعد ہم تینوں آدمی بیحد پریشان ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں جو تصور تھا وہ اس سے مختلف تھا، وہاں کے حالات میں کتاب کے پروف پانچ پانچ مرتبہ پڑھے جاتے تھے، لیکن مطابع والوں کے لیے صحت کا التزام مشکل تھا، وہ تصحیح پر قادر نہیں تھے۔ حضرت کی خواہش تھی کہ کتاب جلد سے جلد طبع ہو کر مدینہ منورہ پہنچ

جائے، اس کے لیے حضرت نے ہر طرح کے انتظامات فرمائے تھے، اپنی دعاؤں سے اپنے مشوروں سے اپنے خطوط میں بار بار ہم لوگوں کو تاکید فرماتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایسا وقت آیا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ بنوری نے یہ مشورہ دیا کہ کتاب کو قاہرہ سے لکھنو مع مولانا تقی الدین صاحب ندوی کے منتقل کردیا جائے، لیکن ہم تینوں نے یہ مشورہ کیا کہ واپسی بہت عیب کی بات ہے، ہم یہاں پوری کوشش کریں گے، الحمدللہ اس میں کامیابی ہوئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال تھا کہ کسی طرح یہ کتابیں میری زندگی میں چھپ جائیں پھر اس کی تصحیح وتحسین بعد میں کرنا، یہاں یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم لوگ وہاں خرچ کرنے میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے، اگر چہ حضرت کا بار بار یہ ارشاد تھا کہ خرچ وغیرہ میں کوئی کمی نہ کریں، چونکہ ہم لوگ ماہ شعبان میں قاہرہ پہنچ چکے تھے، ماہ مبارک کے سہارن پور کے اعتکاف میں ختم خواجگان کے بعد جو دعائیں ہورہی تھیں، وہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کراتے تھے، ایسی آبدیدہ ہوکر ایسی طاقتور دعائیں کرائیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ لوگوں کو اس کا خیال ہوگا، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ اگر ہمیں موقع ہوتا تو ہم قاہرہ چلے جاتے، تاکہ ان دعاؤں کے فیض سے فیضیاب ہوتے، میں نے حضرت کے اس سلسلے کے متعدد خطوط اس کتاب میں نقل کردیے ہیں، تاکہ حضرت کی طباعت کے لیے بے چینی اور کتاب اور کام کرنے والوں کے لیے دعاؤں کا اندازہ ہوجائے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ہم نے قاہرہ میں ایک دن میں ۱۴/۱۴ گھنٹے کام کیے، لیکن کتاب جس معیار پر چاہ رہے تھے وہ نہیں آسکی، لیکن قاہرہ کے قیام میں اس ناچیز نے اس زمانے کی تسہیلات کے پیش نظر جامعہ ازہر میں پی ایچ ڈی میں نام لکھوالیا تھا، بہت سے لوگوں نے یہ بات پہنچائی کہ مولانا تقی الدین صاحب دکتوراہ کررہے ہیں، محض بدگمانی پیدا کرنا مقصود تھا۔

قاہرہ سے واپسی کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے بہت اچھی بات ارشادفرمائی: آپ کی پی ایچ ڈی سے ہمیں بہت خوشی ہے، یہ بذل المجہود کا صدقہ ہے اس سے عرب ملکوں میں کام کرنے کا موقع ملے گا۔

جامعہ ازہر کے اس نظام کے تحت یہ ناچیز تنہا تھا جس نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی، اس کے بعد نظام ہی بدل گیا، کوئی دوسرا اس نظام کے تحت پی ایچ ڈی نہیں کرسکا یہ بھی حضرت شیخ کی کرامت تھی، تفصیلات کا یہ موقع نہیں، کتاب میں یہ سب تفصیلات آچکی ہیں، ہندوستان میں یہ ناچیز شیخ الحدیث تھا، ابوظبی محاکم شرعیہ میں قاضی اور مستشار یہ میری پوسٹ تھی، العین یونیورسٹی میں ترقی کرتے کرتے پروفیسر کا درجہ دیا گیا، یہ لقب ملنا بھی ضروری تھا اور یہ سب حضرت کی دعاؤں اور مشورہ کی برکت تھی، اس کتاب میں میں نے تحریر کیا ہے کہ میری تعیین مدینہ یونیورسٹی میں ہوچکی تھی، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارا ابوظبی میں رہنا ضروری ہے، ان شاء اللہ تمہارے ذریعہ سے حدیث پاک کی نشرواشاعت ہوگی مجھے اس کا اس وقت وہم وگمان بھی نہیں تھا۔

صرف اوجز المسالک کی طباعت واشاعت کے لیے سمو الشیخ سلطان بن

زاید آل نہیان رحمہ اللہ نے میری طلب پر بہت بڑی رقم خاص کی اور ۳۰ر ہزار نسخے شائع کیے گئے، ایک نسخہ کی ۱۸ر جلدیں ہیں، یہی حال بذل المجہود کا ہے جس کی ۱۴ر جلدیں ہیں، ان کتابوں کو سمو الشیخ رحمہ اللہ کے حکم سے پورے عالم کے مراکز میں تقسیم کی گئیں، اور اب بیروت سے متعدد بار طبع ہو چکی ہیں، سارے عالم میں پھیل رہی ہیں، فالحمد للہ علی ذلک۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کتابوں کی طباعت واشاعت کی جو اس ناچیز کو ابوظبی اور بیروت سے شائع کرنے کی توفیق نصیب ہوئی، ان کے علاوہ دیگر کتابیں جن کی ایک سو جلدوں سے متجاوز ہیں، یہ سب حضرت شیخؒ کی دعاؤں کا ثمرہ تھا۔

من آنم کہ من دانم

جس نے آگے چل کر ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اور الجامع الصحیح اور دیگر کتابوں کی تحقیق کی راہ آسان کردی، اللہ تعالیٰ حضرت شیخؒ کی دعاؤں کی برکت سے ہمارے سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے اور ہمارے ہر کام کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

یہاں پر طباعت میں دشواریاں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد اس کا مستقل باب ہے، اس لیے میں صرف اشارہ کر رہا ہوں کہ کس طرح اللہ والے سے پیوستہ رہنا تو بڑی بات ہے ان حضرات سے وابستہ بھی رہو گے تو اس کے برکات سے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں نوازے گا۔

می نہ روید تخم دل از آب و گل

بے نگاہے از خداوندانہ دل

قاہرہ کے سفر کی تیاری:

حضرت مولانا علی میاں رحمہ اللہ سہارنپور تشریف لائے، تنہائی میں اس ناچیز سے فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ دمشق وقاہرہ کا ایک علمی سفر ہو جائے، حدیث شریف پر جو کام ہو رہا ہے، اس سے واقفیت ہو اور دمشق المکتبۃ الظاہریہ اور قاہرہ کے دار الکتب سے حدیث شریف پر متقدمین کی کتابوں سے متعارف ہونا ضروری ہے، لکھنؤ حضرت مولانا واپس پہونچے ہونگے کہ مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب کا خط حضرت شیخ کے نام آیا کہ ہم بذل المجہود واوجز المسالک کی طباعت کے لئے کوشاں ہیں، ہمیں مولانا تقی الدین ندوی صاحب کی ضرورت ہے، کام قاہرہ میں شروع کر دیا ہے، اس پر حضرت شیخ بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالی نے اوجز المسالک کے چھپنے کا غیبی انتظام فرما دیا، اس ناچیز سے فرمایا اللہ کا شکر ادا کرو اور دو رکعت شکرانہ پڑھو۔

مولانا عبد الحفیظ مکی کا مکتوب گرامی:

مکرم ومحترم جناب مولانا تقی الدین صاحب زادکم اللہ قبولاً وبرکۃً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی، مولانا عبد الرحیم صاحب مدینہ منورہ میں ہی ہیں، کل پیر کو یہ عاجز مدینہ منورہ جا رہا ہے، آپ کا گرامی نامہ جو مشترکہ ہم دونوں کے نام ہے ساتھ لیتا جاؤں گا تا کہ وہ بھی پڑھ لیں بلکہ پورا ان کے حوالہ ہی کر دوں گا، اب تو ہم صرف آنجناب کے ہی منتظر ہیں، آپ خوش قسمت ہیں کہ حضرت والا کی عین منشاً کے مطابق ان شاء اللہ سب کام کریں گے، حضرت کے آخری خطوں میں بہت ہی خوشی کا

اظہار تھا، اللہ تعالیٰ ہی آپ کے درجات بلند فرماویں اور نعم البدل تدریس کی جگہ بفضلہٖ نصیب فرماویں، اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض کو زیادہ سے زیادہ علی اُحسن وجہ عام فرماویں اور عالم کو متمتع فرماویں، آمین۔

اب تو یہاں جو بھی ملتا ہے آنجناب کی آمد کے بارے میں ہی پوچھتا ہے کہ یہ خبر تو سب کو ہو چکی ہے کہ حضرت والا نے آنجناب کو منتخب فرمایا ہے اس عظیم اور مبارک کام (بذل المجہود اُوجز المسالک) کے لئے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے زیادہ سے زیادہ قبول فرماویں اور سفر وجد وجہد خالصاً لوجہہ فرما کر آنجناب کو بھی ہر قسم کی ترقیات عظیمہ سے نوازیں، آمین۔

امید ہے واپسی ڈاک کی آنجناب اطلاع دیں گے، ٹکٹ کے بارے میں بھی پتہ نہ چلا کہ کیا بنا؟ یہاں سے ضرورت ہو تو فوراً تحریر فرمادیں، مصر میں اوجز جو چھپ رہی ہے تو وہ لوگ اسی نستعلیق خط کو پڑھ لیتے ہیں اسی سے چھاپ رہے ہیں، مطبع والے اس کے پڑھنے میں ماہر ہیں، اس لئے مستقل ٹائپ یا لکھائی کی ضرورت نہیں پڑی، دعاؤں کی درخواست ہے۔

فقط والسلام مع الاکرام

عبد الحفیظ عفی عنہ، ۲۵؍رجب ۱۳۹۲ھ ۴؍ستمبر ۱۹۷۲ء

سہارنپور سے ممبئی وجدہ کی روانگی:

اپنی لڑکی کے نکاح وغیرہ سے فارغ ہو کر اوجز المسالک وبذل المجہود کی طباعت کے لئے سہارنپور سے ۱۷؍ستمبر ۱۹۷۲ء ۹؍شعبان ۱۳۹۲ھ کو بمبئی کے لئے

روانگی ہوئی، حاجی محمد چوہان صاحب نے میرے ٹکٹ بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اس کا انتظار تھا مگر جواب نہ آنے پر حضرت والا نے مولانا عبدالحفیظ صاحب کو تار کرایا فوراً ٹکٹ بھیج دیں، انہوں نے بذریعہ تار ہی ٹکٹ بھیجا، مگر ٹکٹ آنے پر معلوم ہوا کہ ٹکٹ براہ قاہرہ کا ہے جدہ نہیں اتر سکتے، اور جدہ اترنا ضروری تھا اس لئے حضرت نے بمبئی تا جدہ وقاہرہ کے ٹکٹ خریدنے کی رقم دی تھی، تاکہ بمبئی سے مستقل ٹکٹ خرید لیا جائے، اور مولانا عبدالحفیظ صاحب کے ہمراہ عمرہ کرنے کے بعد جلد از جلد قاہرہ روانہ ہوسکیں اور کام شروع ہو جائے، حضرت والا کی خواہش تھی کہ رمضان المبارک سے پہلے ہی ہم لوگ طباعت کا کام سنبھال لیں، وقت ضائع نہ ہو، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ پر ان کی کتابوں کی طباعت کی فکر بہت ہی غالب تھا۔

بذل المجہود کی اشاعت کی تمنا:

حضرت شیخ اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: میری بھی تمنا ہے کہ میری زندگی میں بذل ٹائپ پر چھپ جائے، میرے حضرت نوراللہ مرقدہ نے حجاز سے واپسی پر ۱۳۴۶ھ میں مجھے بذل المجہود کی طرح شرح ترمذی لکھنے کا حکم فرمایا تھا، جس کی تعمیل میں اپنی نالائقی سے نہیں کرسکا، چند سال سے یہ خیال ہورہا ہے کہ بذل المجہود کی خوب اشاعت کرجاؤں بعد میں تو کون طبع کرے گا (۱)، شاید تعمیل حکم نہ کرنے کی کچھ تلافی ہو جائے۔

---

(۱) الحمدللہ اس ناچیز کی تحقیق سے ۱۴ر جلدوں میں بذل شائع ہوکر سارے عالم میں پھیل رہی، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے اور یہ سب حضرت والا کی توجہ ودعا کی برکت ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت کو کس قدر فکر تھی بلکہ اندر سے ایک تڑپ تھی کہ یہ کتاب ''بذل المجہود'' اور ''اوجز المسالک'' طبع ہو کر پورے عالم میں پہونچ سکے۔

۱۷ستمبر ۱۹۷۲ء کو سہارنپور سے ممبئی کے لئے روانگی:

سفر کے دن میری طبیعت خراب تھی، اس لئے سورت میں حکیم سعد اجمیری جن سے ہماری دوستی تھی ایک دن ان کے لئے رک گیا تھا، سورت سے ممبئی آ کر سفر کی تیاری کی اور ۱۵؍شعبان ۹۲ھ موافق ۲۳؍ستمبر ۱۹۷۲ء کو جدہ پہونچ گیا۔

مکرم و محترم مولانا الحاج تقی الدین سلمہ

بعد سلام مسنون!

گزشتہ شنبہ کو حاجی یعقوب صاحب کا کارڈ ملا کہ مولوی تقی صاحب کا تار آیا ہے کہ جب تک میں نہ آؤں میرے ٹکٹ کا انتظام نہ کیا جائے، اللہ مجھے معاف کرے، اور تم سے بھی معافی چاہتا ہوں، اس کے بعد پرسوں کی ڈاک سے حکیم اجمیری صاحب کا خط آیا جس میں تمھاری علالت لکھی تھی اور کل کی ڈاک سے حاجی یعقوب صاحب کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ابتداء تم نے صرف یہ لکھا تھا کہ ٹکٹ کا انتظام نہ کیا جائے وجہ کوئی نہیں لکھی تھی، اس لئے حاجی صاحب کو بھی تشویش ہوئی مجھے بھی، لیکن حکیم اجمیری صاحب کے خط کے بعد سے تمہاری بیماری کا فکر ہو گیا اور اس وقت برابر دعاء صحت کا اہتمام کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے، اپنی صحت سے ضرور مسرور اور مطمئن فرمادیں، حکیم اجمیری صاحب نے بہت ہی اچھا کیا کہ آپ کو زبردستی اتار لیا ورنہ ایسی حالت میں ریل کا سفر یقیناً زیادہ تکلیف دہ

ہوتا، البتہ تھرمامیٹر کا یہ ناکارہ بچپن سے قائل نہیں۔

تمہیں اپنا قصہ سنا بھی دیا ہوگا کہ ہمارے ناظم اسعد اللہ صاحب کو ۱۰۳ ر ڈگری بخار تھا جس کی وجہ سے وہ مجھ پر بہت ہی برافروختہ تھے کہ میں تو قبرستان جا رہا ہوں اور تمہیں خبر ہی نہیں اور میں نے ان کے سامنے اپنا ۱۰۵ ر یا ۱۰۷ ر ڈگری دکھلا دیا جس کے متعلق وہ مجھ سے ساری عمر پوچھتے ہی رہے کہ تھرمامیٹر تو غلط ہو نہیں سکتا بات کیا تھی، لیکن آدمی کو اپنی بیماری اچھی طرح محسوس ہوا کرتی ہے یہ بھی میرا تجربہ ہے، حاجی یعقوب صاحب کے دو خط آپ کے ٹکٹ کے بارے میں آئے تھے میں نے ہر ایک کے جواب میں لکھ دیا تھا کہ جو کرایہ آپ نے ممبئی تا جدہ تا مصر لکھا ہے مولوی تقی صاحب اس سے زائد رقم اپنے ساتھ لے گئے ہیں بے تکلف اس سے خرید لیں اور عزیز عبدالحفیظ کا ٹکٹ مکہ جا کر واپس کردیں، آپ کی مصر بخیر رسی کی اطلاع کا شدت سے انتظار ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۲۶ ر ستمبر ۷۲ء ۱۷ ر شعبان ۱۳۹۲ھ

جدہ سے قاہرہ:

عمرہ سے فراغت کے بعد ہم لوگ قاہرہ کے لئے روانہ ہوئے، قاہرہ پہونچ کر ایک ہوٹل میں قیام رہا، اس قیام کے دوران اپنے قیام کے لئے شقہ کی تلاش ہوئی وہ مطبعۃ السعادۃ کے قریب مل گیا، مطبعۃ السعادۃ کے مالک الحاج علی اسماعیل سے

ملاقات ہوئی، چند دن کے بعد مولانا عبدالحفیظ واپس تشریف لے گئے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو طباعت کا جو اندازہ بتلایا گیا تھا یہ سب ناتجربہ کاری کی بنا پر تھا، حضرت شیخ کو لکھا گیا کہ اوجز المسالک کے ایک دن میں ۱۰۰ر صفحے طبع ہو سکتے ہیں چھ ماہ میں اوجز و بذل دونوں مکمل ہو سکتی ہے، جب کہ اس زمانہ میں حروف کو ہاتھ سے مشین میں کمپوز کیا جاتا تھا کمپیوٹر کا نظام آیا بھی نہیں تھا، تصحیح و ترقیم سے ناواقفیت، اس کے علاوہ بذل المجہود اوجز المسالک کا رسم الخط مصری کمپوز کرنے والوں کے لئے بہت دشوار گزار تھا، اس لئے کتاب کی طباعت میں بہت دشواریاں پیش آئیں۔

حضرت والا کے سامنے طباعت کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ پریس میں رکھتے ہی کتاب کھٹ کھٹ چھپتی چلی جائے گی، وہاں صورت حال یہ تھی کہ پریس سے جو پروف آتے تھے ان کو پانچ مرتبہ پڑھنے کے بعد بھی اطمینان نہیں تھا کہ صحیح چھپ سکیں گے۔

ہم لوگ جب قاہرہ پہونچے اوجز المسالک کے چند صفحات ہوئے تھے، پہلی جلد آخر ذیقعدہ تک مکمل ہوئی اسی طرح بذل المجہود کی ایک جلد، یہاں تک کہ حج کا زمانہ آ گیا، وہاں سب ماحول اجنبی تھا، کوئی ایسا شخص نہیں ملتا کہ اس بارے میں کوئی مشورہ کیا جائے اور **مطبعة السعادة** صرف اچھی اچھی بات کرتا، پھر ہم لوگوں کو واپس کر دیتا مگر کام کی رفتار بہت سست تھی۔

قاہرہ پہونچنے پر خط:

(مولانا عبیداللہ بلیاوی کی رمضان المبارک میں دعائیں):

عنایت فرمائیم مولوی تقی صاحب وعزیز مولوی عبدالرحیم سلمہ

بعد سلام مسنون!

رمضان میں خط لکھوانا بہت مشکل ہے مگر جن لوگوں کے خطوط کی طرف ہر وقت خیال رہتا ہے ان کا خط نہ آنا زیادہ موجب حرج ہے، مولوی تقی صاحب کے یکے بعد دیگرے دو خط ایک دن کے فصل سے پہونچے، پہلا رمضان کا، دوسرا ۵/ کا علی الترتیب دونوں خط کا جواب لکھواتا ہوں۔

اس سے مسرت ہوئی کہ مصر میں حسب پسند مکان مل گیا اللہ تعالیٰ آئندہ بھی راحت عطا فرمائے، اس سے قلق ہوا کہ آپ کی صحت ابھی تک معمول پر نہ آسکی اور ادھر رمضان شروع ہوگیا مگر تم دونوں کے لئے دعاؤں کا تو اس قدر زور مولانا عبیداللہ صاحب نے باندھ رکھا ہے کہ مجھے بھی بسا اوقات خیال ہوتا ہے کہ سننے والوں کی گرانی تک نہ پہونچ گیا ہو۔

تمہارے کام کی سہولت کے لئے اور اللہ کی ہر نوع کی مدد کے لئے مولانا عبیداللہ کو اللہ جزائے خیر دے کہ وہ نظام الدین کے اصول کے موافق ختم خواجگان، یٰسین اور ختم وعظ کے بعد اتنی لمبی چوڑی دعائیں تمہاری ترقیات اور مشکلات پر اللہ کی مدد کی کراتے ہیں کہ جس سے یقین ہوگیا کہ اللہ کی مدد ضرور تمہارے ساتھ ہوگی۔

اس سے بہت تعجب ہوا کہ صولتیہ میں بذل نہ ملی یہ وہاں کی بدنظمی ہے ورنہ اوجز و بذل تو صولتیہ، شرعیہ دونوں میں بار بار وقف کر چکا ہوں، تمہیں یورپ کی آزادی اور عیش وعشرت سے کیا واسطہ، علی میاں آج شام کو میل سے آنے والے ہیں اور ان کے ساتھ شاہ معین الدین صاحب بھی آنے والے ہیں آپ کا خط ان کی خدمت میں پیش کر دوں، خلاف ماحول میں تم لوگوں کا تھوڑا سا ذکر

کرنا بھی حدیث پاک کی وجہ سے بہت سا ہے، حدیث کے الفاظ تو اس وقت ذہن میں نہیں مضمون یاد ہے، تمہیں بھی یاد ہوگا، **الذاکر فی الغافلین کالمرابط فی سبیل اللہ، او کما قال ﷺ**.

اگر آپ کو کچھ گھر بھیجنے کا خیال ہو تو بے تکلف مجھے لکھ دیں میں ان شاء اللہ بذریعہ منی آرڈر بھجوادوں گا، آمدہ رقم کے واپس کرنے کا ابھی کوئی مناسب جوڑ سمجھ میں نہیں آیا، کیا صورت اختیار کروں جن صاحب کے واسطہ سے آئی تھی ان میں نہ تو آپ کا نام تھا نہ ان صاحب کا، وہ تو اس ناکارہ کے نام مختلف لوگوں کی طرف سے ہدیہ کے نام سے تھا مگر چونکہ سید آفتاب پہلے لکھ چکے تھے کہ وہ میری تحریک سے آپ کو پیش کر رہے ہیں اور آپ نے رقم کے آنے پر فرمایا کہ یہ وہی رقم ہے سید آفتاب والی اس لئے میں نے اس کو تجویز کر رکھا ہے، اب سمجھ میں نہیں آیا کہ عبدالحق قادری کو واپس کروں کہ وہی واسطہ ہیں، احمد ناخدا کی روایت سے معلوم ہوا کہ سید آفتاب خود بھی رمضان میں آنے کا ارادہ کر رہے ہیں ان کا بھی انتظار ہے۔

مولوی عبدالحفیظ کے دو خط مختصر مفصل پہونچے تھے ان دونوں خط کا جواب مکہ بھیج چکا ہوں تم دونوں کے وہاں کے قیام کو شاید اوپر لکھوا چکا ہوں کہ یہاں کے لوگ رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

عزیز یوسف سلمہ یہاں سے عید کے دن واپسی کا ارادہ کر رہا ہے اور چند روز گھر رہتے ہوئے لندن واپسی کا ارادہ کر رہا ہے اور راستہ میں مصر ہو کر جانے کا ارادہ کر رہا ہے، اس نے اسی وقت مژدہ سنایا کہ تمہارا ٹکٹ جو تین ماہ

کے لئے تھا جب اس کو واپس کرنے کے لئے آدمی گیا محض اللہ کے لطف وکرم اور تمہاری حسن نیت سے اس نے ایک سال کی توسیع بے منت کردی اس کی تفصیل عزیز یوسف خود لکھیں گے، البتہ ان کے نام کا کوئی خط اب یہاں نہ بھیجیں البتہ اگر جلدی لکھیں تو مکان کے پتہ سے مل سکتا ہے، اس لئے کہ وہاں ہفتہ عشرہ کا ارادہ کر رہا ہے، ممکن ہے دیر لگ جائے، میرا تو دل چاہتا تھا کہ اوجز کی جلد اول رمضان میں یہاں پہونچ جاتی تو پانچ سو کے قریب علماء مختلف مدارس کے موجود ہیں، ان سب کو بھی دیکھ کر مسرت ہوتی، حج کے موقع پر آپ کے مکہ جانے کی تو میری رائے نہیں ہے کہ ماشاء اللہ کئی حج کر چکے، البتہ عزیز عبدالرحیم اور اس کی اہلیہ ضرور حج کرلیں کہ دونوں کا ابھی حج نہیں ہوا موت وحیات کا اعتبار نہیں حج کے بعد مصر واپس چلے جائیں، کرایہ کا بالکل فکر نہ کریں، اول تو ان کے بھائی سیٹھ یوسف ماشاء اللہ شہنشاہ عالم بن رہے ہیں، اور اس ناکارہ کو بھی ان کا یا ان کی اہلیہ کا کرایہ جب کہ میری ہی مد میں سفر ہے بالکل بار نہیں بلکہ موجب مسرت ہے۔

عزیز یوسف حسب عادت کچھ مریدوں سے چندہ کر کے لایا تھا اسی نے دریافت کیا کہ یہاں لینا چاہیں یا مصر میں، میں نے کہا مصر میں، یہی آسان ہے ان شاء اللہ عبدالرحیم اور اس کی بیوی کا کرایہ اس کے اندر آجائے گا، تم نے اچھا کیا کہ مصر کا سفر ہوائی جہاز سے کیا۔

مولوی عبدالرحیم نے لکھا کہ مولوی تقی صاحب کا ارادہ کچھ مدینہ قیام کا تھا مگر احباب کے اصرار پر جلدی آگئے بہت ہی اچھا، مولوی عبدالرحیم کے خط

سے مصر پہونچنے کی تفاصیل معلوم ہوکر بہت ہی مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ آئندہ بھی مدد اور سہولت فرمائے، تم دوستوں کی مدد اور سہولت کی تو یہاں بھی بہت دعا ہوتی رہتی ہے، تمہاری پھنسیوں کی تکلیف کی خبر سے بہت قلق ہے اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے، بذل کے یہاں بھیجنے کی تو جلدی نہیں البتہ اوجز جلد اول کے متعلق جی چاہتا ہے کہ اس کا ایک نسخہ یہاں رمضان میں پہونچ جائے تو اچھا ہے، مولوی عبدالحفیظ نے لکھا تھا کہ ''بذل'' اور ''اوجز'' کا معظم حصہ مصر میں چھوڑ دیا جائے اس کی کوئی مصلحت میری سمجھ میں نہیں آئی اس لئے کہ وہاں مستقل کوئی مرکز نہیں ہے وہاں کے تاجروں سے کوشش کر کے کچھ نسخے جتنے بھی ہوسکے فروخت کر کے مکہ لے جائیں، میرے خیال میں ''اوجز'' جلد اول تو مکہ زیادہ پہونچ جانی ضروری ہے بذل چونکہ تین جلدیں پہونچ چکی ہیں یا عنقریب پہونچنے والی ہیں اس لئے ان کی کوئی جلدی نہیں۔

یہ خط کل لکھوایا تھا اور چونکہ علی میاں کی آمد کی خبر تھی اس لئے قصداً نہیں ڈلوایا تھا، رات کلکتہ میل سے علی میاں، شاہ معین الدین صاحب اعظم گڑھی، ڈاکٹر اشتیاق، مولوی معین اللہ، محمد ثانی، وغیرہ دس نفر پہونچے ہیں، میں نے تو علی میاں کو بار بار منع کیا تھا کہ رمضان میں ہرگز نہ آویں مگر چونکہ شوال کے پہلے ہفتے میں رابطہ کا سفر تجویز ہوگیا، علی میاں کا تو مجھ پر بھی بہت اصرار ہے، کہتے ہیں میں بہت دعائیں کررہا ہوں تیرے لئے اسباب مانع یا محرک تو بنا نہیں کرتے، میں نے کہہ دیا کہ ضد مجھے بھی نہیں ہے لیکن موجودہ حالات میں یہاں کے علمی مشاغل کی وجہ سے کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی، بہرحال علی

میاں ۴/شوال کو لکھنؤ سے اور ۶/ کو دہلی سے بمبئی کے لئے اور وہاں سے شوال کے دوسرے جمعہ کو جدہ کے لئے ان شاء اللہ روانہ ہو جائیں گے، جب کہ رابطہ کا اجتماع ایک دن پہلے جمعرات سے شروع ہو جائے گا، چونکہ اس خط کے جانے میں دیر ہو رہی ہے اس لئے باقی آئندہ۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۷/رمضان ۹۲ھ ۲۵/اکتوبر ۱۹۷۲ء

حضرت والا کے اس کثرت سے خطوط آتے تھے، اس لئے انتظار تھا کہ کم ازکم دونوں کتابوں کی پہلی ہی جلد پہونچ جائے، مگر یہ دو جلدیں آخر ذی الحجہ ۹۲ھ کو پہونچ سکیں۔

تمہارے دو محبت نامے ایک ہی لفافہ میں ایک ۲۵/ ذیقعدہ کا دوسرا بلا تاریخ بیک وقت پہونچے، سب سے پہلے تو یہ کہ تم نے اپنے گھر خط بہت دنوں سے نہیں لکھا ان کو انتظار ہے، دو تین دن ہوئے تمہارے بھتیجہ (ابوسعد ندوی) کا خط آیا تھا اس وقت تک تمہارا یہ خط نہیں پہونچا تھا اس لئے جواب میں یہ لکھوا دیا تھا کہ ان کا خود کا تو کوئی خط نہیں آیا مگر ان کے رفیق مولوی عبدالرحیم کا خط آیا ہے، جس سے خیریت معلوم ہوئی، کل ڈاک سے تمہارے بھائی کا خط آیا جس کا جواب ابھی ان شاء اللہ مکہ کی ڈاک سے نمٹ کر لکھواؤں گا۔

تم نے نیز عبدالرحیم نے وہاں کے مطابع کی تفاصیل لکھیں جو اس سے پہلے خطوط میں بھی آئی تھیں، صرف تفاصیل کی معلومات سے تو کچھ کام نہیں چلتا جب تک کہ مطابع سے کام نہ شروع کیا جائے، تم دونوں کے متعدد خطوط

سے یہ معلوم ہوکر کہ اخراجات کی دقت ہو رہی ہے بہت ہی قلق ہوا، میں تو بار بار مولانا عبدالحفیظ صاحب کولکھ رہا ہوں آپ ہی خوشامد کرلیں تم نے لکھا کہ اس وقت سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار جنیہ اگر آ جائے تو مختلف مطابع میں کام شروع ہو جائے، بڑی مشکل یہ ہے کہ مجھے نہ تو مصری جنیہ کا حال معلوم کہ ہندی کتنے روپئے کے، نہ یہ معلوم کہ ہندوستان سے بھیجنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے، ورنہ جب تک مولانا عبدالحفیظ صاحب کا استخارہ نکلے میں ہی بھیج دیتا، مگر یہاں سے بھیجنا تو بہت دشوار بتایا جاتا ہے۔

تم نے لکھا کہ یہاں بغیر پیشگی رقم کے کوئی کام کرنے پر تیار نہیں، ہونا بھی نہیں چاہئے اس لئے کہ تم لوگ ان کے لئے بالکل اجنبی ہو تم لوگ کتاب چھپوا کر بھاگ جاؤ گے وہ کس سے وصول کریں گے، یہ میں نے پہلے بھی لکھا اور اب بھی لکھا اور یہ بہت ضروری ہے کہ شیخ غزالی وغیرہ بڑے آدمیوں کے توسط سے معاملات ہوں تو اس میں پابندی اور سہولت رہتی ہے۔

آپ نے شیخ غزالی کے کہنے سے **مطبعة السعادة** کو دوبارہ اُوجز ثانی دے دی بہت اچھا کیا ایک مطبع میں تو کام بہت مشکل ہے امید ہے کہ آپ کی آمد اور خوشامد پر مولانا عبدالحفیظ صاحب پیسے دیدیں گے، تم نے لکھا کہ صاحب مطبع نے ہمارے بار بار کے کہنے سے اوجز جلد اول کا حساب نہیں دیا وہ براہ راست مولوی عبدالحفیظ کو لکھے گا یا آپ کو لکھا ہوگا میرے پاس تو ان کا کوئی خط شروع سے آیا ہی نہیں اور آئندہ کے لئے بھی میرا خیال ہے کہ بجائے مولوی عبدالحفیظ کے لین دین کا تعلق تم ہی لوگوں سے ہونا چاہئے مولوی عبدالحفیظ بہت

مشغول ہیں اوران کے یہاں خطوط کے جلد جواب دینے کا دستور بھی نہیں، وہ میرے ہی خطوط کا بہت معذرتوں کے بعد تاخیر سے جواب لکھا کرتے ہیں۔

تم نے لکھا کہ رقم اگر ہمارے واسطہ سے ہوتی تو مطبع والا یہ گڑبڑ بالکل نہیں کرسکتا تھا یہ بالکل صحیح ہے، مجھے بھی تجربہ ہے کہ اجنبی مطابع پر جتنا مولوی نصیر کا اثر ہے میرا نہیں، البتہ جن سے تعلقات ہیں ان کی دوسری نوعیت ہے تم نے لکھا کہ اگر ماہانہ تین ہزار گنی کا نظم ہوجائے تو ہر ماہ میں ایک جلد اوجز اور دو جلد بذل کا انتظام ہوسکتا ہے، میرے خیال میں تو عزیز مولوی عبدالحفیظ کا اس کا انتظام کرنا مشکل نہیں اس لئے کہ ملک صاحب جب سے وعدہ کر گئے تھے کہ پیسوں کے سلسلہ میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، جتنی ضرورت ہو مجھے لکھ دینا تاہم مولوی عبدالحفیظ سے مشورہ کر کے مجھے مطلع کریں کہ ان کے پاس کیا مقدار ہے اور کیا دے سکتے ہیں، یہاں سے رقم کا بھیجنا بہت مشکل ہے، آپ نے لکھا کہ ہم لوگوں کے قیام کے اخراجات بہت گراں ہیں مگر میرے خیال میں تمھارے قیام کا طول گرانی خرچ سے زیادہ اہم ہے، میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ اگر ضرورت ہو تو مقامی آدمی کو مدد کے لئے ضرور رکھ لیں۔

''اخبار الیوم'' میں جو''اوجز'' پر تبصرہ آیا ہے اس کا انتظار ہے، تم نے ''اوجز'' کی قیمت ڈیڑھ گنی لکھی ہے پہلے خط میں تم نے پندرہ ریال لکھی تھی، میں نے اس کے جواب میں بھی لکھوا دیا تھا کہ اس کا تعلق مجھ سے نہیں، تم اور مولانا عبدالحفیظ صاحب جو طے کرو، تم نے لکھا کہ مولوی یوسف متالا کی آمد کا شدت سے انتظار ہے کہ تمہیں اب تک یوسف متالا کے التوا کی اطلاع نہیں

پہونچی اس کے متعلق تو میں بھی خطوط میں لکھ چکا ہوں مصری جہاز نہیں ملا اس لئے وہ سیدھا لندن پہونچ گیا، آپ کی مطلوبات جو اس کے ہاتھ جانے کے لئے ممبئی بھیجی تھی وہ آپ کو مدرسہ صولتیہ سے مل جائیں گی، اس سے تعجب ہوا کہ علی میاں کی واپسی کے متعلق میں پہلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ وہ تو دو دن بیروت رہ کے ۲۷/ دسمبر کو ممبئی پہونچ گئے تھے دو دن وہاں قیام کے بعد ۳۱/ دسمبر کو یہاں آکر شام کو واپس جاکر یکم جنوری کے طیارہ سے لکھنؤ پہونچ گئے۔

تم نے لکھا کہ عزیز عبدالرحیم کا ٹکٹ سیاحی کا آیا ہے جس کو حج کا بنانے میں دقت ہو رہی ہے مگر عزیز عبدالحفیظ نے تو لکھا کہ اس نے قصداً غیر حج کا ارادہ کیا تاکہ حجاج کی قیودات سے فارغ رہیں اور تم نے اور مولوی عبدالرحیم نے دقت لکھیں جو میری بھی سمجھ میں نہیں آئی، اس لئے کہ تم کئی حج کے زمانے میں ملاقاتی ویزا سے کئی دفعہ گئے ہو، آپ نے پاسپورٹ کے گم ہونے کی جو پریشانی لکھی وہ برحق تھی، اس کا جواب میں پہلے لکھوا چکا ہوں، محمد علی ایک عشرہ کے لئے اپنے گھر عید کرنے کے لئے گیا ہے آپ نے ری یونین کا خط بے کار بھیجا اس کا مضمون لکھ دینا کافی تھا اور آپ نے تار سے اس کا جواب مانگا مگر یہ خط تو آپ کا ہماری ۱۱/ ذی الحجہ اور آپ کی ۱۲/ کو پہونچا تار تو بے کار ہے، مگر میں تو اس سے پہلے خط میں آپ کو جانے کی بخوشی اجازت لکھ چکا ہوں امید ہے کہ وہ پہونچ گیا ہوگا اور اس کی بنا پر آپ حج کو چلے گئے ہوں گے۔

خدا کرے آپ کو رقم مل گئی ہو، مولوی عبدالحفیظ سے داموں کے متعلق گفتگو کر کے مجھے اطلاع کریں، چونکہ مجھے یہ اندازہ نہیں کہ مصری جنیہ کے

سعودی ریال کتنے ہوتے ہیں اور چونکہ بینک اور غیر بینک کا فرق بہت ہے اس لئے اگر آپ کے پاس رقم بغیر بینک کے پہونچ جائے تو اس میں نفع رہے گا۔

اس سے بہت کلفت ہوئی کہ تم دوستوں کو رقم کی کمی کی وجہ سے بہت کلفت ہوئی حالانکہ میرے ذہن میں تو یہ تھا کہ ان شاء اللہ اس سلسلے میں کوئی دقت نہیں ہوگی، اس سلسلے میں مولوی عبد الحفیظ سے جو گفتگو ہو اس سے مجھے بھی مطلع کریں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مد فیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۶/جنوری ۱۹۷۳ء ۱۱/ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

اوجز اور بذل کی قاہرہ میں طباعت کے سلسلے کی مشکلات:

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو جیسا کہ خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ بذل المجہود کی طباعت کا بہت زیادہ اہتمام تھا، انہوں نے تحریر بھی فرمایا کہ میں اپنی زندگی میں اس کو عام کرنا چاہتا ہوں، اس کی طباعت کا آغاز دار العلوم ندوۃ العلماء کے پریس میں کیا گیا تھا، لیکن طباعت کا کام قابو میں نہیں آرہا تھا، اس لیے یہ کتاب مع اوجز المسالک کے مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی قاہرہ لے گئے اور انہوں نے وہاں پر پہلے اوجز المسالک کی طباعت کا مطبع دار السعادۃ میں نظم کیا، ابھی پہلی جلد کا کچھ حصہ ہوا تھا کہ ان کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس دشوار گزار کام کے لیے اس ناچیز کو قاہرہ بلایا جائے، جس پر حضرت شیخؒ اور حضرت مولانا علی میاںؒ کی رائے کے بعد وہاں کے سفر کا

فیصلہ کیا گیا، میرے اس راہ کے ساتھی عزیز گرامی مولانا عبد الرحیم صاحب متالا بھی تھے اور یہ سفر اس ناچیز نے بمبئی سے جدہ کا کیا تھا، وہاں سے مولانا عبد الحفیظ صاحب کی امارت وقیادت میں یہ قافلہ قاہرہ پہونچا، واقعہ یہ ہے کہ یہ شہر ہم لوگوں کے لیے بالکل اجنبی تھا، گرچہ مطبع دار السعادۃ کے مالک نے بہت ہی محبت واکرام کا معاملہ کیا اور کرتے رہے، اور وہاں کی طباعت کی دشواریوں کا علم شروع میں ہم میں سے کسی کو نہیں ہوسکا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اطلاع دی گئی تھی کہ روزانہ سو صفحے کی طباعت ہوجائے گی جیسا کہ خطوط سے ظاہر ہے، مگر یہ بات بالکل محالات میں سے تھی، اس وقت کمپیوٹر کا نظام بھی نہیں تھا، بلکہ حروف کے ذریعہ کتاب کی صف بندی کی جاتی تھی، ہماری دونوں کتابیں فارسی رسم الخط میں تھیں اس کو عربی رسم الخط میں منتقل کرنے میں بہت ہی دشواری تھی، خاص طور پر ان مصری اور عربی لوگوں کے لیے جو مطبع میں یہ کام کررہے تھے، اور یہ کہ حروف کو پانچ پانچ مرتبہ ہم لوگ مراجعت کرتے اور پڑھتے تھے مگر کسی طرح کتاب قابو میں نہیں آرہی تھی، اس کی دشواریوں کے پیش نظر حضرت مولانا بنوریؒ اور دیگر علماء کی رائے ہوئی کہ ناچیز ان کتابوں کو لے کر پھر لکھنؤ واپس آجائے جیسا کہ خطوط سے ظاہر ہے، لیکن ہمیں بھی اندازہ تھا کہ حضرت شیخؒ پر بہت ہی بوجھ پڑے گا ہم لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ یہ کام کسی طرح قاہرہ میں مکمل کرلیا جائے، اس میں بہت ہی نشیب وفراز آتا رہا، الحمد للہ بذل المجہود کسی طرح پائے تکمیل کو پہونچی، اور اوجز المسالک کو طباعت کی ان ہی مجبوریوں کی وجہ سے مولانا عبد الحفیظ

مکی مع اپنے رفقاء کے بیروت لے گئے، لیکن وہاں بھی جا کر یہ کتاب اٹک گئی۔

بہر حال بالآخر اس کی بیروت میں طباعت کی تکمیل ہو گئی، لیکن دونوں کتابوں میں خصوصا اوجز المسالک میں اغلاط کثرت سے واقع ہوئے گویا کتاب محرف ہو گئی تھی اور بذل المجہود میں بھی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں، اس تحریر کی روشنی میں اب آگے کے چند خطوط نقل کر رہا ہوں جس سے طباعت کی دشواریوں کا اندازہ اور حضرت شیخ کی فکرمندی ظاہر ہوتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کتابوں کی طباعت واشاعت کی جو اس ناچیز کو ابوظبی اور بیروت سے شائع کرنے کی توفیق نصیب ہوئی، اوجز المسالک ۱۸ر جلدوں میں اور بذل المجہود ۱۴ر جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی، یہ سب حضرت شیخ کی دعاؤں کا ثمرہ تھا، من آنم کہ من دانم، اسی نے آگے چل کر ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اور الجامع الصحیح اور دیگر کتابوں کی تحقیق کی راہ آسان کر دی، اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کی دعاؤں کی برکت سے ہمارے سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے اور ہمارے ہر کام کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

قاہرہ کی طباعت کی مشکلات کی بنا پر دوبارہ ندوہ میں طباعت کا مشورہ:

مکرم ومحترم جناب الحاج تقی الدین صاحب مد فیوضکم ...... بعد سلام مسنون!

آپ کا گرامی نامہ مرسلہ از مکہ مکرمہ ۳۰ر جنوری کو پہونچا تھا، ہمروزائیر لیٹر اس کے جواب میں مصر کے پتہ سے لکھوا چکا ہوں، عزیز عبدالرحیم کے خط سے یہ معلوم ہو کر کہ ۲ر فروری کو آپ کی سیٹ ہو گئی بہت مسرت ہوئی، اب

ان شاء اللہ میرا یہ خط پہونچتے ہی مل گیا ہوگا، آپ نے اس خط میں مصر کی طباعت کی جو مشکلات تحریر فرمائیں اور مولانا بنوریؒ کا اصرار ہے کہ ان دونوں کتابوں کی طباعت بجائے مصر کے ندوہ ہی میں کرائی جائے، اس نے تو یہاں سب کو پریشان کردیا بالخصوص اس بات نے کہ مصر کی طباعت ندوہ کے پانچ گنے زیادہ ہورہی ہے، اس کے متعلق میں نے آپ کے خط میں لکھا تھا کہ عزیز عبدالحفیظ سے مشورہ کے بعد پختہ رائے کی اطلاع کیجئے، یہاں بھی سب کی رائے یہی ہے کہ اتنا فرق تو قابل تحمل نہیں مگر مجھے اب تک اس میں یہ تردد ہے تمہاری مولوی عبدالرحیم کی مولوی عبدالحفیظ کی اب تک کی آمد ورفت ساری بے کار گئی، میں نے لکھا تھا کہ علی میاںؒ بھی ۱۰؍فروری کو آرہے ہیں، ان کو بھی آپ کا خط دکھلایا جائے گا، علی میاںؒ کا خود بھی ارادہ تھا رابطہ سے واپسی پر تم سے مل کر آئیں مگر پرسنل لاء کی وجہ سے ان کو بیروت سے سیدھے آنا پڑا جس کا مجھے بھی قلق ہے اور ان کو بھی مگر تقریباً دو ہفتے ہوئے ان کا ایک خط آیا تھا کہ تیرے جواب سے مصر کی ایک صورت تو پیدا ہوگئی وہ یہ کہ وہاں کی **مجمع اللغة العربية** جس کا میں بھی رکن ہوں اس کی دعوت آئی ہے مگر اس میں نہ تو کرایہ کا ذکر ہے نہ رفیق کی معیت کا، ان دو کے بغیر جانا تو مشکل ہے، اور یہ صحیح ہے اگرچہ میں نے علی میاںؒ کو لکھوادیا تھا کہ بے تکلف لکھ دیں کہ میں اپنے امراض کی وجہ سے بغیر رفیق کے نہیں آسکتا، دونوں کے ٹکٹ بھیج دیں تو آسکتا ہوں مگر علی میاںؒ کا حال تو آپ کو معلوم ہے، نہ معلوم انہوں نے لکھا ہوگا یا نہیں، آج کل وہ پھر بمبئی گئے ہوئے ہیں اور ۱۰؍فروری کو سیدھے بمبئی سے

سہارنپور آئیں گے۔

آپ اگر اس انجمن اور اس کی دعوت کا کچھ حال معلوم ہو یا ہو سکے تو ان لوگوں سے دو ٹکٹوں کا یا اس کے وعدہ کا خط ضرور بھیج دیں کہ کرایہ یہاں آنے پر ضرور پیش کر دیا جائے گا، اس صورت میں علی میاںؒ کی آمد پر وہاں کے مختلف اکابر کے توسط سے مختلف مطابع میں کام کی سہولت پیدا ہو سکتی ہے، مجھے تم تینوں دوستوں کی پریشانی سے بہت ہی قلق ہو رہا ہے کہ میری وجہ سے تم تینوں پریشانی میں مبتلا ہو گئے اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور آئندہ کام میں سہولت کے لئے اسباب پیدا فرمادے ورنہ ندوہ میں دوبارہ طباعت میں کوئی اشکال نہیں مولوی معین اللہ کی تو رائے یہی ہے کہ آپ بجائے مصر کے اس دوران ندوہ میں قیام کریں اور اپنی نگرانی میں دونوں کتابوں کو طبع کریں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مد فیوضکم

بقلم: حبیب اللہ ۵/فروری ۱۹۷۳ء ۲/محرم ۱۳۹۳ھ

مکرم و محترم مولانا صاحب مد فیوضکم ووقاکم عن الشرور والفتن والمکارہ والحزن

بعد سلام مسنون!

آج صبح کی ڈاک سے آپ کے دو محبت نامے مؤرخہ اپریل شام کی ڈاک سے اور محررہ ۱۲/اپریل صبح کی ڈاک سے لف ونشر غیر مرتب پہونچا، دونوں کا جواب علی الترتیب لکھوا رہا ہوں، مفتی صاحب کی معرفت جو آپ نے خط بھیج تھا وہ پہونچ گیا اس کا جواب لکھوا چکا ہوں وہ خط مفتی صاحب نے

اہتمام کی وجہ سے اسی دن دستی بھیج دیا تھا اور میں نے اس دن جواب لکھوا دیا تھا، تم نے اس خط میں آپس کا مشورہ اور زور سے جو کام کی تفصیل امید افزا لکھی، اس سے بہت مسرت ہوئی مولوی عبدالحفیظ نے اپنی معاونت کے لئے ایک معاون رکھ لیا اچھا کیا کہ مجھے اخراجات کی بہ نسبت آپ کی جلد فراغت کا انتظار ہے، تم نے اس میں بہت مسرت انگیز مژدہ لکھا کہ بیس دن میں بذل کی تین جلدیں پہونچ جائیں گی اللہ تعالیٰ آپ کی تحریر مبارک کرے۔

میرا سفر اب تو تقریباً طے ہو چکا ہے اور یکم مئی کو بمبئی سے روانگی تجویز ہے، اور آئندہ اگر آپ مجھے کوئی خط لکھیں تو عزیز سعدی (کاتب بمکۃ المکرّمۃ) کے پتے پر لکھیں کہ اس کے واسطے سے خط جلد پہونچتا ہے، تم نے بذل کو انیس جلدوں پر تقسیم فرمایا اس میں تو تمہاری ہی رائے چل سکتی ہے، میں تو اس میں نہ کوئی رائے دے سکتا کہ اصل اور فرع دونوں تمہارے سامنے ہیں، آپ نے دوسرے خط میں بذل رابع کا پہونچنا لکھا جس کا سخت انتظار تھا آپ نے تقریظات آخری جلد میں تجویز کیں مناسب ہے، آپ نے لکھا کہ اوجز کے لئے بھی ایک مصحح مل گیا معلوم نہیں یہ وہی پہلا ہے یا دوسرا، بہر حال معاون تو آپ جتنے چاہے رکھ لیجئے مگر آپ جلد براہ کرم تشریف لے آیئے، آپ کی غیبت آپ سے زیادہ مجھے گراں ہو رہی ہے۔

آپ نے وزیر اوقاف کو اوجز اول بذل ثانی ہدیۃً دیا مگر بذل اول کیوں نہیں دی حالانکہ اس کی مقدار مکہ میں دو سے دو چند ہیں، آپ نے عبدالحفیظ سے کہہ بھی دیا ہوگا ورنہ فوراً خط لکھیں کہ بذل ندوہ والی تینوں جلدیں مناسب

مقدار میں لیتے جاویں، ایک نسخہ جدیدہ وزیر کو بھی دے دیں، آپ نے بہت اچھا کیا کہ ایک نسخہ ابوظبی بھیج دیا تم جہاں جہاں بذل واوجز کے نسخے مفت بھیجنا چاہو شوق سے بھیج دو، یہ تو آپ کے پہلے خط کا جواب ہوا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث بقلم: حبیب اللہ

۱۰/اپریل ۱۹۷۳ء ۷/ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

قاہرہ کے زمانے کا ایک اہم گرامی نامہ:

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں قاہرہ سے واپسی کا خیال: قاہرہ میں طباعت وغیرہ کی دشواری کے پیش نظر ہمیں یہ نظر آیا کہ کتاب کی رفتار ندوہ پریس میں جو تھی وہی بہتر تھی، اس لئے حضرت کو ایک خط تحریر کیا کہ ہمیں یہ کتابیں لے کر لکھنؤ جانے کی اجازت دی جائے، اور یہی رائے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کی بھی ہو گئی، ایک مرتبہ ٹائپ پر چھپنے کے بعد دوبارہ طبع کرانے میں سہولت رہے گی۔

اس سلسلہ میں حضرت والا کا گرامی نامہ:

مکرم عزیزم مولانا تقی الدین صاحب مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون

أوری بسعدی والرباب وزینب

وأنت الذی تعنی وأنت المؤمل

آج کی ڈاک سے محبت نامہ مؤرخہ ۸/محرم بوساطت صدر مدرس پہونچا، تم نے لکھا کہ ۷/محرم کو ہم نے مفصل خط لکھ دیا تھا جو پہونچ گیا ہوگا وہ اب تک تو پہونچا نہیں اور پہونچنے کی امید بھی نہیں آئندہ جو خط مجھے لکھیں وہ مفتی صاحب

کے توسط سے لکھیں۔

تم نے اپنے سابقہ خط میں اپنے سے زیادہ مولانا بنوری صاحب کا اصرار لکھا تھا، ہر دو کتابوں کی طباعت لکھنؤ واپس کر دی جائے، میں نے اسی وقت دونوں رائیں لکھنؤ کے احباب کو لکھوادی تھی، وہاں کے تینوں حضرات کا شدید اصرار اس وقت سے برابر آرہا ہے کہ ہر دو کتابوں کو جلد لکھنؤ واپس کر دیا جائے۔

تم نے لکھا کہ یہاں کی طباعت کے حالات نے ہم لوگوں کو بہت پریشان کر دیا تھا، اسی کا وہ اثر تھا اسی بناء پر اب تو میری بھی رائے ہوگئی جو آپ کی تھی کہ جب وہاں کی طباعت قابو میں نہیں آرہی ہے اور جو منصوبہ سوچا تھا وہ پورا نہیں ہو رہا ہے، تو جو جلدیں زیر طبع ہیں ان کو پورا کرا کر فوراً لکھنؤ منتقل کرا دیجئے، اور ان جلدوں کی تکمیل میں بھی زیادہ دیر لگے تو جہاں تک طبع ہو چکیں حساب صاف کر کے آجائیں، اگر کسی کتاب کا کوئی حصہ آدھا وہاں طبع ہوا اور آدھا لکھنؤ میں تو کوئی اشکال نہیں، میرے حضرت نوراللہ مرقدہ نے لیتھو والی بذل نمبر تین کے دو ٹکڑے یہی کہہ کر فرمائے تھے کہ عمدہ ہوتی رہے گی تم ایک دفعہ اس وقت جلد از جلد اس کی طباعت پوری کرادو، اب میرا بھی خیال ان دونوں کتابوں کے متعلق یہی ہے کہ عمدگی تو ان شاء اللہ بعد میں ہوتی رہے گی ایک مرتبہ ٹائپ پر دونوں کتابیں جلد پوری ہو جائیں کہ ممالک عربیہ والوں کے لئے کارآمد ہو سکے اور ان کے لئے دوبارہ طباعت آسان ہو سکے۔

حاجی صاحب کے احسانات کا شکریہ اور آپ ذاتی طور پر ان کو جو چاہیں لکھیں مگر میری درخواست ہے کہ بذل واوجز کے سلسلہ میں نہ لکھیں اچھا ہے

ان کی طباعت کا تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسا انتظام شروع فرما دیا ہے کہ میں خود بھی متحیر ہوں، اگر آپ کے گھر رقم بھیجنے کی ضرورت ہو تو بے تکلف تحریر فرما دیں، شرح معانی الآثار اور مفتاح کنوز السنۃ کی طباعت سے مسرت ہوئی مگر افسوس صد افسوس کہ یہ نا کارہ اب ان کتابوں سے انتفاع کے قابل نہ رہا۔

فقط والسلام

۲۲ر فروری ۷۳ء ۱۹ر محرم ۱۳۹۳ھ

حضرت والا نے جو اوپر ''شعر'' لکھوایا تھا اس کو دیکھ کر طبیعت پر بہت اثر رہا کہ حضرت والا کو اس ناچیز پر کس قدر اعتماد ہے، اللہ کرے کہ جلد طباعت پایۂ تکمیل کو پہونچے۔

یہاں پر چند خطوط بذل و اوجز کی طباعت کے سلسلہ کے نقل کر رہا ہوں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ کو بذل و اوجز کی طباعت کی کس قدر فکر تھی، ہم لوگوں کو کس قدر مشکلات کا سامنا تھا، الحمد للہ حضرت والا کی دعاؤں کا اثر بھی ہوا، یہ دونوں کتابیں طبع ہوئیں اور ان دعاؤں کا ظہور بھی ہوا کہ اس ناچیز کی تحقیق و تعلیق سے یہ دونوں کتابیں پورے عالم پھیل رہی ہیں، عالم اسلامی و عربی کے علماء نے داد تحسین دی۔

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

مکرم و محترم مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

تمہارا پرسوں ایک خط مؤرخہ ۲ر محرم پہونچا تھا جس کا جواب میں نے اسی

وقت مفتی صاحب کے ذریعہ بھجوادیا تھا، تم نے اس میں لکھا تھا کہ ۱۷؍محرم کو ہم دونوں مفصل لکھ چکے ہیں، مگر وہ نہیں پہونچا تھا میں نے اپنے خط میں لکھوادیا تھا وہ پہونچا بھی نہیں اور اس کے پہونچنے کی امید بھی نہیں آج ۲۰؍محرم کو تمہارے دو لفافے ایک ۷؍محرم کا اور ایک ۱۲؍محرم کا بیک وقت پہونچے، میں نے پرسوں کے خط میں تمہارے ۸؍محرم والے خط سے متأثر ہوکر جس میں تم نے وہاں کے کام کی مشکلات اور قابو میں نہ آنا لکھا تھا اس پر یہ لکھوادیا تھا کہ میرے خیال میں جو جلدیں زیر طبع ہیں ان کو پوری کرائیں اگر ان کے پورا ہونے میں بھی دیر ہو تو جلدیں جس حد تک پہونچ چکی ہیں وہاں حساب ختم کر کے جلد آجائیں بقیہ لکھنؤ میں پوری ہوجائے گی اور تمہارے اس خط پر جو تم نے حج سے پہلے لکھا تھا اس میں مولانا بنوریؒ کی رائے بھی لکھی تھی کہ لکھنؤ منتقل کر دیئے جائیں۔

میں نے اسی وقت لکھنؤ کے اکابر ثلاثہ کو بھی تمہاری اور مولانا بنوری کی رائے لکھ دی تھی جس پر ان حضرات کے خطوط بھی برابر آرہے ہیں کہ تم کو واپس بلالیا جائے اور تم بجائے مصر کے لکھنؤ ایک سال قیام کرلو اور وہیں دونوں کتابوں کو اپنے زیر ادارت طبع کرالو، مگر تمہارے آج کے ۱۲؍محرم والے خط سے تو پھر امیدیں بندھ چلیں لیکن اب بھی میری رائے یہی ہے کہ اگر وہاں متعدد مطابع میں یہ جلدیں طبع ہو سکے تو تکمیل کا ارادہ کرو ورنہ جیسا کہ بذل لکھنؤ اور مصر دونوں جگہ ہورہی ہے اوجز بھی دونوں مطبعوں، مصر اور لکھنؤ میں پوری ہوجائے گی اس میں کوئی راز کی بات نہیں اور نہ اس میں تم تینوں میں کسی کی ندامت کی

بات ہے مطابع والوں کو تو میں پچاس سالوں سے بھگت رہا ہوں۔

تم نے آج کے خط میں علی میاںؒ کے خط شیخ سید سابق اور شیخ محمد غزالی کے نام منگوائے ہیں، میں اسی وقت ان کو تمہارا خط درمیان میں چھوڑ کر علی میاںؒ کو لکھوا رہا ہوں کہ وہ جلد از جلد دونوں حضرات کے نام کا خط آپ کے پاس بھیج دیں کہ آپ دستی ان کو دے دیں، آپ نے دکتورہ کے متعلق جو لکھا ہے اس میں تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ آپ اس کی وجہ سے دوسری طرف مشغول نہ ہو جائیں۔

اس سے قلق ہوا کہ مولوی عبدالرزاق کراچی واپس چلے گئے، ازہر میں بھی تو ہندو پاک کے لوگ ہوں گے جو لیتھو کی طباعت پڑھ سکتے ہوں گے ان کو اجرت پر ضرور رکھ لیں یہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں، مگر اس سے تعجب ہوا کہ تم دونوں میں سے کسی کے خط سے بھی عبدالحفیظ کا پہونچنا معلوم نہ ہوا حالانکہ ان کو ۱۲ار محرم کو مصر پہونچ جانا چاہئے تھا اب تو وہ خود پہونچے ہوں گے اور ان کی تحریر کے موافق رقم بھی اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے، خدا کرے آئندہ کوئی دقت تم دوستوں کو پیش نہ آئے۔

تم نے لکھا کہ بذل ان شاء اللہ رمضان سے پہلے پوری ہو جائے گی میرے خیال میں یہ بھی تو بڑی لمبی مدت ہے اللہ تعالیٰ شانہ ہی مدد فرما دیں، وھو میسر کل عسیر، یہ تو میں بھی کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ مطبعۃ السعادۃ سے کام واپس نہیں لینا ہے، اور ان پر انحصار نہیں رکھنا ہے دوسرے مطابع سے ضرور کام لینا ہے، تم نے بہت اچھا کیا کہ دوسرے مطابع والوں کے لئے وہاں

کے بااثر لوگوں کو بیچ کا واسطہ بنالیا، تم نے حج سے پہلے خط میں لکھا تھا کہ ایک مراکشی اوجز کے پانچ سو جلدیں خریدنے کا ارادہ کررہے ہیں مگر پھر اس کے بعد کوئی خط میں اس کا ذکر نہیں آیا، یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ ابوظبی کو اوجز کا کوئی نسخہ گیا یا نہیں، عزیز مولوی عبدالحفیظ سے سلام مسنون و شکریہ مساعی جمیلہ۔

تم نے لکھا تھا کہ عبدالرحمٰن میاں کے لئے اوجز کے نسخے حجاج کے ساتھ روانہ ہونے میں سہولت ہے مگر بحری جہاز سے ۵ پہونچ چکے ہیں، اب تو شاید ایک ہی دو باقی ہوگا ان میں تو کوئی نسخہ پہونچا نہیں، ابوظبی میں کوشش کر کے دو چار نسخے ضرور بھیج دو، ظفر الاسلام صاحب کی خدمت میں بندہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد ان کی مساعی جمیلہ کا بہت بہت ہی شکریہ ادا کردیں اور یہ بھی کہہ دیں یہ ناکارہ آپ کے لئے بجز دعا کے اور کیا کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ دارین کی ترقیات سے نوازے۔

حاجی یعقوب صاحب کی گارنٹی کے متعلق پرسوں کے خط میں لکھوا چکا ہوں کہ گارنٹی انہوں نے بذریعہ رجسٹری بھیج دی ہے، بذل کی جلد ثانی کی رسیدیں تو میں مکہ کے خطوط میں کئی مرتبہ لکھوا چکا ہوں، تعجب ہے کہ اب تک کیوں نہیں پہونچیں، بذل جلد رابع ایک عدد بذریعہ طیارہ اور خامس دو عدد بذریعہ بحری بوساطت مفتی صاحب روانہ ہوچکی ہے، امید ہے کہ اس خط کے ساتھ نہیں تو ایک دو دن کے بعد طیارہ والی تو پہونچ ہی جائے گی، میرے خیال میں رابع کی زیادہ عجلت تھی اس لئے طیارہ سے بھیجی۔

آپ نے یہ صحیح لکھا کہ مطبعۃ السعادۃ سے تو ریٹ کم کرانا مشکل ہے،

بندہ کے خیال میں ''اخبار الیوم'' کے اڈیٹر کو تو بذل المجہود مفت نذر کر دیں، اور بذل کی جو جلدیں لکھنؤ میں چھپی ہیں وہ بھی عبد الحفیظ سے منگا کر ان کو مفت دے دیں، تم دونوں کے لئے بلا تصنع اور بلا توریہ دل سے دعا کرتا ہے۔

فقط والسلام

زکریا ۲۴ر فروری ۱۹۷۳ء ۲۱ر محرم ۱۳۹۳ھ

قیام قاہرہ کے دوران حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب کے بعض اہم مشورے:

ناچیز نے قاہرہ میں بے پناہ محنت کی، ناچیز کا حال یہ تھا کہ ۱۴/۱۴ گھنٹے سے زیادہ کام کرتا پروف و تصحیح میں وقت صرف کرتا تھا، یہاں تک وسط سال میں میری طبیعت بہت خراب ہوگئی، پیٹ میں داہنی طرف درد اٹھا، ان لوگوں نے مشہور کیا کہ اپنڈکس ہوگیا ہے، آپریشن کی ضرورت ہے اللہ تعالی نے اس شر سے بچایا معمولی دوا سے افاقہ ہوگیا، یہ ساری تفصیلات مناسب نہیں اور بہت سارے خطوط کو شائع بھی نہیں کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے ہندوستان سے سفر کرتے وقت چند نصیحتیں مجھے کی تھیں:

(۱) کبھی کبھی وہاں کے علماء کے محاضرات میں شرکت کر لیجئے گا، جامع ازہر میں موقع مل سکے تو اچھا ہے۔

(۲) ایک نظر جریدہ پر ڈال لیجئے گا، عربی زبان اور اس کے تطورات سے مناسبت ہو جائے گی۔

(۳) مؤثر بن کر رہئے گا کسی چیز سے متأثر نہ ہونا۔

(۴) حدیث شریف پر جو کام ہو رہا ہے اس سے بھی متعارف ہونے کی کوشش کیجئے گا۔

اس ناچیز نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں یہ خط لکھا کہ اگر حضرت مولانا علی میاں ندوی نوراللہ مرقدہ کا گرامی نامہ شیخ محمد غزالی و شیخ سید محمد سابق کے نام آجائے کہ طباعت میں ہماری رہنمائی کریں تو ہمیں بہت سہولت ہوگی، ہم کتابیں مختلف مطابع میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ حضرت شیخ نے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کو خط لکھا، حضرت مولانا نے ان لوگوں کو خطوط لکھ کر بھیجوائے اور نقل میرے پاس بھیجی۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا خط اس ناچیز کے نام:

عزیز گرامی عزیز القدر حفظہ اللہ ورعاہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ سے آپ کو خط لکھنے کا خیال تھا اور جب آپ کا خط یا سلام پہونچتا تھا تو تقاضا اور کوتاہی کا احساس بڑھ جاتا تھا، ابھی سہارنپور گیا تو حضرت شیخ نے آپ کے سب خطوط دکھلائے اور واپسی پر مولوی معین اللہ صاحب نے آپ کا خط جس پر ۲۳؍فروری کی تاریخ پڑی ہوئی ہے میرے نام کا مجھے دیا، اس سے ندامت اور بڑھی، امید ہے کہ آپ اس کوتاہی اور کوتاہ قلمی کو معاف کریں گے، مجھے حجاز سے واپسی پر پے در پے سفر کرنے پڑے اور زیادہ تر وقت سفر میں صرف ہوا، اس انتشار اور رواروی کی وجہ سے شیخ غزالی

وسید سابق کا خط تاخیر کے ساتھ انہیں کے نام بھیج دئے گئے، بعد میں ہدایت کی کہ دونوں کی نقلیں آپ کے پاس بھی جانی چاہئیں، امید ہے کہ اب روانہ ہوئی ہونگی، آپ زبانی بھی ان حضرات سے میری طرف سے شکریہ ادا کر دیجئے گا، امید ہے کہ اب طباعت کا کام خاطر خواہ ہو رہا ہوگا۔

بر بنائے اخلاص ومحبت آپ سے یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ اس سفر پر ہر طرح حضرت شیخ سے قربت اور اعتماد کا ذریعہ بنائیے اور اس کے لئے آپ کو جو بھی قربانی دینی پڑے دیجئے، وقت گزر جاتا ہے اور بات رہ جاتی ہے، اس مقصد عظیم کی خاطر ہر بات برداشت کیجئے۔

امید ہے کہ جیسے میں نے سفر سے پہلے کہا تھا عربی بولنے اور اخبارات ورسائل کے مطالعہ میں بھی کچھ وقت صرف کرتے ہونگے، اساتذہ کبار کے درس اور مشہور مقررین کی تقریر بھی سنتے ہونگے، لیکن اس طرح کہ اصل مقصد کو نقصان نہ پہونچے، الجمعیۃ الشریعۃ والا مطبع اگر کوئی ہماری کتاب شائع کرے تو اس کو بھیجنے کی تاکید کر دیجئے گا کہ ہم اس کو اور بھی چیزیں دیں گے۔

آپ نے کسی خط میں یہ نہ لکھا کہ والد صاحب مرحوم کی کتاب الھند فی العصر الاسلامی کا جو نسخہ اپنے ساتھ لے گئے تھے وہ دار الکتب المصریہ میں داخل کیا یا نہیں؟ اگر اتفاقاً کہیں رہ گیا ہو تو میں دوسرا نسخہ بحری ڈاک سے بھیجنے کی کوشش کروں، میری بڑی خواہش ہے کہ ایک نسخہ وہاں محفوظ ہو جائے تاکہ کسی تحقیقی کام کرنے والے کے کام آئے۔

باقی یہاں دار العلوم میں سب خیریت ہے۔ والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی ندوی

نثار کا سلام قبول ہو۔ ۱۹۷۳/۸/۲۵ء

طباعت کے سلسلہ میں حضرت مولانا علی میاںؒ کے خطوط:

حضرت مولانا کے خطوط شیخ محمد غزالی وشیخ سید سابق کے نام ملے، ان حضرات سے تعارف ہوا، اور بذل کی طباعت میں ان سے مدد ملی، ہم کو کتاب مختلف مطابع میں تقسیم کرنی پڑی، اس میں کوئی شک نہیں کہ مصر کا ہر پڑھا لکھا شخص حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اوران کی کتابوں سے واقف تھا، اپنے کاموں کی مشغولیت کی وجہ سے حقیقت میں قاہرہ کہیں پہونچ پانا بہت مشکل تھا، مگر جمعہ کی نماز اکثر مسجد عمرو بن العاص میں پڑھتے جہاں شیخ غزالی خطیب وامام تھے، مسجد اپنی وسعت کے باوجود بھری رہتی تھی، مسجد سے باہر دینی کتابوں کا اسٹال رہتا تھا، جہاں کتابوں کی کافی بکری ہوتی تھی، اسی طرح مسجد رفاعی شیخ احمد شرباصی جمعہ کے خطیب وامام تھے، ان سے وہاں مسجد میں ملاقات ہوئی بہت ہی خیال فرمایا، جب یہ معلوم ہوا کہ شیخ ابوالحسن الندوی کے شاگرد ہیں تو فرمایا أنــــت ولــدی اس وقت میری عمر ۳۵ رسال کی رہی ہوگی، اسی طرح اور مساجد میں نماز پڑھنے اور خطبہ سننے کا موقع ملا، جامعہ ازھر بہت ہی کم جانا ہوا۔

اسی طرح اہرام مصر و متحف جس میں فرعون کی لاش رکھی ہوئی ہے، ہم نے بالکل اخیر میں دیکھا۔

قاہرہ سے حج بیت اللہ کا پروگرام:

مکرم ومحترم مولانا تقی الدین صاحب...... بعد سلام مسنون

بہت ہی طویل عریض شدید انتظار کے بعد آپ کی مرسلہ رجسٹری بذل جلد ہشتم کی ۲۲/جنوری کو ملی، اس میں جو پرچہ تھا اس سے ۶/ذی الحجہ کو آپ کا مصر سے بذریعہ طیارہ حجاز کے لئے جانا بھی معلوم ہوا اور نہ اب تک کسی کے خط سے یہ معلوم تھا کہ آپ حج کو آرہے ہیں یا نہیں، حالانکہ میں نے متعدد خطوط میں سبھی سے دریافت کیا۔

آپ نے لکھا کہ ۳/ذی الحجہ کو عبدالرحیم حج کے لئے روانہ ہو گیا ہے، ان کو تو وہاں جانے کے بعد اپنے صاحب مطبع کی میزبانی سے اور دلداری سے اتنی فرصت نہ ملی کہ وہ اپنے مکہ پہونچنے کی اطلاع دیتے، حالانکہ میں آپ کو اور ان کے نام متعدد خطوط مکہ کے پتہ سے لکھوا چکا تھا، لیکن مولانا الحاج یوسف متالا سلمہ کو اللہ جزائے خیر دے کہ ان کے خط سے مولوی عبدالرحیم اور ان کی اہلیہ کا بخیریت مکہ پہونچنا معلوم ہوا۔

آپ نے اس خط میں لکھا کہ اس سے پہلے مفصل خط لکھ چکا ہوں جس میں اپنے حج کے متعلق بہت تفصیل تھی، تعجب ہے کہ آپ نے میرے جواب کا شدت سے انتظار لکھا تھا، حالانکہ میں آپ کے سابقہ خط پر جس میں آپ نے افریقی حج بدل کا ذکر کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ مطبع میں آٹھ دن کی چھٹی ہوگی، اسی وقت لکھ چکا تھا کہ ایسی حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں، ہوآویں میرا یہ خط تو بہت پہلے پہونچنا چاہئے تھا، آپ نے اپنی آمد کی جو مصالح لکھی ہیں وہ سب صحیح ہیں، بالخصوص آپ کا یہ تحریر کرنا کہ یہاں کے معاملات میں مولوی عبدالحفیظ سے تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے بہت اہم ہے۔

تمہارے اور مولوی عبدالرحیم کے ان خطوط سے جو مصر سے مجھ تک کئی مرتبہ پہونچے اوران میں یہ لکھا تھا کہ مولوی عبدالحفیظ کے پاس سے نہ خطوط کا جواب آرہا ہے نہ تاروں کا، مجھے بھی کلفت پہونچی تھی اور میں نے آپ کے خطوط پر متعدد خطوط مولوی عبدالحفیظ صاحب کو لکھے مگر حج کے ایام میں توان کی مشغولی بہت بڑھ جاتی ہے، اور وہ خطوط کے جواب میں مستعد بھی ضرورت سے زیادہ واقع ہوئے ہیں، میرے کئی کئی خطوط کا ایک جواب لکھتے ہیں وہ بھی حفظ، اس کے بارے میں میں ان کو متعدد خطوط لکھ چکا ہوں، اور لکھتے ہوئے شرماتا ہوں کہ ان کے احسان مندی کے بجائے ان پر الزام قائم کردوں، مگر دوستوں کی پریشانی اوراس سے زیادہ کام کے حرج کی وجہ سے تمہارے طویل قیام سے بہت کلفت پہونچتی ہے۔

تم نے امیر فیصل کے چچا کے دوست کو بذل وغیرہ ہدیہ دے دیا بہت اچھا کیا، خدا کرے مفید ہو مضر نہ ہو، میں علماء اور تجار کے پاس بہت کثرت سے پہونچانا چاہتا ہوں مگر ان امراء سے گھبراتا ہوں، مجھے نہ امیر فیصل صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کی ضرورت ہے، وہ بیچارے علمی کام کے لئے کہاں وقت فارغ کرسکتے ہیں۔

آپ نے مراکش کے تاجر کے پانچ سو نسخے خریدنے کا مژدہ جو لکھا اس سے یقیناً مسرت ہوئی، خدا کرے یہ معاملہ ہوگیا ہو تو آئندہ تم دوستوں کو ان شاء اللہ بہت سہولت ہو جائے گی، قاہرہ کے یا دوسری جگہ کے مکتبہ والے جتنی لیں اس میں کسر نہ چھوڑیں، معلوم نہیں میرے اس خط تک آپ موجود

ہوں یا مصر واپس جا چکے ہوں گے، احتیاطاً مکہ اس لئے بھجوار ہا ہوں کہ مولوی عبدالحفیظ بھی پڑھ لیں اور اگر آپ جا چکے ہوں تو طیارہ کے مسافر یا پھر بذریعہ ڈاک آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۲۴ر جنوری ۷۳ء ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

آپ نے اس خط میں میرے خط کی رسید لکھی مگر یہ نہیں لکھا کہ وہ کس تاریخ کا تھا، آپ نے لکھا بذل کی دو جلدیں سعادہ ونصر کی ارسال ہے، اس سے پہلے خطوں میں بھی متعدد بار اور برقیہ میں آیا تھا کہ دو جلدیں ارسال ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ معجّل اور مسجل کے علاوہ کوئی تیسرا پوسٹ آفس ہے جس میں کتاب روانہ تو ہو جاتی ہے مگر پہونچتی نہیں، آپ نے اس خط میں بذل جلد اول کی تقاریظ منگوائی تھی اور میں نے بڑے اہتمام سے وہ اسی وقت مولوی محمد علی کے حوالے کر دی تھی کیوں کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ سہارنپور سے آمدہ خطوط پر جو اس کے قلم سے تقاریظ نقل ہو گئیں اور وہاں کے پتے لکھے ہوئے تھے وہ بہت پسند آئے مگر مقدر کہ اسی روز اس کو بخار آ گیا، پھر عبدالحفیظ کے حوالہ کئے گئے اس کو بھی بخار آ گیا، آج سنا ہے کہ ان کی نقل ہو گئی ہے، مگر مقارنہ باقی ہے اگر اس لفافہ میں گنجائش ہوئی تو اسی میں بھیج دوں گا مگر ابھی مولوی اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ وہ لفافہ میں نہیں جا سکتی پیکٹ کے ذریعہ بھیج دی جائے گی، خاتمۃ الطبع کے شروع میں تو میرے نام کا کوئی جوڑ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اس لئے کہ وہ تو میرے ہی حاشیہ کے ساتھ مسلسل ہوگا البتہ آخر میں میرا نام تاریخ نزیل المدینہ

لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

آپ نے اسماء الرجال کے فہرست کے متعلق جو اشکال لکھا وہ بالکل صحیح ہے مگر ندوہ کی بذل سادس زیر طبع ہے جب میں آیا تھا تو اس وقت شروع ہوگئی تھی اور اس وقت تک کے خطوط سے معلوم ہوا کہ دو ماہ میں دوسو صفحے طبع ہوئے، اس لئے میں نے دو ہفتے میں ان کو ۶/۵ خط لکھے اور ایک ہفتہ ہوا ان کو ارجنٹ تار دیا تھا کہ بذل سابع بذریعہ طیارہ آپ کے پاس بھیج دیں تا کہ آپ اپنی روانگی سے قبل اس کو بھی طبع کراتے لائیں، آج ۲۵/ جون کو پرسوں کا دیا ہوا برقیہ ندوہ کا پہونچا کہ بذل سابع مع حواشی بذریعہ طیارہ مصر بھیج دی گئی امید ہے کہ ان شاء اللہ دو تین روز میں پہونچ جائے گی۔

آپ نے لکھا کہ میں جو صحت اور حسن و جمال پیدا کرنا چاہتا تھا وہ ابتدائی مشکلات کی وجہ سے نہیں ہوا مگر یہ سب تو مجبوریاں تھیں آپ نے جتنی محنت ومشقت اس کی تصحیح وطباعت میں اٹھائی اللہ ہی اس کا بہترین بدلہ مرحمت فرمائیں، میرے پاس دعا کے سوا کچھ نہیں اور واقعی اس میں دریغ نہیں اور تم تینوں کا، بالخصوص آپ کا بہت ممنون، تم نے لکھا کہ حواشی بھی نظر ثانی کے محتاج ہیں یہ بالکل صحیح ہے اس کے متعلق میری رائے ہے کہ مطبوعہ مصر کی ایک ایک جلد پر آپ کی نظر ہے، آپ اپنے ساتھ لے جائیں اور وہاں جا کر ندوہ کی مطبوعہ بھی ایک ایک لے لیں اور حسب سہولت وفراغت اپنے نسخے پر تصحیح کرتے رہیں جب کبھی خدا کرے طبع ثانی کی نوبت آوے تو اس وقت آپ کے حواشی سے فائدہ اٹھایا جاسکے، یہ کوئی جلدی کا کام نہیں اطمینان کا ہے، آہستہ

آہستہ کرتے رہیں، میرا خیال یہ ہے کہ بذل کے اختتام کے بعد وہاں کے معاونین ومشاورین اور جن کو آپ مناسب سمجھیں ناشتہ یا چائے کی ایک دعوت ضرور کردیں جن استاذ فلاں اور استاذ فلاں اور جن سے مشورے اور اعانت لی ہیں ان کو شریک کرلیں اور عبدالرحیم یا جس سے مناسب سمجھیں مشورہ کرکے اخراجات کا اندازہ لکھیں معتدل ہونی چاہئے نہ مظاہر جیسی اور نہ رئیسانہ، علی میاں کی آمد پر بھی ان سے مشورہ کروں گا اور عبدالحفیظ سے بھی تو مشورہ کرلیا اور علی میاں سے ضرورت نہیں رہی کہ وہ بھی موافقت ہی کریں گے۔

آپ نے بذل کے بعد کوئی کام تجویز کرنے کو لکھا یہ تو یار باقی اور صحبت باقی یہاں آنے پر ہوجائے گا، ابھی تو آپ محترمہ کے حقوق ادا کریں، آپ نے بیداری اور خواب وہاں ہونا محسوس فرمایا میں اس کی تردید نہیں کروں گا اس لئے قلباً دعاءً وہیں رہتا ہوں۔

آپ گھر خط لکھیں تو خاص طور پر سلام کے بعد لکھ دیں کہ یہ ناکارہ تم سب کے لئے دعا کرتا ہے، اس لئے کہ مولانا تقی صاحب جو کچھ ایثار وقربانی کررہے ہیں اس میں تم سب کا حصہ ہے، عزیز آفتاب تقریباً روزانہ یا تیسرے دن میری ڈاک کے وقت آتا ہے اور آپ کے خطوط کا مشتاق رہتا ہے اس لئے سنا دیا اس خط میں ان کو سلام ہے پہونچادیا، رقم کے متعلق عبدالحفیظ جواب دے گا اس لفافہ میں دوسرا پرچہ عبدالرحیم کا ہے اس کو مستقل جواب لکھوں گا اور اگر گنجائش ہوئی تو اسی میں بھیج دوں گا، یہ تو آپ کے پہلے خط کا جواب تھا۔

دوسرا خط مؤرخہ ۱۸؍ جون بھی ساتھ پہونچا جس میں میرے پاس آپ نے لکھا کہ کتاب ڈاک سے نہ بھیجنے کی وجہ عبدالحفیظ کے پرچے میں لکھ دی، وہ میں نے اب تک نہیں دیکھا، عبدالحفیظ اپنے گھر ہے، تمہارا پرچہ اس کو بھیج دیا، تم نے لکھا کہ ان شاء اللہ بیس دن میں کام پورا ہوجائے گا جس سے بہت مسرت ہوئی، اتنے میں ندوہ والی جلد بھی پہونچ جائے گی اسے بھی نپٹادیں، تم نے لکھا کہ ہند بھیجنے کا راستہ معلوم ہوگیا جلد بھیج کر مطلع کروں گا، اس سلسلہ میں حاجی یعقوب کا خط میں روانہ کررہا ہوں اس کو بغور ملاحظہ کرلیں اور جب تک ان سے براہ راست مراجعت نہ کرلیں کتابیں نہ بھیجیں، آپ نے لکھا کہ کام کی کثرت کی وجہ سے نیند نہیں آتی ایسا نہ کریں، صحت کی رعایت بہت ضروری ہے۔

لندن کے مہمانوں کے ہاتھ چھ جلدیں پہونچ چکیں ہیں اور ان ہی میں سے ایک کے ہاتھ اس کی رسید جاچکی، آپ نے لکھا کہ بذل کے اختتام پر عمال سے وعدہ کررکھا ہے اس کی اجازت دی جائے گی؟ ضرور۔

میری طرف سے جناب الحاج علی اور استاذ حسن عاشور کی خدمات میں بہت اہتمام سے سلام کے بعد کہہ دیں کہ آپ کے احسانات کا بدل یہ ناکارہ بجز دعا کے اور کیا کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی تم دوستوں کو دونوں جہان میں اس احسان عظیم کا بدلہ عطا فرمائے، جان ومال میں برکت عطا فرمائے، یہ ناکارہ دعا کے سوا اور کیا کرسکتا ہے، تم چاروں کی طرف سے، دو تم (۱) اور دو وہ

(۱) یہ ناچیز اور مولانا عبدالرحیم مرحوم۔

حضرات روضہ مبارک پر صلاۃ وسلام عرض کرتا رہتا ہوں۔

خاتمۃ الطبع کی ضمیر پر اگر آپ کو اشکال نہیں تو پھر اصلاح نہ کریں، آپ نے لکھا کہ ایک ایک دن بھاری ہو رہا ہے، آپ کو تو اب بھاری لگ رہا ہے مجھ کو چار ماہ سے بھاری لگ رہا ہے، میرے سہارنپور کے خطوط میں اگر وہ محفوظ ہوں گے تو یہ ملے گا کہ مجھے آپ کی طویل غیبت عن الاھل والوطن بہت بھاری ہو رہی ہے، علی میاں ابھی نہیں پہونچے اس خط کے ڈالنے میں ان کا انتظار کروں گا اور ان سے پیسہ کا انتظام معلوم کر کے لکھوں گا۔

ایک ضروری امر یہ ہے اور بہت ضروری کہ جب آپ آئیں تو سارے مطابع کا حساب بالکل نمٹا کر آئیں کوئی چیز درمیان میں نہ چھوڑیں اور چند روز قبل مجھے اطلاع کر دیں تاکہ میں عزیز عبدالحفیظ کو بھیج دوں، ہر سہ آدمی مل کر سب مطابع کا حساب بالکل صاف کر دیں اور باقی رسیدیں لے کر آئیں، جملہ اہل مطابع کی خدمات میں اس ناکارے کی طرف سے سلام بھی کہہ دیں اور لکھ دیں کہ یہ ناکارہ دعا کے سوا اور کیا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی ہی مدد فرمائے جیسی تم نے کی۔

بذل رابع یہاں نہیں ہے چونکہ مدرسہ میں تعطیل ہے، مولانا انعام کریم ہندو پاک کے لئے روانہ ہو گئے اس لئے مدرسہ سے کتاب بھی نہیں ملی، تاہم اس کی تلاش شروع کر دی، علی میاں کی آمد پر ان سے مراجعت کروں گا، آپ کے ہر سہ خط علی میاں کے ملاحظہ کے لئے رکھے ہیں، ابھی ابھی دوران خط میں جدہ کا تیسرا فون ملا کہ ایک مجبوری کی وجہ سے علی میاں کل روانہ نہ ہو سکے،

وہ کل بھی جدہ رہے اور کام نہ ہوسکنے کی وجہ سے آج صبح پھر جدہ پہونچ گئے اور ان شاء اللہ آج شام کو بعد العصر مدینہ منورہ پہونچیں گے، ان کے انتظار میں یہ خط آج بھی ملتوی کرنا پڑا، علی میاں کی آمد پر ان کے لیبیا سفر کا انتظام معلوم کر کے ان شاء اللہ اسی خط میں لکھوں گا۔

آپ نے کہا کہ گھر سے پریشانیوں کے خطوط آرہے ہیں اس سے بہت کلفت ہوئی، مجھے خود آپ کا ایک ایک دن بلکہ ایک ایک گھنٹہ بار ہورہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد فارغ فرما کر بخیر وعافیت گھر پہونچائیں، چک بندی میں بعض لوگوں نے آپ کی زمین کو اپنے نام لکھوالیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، دل سے دعا کرتا ہوں۔

یہ خط پرسوں لکھوایا تھا، پرسوں علی میاں کی آمد کی خبر تھی مگر نہیں آئے، کل منگل کے دن عصر کی نماز جماعت سے انہوں نے جدہ میں پڑھی اور مغرب کی نماز بدر میں اور عشاء کے بعد جب میں مسجد سے باہر آرہا تھا تو باب جبرئیل پر ملاقات ہوئی اور صبح کی نماز کے بعد متصلاً وہ مسجد نور پہونچ گئے دو گھنٹے بہت اطمینان سے ملاقات کے بعد ناشتہ کے بعد وہ اپنے قیام گاہ پر چلے گئے بستان نورولی میں، اور میں مدرسہ چلا آیا، معلوم ہوا کہ مجھے کل پرسوں انہوں نے مشورہ کے واسطے کئی دفعہ ٹیلیفون کیا مگر ملا نہیں، اس لئے انہوں نے کل لیبیا التواء کا تار دے دیا، دس دن مدینہ پاک میں قیام رہے گا اور پھر چار دن مکہ اور اس کے بعد رابطہ کے بقیہ دورہ پورا کر کے ہندوستان چلے جائیں گے۔

فقط والسلام

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: شاہد ۲۷/ جون ۷۳ء ۲۶/ جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ

عنایت فرمائیم مولانا صاحب .... بعد سلام مسنون!

تمہارا محبت نامہ مؤرخہ ۳۱ مارچ کو بہت جلدی پہونچ گیا حالانکہ دوسرے خطوط بہت تاخیر سے پہونچے، عزیز عبدالحفیظ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ خطوط میں نام نہ ہونے کو محسوس کر رہے ہیں، بڑا اقلق ہوا حالانکہ میں پہلے خط میں أوری بسعدی الخ اور دوسرے خط میں خوشتر آں باشد الخ سے اپنے نزدیک تو اس کی وجہ بڑی وضاحت سے دونوں شعروں میں ظاہر کر چکا تھا، اوجز کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام مالکؒ مسجد نبوی میں نماز چھوڑ دی حتی کہ آخر میں جمعہ کی بھی شرکت چھوڑ دی تھی اور جب کوئی دریافت کرتا تو حضرت امامؒ فرماتے کہ بعض آدمی اپنا عذر بھی نہیں بیان کرسکتا۔

یہ میری ضرور تمنا خواہش اصرار ہے جس کو میں بار بار لکھتا رہتا ہوں وہ یہ کہ تم تینوں مل کر جتنا جلد سے جلد ممکن ہو بذل کو نمٹا دو، اس کی وجہ سے اگر تمہیں گراں نہ ہو تو میرے نزدیک اوجز کو ملتوی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ندوہ میں بذل چہارم طبع ہو کر روانہ ہو چکی ہے، پنجم میں سو صفحے چھپ گئے ہیں یہاں دو تین مہینے سے بجلی پر آفت آرہی ہے، دو ہفتے سے تقریباً سارے دن بند رہی رات میں چلتی تھی جس کی وجہ سے مطابع کو بہت نقصان پہونچا۔

شیخ سابق اور شیخ غزالی کے متعلق آپ کے ابتدائی خط کی بناء پر علی میاں کو خط لکھا تھا کہ ان دونوں کے نام جلد از جلد خط لکھ کر آپ کے پاس بھیج دیں یا

میرے پاس، مگر علی میاں آج کل جہانیان جہاں گشت کر رہے ہیں، مارچ کا پہلا ہفتہ انہوں نے مولانا منت اللہ کے ساتھ بہار کے دورے میں گزارا جس کی وجہ سے وہ دونوں حضرات دیوبند کے شوریٰ میں بھی شریک نہ ہو سکے، رسم الخط کی دقت کی داستان تم تینوں نے لمبی لمبی لکھی، ایک ہی مضمون کو سنتا سنتا تھک گیا، یہ مشکلات تو تم دوست پہلے بھی لکھتے چلے آئے ہو، اور اس کا حل بھی تمہیں ہی کرنا ہے اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، اللہ تعالیٰ تمہیں بھی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، بلند درجات نصیب فرمائے کہ بذل کی مصر میں ٹائپ کا بیڑا تم نے ہی اٹھایا تھا اللہ تعالیٰ ہی تمہارے مساعی جمیلہ کو مثمر ثمرات و برکات بنائے اور تمھارے لئے دونوں جہاں کی ترقیات کا ذریعہ بنائے، میرے خیال میں تو جو میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مطبعة السعادة میں بذل بھی ایک دو جلد دو اور بذل کے فراغ پر تم جلد از جلد آجاؤ کہ تمھاری غیبت عن الاہل مجھے بہت ہی بار ہے، اور تمھارے بغیر بذل کی طباعت ناممکن ہے۔

بذل کے حواشی تو تمھارے لکھے ہوئے ہیں، ان کے لئے تمہارا ہونا بہت ضروری ہے، تمہاری یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ اگر مطابع والوں سے لین دین کا تعلق تو تم سے نہیں ہونے کا تو پھر ان پر تمہارا اثر نہیں ہونے کا، میری طرف سے عزیز عبدالحفیظ سے کہہ دیں کہ میں نے بھی اس کو ساری عمر بھگتا کہ مطبع والوں پر جتنا اثر نصیر کا رہا میرا نہیں رہا، مطبعة السعادة والوں کو اس کو اطمینان دیدو کہ آپ کے یہاں سے کام کا چھوڑنا مقصود نہیں، اس وقت چونکہ تین آدمی اس کی وجہ سے رکے ہیں اس وجہ سے عجلت ہے آپ نے لکھا کہ ان

دونوں کی طباعت سے تعلق عشق سے بھی زیادہ ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اس احسان عظیم کا بدلہ عطا فرمائے۔

عزیز عبدالرحیم کو بھی میں براہ راست لکھوا چکا ہوں اور آپ کے ذریعہ بھی پیام پہونچواتا ہوں کہ بذل کی معاونت ان کا اصل کام ہے، اس سے وقت بچے تو اوجز میں لگا دیں، البتہ جدید مصحح کوئی مل جائے تو اس کو رکھنے میں کوئی اشکال نہیں، ابوظبی والوں نے جو قابل اشاعت کتابوں کی فہرست چھاپی تھی میرے پاس بھی اس کا تراشہ آیا تھا اس میں اوجز کو سب سے مقدم کیا ہے۔

امید ہے کہ علی میاں کے خطوط شیخ غزالی اور سابق کے نام پہونچ گئے ہوں گے، وہ گزشتہ ہفتہ یہاں تین دن کے لئے آئے تھے، میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ یہاں کے قیام میں دونوں کے خطوط لکھ کر مجھے دے دیں مگر انہوں نے فرمایا کہ میں لکھ کر رابع (ا) کو دے آیا ہوں پہونچ گیا ہوگا۔

تم نے لکھا اور عبدالرحیم نے بھی، خط کے نہ آنے سے بڑی تشویش ہے، میں حج کے بعد سے گیارہ خطوط تمہیں لکھوا چکا ہوں جس کی تفصیل تاریخ وار عبدالرحیم کے خط میں لکھوا چکا ہوں، مگر ان کے نہ پہونچنے سے اس وجہ کو ترجیح ہوئی جس کی وجہ سے نام لکھنا چھوڑ دیا میں عبدالحفیظ کے خط میں مفصل لکھوا چکا ہوں کہ ۱۰ اپریل کے بعد مجھے خط نہ لکھیں تاوقتیکہ میرا قیام یا سفر معلوم نہ ہو جائے۔

غیر معمولی غیبی نصرت:

قاہرہ کے قیام میں مولانا عبدالرحیم متالا مع اپنی اہلیہ رہتے تھے ان کے پیش

(ا) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی۔

نظر قاہرہ میں علاج بھی کرانا تھا، علاج سے فائدہ ہوا واپسی سے پہلے ان کے بچے عبدالحلیم کی ولادت قاہرہ ہی میں ہوئی۔

وہاں گجرات کے ایک افریقی صاحب رہتے تھے، ان کی ان سے دوستی ہوگئی، آمدورفت رہتی تھی، انہوں نے اپنا پاسپورٹ ان کو انڈین امبیسی میں توسیع کے لئے دیا تھا، دوسرے دن ان کو خبر دی کہ پاسپورٹ گم ہوگیا، اب وہ بہت ہی پریشان اور مجھے بھی پریشانی ہوئی، میں نے ان گجراتی صاحب سے کہا کہ ہم لوگ حدیث پاک کی خدمت کے لئے آئے ہیں، پاسپورٹ گم نہیں ہوسکتا، آپ تلاش کرکے لائیے ورنہ آپ کی بدنامی بہت ہوگی، ان پر اس بات نے بہت اثر ڈالا کہ وہ دوسرے دن لے کر آئے کہ یہ مل گیا، الحمدللہ علی ذلک۔

طباعت کی رفتار:

بذل کی اہمیت کے پیش نظر اوجز المسالک کی طباعت روک دی گئی تھی اور بذل المجہود کو متعدد مطابع میں تقسیم کردیا تھا، اس طرح کام میں جلدی ہوئی، کتاب کے ختم پر قاہرہ میں ایک مختصر عشائیہ رکھا گیا تھا جس میں بعض اہل تعلق اور خاص طور سے حافظ تیجانی جو وہاں کے بڑے بزرگ عالم اور محدث تھے، بذل المجہود کے خاتمہ پر ان کی تقریظ ہے، وہ بھی شریک ہوئے۔

جامعۃ الازہر میں ڈاکٹریٹ کی تسجیل:

قاہرہ کے قیام میں جن لوگوں کی میرے پاس آمدورفت رہتی تھی اور ان سے طباعت کے کاموں میں مدد ملتی تھی ان میں ایک استاد عقبی تھے، دوسرے ڈاکٹر اسماعیل ندوی مرحوم، یہ بہت فاضل آدمی تھے انہوں نے سیرۃ النبی جلد اول کا عربی میں ترجمہ

بھی کیا تھا، انہیں کی ترغیب پر ندوہ سے میں نے اپنے فضیلت و درجہ تکمیل کے کاغذات منگوائے تھے، انہوں نے ان اوراق کا ماجستیر سے معادلہ کر کے ”کتاب الزہد الکبیر“ کی تحقیق و تعلیق کے موضوع پر دکتورہ میں میرے نام کی تسجیل کرادی، میں نے اس میں کوئی خاص وقت صرف نہیں کیا تھا، اس لئے قاہرہ کے سارے بڑے علماء سے ہمارے تعلقات ہو گئے تھے، وہاں کتاب ”الزہد الکبیر“ کا قلمی نسخہ مل گیا اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ڈاکٹر عبد الحلیم شیخ الازہر سے ملاقات:

شیخ الازہر ڈاکٹر عبد الحلیم صاحب، یہ بہت صوفی متشرع عالم تھے، ان سے پہلی ملاقات ان کے آفس میں بذل واوجز پر تقدیم لکھانے کے سلسلہ میں ہوئی، جب ہم ان کے آفس میں ہندوستانی لباس پہن کر حاضر ہوئے تھے پہلے ان کے سکریٹری نے ہم سے پوچھا ملاقات کا مقصد کیا ہے، اس ناچیز نے عرض کیا کہ ہم شیخ ابی الحسن الندوی کی طرف سے آئے ہیں اور شیخ الازہر سے ملاقات کر کے مقدمہ لکھنے کی درخواست کرنا چاہتے ہیں، اس نے اندر جا کر ہماری خبر کی، شیخ الازہر کی اس وقت تک حضرت مولانا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، انہوں نے ہمیں اندر بلایا اور حضرت مولانا کے احوال اور ان کی کتابوں کے بارے میں پوچھتے رہے، رجال الفکر والدعوۃ کا ذکر آیا وہ کتاب اس وقت تک شیخ الازہر کے پاس نہیں پہونچی تھی، لیکن کتاب کے کچھ اجزاء چھوٹے چھوٹے رسالہ کی صورت میں قاہرہ میں حسن عاشور نے شائع کر دیئے تھے، الامام حسن البصری، الامام عبد القادر الجیلانی، انہوں نے فورا اپنے

سکریٹری کو بلایا کہا کہ ان کتابوں کو ابھی تلاش کر کے بازار سے منگوالو، اس کے بعد ہم نے تقدیم کی درخواست کی انہوں نے کتاب دیکھ کر فرمایا، الکتاب لا یحتاج الی تقدیم و بعد تقدیم الشیخ أبی الحسن الندوی ما ینبغی أن یکتب علیه تقدیم ۔ اس کے بعد اس ناچیز نے اپنی کتاب علم رجال الحدیث پیش کی اس پر انہوں نے تقدیم لکھ دی، بہر حال اس ملاقات سے دکتوراہ کے تسجیل میں سہولت پیدا ہوئی۔

شیخ ابوزہرہ (۱) سے ملاقات:

ان کے بعد دوسرے دن ہم لوگ شیخ ابوزہرہ کے پاس گئے، ان کا مکان مصر جدیدہ میں تھا اور کافی مسافت پر تھا، وقت لے کر گئے، انہوں نے شام کے کھانے کا انتظام کیا تھا، ملاقات پر بہت ہی بشاشت کا اظہار کیا اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے حالات پوچھتے رہے، اس کے بعد ہم نے دونوں کتابوں پر تقدیم کی درخواست کی ان کا جواب بھی وہی تھا جو شیخ الازہر کا جواب تھا، یہ فرمایا اوجز وموطأ پر ایک ملزمہ لکھ سکتا ہوں مگر شیخ ابوالحسن ندوی کی تقدیم کافی ہے، اس کی اطلاع ہم نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو کردی تھی۔

بذل المجہود ۲۰/جلدوں میں تقسیم کا مشورہ، اور اس کے اختتام پر دعوت:

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون!

---

(۱) شیخ ابوزہرہ (متوفی ۱۹۷۴ء) مصر کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے، تقریباً ۳۰/کتابوں کے مؤلف ہیں۔

کل علی میاں سے عبدالحفیظ کی موجودگی میں بذل کے سلسلہ میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی، ان کی رائے یہ ہے کہ ۱۹ر جلدوں میں بالکل ہرگز مناسب نہیں ہے بے جوڑ ہے، ۲۰ر ہونا ضروری ہے، میں نے کہا کہ ابھی تو وقت نہیں رہا، مگر ان تینوں کی رائے یہ ہوئی کہ ابھی تین جلدیں باقی ہیں، ہر ایک میں سے کم سے کم پچاس صفحے کم کر کے ڈیڑھ سو کی ایک جلد بنا دیں اور ان میں تقریظات نیز امام ابوداود کا خط اہل مکہ کے نام جو مصری ''ابوداوٗد'' اور ''درجات مرقات الصعود'' للد منتی مصری کے شروع میں چھپا ہوا ہے اسے ضرور شامل کرلیں وہاں مصری کتب خانوں میں مل جائے گی یہ جلد چاہے صفحات میں کم ہوجائے لیکن بیس جلدوں میں ہونا ضروری ہے۔

میں نے مولوی بنوری کو بھی خط لکھا ہے کہ ''اوجز'' کی طرح سے ''بذل'' پر بھی کوئی مضمون طویل لکھ دیں اور اس کے لئے علی میاں کا مضمون جو پہلی جلد میں چھپا ہوا ہے اس کو سامنے رکھ کر جلد ایک مضمون لکھ دیں، مگر سنا یہ ہے کہ غیر ملکی دورے پر گئے ہوئے ہیں، اور اگر مصری کوئی معروف عالم قابل اعتماد جو نقاد نہ ہو مل جائے تو آپ اس کا مضمون لکھوالیں مگر اس کو طبع کرنے سے پہلے علی میاں کو دکھلانا ضروری ہے۔

ایک بڑی اہم اصلاح کی طرف علی میاں نے متوجہ کیا وہ یہ ہے کہ خاتمہ میں لکھنؤ کی مطبوعات سبعۃ اجزاء لکھی گئی ہے اب جب کہ ساتویں وہاں سے مصر آگئی ہے تو بجائے سبعۃ کے ستۃ اجزاء بنالیں اومن الجزء الثامن کے بجائے من الجزء السابع بنائیں، یہ غلطی واقعی اہم ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ ہمیں لیتھو کے جزء ثانی کی اور ضرورت ہے اس لئے مولوی معین اللہ کو لکھا ہے، بجائے ان کے مولوی نصیر کو لکھتے تو زیادہ اچھا تھا، معلوم نہیں ان کے پاس ہو نہ ہو، آپ کا برقیہ سابع کی وصولی کا مل گیا تھا اس کی رسید لکھوا چکا ہوں، اس کا بڑا قلق ہے کہ اگر مولوی اسعد سے ملاقات ہو جاتی تو ان کے ساتھ ایک آدھ جلدیں آجاتیں میں ان شاء اللہ ان سے بھی تاکید کردوں گا آپ بھی استاذ عقبی وغیرہ کے ذریعہ سفارت ہندیہ کے دفتر سے مولوی اسعد کی واپسی کی صحیح تاریخ معلوم کرلیں۔

علی میاں کا مشورہ بھی یہ ہے کہ کتاب کے ختم پر جن عمائد اور اہل مطابع نے طبع کی ہے ان کو چائے پر مدعو کیا جائے مگر ان کا خیال ہے کہ ہوٹل میں تو ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ بہت گراں ہوگی اس کے متعلق عبدالحفیظ نے علی میاں سے مشورہ کیا ہے مگر کل شام وہ ایک ضرورت سے مکہ چلا گیا، چونکہ ایک ضرورت پر اس کو فوری جانا ہوا کہ تعمیل حکم کر سکے اس لئے واپسی پر جو ان شاء اللہ تین دن میں ہوگی دعوت کے متعلق علی میاں کا مشورہ لکھواؤں گا، حاجی یعقوب صاحب کو میں نے بھی رات ہی میں خط لکھوا دیا ہے کہ منیری صاحب سے مشورہ کر کے آپ کو جلد جواب دیں اس سلسلے میں میں نے مولوی اسعد صاحب کو بھی تقاضا کیا ہے وہ مصر میں سفارت ہندیہ سے دریافت کر کے کوئی سہولت کی صورت پیدا کر سکیں تو ضرور کردیں آپ مولوی اسعد صاحب سے اس سلسلہ میں ضرور گفتگو کریں، اور اگر خدا کرے کہ کوئی سہولت کی صورت پیدا ہو جائے تو مطبوعات مصر کی ہر جلد کے سو سو نسخے براہ راست

بمبئی بھیج دیں کہ اس میں محصول کی بہت تخفیف رہے گی۔

شیخ عبدالمنعم النمر (۱) سے اگر آپ کی ملاقات ہوتو میری طرف سے سلام مسنون کہہ دیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ یہ ناکارہ آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ بذل کے اسماء الرجال (۲) کا طبع ہونا ضروری ہے اور طباعت کے بعد ہر جلد میں ایک ایک رکھ دیا جائے گا، میرے خیال میں تو مناسب یہ ہے کہ ان سب کو یکجائی جلد اور صفحات کے حوالے سے بیسویں جلد کا جز بنادو کہ ہر جلد میں ایک ایک رکھنے سے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، مولوی آفتاب قسمت سے آپ کے پہلے خط کے وقت تھے اور اس خط کے سنانے کے وقت بھی تھے انہوں نے حسب عادت ایک لمبی تقریر شروع کی مگر یہ کہہ کر منع کر دیا کہ میرا خط رہ جائے گا، یہ سطور بھی انہوں نے بہت غور سے سنی، تم نے لکھا کہ تیری موجودگی تو ہر وقت مشاہد ہے مجھے بھی اس کا انکار نہیں اس لئے کہ مدینہ میں رہ کر سہارنپور کا خیال تو کم آتا ہے مصر کا خیال زیادہ آتا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں بذل سے جلد فارغ کردے، اس ناکارہ کا قیام رمضان تک تو تقریبا طے ہے اور اس کے بعد محتمل ہے۔

الحاج علی اور استاذ حسن کی خدمات میں مکرر سلام کے بعد کہہ دیں کہ یہ ناکارہ دعا کے سوا کیا کرسکتا ہے، تم نے لکھا تھا کہ حسینی دوبارہ حجاز جارہا ہے اور

---

(۱) یہ ازہر کی طرف سے ایک مدت تک دارالعلوم دیوبند مبعوث تھے، بعد میں مصر میں وزیر الاوقاف بھی ہو گئے تھے۔

(۲) الحمد للہ جدید بذل المجہود میں جو ہماری تحقیق سے شائع ہوئی ہے، اس میں مکمل فہرس بنائی گئی ہے، اسماء الرجال کی فہرس بھی آگئی ہے۔

مدینہ بھی آئے گا مگر اس کا ابھی تک یہاں مکرر آنا معلوم نہ ہوا، مصر کے اخبارات میں بذل کا اشتہار علی میاں کی رائے ہے کہ ضرور طبع کراتے آویں کہ وہاں کے اخبارات سارے ملک میں پھیلتے ہیں۔

یہ ناکارہ آپ کے لئے بہت اہتمام سے دعا بھی کرتا ہے، علی میاں کا سفر یہاں سے شام وغیرہ کا طے ہوگیا اخیر جولائی تک پہونچنے کا اندازہ ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۰/ جولائی ۷۳ء ۹/ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ

از حبیب اللہ بعد سلام مسنون درخواست دعا۔

بذل المجہود کی جلد پہونچنے پر حضرت شیخ کا حیرت انگیز گرامی نامہ:

عزیزانم مولانا الحاج تقی الدین ومولانا الحاج عبدالرحیم سلمہا

بعد سلام مسنون!

پرسوں شام مغرب کے قریب بذل جلد تیرہ بذریعہ ڈاک پہونچی دیکھ کر بہت ہی مسرت ہوئی، علی میاں چونکہ یہاں تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ میں ذرا اطمینان سے دیکھوں گا، اس لئے رات ہی کو ان کے خادم کے حوالہ کردی تھی رات عشاء کے بعد واپس منگائی، علی میاں سے تو آج صبح سے ملاقات نہیں ہوئی کہ میں ان سے اس کے متعلق پوچھتا مگر انہوں نے فرمایا تھا کہ میں مولوی تقی کو خود براہ راست خط لکھنے والا ہوں اور وہ کل شام کو یہاں واپس مکہ تشریف لے

جانے کا ارادہ کررہے ہیں اس لئے یہ خط اور لفافہ ان کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تا کہ وہ آج ہی خط لکھ کر روانہ کردیں ممکن ہے مکہ جا کر ان کو دیر لگے۔

اس سے پہلے خط میں جو ۸/جولائی کو رجسٹری کیا گیا تھا، علی میاںؒ کی رائے لکھی گئی تھی کہ ان کے نزدیک انیس جلدیں بالکل مناسب نہیں بیس ہونا ضروری ہے اور ان کی یہ رائے بھی لکھی گئی تھی کہ ابھی تین جلدیں طباعت سے باقی ہیں ۱۷/تا ۱۹/ تینوں میں سے پچاس پچاس صفحے کم کردیں اور بیسویں جلد میں ان ڈیڑھ سو صفحے کے ساتھ تو تقریباً تقریظات کے آجائیں گے جن میں سے جلد اول کی تقریظات تو عربی خط میں مولوی محمد علی سے نقل کرا کر آپ کی خدمت میں بھیج دی گئی تھی جن کی رسید بھی آگئی اور ایک مالکی عالم کی تقریظ غالباً چوتھی جلد میں ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے آپ کے پاس ہے اس سے نقل کرلیں۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ بذل کے اسماء رجال کے صفحات ٹائپ پر نہیں آسکے اس لئے ہر جلد کے اسماء رجال کی فہرست چھاپ کر اس کے ساتھ لگا دو بجائے اس کے متعلق میں نے لکھا تھا کہ اب ہر جلد کے ساتھ اس کے اسماء رجال طبع کرکے لگانا تو بہت مشکل ہے کہ پہلی تین جلدیں تو دوسو کے قریب شائع بھی ہوچکی ہیں اس لئے سب جلدوں کے اسماء رجال یکجائی جلد اور صفحے کے نشان کے ساتھ بیسویں جلد میں شائع کردیں، نیز اس میں ایک نفع یہ بھی ہوگا کہ صفحات لیتھو کی جلد اول پر صرف پڑے ہیں لیکن اسماء رجال پر کلام مختصر فقط پانچویں جلدوں میں ہے ہر جدید راوی پر کلام اپنی جگہ پر آیا ہے مگر صفحات جلد اول پر صرف پڑے ہیں آپ کی ان فہرست میں پانچوں جلدوں کے اسماء

رجال آجائیں گے تو آپ کی فہرست مکمل ہو جائے گی، امید ہے کہ ان شاءاللہ جلد از جلد آپ حضرات اس کام سے نمٹ جائیں گے۔

آپ نے سابقہ خطوط میں آخر جولائی تک فراغ کو لکھا تھا، میرا خیال یہ تھا کہ اسباب السعادہ ندوہ والی تو بالکل ختم ہوگئی بیروت والی کے کچھ نسخے باقی ہیں وہ بھی قریب الختم ہے، اس لئے میرا خیال تھا کہ اس کے دو ہزار نسخے مصر میں بھی آپ کو لکھوں کہ طبع کرا کر لادیں مگر عبدالحفیظ سے معلوم ہوا کہ یہ تو دو ہزار مصر میں طبع ہو چکے ہیں مگر اب تک یہاں نہیں پہونچے دو چار نسخے اگر آجائیں تو میں علی میاںؒ کو دکھلاتا کچھ نسخے علی میاںؒ کے ساتھ شام کے سفر میں بھی کر دیتا اگر مکمل ہو گئی ہو تو ایک نسخہ ڈاک سے ضرور بھیج دیں۔

تم تینوں کی طرف سے روضۂ اقدس پر صلاۃ وسلام پیش کرتا ہوں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۴؍ جولائی ۷۳ء ۱۳؍ جمادی الثانی ۹۳ھ

الحاج مولوی تقی صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون

کل شنبہ کے دن عصر کے بعد آپ کے نام ایک رجسٹری بھیجی اور مغرب کے قریب آپ کی دوسری رجسٹری آگئی، بہت ہی قلق ہوا کہ اگر آپ کی رجسٹری صندوق البرید والے مجھے جلدی پہونچا دیتے تو کل کی رجسٹری میں اس کا جواب بھی چلا جاتا یا میں کل شام عجلت کی وجہ سے رجسٹری نہ کراتا کہ آج اس رجسٹری میں آپ کی رجسٹری کا جواب بھی چلا جاتا، یہ بھی خیال ہوا کہ آپ

کی رجسٹری کے جواب کو ایک آدھ دن روک دوں کہ آپ کا یا عزیز عبدالحفیظ کا خط قریب میں آوے تو اس کا بھی ساتھ میں چلا جاوے، لیکن معاملہ چونکہ ختم پر ہے اور ذرا سی تاخیر سے کام میں گڑبڑ کا اندیشہ ہے اس لئے فورا جواب لکھواتا ہوں۔

کل شام کی رجسٹری میں علی میاں کا بھی میں نے ایک پرچہ لکھوایا تھا، متعدد خطوط میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جلدیں بجائے ۱۹/ کے ۲۰/ ہوں ۱۹/ نہایت ناموزوں ہے چاہے بیسویں کچھ کم ہو جائے اور جلدوں سے چھوٹی ہو جائے اور اس کی ترکیب میں نے یہ بھی لکھی تھی کہ ابھی ۱۷/ تا ۱۹/ جلدیں مطبع میں جانے سے باقی ہیں ہر ایک میں سے پچاس پچاس صفحے کم کر دئے ہیں اور بیسویں جلد میں ڈیڑھ سو صفحے تو اصل کتاب کے ہونگے اس کے بعد تقریظات ہوں گی اس کے بعد سب جلدوں کے رجال کی ایک فہرست ہوگی اس لئے کہ اول تو ہر ہر جلد کی فہرست الگ شائع کرنے میں جیسا کہ آپ نے لکھا جو جلدیں فروخت ہو چکی ہیں اس کے اسماء رجال کا بھیجنا مشکل ہوگا۔

دوسرے یہ کہ صفحات بھی صرف لیتھو کی جلد اول میں پڑے ہوئے ہیں اور جلدوں میں نہیں ہیں لیکن رجال پر کلام اور جلدوں میں بھی کچھ نہ کچھ ہے اس لئے بقیہ چار جلدوں پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے اور جس راوی کے متعلق کوئی طویل کلام نظر آئے اس کے جلد اور صفحے کا نشان نوٹ کر لیا جائے، اور جن راویوں پر بہت مختصر کلام ہو ان کی ضرورت نہیں، علی میاں کا یہ بھی خیال ہے کہ آخر میں بیسویں جلد کے اندر عربی کی دوسری کتابیں اوجز، لامع، کوکب،

حجۃ الوداع، حیاۃ الصحابۃ، حظ اوفر کے مفصل اشتہارات آجائیں اور اس طرح
سے یہ جلدیں بھی تین سو کے قریب پہونچ جائیں گی اتنی کمی میں کچھ مضائقہ
نہیں مگر آپ کی رات کی رجسٹری سے معلوم ہوا کہ جلد ۱۷ر تو قریب الختم ہے،
اس میں سے تواب نکالنا مشکل ہوگیا اب تو صرف دو جلدیں رہ گئیں اٹھارویں
جو ابھی پریس میں گئی ہے اس میں سے پچاس صفحے نکالے جاسکتے ہیں اور انیس
تو ساری باقی ہے اس میں سے نکالنے میں تو کوئی اشکال نہیں، لیکن اگر بیسویں
جلد نہ بنائی جائے تو یہ تقریظات اور اسماء رجال اور بقیہ کتب کے اشتہارات
مل کر انیسویں جلد سب سے بڑھ جائے گی، اس لئے اگر مسودہ وغیرہ ہوتا
تو علی میاں کے مشورہ سے کوئی نظام قائم کر لیتے اب تو آپ ہی اپنی صواب
دید سے کوئی نظام قائم کریں، البتہ آخری جلد اس کو دینی ہے جو بہت اچھا
چھاپے، انیسویں جلد بقیہ جلدوں سے زیادہ بڑی ہونا تو مناسب نہیں کل کی
رجسٹری میں تیرہویں جلد کی رسید لکھوا چکا ہوں اور آپ کی رات کی رجسٹری
سے چودہویں و پندرہویں کا اشتیاق بھی شروع ہوگیا ہے جس کے متعلق آپ
نے لکھا کہ ۱۰ر جولائی کو رجسٹری کر دی جائے گی اور آج ۱۵ر ہوگئی ہے، علی
میاں کی موجودگی میں اگر یہ دونوں جلدیں آجائیں تو اچھا تھا۔

علی میاں کا ارادہ آئندہ کل دوشنبہ کو یہاں سے روانہ ہونے کا ہے اور
اندازہ یہ ہے کہ ایک ہفتہ مکہ میں قیام رہے گا اس لئے کہ عزیز رابع کی آمد کا
انتظار ہے، کچھ رابطہ کے انتظامات گڑبڑ ہیں، علی میاں کی روانگی سفر کے وقت
بھی دو ہفتے تھا سب کو پریشان ہونا پڑا، مولوی معین اللہ کا خط بھی رات ہی مجھے ملا

اس میں لکھا ہے کہ دو ہفتے سے رابع تیار بیٹھے ہیں مگر اب تک ٹکٹ نہیں پہونچا اور بغیر ٹکٹ کے پی فارم پاس ہونا مشکل ہے، اس لئے کل رابطہ سے بہت مفصل تار سعودی ایرلائنس بمبئی کو دیا گیا کہ ان کو ٹکٹ دے دیا جائے، ساتویں جلد کے متعلق آپ کی رائے دار النصر میں دینے کی بہت ہی مناسب ہے ضرور دے دیجئے، اس لئے کہ مطبعۃ السعادۃ میں تو بڑی دیر لگ جائے گی اور بیسویں جلد کے متعلق میری اور علی میاں کی دونوں کی رائے یہ ہے کہ جہاں بہترین چھپے وہاں دی جائے کہ کتاب کی جلد اول اور آخری پر زیادہ نگاہ پڑتی ہے۔

بندہ کا خیال تو یہی ہے اس لئے کہ انیسویں اور بیسویں آپ اپنے ساتھ ختم کرا کر آویں کہ کتاب کے اختتام پر میری مجوزہ دعوت آپ ہی کی موجودگی میں ہونا مناسب ہے، اس لفافہ میں عزیز عبد الحفیظ سے بھی مطبعۃ السعادۃ کے نام ایک شدید تقاضے کا خط لکھوا رہا ہوں، جب کہ صاحب السعادۃ کی طرف سے خود تاخیر ہو رہی ہے اور اب تک سولہویں جلد بھی پوری نہ کر سکے اس صورت میں وعدہ کی پابندی ضروری نہیں جب کہ انہیں کی طرف سے تاخیر ہو رہی ہو، تاہم میری تو رائے یہی ہے کہ آپ انیسویں بیسویں اپنے سامنے ختم کرا کر اختتام کرا کر تشریف لاویں اور مجوزہ دعوت بھی اپنے سامنے کرا کر آویں، اور جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ساتویں کے اگر اصول آپ دے کر آجاویں تو مضائقہ نہیں۔

سابق خط کا جواب تو پہونچ گیا ہوگا، رقم کے متعلق میں نے پہلے خط میں لکھا تھا کہ اس کی وجہ سے عبد الحفیظ مکہ گیا اور انتظام کر آیا ہے ان شاء اللہ پہونچ گئی

ہوگی، البتہ جیسا کہ پہلے بھی میں متعدد خطوط میں لکھوا چکا ہوں کہ اگر ساتویں کی وجہ سے ''مطبعۃ السعادۃ'' کا حساب باقی رہ جائے تو مضائقہ نہیں بقیہ سب جلدوں کا حساب جملہ مطابع سے آپ پورا کر کے بے باقی کی رسید لے کر آویں، مبادا آپ کے آنے کے بعد اہل مطابع کے حسابات میں کچھ اختلافات پیدا ہوں آپ انیسویں جلد کے اختتام کی صحیح تقریبی تاریخ لکھیں اور آپ ضرورت بھی محسوس کریں تو اس تاریخ پر عزیز عبدالحفیظ کو بھیج دیا جائے۔

آپ کی رات کی رجسٹری سے آپ کی جلد آمد کی امید بندھ کر اشتیاق پیدا ہوگیا جیسا کہ میں نے کل کے خط میں بھی لکھا تھا اسباب السعادہ کے دس بیس نسخے کسی آنے والے کے ہاتھ ورنہ پھر آپ اپنے ساتھ ضرور لے کر آویں، آپ نے لکھا تھا کہ بذریعہ برقیہ آپ کو اطلاع دی جائے اس کا مضمون اب تک سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ تو خود آپ ہی کی رائے پر محمول ہوگیا جس طرح آپ مناسب سمجھیں کرلیں، اس میں میری کوئی خاص رائے نہیں جس کے متعلق حتمی تار دے دیا جائے، صاحب السعادہ کی خدمت میں بندہ کی طرف سے بھی سلام مسنون کے بعد یہ درخواست پیش کردیں کہ کتاب کی طباعت میں زیادہ مساعی آپ ہی کی ہے، اللہ تعالیٰ ہی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، تھوڑی سی دقت ومشقت اور تکلیف اٹھا کر اس کو جلد اختتام کو پہونچادیں تو زیادہ اچھا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۵/ جولائی ۷۳ء ۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ

بذل المجہود کی بیس جلدوں میں تقسیم:

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون

مولوی سعید انگار صاحب گرامی نامہ لے کر آئے اور خوش قسمتی سے لندن وفد کے ایک صاحب آئے اور صبح ہی مکہ ہوتے ہوئے مصر جائیں گے، میرا بڑا جی خوش ہوا کہ آپ کے خط کا جواب جلد پہونچ جائے گا، اس سے بڑا قلق ہوا کہ مجھ سے قاری سلیمان نے یہ کہا تھا کہ یہ دو دن یہاں ٹھہریں گے انہوں نے کہا کہ میں تو علی الصباح جا رہا ہوں، اسی لئے عجلت میں یہ خط لکھوا رہا ہوں، دستر خوان باہر بچھا ہوا ہے کھانا رکھا جا رہا ہے اور سب کو باہر کر کے میں خط لکھوا رہا ہوں کہ یہ خط ان کو اسی وقت مل جائے، بذل ۱۳؍تا ۱۶؍تینوں جلدیں پہونچ گئیں لیکن ڈاک والی ابھی تک نہیں پہونچی، البتہ ۱۳؍ڈاک والی بھی پہونچ چکی۔

اس سے مسرت ہوئی کہ صاحب السعادہ راضی ہو گئے، ان سے میری طرف سے عرض کر دیں کہ مقصد تو کام سے ہے لینے والے کو جس میں سہولت ہو، بذل کی ہر جلد کی قیمت علاحدہ ہونا ضروری ہے، مگر اس کے لئے تا وقتے کہ یہ نہ معلوم ہو کہ قیمت کیا پڑی تجویز کرنی مشکل ہے، بذل مولوی نصیر کے یہاں سے تو بہت دیر میں آوے گی مولوی عبدالحفیظ کو کل مکہ بھیج رہا ہوں کہ آپ کی تینوں مطلوبہ جلدوں میں سے جو بھی مل جائے ان کے ہاتھ جلد بھیج دیں، اشتہارات ضرور مناسب عنوان سے دلوا دیں علی میاں کا اس پر بہت زور تھا۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ کتاب کی آپ نے بھی ۲۰/جلدیں تجویز کردیں علی میاں کا اس پر بہت زور ہے مگر انھوں نے بہت دیر میں خبر لی پہلے سے کہتے تو سہولت رہتی، مولانا بنوریؒ کے اوپر تقاضے تو میں بہت کر چکا ہوں مگر وہ سفر میں رہتے ہیں اب معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں، حالانکہ میں براہ راست بھی لکھوا چکا ہوں اور بھائی یحییٰ کے ذریعہ سے بھی، وہاں کے علماء سے تو علی میاںؒ واقف ہیں، یہاں علی میاںؒ سے تو کسی قسم کا مشورہ مشکل ہے، رابع کا انتظار تھا وہ جمعرات کو شاید آجائیں گے پھر سفر کا نظام بن جائے گا، اگر ان کے یہاں قیام میں آپ لکھتے تو مشورہ ہوجاتا۔

اس سے قلق ہوا کہ بذل میں ۱۵/دن کی مزید تاخیر ہوجائے گی میں تو سمجھ رہا تھا کہ جو مطبع جلدی چھاپنے والا ہو اس کو آپ ساتویں دے دیں گے اور ساتھ ہی ساتھ نمٹ جائے گی، جناب محمد عاقل صاحب کی والدہ کے حادثۂ انتقال سے بہت قلق ہوا، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، میری طرف سے مرحوم کے اعزہ کی تعزیت کردیں۔

رقم کے سلسلہ میں میں پہلے لکھوا چکا ہوں، تعجب ہے کہ اب تک نہیں پہونچی، عبدالحفیظ تو آپ کے خط پر فوراً مکہ روانہ ہوگئے اور رقم بھیج کر تیسرے دن واپس آگئے، علی میاں کا تو اب وسط اگست تک کسی جگہ قیام مشکل ہے اندازہ ہے کہ وسط اگست تک رائے بریلی پہونچیں گے۔

مولانا سعید انگار صاحب(۱) جب سے آئے ہیں ''کوکب'' کے متعلق بہت زور باندھ رہے ہیں، اور عبدالحفیظ ان سے بھی چار قدم آگے، ان دونوں حضرات کی رائے یہ ہورہی ہے کہ دوسروں کی محتاجگی تو بہرحال محتاجگی ہے اپنا پریس قائم کیا جائے، رات بھی اس پر بہت دیر گفتگو ہوئی اور میں اس کا بہت سخت مخالف ہوں، میری رائے یہ ہے کہ: غم نداری بز بخیر۔

مولوی عبدالرحیم کی اہلیہ کا تو مجھے بہت فکر لگا ہے اللہ تعالیٰ خیریت سے نمٹادے، میرے خط میں جس کا پرچہ ہوتا ہے فوراً پہونچتا ہے مگر مولانا عبدالرحیم صاحب براہ راست گجراتی میں خط لکھتے ہیں وہ نہیں پہونچتا، (مولانا کی اہلیہ حاملہ ہوگئی تھیں وہ بیچارے بذل کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اس کی طرف اشارہ ہے)۔

میں نے پہلے بھی تم دوستوں سے کہا کہ کتاب کی تعریف تو جتنی کرو مگر میری مت کرو، فإن الحی لا تؤ من علیه الفتة، دعا تم دوستوں کے لئے بے کہے ہر وقت کرتا ہوں اور روضۂ اقدس پر صلاۃ وسلام بھی کثرت سے پیش کرتا ہوں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۹/جولائی ۷۳ء ۱۸/جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون

---

(۱) مولانا سعید انگار عزیز گرامی مولانا عبدالرحیم کے راندیر جامعہ حسینیہ کے رفیق درس ہیں، ری یونین میں قیام ہے، اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے مسترشدین میں ہیں۔

آپ کے یا کسی اور کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ۲۸/رجب کو یہاں آنے کا ارادہ کررہے ہیں جس کی وجہ سے آپ کا برابر انتظار بھی رہا کہ اگر آپ کی آمد ہوجاتی تو ملاقات ہو جاتی، اللہ کرے کہ یہ کتاب جلد نمٹ جائے اللہ تعالیٰ ہی تم دوستوں کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۳۱/اگست ۷۳ء ۲/شعبان ۱۳۹۳ھ

خاتمۃ البذل:

میں نے تقریباً ایک ماہ ہوا عبدالحفیظ کی مدد سے "خاتمۃ البذل" لکھ کر بھیجا تھا اس میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ میں نے اصلاح کے لئے علی میاں کے پاس بھیجا ہے، علی میاں کو اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند درجات عطا فرمائے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ کابل کے لئے پابہ رکاب تھے پھر بھی انہوں نے نہایت عجلت میں میرے خاتمہ کو سامنے رکھ کر دوسرا خاتمہ لکھ کر بھیجا ہے، انہوں نے یہ بھی لکھا کہ بہت عجلت میں لکھ رہا ہوں، اگر اطمینان سے لکھتا تو اور اچھا لکھتا، علی میاں کا خاتمہ میں ۱۰/جون کی رجسٹری میں بھیج چکا ہوں امید کہ پہونچ گیا ہوگا، اب میرا اوالامنسوخ، یہی طبع کیا جائے گا، البتہ عبدالحفیظ نے یہ اشکال کیا ہے کہ کتاب کی طرف مؤنث ضمیر راجع کی گئی ہے اسے غور سے دیکھ لیجئے، اگر اس کا اعتراض صحیح ہو تو اصلاح کردیجیو، اور توجیہ کی گنجائش ہو تو پھر

اصلاح کی ضرورت نہیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۵؍جولائی ۷۳ء ۱۴؍جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون!

عزیز عبدالحفیظ جمعرات کی شام کو آپ کے یہاں خیریت سے پہونچ گئے ہوں گے، ان کی بخیر رسی کا کل سے انتظار شروع ہوگیا اس لئے کہ آپ کے یہاں کا خط بعض دن تو بہت جلد پہونچ جاتا ہے، اور بعض دفعہ بہت دیر لگتی ہے، آج ۲۰؍اگست دوشنبہ کی صبح بھائی یحییٰ کا ایک لفافہ پہونچا جس میں مولانا یوسف بنوری صاحبؒ کا بھی ایک خط تھا جس کو انہوں نے لکھا تھا کہ پہلے جو مسودہ بھیجا گیا تھا اس میں عجلت کی وجہ سے ایک صفحہ ٹائپ سے رہ گیا جو ارسال ہے، یہ صفحہ دو ورقوں کے بیچ میں آیا تھا اس لئے دو ورق بذریعہ رجسٹری ارسال ہے اور جو حصہ اس میں زائد ہے پہلے میں رہ گیا تھا اس پر، مـن، الـی سے نشان بھی لگوادیا تھا نیز سابقہ مضمون کی اصل تو آپ کے پاس بھیج دی تھی اس کا عکس میں نے رکھوالیا تھا، اس سے آج کی اصل کا مقابلہ کیا جو تصویبات نکلیں وہ بھی اس کے حاشیہ پر نقل کرادی ہیں، خدا کرے یہ خاتمۃ البذل ابھی تک طبع نہ ہوا ہو۔

تمہاری بخیر رسی اور مفصل حالات کا بھی شدت سے انتظار ہے اگر مدینہ کے پتے سے بھیجا ہوگا تب تو بہت دیر لگے گی، خدا کرے کہ سعودی کے پتے سے بھیجا ہو، جب سے سفر طے ہوا ہے میری طبیعت خوب خراب ہورہی ہے

اور ہونا ہی چاہئے تھی کہ اب سفر کا تحمل بالکل نہ رہا۔

فقط والسلام

حضرت اقدس شیخ الحدیث مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۲۰/اگست ۱۹۷۳ء ۲۱/رجب ۱۳۹۳ھ

قاہرہ سے واپسی کے وقت حضرت کو تار سے اطلاع دی تھی:

بھائی آفتاب اسی وقت مدینہ منورہ سے آئے اور میں تمہیں خط لکھوا رہا تھا اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں انہوں نے فرمایا میرا اسلام ضرور لکھ دو، یہاں مکہ مکرمہ میں ماہانہ اجتماع پرسوں سے شروع ہے اور میرا قیام بھی پرسوں سے عزیز سعدی کے یہاں ہے اس لئے کہ بار بار مسجد نور میں جانا ہوتا ہے شوری کے علاوہ بقیہ اوقات میں یہاں گزارتا ہوں یہ خط علی الصباح لکھوایا تھا اس کے متصل ہی اولاً ماموں یامین صاحب کا ٹیلیفون نوید جاں فزاں لے کر پہونچا اور اس کے بعد عزیز شمیم فرط مسرت میں کار میں آپ کا اور عزیز عبدالحفیظ کا مشترک تار لے کر آیا، آج جمعہ ہے ان شاء اللہ غسل کرنے کے بعد مسجد حرام میں جا کر سب سے پہلے دوگانہ شکرانہ مشترک تار پر پڑھوں گا اور اب تو امید یہ ہو چکی ہے کہ شاید کم سے کم آپ سے ملاقات کامیابی کے ساتھ ہو جائے اس لئے کہ میرا پاکستان کا سفر امروز فردا پر ٹل رہا ہے، پہلے ۵/شعبان مقرر ہوئی تھی مگر حیرت کی بات ہے کہ باوجود بار بار کے ٹیلیفون اور تاروں کے آج

۳/شعبان تک پاکستان کا ویزہ نہیں پہونچا اس لئے ۵/کی روانگی تو ملتوی ہی ہے اور اس کے بعد پھر غالباً جمعرات سے پہلے کوئی جہاز بھی نہیں، اس لئے ایک ہفتہ کا مزید قیام تو بظاہر ہے ہی، اگر میں وہاں ہوتا تو تم تینوں کو مٹھائی کھلاتا، عزیز عبدالحفیظ کو یہ پرچہ دے دیں کہ بذل کے حساب میں پہلے مشترک مٹھائی تو آپ تینوں حضرات کھالیں اس کے بعد دعوت عامہ جو پہلے سے طے ہے جلد نمٹالیں، عزیزان عبدالحفیظ عبدالرحیم کو بھی مشترک تار پر مبارک باد۔

محدث حافظ تیجانی سے ملاقات:

حافظ تیجانی سے پہلی مرتبہ ان کے گھر ملاقات ہوئی، یہ بڑے عالم اور صاحب سلسلہ تھے، ان کے شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم سے بہت گہرے تعلقات تھے، ان کے شاگردوں و مریدوں کی ایک بڑی تعداد تھی، جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رجال ترمذی پر جو کام کیا تھا ہم کو دکھلایا، اس ناچیز نے عبدالکریم بن ابی المخارق کے ترجمہ کو خاص طور سے دکھایا، انہوں نے نقل کیا تھا، **اتفق الحفاظ علی أنہ ضعیف** اس پر ناچیز نے سوال کیا کہ اگرچہ امام ترمذی اور دیگر علماء نے بھی تضعیف کی ہے، مگر امام مالک نے ان کی روایت کی موطأ میں تخریج کی ہے اور امام مسلم نے رجال موطأ کے بارے میں اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا **کل من أخرجت روایتہ فھو ثقۃ عندی**، اس

ضابطہ سے ان کو ثقہ قرار دینا چاہئے، اگر ان کی روایت کو صحیح کے درجہ پر نہ مانا جائے تو حسن کے درجہ پر تو یقیناً ہونا چاہئے، اور جن لوگوں نے ان پر جرح کی ہے وہ جرح مبہم ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ جو مراجع ان کے پاس تھے تلاش کروایا مگر جرح مبہم پایا، اس ناچیز نے عرض کیا کہ ان پر نقد ان کے اہل الرائے ہونے کی بنا پر کیا گیا تھا کیوں کہ وہ حنفی تھے، مولانا سنبھلی نے **تنسیق النظام** (۱) میں ۲۷/ وجوہ سے ان کی توثیق بیان کی اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اوجز المسالک میں بھی اسی کو اختیار فرمایا، اس سے وہ بہت خوش ہوئے، پھر فرمایا میرے پاس بذل المجہود کا قدیم نسخہ جو ہند میں طبع ہوا تھا موجود ہے، اس کے بعد بذل پر کلمہ لکھنے کی درخواست کی جو انہوں نے منظور فرمایا اور تحریر فرمایا وہ اخیر کتاب میں شائع کیا گیا ہے۔

قاہرہ سے مکہ مکرمہ کی واپسی:

بذل المجہود کی تکمیل ہو چکی تھی اور سب انتظامات کر کے یہ ناچیز قاہرہ سے مکہ مکرمہ ۱۳/ستمبر ۱۹۷۳ء موافق ۱۶/شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ کو مکہ مکرمہ حاضر ہو گیا، بذل المجہود کی بیسویں جلد اپنے ہمراہ لایا تھا، حضرت شیخ کو پیش کیا، اس پر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا، مجھ کو جدہ ایرپورٹ سے لینے کے لئے مولوی محمد علی منیار کو بھیجا تھا۔

خاتمۃ البذل کی تحریر مولانا عبدالحفیظ صاحب نے لکھی تھی مگر حضرت شیخ

---

(۱) یہ درحقیقت امام حصکفی کے نسخہ مسند الامام ابی حنیفہ کی شرح ہے، جو عزیز ڈاکٹر ولی الدین ندوی سلمہ کی تحقیق سے دارالریان بیروت سے طبع ہو کر منصۂ شہود پر آ گئی ہے۔

نوراللہ مرقدہ نے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کو جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے ان کو اصلاح کے لئے دیا تھا، اس کے بعد حضرت شیخؒ نے اس ناچیز کے نام قاہرہ بھیجوادیا جو بذل المجہود کے اخیر میں طبع ہے۔

بذل المجہود کی طباعت ۱۰/ستمبر ۱۹۷۳ء/موافق ۱۳/ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ کو مکمل ہوگئی، اور یہ ناچیز قاہرہ سے ۱۳/ستمبر ۱۹۷۳ء کو مکہ مکرمہ واپس آگیا، اوجز دو جلدوں کے بعد روک دی گئی تھی، اور اس کی تکمیل بعد میں بیروت میں ہوئی۔

باب پنجم

مکہ مکرمہ میں قیام اور اس سلسلہ کی اہم تفصیلات

رابطہ عالم اسلامی میں چندروزہ ملازمت، ملازمت کے
دوران علمی وحدیثی مشغولیات

باب پنجم: مکہ مکرمہ میں قیام اور اس سلسلہ کی اہم تفصیلات

رابطہ عالم اسلامی میں چند روزہ ملازمت، ملازمت کے دوران علمی وحدیثی مشغولیات

رابطہ عالم اسلامی میں ملازمت پر غور وفکر:

قاہرہ سے جب مکہ مکرمہ پہونچا تو وہاں بھائی سعدی مرحوم کے مکان پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قیام تھا، مجلس عشا کے کافی بعد نصف شب تک رہتی تھی، اس ناچیز کی ملاقات شیخ رشید فارسی صاحب سے ہوگئی جو رابطہ عالم اسلامی میں اچھی پوسٹ پر تھے، ان سے اپنے مکہ مکرمہ میں قیام کی بات کی انہوں نے رابطہ میں میرے لئے جگہ نکلوائی، پھر حضرت شیخ مدینہ منورہ تشریف لے گئے یہ ناچیز بھی وہاں حاضر رہتا تھا، باب عمر پر حضرت شیخ نے اعتکاف فرمایا کافی مجمع رہا کرتا تھا۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے اجازت حدیث:

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ عمرہ کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے یہ ان کا ہمیشہ کا معمول تھا، مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ان سے اجازت حدیث کی درخواست کی، مولانا نے حالت اعتکاف میں صحاح ستہ کے اوائل پڑھا کر خصوصیت سے اجازت مرحمت فرمائی جو الدر الثمین میں نقل کی گئی ہے۔

روضہ پاک پر حاضری دی، دورکعت نماز پڑھی، بہت لمبی دعائیں کی اور خوب جی لگا، میرا خیال ہے کہ آئندہ جو زندگی میں حالات اچھے ہوتے گئے وہ وہاں کی دعاؤں کی برکات کا اثر ہے۔

اس ناچیز کی رمضان المبارک کے فوراً بعد مکہ مکرمہ سے ہندوستان واپسی ہوئی لیکن رابطہ کی ملازمت طے ہو چکی تھی، وہاں سے واپسی کا ٹکٹ لے کر اپنے وطن اعظم گڑھ آیا۔

مکہ مکرمہ میں بعض بزرگ میری ملازمت کے مخالف تھے، چنانچہ ہندوستان واپس ہوتے وقت اس کا پورا اندازہ ہو گیا تھا، اس سلسلہ میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے سفارش کرانی چاہی، مگر حضرت مولانا حالات کی وجہ سے سفارش نہ کر سکے، یہ خط تحریر فرمایا۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی کا مکتوب گرامی بسلسلہ ملازمت رابطہ عالم اسلامی:

عزیز گرامی سلمہ اللہ تعالی .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مؤرخہ ۸/ دسمبر قدرے تاخیر سے مکہ معظّمہ میں مل گیا تھا، لیکن اس کا جواب دینے کے لئے جن باتوں سے اطمینان حاصل کرنا ضروری تھا، ان میں وقت لگ گیا، رابطہ کے جلسے صبح وشام ہوتے رہے، اور حجاج کا بے حد ہجوم تھا، میں سب سے پہلے حضرت شیخ کا واضح ایماء اور رد عمل معلوم کرنا چاہتا تھا اس لئے جیسا کہ میں نے رائے بریلی کی گفتگو میں آپ سے کہا تھا کہ

آپ کے اور حضرت شیخ کے تعلق کی جو نوعیت ہے، اس کا تقاضا ہے کہ جب تک شیخ کا اس معاملہ میں انشراح یا عدم انشراح پورے طور پر معلوم نہ ہو جائے آپ کوئی قدم نہ اٹھائیں، اس لئے کہ شیخ کا تعلق ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے دوسرے میں رشید فارسی سے گفتگو کرنا چاہتا تھا جن سے معلوم ہوتا کہ معاملہ کس مرحلہ پر یا رابطہ کی طرف کس قدر آپ کی طلب ہے، شیخ کی خدمت میں تو میں نے جلدی خط لکھ دیا، شیخ رشید فارسی سے جو رابطہ کی مختلف مصروفیتوں کی وجہ سے بہت زیادہ مشغول تھے حج کے بعد گفتگو کی نوبت آئی، البتہ شیخ نے مجھے لکھا کہ مجھے عدم انشراح نہیں ہے، البتہ میرے ذوق کے خلاف ہے اور میرا یہ ذوق اپنے اور عزیزوں کے بارے میں ہمیشہ رہا ہے، چنانچہ عزیزم واضح کی مثال تمھارے سامنے ہے، بقیہ گفتگو تمھارے مدینہ آنے پر زبانی ہوگی، میں اتنی سی بات سے فیصلہ نہ کر سکا آپ کو آمد کا تار دوں یا منع کروں احتیاط کی بنا پر مدینہ طیبہ حاضری کا انتظار کیا۔

رشید فارسی نے پورے معاملہ کی تفصیل سنائی اور آپ کی گفتگو سے بھی اندازہ ہوا کہ آپ کے ذہن میں مستقل رابطہ سے تعلق اور مشغولیت نہیں ہے، آپ کسی کلیہ میں تدریس یا مصر سے دکتورہ کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ رابطہ میں مستقل طور پر وہ کام نہیں رہتا جس میں آپ کی مشغولیت ہوگی، شیخ صالح قزاز نے آپ کے متعلق نہ مجھ سے خود دریافت کیا، نہ ہی میں نے استفسار مناسب سمجھا، مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو شیخ نے تخلیہ میں مفصل گفتگو فرمائی، جس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ آپ کے اس تعلق سے منشرح ہیں، بلکہ مجھے ایماء

فرمایا کہ میں آپ کو لکھ دوں کہ اگر آپ آنا چاہیں تو آجائیں، شیخ کو اعتراض نہ ہوگا، البتہ ذوق کی وہی بات ہے جو اوپر لکھی، آپ نے اپنے جو حالات لکھے ہیں ان کے پیش نظر بھی آپ کے لئے اس تعلق کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، آپ چاہیں تو احتیاطاً شیخ صالح قزاز کو تار کردیں کہ میں آنے کے لئے تیار ہوں اور سفر کی تیاری کررہا ہوں، اگر یہاں کوئی معذرت کا تار یا خط نہ جائے تو آپ بے تکلف آجائیں اور کام شروع کردیں۔

آپ سے تعلق کی بنا پر عزیزانہ مشورہ ہے کہ ایک مقصد کو سامنے رکھ کر اپنے کو یکسو کرلیں اور ذہنی انتشار سے اور مقاصد کے اختلاف سے اپنے کو آزاد کرلیں۔

شیخ الازھر بھی آئے ہوئے ہیں، ممکن ہے کہ آپ کی آمد تک قیام نہ رہے، اس معاملہ میں آپ مولوی معین اللہ صاحب سے مشورہ کرسکتے ہیں اور خط لکھ سکتے ہیں، ان شاء اللہ ہم ۲۵؍جنوری کو روانہ ہوکر راستہ میں رکتے ہوئے ۲؍فروری کو ممبئی پہونچیں گے، ایک خط ڈاک سے اسی طرح کا روانہ کیا ہے۔

والسلام

دعا گو: علی مدینہ منورہ

۲۴؍ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ ۱۸؍جنوری ۱۹۷۴ء

حضرت شیخ کا گرامی نامہ ہندوستان واپسی پر:

مکرم محترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۲۷ نومبر رجسٹری پہونچکر موجب منت ہوا، مگر چونکہ آپنے ۲۱/دسمبر کو بمبئی سے براہ حجاز پہونچ کر لکھا ہے، اس لئے راستے میں کسی جگہ جواب ملنے کی توقع نہ تھی، اس لئے بمبئی جواب لکھوا رہا ہوں، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ نے گھر پر سب کو بعافیت پایا، اللہ کا شکر ہے آپکو معلوم ہے آپ کی اس طویل غیبت کا میرے اوپر کتنا بار رہا میں تو بار بار لکھتا رہا کہ آپ تو شعبان ہی میں گھر پہونچ جائیں، کہ آپ کے بُعد عن الوطن کا اثر مجھ پر بہت ہو رہا تھا، مجھ پر احسان عظیم طبع حواشی کا ایسا ہے، جس کے بارے میں کبھی بھی سبکدوش نہیں ہوسکتا، اللہ تعالی ہی آپ کو آپ کے اس احسان عظیم کا دونوں جہان میں بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرماوے۔

آپ کے خط سے مکان پہونچ کر طبیعت کی ناسازی کا حال معلوم ہوا، اللہ کرے اب طبیعت اچھی ہو، آپ نے مکہ مکرمہ کے قیام کے جو مصالح لکھے ہیں ان سے مجھے انکار نہیں، اللہ تعالی آپ کے عزائم اور امیدوں کو پورا فرمائے، اور رابطہ کا قیام آپ کے لئے اور آپ کا قیام رابطہ کے لئے موجب خیر و برکت بناوے۔

تم نے لکھا کہ میرے علمی مخطوطات کی اہم نقل میرے پاس موجود ہیں، میرے یہ مخطوطات بہت اہم اور بہت ضروری ہیں مگر میں اپنے امراض بالخصوص آنکھوں کی وجہ سے ان سب کو اب ناقص چھوڑ چکا ہوں کہ اب ان کی نہ تکمیل کی کوئی صورت نہ اس پر نظر کی کوئی صورت، یہ آپ نے صحیح لکھا کہ نسائی کی تقریر سب سے اہم ہے مجھے بھی اسکا بہت اہتمام ہے، نسائی کے متعلق حل

کتاب کے سلسلے میں کہیں کچھ نہیں ملتا، مگر وہ مسودہ تو یادداشت کے طور پر تھا طباعت کی نوعیت کا الگ ہوا کرتا ہے، اور یادداشت کا الگ ہوا کرتا ہے، میرے بذل کے سارے حواشی یادداشتیں ہی تھیں، اگر تالیفی حیثیت سے لکھی جاتی تو زیادہ سہولت تھی، کہ پھر تو نظر ثانی کا ہی مرحلہ رہ جاتا، بذل کے حواشی میں بھی بہت سی چیزیں اس وجہ سے چھوڑنی پڑیں کہ وہ قابل مراجعت تھیں، نسائی کی تقریر کے متعلق میں نے عزیزان عاقل سلمان کو تقاضا کیا تھا کہ میرے بعد جسطرح بھی ہو ضرور طبع کرادینا کہ حل کتاب میں کوئی چیز نہیں ملی۔

آپنے جو میرے مخطوطات لکھے ہیں ان سب میں نسائی کی تقریر بہت اہم ہے اور مکمل بھی ہے، اور تو سب چیزیں ناقص، اللہ تعالی مبارک فرماوے قبول فرماوے ترقیات سے نوازے۔

میں دعا کرتا ہوں اللہ جل شانہ آپکے قیام میں ہر طرح کی مدد فرماوے سہولت فرماوے، مکارہ سے حفاظت فرماوے، صدق جدید کا تراشہ پہونچ گیا، الجمعیہ کا نہیں پہونچا۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ ۸ دسمبر ۱۹۷۳ء ۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

رابطہ عالم اسلامی میں ملازمت:

اس کے بعد یہ ناچیز ہندوستان سے مکہ مکرمہ حاضر ہوا اور رابطہ کی ملازمت پر آ گیا، کچھ دن بعد حضرت مولانا علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہ رابطہ کے اجلاس مؤتمر رسالۃ المسجد فی العالم میں شرکت کے لئے تشریف لائے، لیکن بات نہیں ہوئی البتہ یہ

واقعہ پیش آیا کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اور ان کے خدام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی اور رابطہ کے امین عام شیخ صالح قزاز کی دعوت کی گئی مجھے یاد نہیں کیا گیا، بلکہ شیخ کے خدام سے دور رکھا گیا تاکہ شیخ صالح قزاز سے کوئی تعارف نہ ہو سکے، البتہ دو دن کے بعد حضرت مولانا علی میاںؒ نے یاد فرمایا کہ دوپہر کا کھانا ساتھ کھائیں، وہاں حاضر ہوا مگر کھانے سے معذرت کر دی، میں یہاں کھانا نہیں کھاؤں گا، جب اس کا علم حضرت شیخ کو ہوا تو بلا کر ارشاد فرمایا ایسا کیوں کیا؟ علی میاں تو صالح قزاز سے اہم ہیں، مولانا جدہ واپسی کے لئے جا چکے تھے، حضرت کے حکم پر زمزم لے کر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت کی۔

وہاں کے حالات کی وجہ سے ۵/ماہ ۱۰/دن میں وہاں سے استعفاء دے دیا، قاہرہ ہوتے ہوئے واپسی کا ارادہ کرلیا، میرا استعفاء منظور ہو گیا، حضرت شیخ کے ساتھ ایک رات میں طواف سے فارغ ہو کر حرم میں موجود تھا کہ بھائی سعدی (۱) حرم میں ملے انہوں نے عجیب خبر سنائی کہ ناراضگی ہو سکتی ہے، الحمد للہ ایسا نہیں ہوا۔

رابطہ عالم اسلامی کے قیام کے زمانے کا ایک اہم مکتوب:

مکرم و محترم جناب الحاج مولانا تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون!

طویل انتظار کے بعد محبت نامہ پہونچا، مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ تم نے جانے کے بعد بخیر رسی کی اطلاع بھی نہ کی، میرا خیال ہے کہ مدینہ خط بھیجنے کے لئے آپ سعدی سے پوچھتے تو زیادہ اچھا تھا کہ آنے والوں کے علاوہ کوئی اور

---

(۱) بھائی سعدی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے عزیز تھے، شارع منصور مکہ مکرمہ میں ان کے دولت کدہ پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام رہتا تھا، حضرت شیخ کو بھی ان کا بہت اہتمام رہتا تھا، وہ مکہ مکرمہ کے محاکم کاتب عدل تھے، بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔

طریقہ بھی ڈاک بھیجنے کا ہے، اس سے بہت مسرت ہے کہ ۴؍ صفر سے آپ نے
کام شروع کر دیا، میرے ذہن میں تمہارے متعلق ایک بڑی اہم حدیث کی
خدمت ہے مگر میں نے اب تک اس لئے نہیں کہا تھا کہ تم میں تلون مزاجی
بہت ہے استقلال نہیں ہے، میرا خیال تھا کہ تم ندوہ میں یا ترکیسر میں یا کسی
تیسری جگہ مستقل ہو جاؤ تو اپنا خیال ظاہر کروں، ''کوکب'' اور ''لامع'' کی
طرح اپنے والد صاحبؒ کی ''تقریر ابوداود'' بھی جس کا نام عرصہ سے میرے
ذہن میں ''الدر المنضود علی سنن أبی داود'' ہے طبع کرانے کا خیال
ہے، میں تو اب اس قابل نہیں کہ اس کا واہمہ بھی کر سکوں کہ میں کروں گا،
میرے ذہن میں علی میاںؒ اور مولانا یوسف بنوریؒ بہت دنوں سے آئے ہوئے
ہیں، مگر دونوں کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ لبیک تو اتنی زور سے کریں گے کہ
انتہا نہیں، مگر دونوں اتنے مشغول ہیں کہ ان کے بس کا بھی نہیں، تم چونکہ
''بذل'' کے حواشی نقل کر چکے ہو، ''بذل'' سے تم کو مناسبت بھی ہے اس لئے
میرے ذہن میں اندر ہی اندر یہ خیال پک رہا تھا کہ اپنے والد صاحبؒ کی
''تقریر ابوداود'' آپ ہی کے حاشیہ سے طبع کرادوں، اس وقت اتفاق سے
مولانا عبدالحفیظ صاحب بھی میرے پاس تشریف فرما ہیں، میں نے اس خیال
کا اظہار کیا اور انہوں نے بہت زوروں سے تائید کی کہ بہت مناسب ہے آپ
ضرور ان سے شروع کرادیں، میں نے طباعت ہی کے خیال سے سہارنپور
سے عزیزان عاقل وسلمان کے ساتھ اپنے والد صاحبؒ کی تقریر اور اس کی نقل
منگا رکھی تھی مگر وہ اس قدر بوسیدہ ہے کہ اس پر حاشیہ کا کام ہونا تو بہت مشکل
ہے، اس لئے خیال یہ ہے کہ نقل کا عکس لے کر آپ کے پاس بھیجتا رہوں، اور
بسم اللہ کر کے ملتزم پر دعا کر کے حطیم میں اس کی بسم اللہ کر دیجئے کہ آپ کو

ابوداود کے حواشی سے مناسبت بھی خاص ہوگئی مگر شرط یہ ہے کہ رابطہ کے کام میں اس سے حرج نہ آوے، اس لئے کہ وہاں سے آپ کی تنخواہ مل رہی ہے، اس لئے اس کا جو کام ہوگا وہ مقدم ہوگا، خالی اوقات میں آپ اس کام کو کریں، البتہ کچھ مقدار ہوجانے کے بعد اگر رابطہ والے اس کو پسند کرلیں اور اپنے اوقات میں اس کی اجازت دے دیں تو مضائقہ نہیں، اللہ کرے کہ آپ کی مساعی جمیلہ سے لامع اور کوکب کی طرح یہ بھی ٹائپ پر چھپ جائے لیتھو پر چھپنا تو آسان ہے، آپ کے خط میں یہ لفظ پڑھ کر کہ ''دماغ پر بہت اثر ہے کہاں پھنس گیا'' میرے اس خیال کو اور تقویت ہوئی کہ ان شاء اللہ، اللہ جل شانہ نے اگر مدد فرمائی تو حدیث پاک کا مشغلہ رہے گا، آپ نے اپنا پتہ نہیں لکھا، کوئی مستقل آپ کا پتہ ہو تو ضرور مجھے لکھ دیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ شب سہ شنبہ ۹۳ھ

الدر المنضود علی سنن ابی داود:

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تمنا تھی حضرت اقدس گنگوہی کی ابوداؤد شریف کی تقریر جو حضرت کے والد حضرت مولانا یحیٰ صاحب نے عربی میں قلمبند کی ہے اس کی تحقیق و تعلیق کے بعد شائع ہو، اور یہ خط اسی کام کیلئے تحریر فرمایا تھا کہ ملتزم پر دعا کر کے اس کام کو شروع کردو، رابطہ میں کوئی علمی کام نہیں تھا اس لئے وقت اس میں صرف کرتے رہیں اور اگر رابطہ والے اس کام کی اہمیت سمجھیں، رابطہ کے اوقات میں فارغ کردیں تو نور علی نور ہے، اس کے بعد حضرت نے اس تقریر کو مکمل فوٹو

کرواکے مجھے بھیجا تھا، کام کا آغاز کر چکا پھر رابطہ سے تعلق ختم کر کے ہندوستان آنا پڑا یہ کام رہ گیا، الحمدللہ بذل المجھود کے زمانے میں اس سے استفادہ کیا، اس کے اہم مباحث بذل کی شرح یا ہامش میں آگئے ہیں۔

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

اسی وقت عشاء کے بعد قاری سلیمان نے آپ کا محبت نامہ دیا، اگر یہ ایک گھنٹہ پہلے مل جاتا تو اسی وقت جنرل حق نواز صاحب مکہ گئے ہیں ان کے ہاتھ جواب بھیج دیتا، اخبار پہونچ گیا تھا اس کی رسید تو جنرل صاحب کے ہاتھ بھیج دی اور ان کے ساتھ وہ کاغذات بھی بھیج دئے جو اخلاص کے پاس تھے اور اصل کے دو جزء بھی، بقیہ تقریر غالباً عبدالحفیظ کے مکتبہ میں ہوگی اس لئے کہ وہ مجھ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ مکتبہ میں رہے گا اور وہیں سے نقل کیا جائے گا۔

عزیز عاقل کا خط آیا ہے، ان لوگوں نے آپ کے تحشیہ پر بہت زیادہ اظہار مسرت کیا ہے، میں تو اب تک کئی شخصوں سے پوچھ چکا تھا کہ شیخ صالح علمی آدمی ہیں یا نہیں، مجھے تو اب سب نے یہی بتایا ہے کہ وہ علمی آدمی نہیں ہیں اس لئے ''بذل'' ان کے پاس نہیں جاسکی کہ مجھ سے سب نے انکار کردیا، اس سے بھی تعجب ہے کہ شیخ حسن مشاط کے پاس اب تک کیوں نہیں گئی حالانکہ ان کا نام تو محمد علوی سے بھی پہلے تھا۔

عزیزان اسماعیل وحبیب اللہ کہتے ہیں کہ آپ ''بذل'' ان کو دینے کے لئے لاچکے ہیں، اگر اسباب السعادۃ وہاں کم ہو تو میرے پاس نسخے ہیں آپ لکھیں گے تو میں بھیج دوں گا اور جن جن کو آپ مناسب سمجھیں گے دے دیں

گے، میرے خیال میں جب مولوی عبداللہ عباس ان کو دے چکے ہیں تو آپ اپنے نسخے مکتبہ کو واپس کر دیں، آپ کی خدمت میں تو ان شاء اللہ آٹھ دس نسخے آپ کی طلب پر بھیج سکتا ہوں۔

علی میاں کا نظام تو معلوم ہو گیا ہوگا، ۳۱ رمئی کے جہاز سے آنے کا برقیہ آیا ہے، میرے خیال میں ''بذل'' کی خریداری کا بجائے اس کے کہ آپ کی طرف سے درخواست ہو رشید فارسی کو متوجہ کیجئے کہ وہ درخواست دے دیں، آپ کا کہنا تو میرا کہنا ہے، میرے خیال میں تو مولوی عبداللہ عباس سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں آپ تو صرف رشید فارسی ہی سے کہیں۔

خدا کرے کہ آپ کو تقریر ابوداود مل گئی ہو رسید سے مطلع کریں، ''اوجز'' کی کوئی جلد ابھی تک نہیں آئی میں نے بھی تقاضے لکھے ہیں مگر ابھی تک تو پہلا ملزمہ بھی نہیں آیا، دعا ضرور کرتے رہیں، وعدہ تو انہوں نے سو صفحے روز کا کیا تھا، اس کے مطابق تو دو جلدیں اب تک ہو جانی چاہئے تھیں میں نے تو عبدالحفیظ کو کئی خط لکھے مگر جواب نہ آنے پر میں نے لکھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مولوی تقی صاحب کو رابطہ سے چھٹی دلا کر دو ماہ کے لئے بھیجوں کہ پھر دوسرے دن دو متعارض خطوط آنے شروع ہو جائیں گے(۱)۔ آپ اس ناکارہ کی طرف سے روزانہ طواف کرتے رہتے رہیں، اللہ تعالیٰ ہی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، میں نے آپ کے پچاس ریال واپس کر دئے تھے اس کی رسید کا

---

(۱) حضرت شیخ نے مفتی محمود الحسن گنگوہی کے خط میں تحریر فرمایا ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے بذل کی طباعت مولوی تقی سے لی، امید ہے کہ اوجز کی طباعت بھی انہیں سے پوری ہوگی'' الحمد للہ حضرت والا کی دعاؤں کے آثار ظاہر ہو کر رہے۔

آپ نے ذکر نہیں کیا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ شب یکشنبہ ۹۳ھ

اہم نوٹ: یہ خط اس ناچیز کے رابطہ عالم اسلامی میں قیام کے زمانے کا ہے، اوجزالمسالک کی دو جلدیں قاہرہ میں طبع ہوکر رک گئی تھیں، بذل کی تکمیل کے بعد یہ ناچیز واپس آگیا تھا، اس کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اسی کتاب کو بیروت طباعت کے لئے منتقل کرالیا تھا، اور حضرت شیخ کو لکھا کہ روزآنہ ۱۰۰ر صفحے طبع کرا کے کام کو پورا کرائیں گے، مگر کتاب وہاں بھی اٹک گئی اور بہت دشواری ہورہی تھی اس پر حضرت شیخ نے ان کو لکھا کہ مولوی تقی کو بیروت بھیجوں، اس پر ان اکابر کا جواب آیا کہ ان کی ضرورت نہیں، کتاب میں بہت ہی تاخیر ہوئی، جس طرح وہ طبع ہوکر آئی اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، حتی کہ ان کے حساب کا معاملہ جو ابوظبی میں الجھا ہوا تھا وہ بھی اس ناچیز ہی نے سلجھایا وہ بھی مشکل بنا ہوا تھا، فالحمدللہ علی ذلک۔

الدرالمنضود کی اہمیت:

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون

رات عشاء ہونے کے بعد الحاج محمد صالح دہلوی کی معرفت تمہارا دستی محبت نامہ پہونچا، اس سے مسرت ہے کہ مولانا محمد حسن کی تقریر بھی آپ کے

پاس ہے، کوکب کے زمانے میں تو ان تقریروں سے کام لینے کی نوبت نہیں آئی مگر لامع میں بہت اہتمام سے میں نے اس کے اقوال کو جمع کیا ہے، ابوداود کے حواشی میں ضرور اس تقریر کے حواشی جو ''درمنضود'' کی تائید میں ہوں یا خلاف میں ہوں دونوں جمع کردیں، خلاف میں کوئی توجیہ سمجھ میں آوے تو لکھ دیں اور تائید سے مزید تقویت ہوگی۔

آپ نے لکھا کہ بذل کے حواشی بھی یہاں موجود ہیں اسی لئے میں نے آپ کا انتخاب کیا ہے کہ یہ تقریر بھی تقریباً بذل میں آئی ہوئی ہے، میرے خیال میں بذل میں جو عبارتیں یا مضامین اس سے نقل ہوئے ہیں حاشیہ پر اس کا حوالہ ضرور دے دیں اس سے مزید تقویت ہوگی، میرا جی چاہتا ہے کہ جلد پوری ہوجائے، نیز اس کی طباعت کا بھی مکہ مکرمہ میں ساتھ ہی ساتھ اہتمام ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے گو گراں پڑے، اس لئے کہ مصر یا بیروت وغیرہ میں پھر ایک آدمی طبع کرانے والا چاہئے، سہارنپور میں تو کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں، میرا وہاں قیام ہوتا تو آسان تھا، اگر تمہاری رائے ہو اور تم کارآمد سمجھو تو ندوہ میں نظر ثانی کا اہتمام ہوسکتا ہے اور اس صورت میں پھر طباعت بھی ندوہ میں ہی آسان ہوسکتی ہے، مولوی عبدالحفیظ صاحب آجائیں تو ایک بات طے کر کے مطلع کرو میرے خیال میں تو نظر ثانی کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اس سے بہت قلق ہوا کہ مکہ کی مشین بھی خراب ہوگئی ہے بندہ نے تو ان کو پہلے ہی اس کا مشورہ دیا تھا کہ اس مشین کو فروخت کردیں، یہی آسان ہے کہ ہمیں جس کا فوٹو لینا ہوگا لے لیں گے، رابطہ کے اجتماع کا حال معلوم ہوا مگر یہ

معلوم نہ ہوا کہ اس اجتماع کا مقصد کیا ہے اور ہندوستان سے مودودی اور اہل حدیث دو ہی جماعتیں آرہی ہیں یا کوئی اور، پاکستان سے کس کس کو، معلوم نہیں علی میاں کسی میں شمار ہو سکتے ہیں یا نہیں، معلوم نہیں فلپائن کے مسلمانوں پر جو آپ نے مقالہ لکھا ہے اس کا موضوع کیا ہے۔

یہ ناکارہ آپ کے لئے دل سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے، امید ہے کہ شیخ صالح کی واپسی پر ۲۰۰ر ریال پورے ہو گئے ہوں گے، اس سے بھی مسرت ہوئی مدیر المال کو بھی آپ کی اہمیت محسوس ہوئی یہ بھی آپ کی ترقی کے لئے مفید ہوگی، امید ہے کہ علوی مالکی سے تفصیلی ملاقات ہوگئی ہوگی اور جونیہ کے نکاح کے سلسلہ میں ان کا اشکال معلوم ہو گیا ہوگا، نیز یہ کہ لامع سے ان کا اشکال حل ہو گیا یا نہیں؟ امید ہے کہ محمد الحافظ نے بھی آپ کی تجویز کے موافق بذل پر کچھ لکھ دیا ہوگا۔

اس سے مسرت ہوئی کہ بھائی صالح دہلوی کی وجہ سے آپ کو قیام میں سہولت ہوگئی اللہ کا شکر ہے، معلوم نہیں آپ کا مستقل پتہ جو اقرب ترین ہو رابطہ کا ہے یا کوئی دوسرا، امید ہے کہ مولوی عبدالرشید نعمانی کے خط کا جواب جا چکا ہوگا، میری طبیعت ہفتہ عشرہ سے کچھ خراب چل رہی ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۳ر مارچ ۷۴ء ۱۸ر صفر ۱۳۹۴ھ

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون

بھائی صالح جو آپ کا خط لائے تھے اس کا جواب تو اگلے ہی دن بھیج دیا تھا، ممکن ہے کہ مل گیا ہوگا، امید ہے کہ مولوی عبدالرشید نعمانی کے خط کا جواب بھی آپ نے بھیج دیا ہوگا، انہوں نے اوجز کے مقدمہ میں یہ سوال کیا تھا کہ اس میں قال صاحب الغرائب کی عبارت ہے یہ کیا کتاب ہے اور کہاں ہے، ان کو تو میں نے جواب لکھ دیا تھا کہ ؂

جو پڑھا لکھا تھا ایاز نے اسے صاف دل سے بھلا دیا

اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ عاقل کو لکھ رہا ہوں کہ میرے مسودہ کے حاشیہ پر ایسی چیزیں ہوا کرتی ہیں، آج عاقل کا جواب آیا کہ غرائب نہ تو آپ کے کتب خانہ میں ملی نہ مدرسہ میں ملی لیکن اوجز کے مقدمہ کے مسودہ میں قال صاحب الغرائب کا لفظ کئی جگہ آیا اور ہر جگہ اس کے صفحے بھی پڑے ہوئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسودہ کے وقت کتاب آپ کے سامنے تھی مجھے سوچ سے یاد نہیں آیا کہ یہ کتاب کیا تھی، آپ کے پاس بھی چونکہ میری کتابوں کی معلومات بہت زیادہ ہیں اگر آپ کو یاد ہو تو مطلع کریں کہ میں عاقل کو لکھوں، اتنا تو لکھا ہے کہ کئی جگہ ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ کہاں کہاں ہے اگر آپ دو چار جگہ صفحے سطر لکھ دیں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہو اور یہ بھی کہ ٹائپ کے ہیں یا لیتھو کے، تو دو تین جگہ کی عبارت سن کر کے پھر یاد آ جاوے۔

سنا ہے کہ آپ کے یہاں کوئی رابطہ میں کانفرنس ہو رہی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلا کہ علی میاں اس میں مدعو ہیں یا نہیں، مولانا ابواللیث کا نام تو سننے میں

آ رہا ہے، معلوم نہیں کہ جن صاحب کے متعلق رسالہ میں لکھنے کا وعدہ کیا تھا لکھا یا نہیں، معلوم نہیں سید علوی (۱) سے ''لامع'' کے متعلق کیا گفتگو ہوئی وہ اس سے مطمئن ہوئے یا نہیں ان کا اشکال تم نے تو لکھا نہیں نہ انہوں نے بتایا۔

عزیز عبدالحفیظ ابھی آئے انہوں نے بتایا کہ وہ اس دوران مدینہ میں آئے بھی مگر مجھ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۲۰/مارچ ۷۴ء ۲۵/صفر ۱۳۹۴ھ

مکرم ومحترم جناب مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون !

رات عشاء کے وقت گرامی نامہ مع ۵۰/ریال اور اخبارات کے پہونچا، آپ کی ریال تو واپس ہیں اس لئے کہ یہ ناکارہ ہمیشہ دوستوں کی پہلی تنخواہ کا حصہ دار رہا ہے، آپ اس سے کہیں زیادہ بھیج چکے ہیں اب: **ان لزوجک علیک حقاً الحدیث**، اوروں کے حقوق ادا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقیات سے نوازے، مٹھائی ابتدائی تقرری کی ہوا کرتی ہے اگرچہ یہ آپ کی ابتدائی تقرری نہیں تھی مگر بوریوں سے کرسیوں پر اور دریوں سے قالینوں پر ترقی تو تھی ہی۔

---

(۱) یہ مکہ مکرمہ کے مشہور عالم ڈاکٹر سید علوی مالکی ہیں ''الکنز المتواری'' (۱۸/۲۷۱) رقم الحدیث (۵۲۵۵) کی عبارت سے مطمئن ہو گئے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے اجازت حدیث بھی لی تھی، ان کے والد مرحوم اور یہ خود حضرت شیخ کے بہت معتقد تھے۔

مولانا ابواللیث ندوی امیر جماعت اسلامی ہند کی حضرت شیخ سے ملاقات:

مولوی ابواللیث کی مکرر آمد کل شب میں غالباً ہوئی تھی، وہ کل جمعرات کو عصر کے بعد کی مجلس میں آئے تھے، میں تو پہچانتا نہیں تھا، انہوں نے ایک دم کھڑے ہوکر اپنا تعارف کرایا اور ملاقات کا وقت دریافت کیا، میں نے کہا کہ جمعہ کو تو وقت نہیں ملے گا پرسوں شنبہ کی صبح تشریف لاویں، انہوں نے کہا کہ جمعہ کے بعد واپسی ہے، چونکہ آپ پہلے ہی لکھ چکے تھے کہ انہیں ملنے کا اشتیاق ہے اگر آپ نہ لکھتے تو میں اہتمام نہ کرتا، اس لئے میں نے ان سے کہا کہ عشاء کے بعد کھانا یہیں نوش فرماویں، انہوں نے کہا کہ مغرب کے بعد ایک اجتماع میں جانا ہے کھانے کا تو حال معلوم نہیں میں نے کہا کہ عشاء کے بعد آسکتے ہوں تو ضرور آویں چنانچہ وہ عشاء کے بعد مع اپنے دو رفقاء کے آگئے کھانے میں شریک ہوئے اور آج بعد جمعہ مکہ واپس چلے گئے وہ کچھ بتاویں تو ضرور لکھیں۔

آپ کے خط سے یہ معلوم ہوکر کہ آپ کے پاس تقریر کے دو صفحے ہیں بہت قلق ہوا اور عبدالحفیظ پر غصہ بھی آیا کہ وہ تو مجھ سے کہہ گیا تھا کہ ناقل میری دوکان پر نقل کر کے دیتا رہے گا، آپ کے خط پر مولوی حبیب اللہ نے بتایا کہ ناقل تو مدینہ میں ہے بڑی دیر تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ وہ صاحب مکہ گئے ہیں معلوم نہیں کب آئیں گے، میرا بھی خیال تھا کہ علی میاںؒ کی آمد تک ایک دو جز ہو جائیں تو ان کو دکھلا کر مشورہ حاصل کیا جائے مگر عبدالحفیظ بڑا ہی مغفل ہے، معلوم ہوا کہ وہ صاحب نقل کے کچھ اجزاء تو مولوی حبیب اللہ کو دے گئے مگر منقول عنہ

انہیں کے پاس ہے ورنہ میں وہ اور منقول عنہ بھیج دیتا، خدا کرے وہ جلد آجائیں تو ان سے لے کر آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

عزیز عبدالحفیظ کے یہاں خط کا دستور ہے نہیں، البتہ ان کا برقیہ آیا تھا کہ طباعت شروع ہوگئی ہے اخبار العالم اسلامی کے اڈیٹر کو جو مضمون دیا ہے اس کا تراشہ ضرور بھیج دیں، یہ بھی تحقیق کریں کہ عزیز اسعد کی تقریر رابطہ میں پہونچی یا نہیں اور طبع کیوں نہیں ہوئی، مولوی اسعد نے غلاف کعبہ کا تو ذکر کیا تھا جبہ کا ذکر نہیں، البتہ جلالۃ الملک (۱) کے نکیر کا حال مولوی اسعد نے بھی یہاں ذکر کیا تھا۔

ظفر الاسلام صاحب کو آپ خط لکھیں تو میری طرف سے بھی سلام مسنون لکھ دیں، آپ نے ایک دفعہ یہ بھی ذکر کیا تھا کہ رابطہ (۲) بذل کے کچھ نسخے خریدنے کا ارادہ کر رہا ہے اب تک تو اجتماع کی کارروائی میں مشغول تھا، شیخ رشید فارسی کی روایت سے آپ نے نقل کیا تھا اگر کسی وقت موقع ہو تو آپ بطور خود دریافت کرلیں۔

معلوم ہوا کہ رشید فارسی صاحب مؤتمر میں شریک نہیں ہوئے کیوں؟ تم نے پہلے خط میں مولوی ...... سے اپنی سخت گفتگو کا ذکر کیا تھا میں نے آپ کو بہت پہلے لکھا تھا کہ: مرغ زیرک گر بدام افتد تحمل بایدش۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم: حبیب اللہ ۱۹/اپریل ۱۹۷۴ء ۲۶/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

---

(۱) ملک شاہ خالد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ مراد ہیں۔

(۲) الحمدللہ رابطہ عالم اسلامی کو بذل المجہود اوجز المسالک و بخاری شریف وغیرہ ایک خاص مقدار میں سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان کے دیوان سے ہدیۃً بھجوائی گئی ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی کے قیام کے زمانے کا مکتوب:

عنایت فرمایم جناب الحاج مولانا تقی الدین صاحب مد فیوضکم   بعد سلام مسنون!

آج جمعہ سے پہلے حاجی نجم الہدیٰ صاحب کے نواسہ کے ہاتھ تین لفافے پہونچے، ایک علی میاں کے نام ایک قاضی صاحب کے اور ایک میرے نام، اس کو ریاض جانے کی جلدی تھی وہ تینوں خط مجھے دے دیا، میرے نام جو آپ کا خط تھا اس کو پڑھ کر بہت مسرت بھی ہوئی اور بہت قلق بھی ہوا، مسرت اس واسطے کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ اصل تقریر کا فوٹو بہت اچھی طرح آسکتا ہے، قلق اس بات کا کہ یہ بات بہت تاخیر سے معلوم ہوئی، یہاں سال بھر کی مختلف کوششوں کے باوجود بھی یہی معلوم ہوتا رہا کہ اس کا عکس نہیں آئے گا چنانچہ آپ کے خط پر پھر ایک صفحہ عکس کے لئے بھیجا اس نے کہا کہ کاغذ خراب ہے اس کا عکس نہیں آسکتا، البتہ اہل مطابع کے یہاں ایسی مشین ہوتی ہے جن پر اس سے زیادہ ردی کاغذ کا عکس آسکتا ہے۔

آپ کے خط پر مجھے تو یہ جوش آیا کہ میں ہی کسی طرح اڑ کر کتاب آپ کو دے آؤں، مجھ سے پہلے کوئی معتبر ملے گا تو بھیج دوں گا، حکیم یامین صاحب کے پاس سے تین سو ریال کی رسید آگئی، بندہ کے خیال میں فی صفحہ ایک ریال زیادہ نہیں ہے، اور بقول آپ کے پوری کتاب پر کچھ کمی ہو جائے تو سونے پر سوہاگا، مگر آپ نے لکھا کہ اصل اور نقل میں ترتیب میں کچھ فرق ہے، اس میں یہ ضروری ہے کہ اصل یا نقل پر مدار نہ رکھیں بلکہ کتاب سے مقابلہ کریں کہ کون سا

قول مقدم ہے کون سا مؤخر، مَلِک صاحب (۱) کے حادثے کے متعلق جتنا رنج وقلق ہو کم ہے اور اس کے ساتھ ہی مَلِک صاحب کا صبر و استقلال جو کثرت سے سن رہا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو مزید صبر و استقلال کی توفیق عطا فرمائے، عزیز محمد کی صحت کے لئے بہت اہتمام سے دعائیں کرائی جا رہی ہیں۔

آپ بھی ملتزم پر عزیز محمد کی صحت کے لئے اہتمام سے دعا کریں، علی میاں میرے ساتھ ہی آئیں گے اور انہوں نے مولوی عبداللہ عباس کو میرے ذریعہ سے اور براہ راست بھی خط لکھوا دیا ہے مگر مولانا عبداللہ عباس صاحب کو آپ براہ راست بھی کہہ دیں اور عزیز عبدالحفیظ کے ذریعہ بھائی یونس (۲) سے کہلا دیں کہ یہاں سے روانگی بہت مشوروں اور مصالح کے تحت علی میاں اور قاضی صاحب کے مشورے سے جمعہ ۲/ جون کو مغرب کی نماز پڑھتے ہی تجویز ہوئی ہے اور رات کا کھانا اور سونا بدر میں ہے شنبہ کے دن عصر پڑھتے ہی ان شاء اللہ بدر سے روانگی ہے، حافظ عبدالستار صاحب بھائی یونس صاحب اس نظام کے تحت اپنی یہاں آمد کے متعلق جو چاہے نظام بنالیں یہ میں نے اس لئے لکھوایا کہ آج جمعہ کے وقت معلوم ہوا کہ قاضی صاحب نے بھائی یونس کو جمعرات کو آنے کا ٹیلیفون کر دیا اور جب میں نے پوچھا کہ آپ نے ایک دن پہلے کیوں بلایا تو فرمایا کہ احتیاطاً، مبادا یہ حضرات مختلف روایت سے پریشان ہوں۔

---

(۱) یہ مولانا عبدالحفیظ صاحب کے چچا مرحوم کار کے حادثہ میں شہید ہو گئے تھے اور مولانا کے بھائی محمد کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔

(۲) بھائی یونس دہلوی ہیں، ان کے پورے خاندان نے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے قیام حرمین شریفین میں بہت خدمت کی، جزاہم اللہ خیراً۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ ۱۷ر مئی ۱۹۷۴ء ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

عنایت فرمایم الحاج مولوی تقی الدین صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون!

عرصہ ہوا میں نے عزیز عبدالحفیظ سے مطالبہ کیا تھا کہ شیخ حسن مشاط (۱) کی بذل کیوں نہیں گئی حالانکہ وہ تو علوی سے مقدم تھے، عبدالحفیظ نے کہا تھا کہ ابھی جا کر دے دوں گا میں تو مطمئن تھا اور جب مولوی حبیب اللہ مولوی اسماعیل جدہ گئے تھے اور آپ سے ملاقات ہوئی تھی تو مجھے تو یوں یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ میں نے پہونچادی یا پہونچا رہا ہوں، مگر آج ۳ر مئی جمعہ کے دن عصر کے بعد شیخ مشاط اور شیخ رشید فارسی مع چند رفقاء کے آئے، شیخ رشید فارسی نے بذل المجہود کا پھر ذکر کیا میں نے اپنے خیال کے موافق تو کہہ دیا کہ شیخ کے پاس سے پہونچ چکی مگر انہوں نے انکار کر دیا جس سے تعجب ہوا، میں عبدالحفیظ سے پوچھ رہا ہوں کہ وہ پہونچانا بھول گئے یا کسی اور کے حوالے کر گئے اور قاصد بھول گیا احتیاطاً لکھوا رہا ہوں ورنہ آپ کی تو علی میاںؒ کے ساتھ آمد کی امید ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ مئی ۷۴ء

(۱) مکہ مکرمہ کے بڑے عالم تھے، حرم مکی میں مدرس تھے۔

رابطہ عالم اسلامی سے ہندوستان واپسی:

مکہ مکرمہ کے قیام میں متعدد علماء بالخصوص شیخ علوی مالکی مرحوم سے گہرا تعلق ہو گیا تھا، انہوں نے اس ناچیز کی ہر طرح نصرت بھی فرمائی، طائف کا سفران سے ملاقات کے لئے کیا گیا، اس سفر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری بھی دی اوران کی مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

میرا ارادہ مکہ مکرمہ سے قاہرہ ہوکر ہندوستان آنے کا تھا، حرم شریف میں شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود سے ملاقات بھی ہوگئی تھی، ان سے اپنے دکتورہ کے تسجیل کے بارے میں گفتگو ہوئی اس سے فائدہ یہ ہوا کہ تسجیل کی تکمیل ہوگئی، اس کی مجھے اطلاع بھی آ گئی۔

رابطہ سے جو کچھ تنخواہ مجھے ملی تھی وہ سب میں اپنے گھر بھیج چکا تھا یا خرچ ہو گئی، اچانک چھوڑنے پر خیال تھا کہ کسی سے قرض لے کر واپسی کا ٹکٹ خریدلوں گا مگر مقدر سے جن صاحب سے امید تھی انہوں نے معذرت کر دی، مولانا عبدالحفیظ صاحب قاہرہ جارہے تھے میں نے ان کے ساتھ جانے ذکر کیا مگر انہوں نے بھی کوئی توجہ نہیں فرمائی، اپنی جگہ سے سیدھے اٹھ کر حرم جا کر طواف کیا خوب گریہ وزاری کی الحمدللہ سہولت سے ٹکٹ کا انتظام ہو گیا، چنانچہ جدہ سے قاہرہ اوراپنے دکتورہ کی فیس بھی جمع کر دی اور وہاں سے ہوتے ہوئے دہلی اور دہلی سے اپنے وطن اعظم گڑھ پہونچا۔

بیماری اوراس کا علاج:

میں اپنے وطن آکر بیمار پڑ گیا تھا، بخار پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا، متعدد مقامی ڈاکٹروں کے علاج سے فائدہ نہیں ہورہا تھا، اس لئے والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب بلریا گنج کے یہاں سے جا کر دوا لاؤ مگر میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا، میرے چچا صاحب ۲۰/روپے دھان بیچ کر مجھے دیئے، یہ ناچیز بلریا گنج گیا، ڈاکٹر صاحب کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ دوا وغیرہ کا مجھ سے کچھ لیتے نہیں تھے، اس مرتبہ وہاں پیسے دینے پڑے میرے پاس صرف ۲/روپے رہ گئے بلریا گنج سے اعظم گڑھ اور اعظم گڑھ سے میرے گھر کا کرایہ ۵/روپیہ تھا، بس کے انتظار میں کھڑا تھا اتنے میں میرے ایک عزیز آئے حال معلوم کر کے فوراً ٹکٹ لائے اور مجھے اعظم گڑھ تک پہونچایا، اور وہاں سے دو روپیہ میں اپنے گھر چلا آیا، مانگنے کی ذلت وپریشانی سے اللہ تعالیٰ نے بچایا، الحمدللہ افاقہ ہوگیا۔

چند دن دارالمصنفین میں قیام:

جناب صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب سے خاص تعلق تھا، مجھے چند دن دارالمصنفین میں اپنے رسالہ دکتورہ "الزهد الكبير" کی تحقیق کے سلسلہ میں قیام کرنا پڑا، انہوں نے اور بالخصوص مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم اور ڈاکٹر نعیم صدیقی صاحب نے بڑا خیال کیا، وہاں کے قیام میں اچھا خاصا کام بھی ہوگیا، اسی زمانہ میں اپنی کتاب "الامام البخاری" کو بھی مرتب کرلیا تھا، ڈاکٹر نعیم صاحب نے اپنے قلم سے اس کے مسودہ کو صاف کیا اور دمشق دارالقلم کو بھی بھیجا اور پہلی مرتبہ وہاں سے شائع

ہوئی، اس کے بعد اس میں اضافے بھی کئے گئے، اور متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔

حیدرآباد کا سفر:

اس زمانے میں میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا بہت سخت وقت تھا، حضرت شیخ کو فکر تھی کہیں میں کام پر لگ جاؤں، اس کا اپنے خطوط میں تذکرہ بھی فرمایا، میری گھر والی کے لئے ایک جوڑا کپڑا کے لئے والدہ صاحبہ کو پریشانی تھی، اچانک ڈاکیہ نے آکر خبر دی کہ آپ کے لئے ایک بیمہ آیا ہے، ۱۰؍جنوری ۱۹۷۵ء کو ڈاکخانہ گیا تو کسی نے بمبئی سے ہدیہ بھیجا تھا، اس میں ۴۴۷؍روپئے تھے، اس سے کپڑے کا کام چل گیا اور دہلی و علی گڑھ اور حیدرآباد کے سفر کا انتظام بھی ہوگیا، چنانچہ سفر کیا۔

مکتبہ آصفیہ کی زیارت:

حیدرآباد میں مکتبہ آصفیہ کی زیارت کی، اور اس میں ۲۱؍ہزار قلمی کتابیں ہیں جس میں "الزهد الكبير" بھی تھی اس کی فوٹو لئے، اور دوسرا مشہور مکتبہ سعیدیہ بھی ہے اس کی بھی زیارت کی یہ شخصی مکتبہ ہے، مولانا ابوالوفا افغانی سے بھی ملاقات ہوئی، قیام جماعت اسلامی کے دفتر میں تھا مگر ہمارے ایک عزیز جو حیدرآباد میں ملازم تھے وہ سب سامان اپنے گھر اٹھا لائے، وہاں بعض ندوی بھی ملے ان میں قاری غوث ندوی وعبدالرحمٰن ندوی وغیرہ شاگرد تھے اور ان لوگوں نے میری تقریر کا پروگرام بھی بنایا، خاص طور سے وہاں سیرت کمیٹی جس کے صدر خلیل اللہ حسینی تھے ان کی صدارت میں سیرت پر جلسہ میں تقریر کی دعوت دی گئی، اور اس میں بیان ہوا اور دوسری جگہوں پر پروگرام تھے، پھر وہاں سے اپنے وطن اعظم گڑھ واپسی ہوئی، اسی زمانہ میں شاہ فیصل کی شہادت کی خبر اخباروں سے معلوم ہوئی۔

اپنی پریشانی کا حضرت سے خط میں اظہار و درخواست دعا:

اس زمانہ میں ایک خط جو ذہنی پریشانیوں کے اظہار پر مشتمل تھا اور دعا کی درخواست کی تھی اس کا جواب حسب ذیل آیا۔

میں گو رہا رہین ستم ہائے روزگار
لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون!

تمہارا محبت نامہ (ایر لیٹر) مؤرخہ ۱۶/اپریل کئی دن ہوئے پہونچا تھا میری طبیعت کچھ روز افزوں ضعف کی وجہ سے گرتی تو جاتی ہے لیکن ۲۴/اپریل کو آنکھ کا آپریشن ہوا تھا، اس کے بعد سے طبیعت بہت ہی زیادہ گری ہوئی ہے، سہارنپور تو تقریبا پندرہ دن ہوئے خط لکھوادیا تھا کہ میرے آپریشن کے زمانے میں میرے خط کا انتظار نہ کریں۔

عاقل وسلمان کو کہہ دیا تھا کہ وہ لکھتے رہیں، البتہ پرانی عادت عزیزان مولوی حبیب اللہ ومولوی اسماعیل سلمہما سے ڈاک کے آنے کے وقت تو یہ ضرور پوچھ لیتا ہوں کہ کس کس کی ہے، اور پھر باوجود طبیعت کے اِباء اور اضمحلال کے ایک دو خط سن لیتا ہوں جو ضروری سمجھتا ہوں، دو تین دن ہوئے تمہارا محبت نامہ مؤرخہ ۱۶/اپریل کو پہونچا تھا سن تو اسی وقت لیا تھا مگر جواب کی ہمت اب تک بھی نہیں مگر مولوی اسماعیل پرسوں سے مسلط ہیں کہ تقی کا

جواب تو لکھوا ہی دیں وہ پریشان ہیں، تمہاری پریشانی کا تو مجھے خود بھی احساس ہے، اور تمہارے خط کا بہت جلد جواب بھی لکھوانا چاہتا ہوں۔

مگر تمہاری ایک مشکل یہ ہے کہ معلوم نہیں مخدوم جہانیان جہاں گشت کا کہاں کا دورہ ہے کہ تمہارا آخری خط مجھے اعظم گڑھ سے لکھا ہوا پہونچا، ندوہ وغیرہ کے احباب نے بھی لکھا تھا کہ تم اعظم گڑھ میں کسی کام میں مشغول ہو، اعظم گڑھ تمہیں خط لکھوادیا تھا وہ مدینہ کے ڈاکخانے میں پہونچا ہی ہوگا کہ مولوی حبیب اللہ جو اس وقت کہ ڈاک لائے اس سے معلوم ہوا کہ آپ بسلسلۂ تبلیغ نظام الدین پانچ چھ دن کے لئے مقیم ہیں اور دوسرے دن معلوم ہوا کہ آپ حیدرآباد تشریف لے جارہے ہیں، یہ خط آپ کا دہلی سے آیا ہوا ہے، اور بعد میں معلوم ہوا دہلی سے رائے بریلی ہوتے ہوئے آپ گھر پہونچ گئے۔

میرے عدم انشراح کا مطلب؟ میں نے تو ابھی تک سمجھا نہیں، حالانکہ کئی دفعہ آپ سے بھی پوچھ چکا ہوں اور لکھنؤ کے حضرات سے بھی پوچھ چکا ہوں اور بڑی تفصیل سے بار بار یہ مضمون لکھوا بھی چکا ہوں کہ عدم انشراح کا مطلب اگر عدم ذوق ہے تو انکار نہیں، مگر میرے ذوق کے افراد اب سہارنپور اور دیوبند کہیں بھی نہیں ملتے، بلکہ اپنی عدم ذوقی سے خود ہی نالاں ہوں، جو مناظر آنکھوں سے دیکھے ہیں اور جن میں پرورش پائی ہے وہ اب ملتے نہیں، اس کی وجہ سے خود اپنی زندگی سے بھی نالاں ہوں۔

بڑی مشکل یہ ہے کہ آپ کے خطوط میں ان لوگوں کی طرف سے بے توجہی، خلاف وعدگی وغیرہ کی شکایات ہوتی ہیں اور ان حضرات کے خطوط

میں آپ کی ناقدری کی، میں تو آپ سے بھی بار بار لکھ چکا ہوں۔

مرغ زیرک گر بدام افتد تحمل بایدش

من تواضع للہ رفعہ اللہ

اپنے کو ناچیز و نااہل بنا کر کہیں پڑ جاؤ، عزت و ذلت اور رزق سارا اوپر سے ملتا ہے، اپنی کوشش سے کچھ نہیں ہوتا، تمہارے اوقات کے ضائع ہونے کا مجھے بہت ہی قلق ہو رہا ہے، میرا خود قیام جو ہے مٹر گشت رہ گیا ہے، ہندوستان میں یا حجاز میں مستقل کسی جگہ قیام ہو جاتا تو ''در منضود'' کی تکمیل آپ سے کرانے کی کوشش کرتا مگر اپنی حالت خود ایسی تشتت کی گزر رہی ہے کہ اپنی نا اہلیت حرمین شریفین میں مستقل قیام نہیں ہونے دیتی اور ضعف و امراض کی کثرت سہارنپور میں کوئی کام نہیں کرنے دیتی، ایسی حالت میں کسی دوسرے کو اپنے ساتھ کیا پریشان کروں۔

مالک سے ضرور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دلجمعی و یکسوئی کے ساتھ اپنے پاک رسول ﷺ کے کلام کی خدمت کے لئے قبول فرمالے تو اس کے کرم سے بعید نہیں، علی میاں سے جو تعلق آپ کو رہا ہے اس میں کمی نہ آنے دیں اور ان کی طرف سے اگر کوئی بات پیش آجائے تو اس کو معذوری اور مجبوری پر محمول کریں کہ جہاں تک میرے علم میں ہے، علی میاں کو بھی آپ سے تعلق ضرور ہے، اور وہ آپ کی صلاحیتوں کے قدرداں بھی ہیں، مگر آج کل دور شرور و فتن ہے، ہر شخص اپنی جگہ پر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جگہ میسر فرمائے، تم نے یہ صحیح لکھا ہے کہ ﴿ما أصابکم ﴾ الآیۃ

قصور کو ہمیشہ اپنی طرف منتقل کرنا چاہیئے، اور مالک سے نہایت الحاح اور عاجزی کے ساتھ مانگتے رہنا چاہیئے اور استغفار اور گناہوں سے جتنی ندامت میسر ہو جائے مالک کا احسان ہے۔

معلوم نہیں ''الامام البخاری'' جو دمشق بھیجا تھا اس کا کوئی جواب آیا یا نہیں آپ نے متعدد خطوط میں لکھا تھا کہ شاہ معین اللہ صاحب پر آپ نے کچھ لکھا ہے وہ بھی ابھی تک نہیں پہونچا اگر چہ آپ نے لکھا ہے کہ دوسرا خط لکھنؤ سے لکھوں گا، اور مجھے اس کا انتظار بھی کرنا چاہیئے تھا، مگر آپ کی پریشانی کی وجہ سے مولوی اسماعیل نے بہت ہی ضعف اور گرانی میں خط لکھوا ہی دیا، والدہ اہلیہ اور اعزہ سے سلام مسنون کہہ دیں یہ ناکارہ سب کے لئے دعا کرتا ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ ۷؍مئی ۷۵ء ۲۵؍ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

باب ششم

قیام امارات اور اس دور کے علمی و دینی کاموں کی تفصیلات

ابوظبی کے زمانۂ قیام کے مفصل حالات، شیخ احمد بن عبد العزیز آل مبارک کی خصوصی عنایات، جامعہ ازہر سے ڈاکٹریٹ کی تکمیل، وہاں کے جامعات میں علم حدیث کی خدمت کا موقع، تالیفی و تصنیفی حالات کا تذکرہ، اہم سیمناروں و علمی مذاکروں میں شرکت، امارات میں رہتے ہوئے ہندوستان کے اہم مدارس کی خدمت

بابِ ششم: قیام امارات اور اس دور کے علمی ودینی کاموں کی تفصیلات

ابوظبی کے زمانۂ قیام کے مفصل حالات، شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کی خصوصی عنایات، جامعہ ازہر سے ڈاکٹریٹ کی تکمیل، وہاں کے جامعات میں علم حدیث کی خدمت کا موقع، تالیفی وتصنیفی حالات کا تذکرہ، اہم سیمناروں وعلمی مذاکروں میں شرکت، امارات میں رہتے ہوئے ہندوستان کے اہم مدارس کی خدمت

ابوظبی جانے کی تیاری:

چونکہ مکہ مکرمہ سے واپسی میں قاہرہ میں میری ملاقات شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک سے ہوگئی تھی جو ابوظبی شرعی کورٹ کے چیف جسٹس اور صدر مملکت شیخ زاید بن سلطان آل نہیان کے خاص مستشار تھے، انہوں نے ابوظبی آنے کی دعوت دی، ''اوجز المسالک'' کے ایک ہزار اور ''بذل المجہود'' کے دوسو نسخے خریدنے کا آرڈر دیا تھا، واسطہ شیخ محمد نور سیف صاحب مرحوم کا تھا، جو دبئی کے رہنے والے تھے اور وہاں کے پہلے قاضی رہ چکے تھے، لیکن مکہ مکرمہ منتقل ہوگئے تھے وہی واسطہ بن گئے تھے، اس لئے کہ ان کا حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ سے تعلق پیدا ہوگیا تھا، مالکی

المذہب تھے، ابوظبی ودبئی کی سرکاریں مالکی ہیں، شیخ احمد اگرچہ احساء سعودیہ کے رہنے والے تھے، مگر ان کے والد کے زمانے سے اس منطقہ کے شیوخ وحکام سے اچھے تعلقات تھے، اس لئے شیخ احمد کا یہاں بڑا مقام تھا شیخ احمد آل مبارک کے والد محترم شیخ عبدالعزیز دبئی کے مدرسہ ''احمدیہ'' میں عرصہ تک پڑھاتے رہے ہیں، اس مدرسہ میں شیخ احمد آل مبارک اور دیگر علماء نے تعلیم حاصل کی تھی۔

دہلی سے دبئی کا سفر:

پہلے اپنے گھر سے تیاری کر کے ابوظبی کے سفر لئے دہلی آیا، یہاں ٹکٹ خرید لیا، مگر پی فارم پاس نہیں ہورہا تھا ضرورت تھی کہ ابوظبی سے دعوت نامہ آئے، اس کے لئے بہت پریشانی ہوئی، حالانکہ امبیسی سے زیارت کا ویزہ بھی مل گیا تھا، پہلے یونس سلیم منسٹر تھے ان کے پاس گیا کہ پی فارم دلادیں لیکن انہوں نے معذرت کردی، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ سے ملاقات کی انہوں نے بھی دشواری بتلائی، مگر نظام الدین تبلیغی مرکز میں بھائی یوسف سیلونی رہتے ہیں انہوں نے کہا کہ بینک کی گارنٹی مل جائے تو کام چل جائے گا اور وہاں ایک چپراسی ہے میں نے بات کی ہے، کل صبح آپ چلے جائیں، چنانچہ بینک کے دروازے پر پہونچا حسب پروگرام درود شریف پڑھنا شروع کیا تین سو کا عدد پورا نہیں ہوا تھا کہ وہ صاحب باہر آئے اور مجھے اندر لے گئے، بینک منیجر سے ملاقات کرائی الحمدللہ کام آسانی سے ہوگیا۔

دبئی آمد:

۱۳ر جون ۱۹۷۵ء کو دبئی ایرپورٹ پر پہونچا، وہاں سے شارقہ شیخ عبداللہ علی المحمود جو حکومت شارقہ اوقاف کے مدیر تھے، اور حاکم شارقہ سے بہت قریب تھے،

کے یہاں قیام کے لئے روانہ ہوا جن کا حضرت مولانا علی میاںؒ کا بہت گہرا تعلق اور اس ناچیز سے ان کو بہت ہی محبت پیدا ہوگئی تھی، ان کے گھر کے قریب ایک مسجد میں قیام رہا، ۱۴/جون کو دس بجے ان سے ملاقات ہوئی، انہوں نے سامان اپنے گھر بھیجوادیا اور تین دن کے بعد مجھے شیخ سالم شامسی جو اس زمانے میں مجلس وطنی کے امین عام تھے ان کی گاڑی پر ابوظبی بھیج دیا، وہاں محکمہ شرعیہ میں شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک سے ملاقات ہوئی، شیخ احمد نے فرمایا ہمارے یہاں باحث شرعی کی پوسٹ خالی ہے، اس تقرری کے لئے وزارۃ العدل کو (۱۶/جون ۱۹۷۵ء) خط لکھنے کا حکم فرمایا، دو تین دن تبلیغی مرکز میں قیام رہا اور معلوم ہوا کہ ملازمت میں وقت لگے گا اس لئے شارقہ واپسی کا ارادہ کیا، شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک بھی ابوظبی سے باہر سفر پر چلے گئے تھے اس لیے تاخیر کا امکان تھا۔

ایک غیبی مدد:

ابوظبی کی ایک مسجد میں جو تبلیغی جماعت کا مرکز تھا امیر جماعت سے ملاقات ہوئی، اس ناچیز نے ان سے کہا کہ میرا سامان شارقہ رکھا ہوا ہے، مجھے واپس جانا ہے ۵۰/درہم قرض کی ضرورت ہے، مگر طویل انتظار کے بعد نہ آئے نہ ہی یہ درہم، ہم کو ملے، مگر مسجد میں ایک جماعت آئی ہوئی تھی اس میں ایک ڈاکٹر صاحب تھے جو حضرت شیخؒ سے متعلق تھے ان کا مدینہ منورہ میں قیام تھا، انہوں نے دیکھ کر پوچھا آپ یہاں کیسے؟ اس ناچیز نے تفصیلات سنائی، وہ بھی شارقہ ودبئ جارہے تھے ان سے میں نے ۵۰/درہم بطور قرض لئے انہوں نے کہا اور لے لیجئے میں نے کہا یہ میرے لئے کافی ہیں، ابوظبی سے واپسی پر ان کی رقم واپس کردی، اگر یہ صاحب نہ ملتے تو بہت

دشواری ہوتی کیوں کہ ابوظبی میں یہ ناچیز بالکل اجنبی تھا۔

شارقہ سے ابوظبی واپسی:

چند دن کے بعد پھر شارقہ سے مستقل قیام کے لئے ابوظبی آنا ہوا، یہاں شیخ احمد سے ملاقات ہوئی انہوں نے میرے قیام کے لئے دارالضیافۃ ابوظبی میں انتظام کرایا کہ میں اپنی تعیین و وظیفہ کا انتظار کروں، یہاں تک کہ ملازمت کی کاروائی پوری ہو جائے، چنانچہ چند دن بعد جب کارروائی پوری ہوگئی مجھے قیام کے لئے کمرے کی تلاش تھی مگر کہیں کوئی جگہ نہ مل سکی، ادھر دارالضیافۃ والے تنگ کر رہے تھے کہ کمرہ خالی کریں، شیخ باہر گئے ہوئے تھے ایرپورٹ پر قضاۃ کے ساتھ میں بھی استقبال کے لئے گیا تھا، شیخ احمد نے حالات سن کر کہا کہ اپنے سامان لے کر ہمارے گھر آیئے، چنانچہ اپنے گھر کی مجلس میں ایک کمرہ دیا اور اس کے پاس ہی ان کا ذاتی کتب خانہ تھا، جس سے استفادہ کا موقع مل گیا اور کھانا اور ناشتہ وغیرہ سب اپنے ساتھ کر لیا۔

شیخ زاید بن سلطان آل نہیان صدر مملکت سے پہلی ملاقات:

دو دن کے بعد شیخ احمد عشاء کے بعد ایک جبہ لائے کہ اس کو پہنئے اور مجھے لے کر صدر مملکت شیخ زاید بن سلطان آل نہیان رحمہ اللہ کی مجلس میں لے گئے اور دوسرے دن شیخ خلیفہ جو اس وقت ولی عہد تھے اس وقت صدر مملکت ہیں حفظہ اللہ ان کی مجلس میں لے گئے، تقریبا روزانہ ہی وہ بالخصوص شیخ زاید مرحوم کی مجلس میں جاتے تھے، ان کے یہاں ان کا بڑا مقام تھا، ایک دن انہوں نے کہا کہ آپ جریدہ اتحاد (ایک روزنامہ اخبار) کے دینی صفحہ پر جو ہر ہفتہ جمعہ کو شائع ہوتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مقالہ ضرور لکھیں، چنانچہ یہ سلسلہ شروع ہوا تقریبا پچاس سے زائد مقالے شائع

ہوئے، ان کا مقصد تھا کہ میرا اس ملک میں تعارف ہوجائے، وہ اپنے ساتھ وہ جمعہ کی نماز میں لے جاتے کبھی بیان بھی کراتے تھے، اسی طرح محکمہ کی طرف سے کئی مقالات اور بحوث کے لکھنے کا مکلّف بنایا۔

ابوظبی پہونچنے پر حضرت شیخ کا پہلا والا نامہ:

حضرت شیخ رحمہ اللہ کو میری فکر تھی، یہ ناچیز اپنے یہاں کے حالات سے مطلع کرتا رہتا تھا، جواب آیا۔

عنایت فرمائم مولوی تقی الدین ندوی سلمہ............ بعد سلام مسنون!

اسی وقت تمہارا محبت نامہ مؤرخہ ۲۴/ جون آج ۳/ جولائی ۱۹۷۵ء کو پہونچا، اس سے تمہارے دوخطوں کا جواب ایک وہ جو تم نے ہندوستان سے روانگی کے وقت لکھا تھا، جس میں لکھا تھا کہ پتہ دوسرے خط میں لکھوں گا اور دوسرا شارقہ سے لکھا تھا، ان دونوں کا جواب ۲۵/ کو جاچکا ہے پہونچ گیا ہوگا، گھر والوں کا سفر کا شاق ہونا قرین قیاس ہے، مگر مجبوری ہے، امید ہے کہ آپ کی ملازمت کے کاغذات سب مکمل ہوگئے ہونگے، اور تنخواہ اور کام کی تعیین بھی ہوگئی ہوگی، رائے بریلی کا قیام تو مفید ہونا چاہئے تھا، ابوظبی ہو یا کوئی دوسری جگہ وہاں یہ حالت نہ ہوگی یہ تو ظاہر ہے ماحول کا اثر ہوتا ہے، یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے، اللہ جل شانہ وہاں کا قیام دارین کے اعتبار سے جو مفید ہو اس کے اسباب مہیا فرمائے، آپ نے لکھا کہ یہ اقدام مجبوری میں کیا، ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ہی مدد فرمائے گا، آپ نے ابوظبی کے قاضی صاحب کی خدمت میں مدرسہ کا وفد بھیجنے کا جو مشورہ لکھا ہے، یہ ناکارہ تو اس کا کچھ زیادہ موافق

نہیں ہے، اس لئے کہ مدرسہ مظاہر علوم والوں کو اس قسم کی چیزوں سے مناسبت نہیں (۱) یا یہ چیزیں تو بڑی مشق کی ہوتی ہیں، جب امیر سعود ہندوستان گئے تھے، اس وقت مجھ سے پیشکش کی گئی تھی کہ اگر تو کہے تو مظاہر علوم ہم لا سکتے ہیں، میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم بادشاہوں کے استقبال کا تحمل نہیں کر سکتے تاہم اب نیا خون ہے، آپ کا خط سہارنپور بھیج رہا ہوں اگر وہ مناسب سمجھیں تو بھیج دیں گے، میں غالباً پہلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ اپنی طبیعت کے اضمحلال اور امراض کے باوجود ۶/اگست کو جدہ سے بمبئی کا وعدہ ہے اور ارادہ کرلیا ہے، صرف اطلاع مقصود ہے، علی میاں ابھی تک تو یہاں آئے نہیں، وسط جولائی تک خبر سن رہا ہوں، مولوی عبدالحفیظ صاحب یہاں نہیں ہیں، ریاض گئے ہوئے ہیں ان کی آمد پر یاد رہا تو پیام پہونچا دوں گا، امید ہے کہ ڈاکٹر شوکت صاحب کی معرفت محدثین عظام مل جائے گی، آئندہ مدینہ کے پتہ پر مجھے شاید خط نہ ملے، مکہ مکرمہ کے پتہ پر مل جائے گا، یہ ناکارہ آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔

فقط والسلام

زکریا/بقلم: محمد اقبال ۳/۵/۱۹۷۵ء

ابوظبی پہونچنے پر حضرت مولانا علی میاںؒ کا پہلا والا نامہ:

ابوظبی محکمۃ شرعیۃ کی ملازمت کے زمانے کا مکتوب گرامی:

عزیز گرامی قدر حفظہ اللہ تعالیٰ وبارک فیہ

---

(۱) بعد میں مولانا محمد شاہد مظاہری اور مولانا عبدالحفیظ مکی کے ہمراہ وفد آیا اچھی خاصی امداد بھی ہوئی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ایر لیٹر مؤرخہ ۲۸؍جولائی ۱۹۷۵ء بہت جلد پہونچ گیا، وہ شاید کل ہی مجھے ملا، رابع سلمہ نے آپ کے خط کا تذکرہ کیا تھا، اور انہیں سے تقرری کا حال معلوم ہوا تھا، میں سفر مکہ کے سلسلہ میں اتنا مصروف اور پراگندہ ذہن رہا کہ آپ کو کچھ نہ لکھ سکا، کئی ہفتے اسی الجھاؤ میں گزر گئے، شیخ عبدالمنعم النمر نے بھی اپنے خط میں آپ کی ملاقات کا ذکر کیا تھا۔

سب سے پہلے تو اس جدید ذمہ داری اور مشغولیت پر جس میں اللہ تعالی کی خاص مدد ہوئی، دلی مبارکباد قبول کیجئے، اور اپنے کو فی الحال اسی پر مطمئن کرنے کی کوشش کیجئے آپ کی موجودگی سے ان شاء اللہ وہاں کے اہل علم کو فائدہ ہوگا، اپنی علمی مشغولیتیں بھی جاری رکھئے، اور حدیث کے درس کا ضرور سلسلہ شروع کیجئے، اس سے ان شاء اللہ آپ کا جی اور زیادہ لگ جائے گا اور آپ کی افادیت بھی اور زیادہ محسوس کی جائے گی، ذہنی کشمکش بہت مضر ہے، اور اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

آپ کی کتاب (الامام البخاری) کا مقدمہ ابھی نہیں لکھ سکا، ذہنی سکون حاصل نہیں ہوا، اور ضروری کام سامنے آتے رہے، کچھ دن اطمینان سے رہا تو ان شاء اللہ اس خدمت کو انجام دوں گا، اجلاس مہرجان تعلیمی کے سلسلہ میں آپ نے جن لوگوں کو دعوت نامہ بھیجنے کی ہدایت کی ہے، ان کے نام ان شاء اللہ خط اور دعوت نامے چلے جائیں گے، یہ سب مناسب لوگ ہیں، کتابوں کے متعلق بھی کارروائی کی جائے گی۔

امید ہے کہ آپ اپنی خیر وعافیت وحالات سے وقتاً فوقتاً مطلع کرتے رہیں گے اور رابطہ برابر قائم رکھیں گے، مولانا عبدالسلام قدوائی سلام کہتے ہیں اور شکایت ہے کہ ہم سے یہاں بہت تعلق کا اظہار کرتے تھے لیکن بالکل بھول گئے۔

والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی

۲۶/۷/۱۳۹۵ھ ۴/اگست ۱۹۷۵ء

ندوہ کے مہرجان تعلیمی میں شرکت کے لئے وفد کی تشکیل:

میری ابوظبی کی ملازمت کے بارے میں ہندوستان میں مختلف قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں بحمداللہ بہت اکرام وعزت کا معاملہ شروع ہی سے رہا ہے، یہاں ندوۃ العلماء کے مہرجان تعلیمی کے موقع پر مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کن حضرات کو مدعو کیا جائے، میں نے چند نام بھیجے تھے، جن کو پسند کیا گیا، مگر شیخ احمد بن عبدالعزیز کو میں نے بڑی محنت سے تیار کیا اور ان کا آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، جب ارادہ کیا تو پورا ایک وفد بن گیا، کچھ لوگ اور جانے والے تھے، ان کو جمع کر کے ایک وفد کی شکل میں یہاں سے ممبئی کے لئے روانہ ہوئے وہاں ایک دن تاج ہوٹل میں قیام رہا، چونکہ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہمارا ارادہ شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کو سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں لے جانے کا ہے، وہ حضرت شیخ الحدیثؒ سے بہت متأثر تھے، اوجز المسالک وبذل المجہود کو وہی ابوظبی میں طبع کرانے والے تھے، اور وہی میری ملازمت کا سبب بنے تھے، اگرچہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مجھے لکھ دیا تھا کہ آپ یہاں سہارنپور نہ لائیں، ہمیں بڑے لوگوں کی ملاقات سے مناسبت نہیں، محترم مولانا معین اللہ ندوی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خط میں تحریر فرمایا کہ کتب خانہ کی تعمیر جدید کے لئے شارجہ سے شیخ عبداللہ المحمود نے ایک لاکھ درہم دینے کا اعلان کیا ہے، آپ بھی شیخ احمد کو اس اعلان پر تیار کردیں، بڑی مشکل سے انہوں نے تین لاکھ درہم کا شیخ زاید کی طرف سے اعلان کیا، اور بہت پیچھا کر کے یہ رقم بھیجوائی، یا اللہ تو میرے اس عمل کو قبول فرما۔

ہمارا وفد ممبئی سے دہلی آیا اور یہاں ایک دن رات اشوکا ہوٹل میں قیام رہا، وہاں سے عصر کے وقت شیخ احمد کا پروگرام حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے ملاقات کا تھا، ہم لوگ نظام الدین پہونچے حضرت مرکز کے پیچھے کے حصہ پر گھاس پر بیٹھے ہوئے تھے وہیں چادر ڈال دی گئی تھی شیخ احمد و دیگر حضرات بیٹھے اور چائے نوش کی، ملاقات کے بعد ہوٹل واپسی ہوئی دوسرے دن صبح لکھنؤ پہونچے اور وہاں کلارک اودھ ہوٹل میں قیام رہا۔

ندوہ کے مہرجان تعلیمی میں شرکت:

یہ مہرجان تعلیمی ندوہ کے ۸۵/سال گزر جانے پر کیا جارہا تھا، (۲۵ سے ۲۸ شوال ۱۳۹۵ھ ۳۱/اکتوبر ۳/نومبر ۱۹۷۵ء) اس وقت ہندوستان میں ایمرجنسی نافذ تھی اس کے باوجود ۵۶ عدد عرب مندوبین تھے، ان کے علاوہ اور دوسرے لوگ بھی مختلف ملکوں سے آئے، اس کی تفصیل روداد چمن میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس مہرجان میں شیخ احمد بن عبدالعزیز کے ساتھ حاضری ہوئی تھی اور جلسہ عام جس میں دس ہزار کرسیوں کا انتظام تھا، ان کی تقریر کا اردو میں ترجمہ اس ناچیز نے کیا تھا، شیخ احمد اور وفد کو رخصت کر کے یہ ناچیز اعظم گڑھ چلا آیا۔

حضرت شیخ کا مدرسہ خلیلیہ کے سلسلہ میں اہم مکتوب گرامی:

عنایت فرمائم سلمہ.......... بعد سلام مسنون!

اس وقت تمہارا محبت نامہ مؤرخہ ۲۶/نومبر مدینہ پاک سے لوٹ کر مجھے مکہ مکرمہ میں ملا، تم نے اس خط میں حج پر آنے کا ارادہ لکھا مگر حج پر تو آنا نہیں ہوا، خیال میرا بھی تھا کہ شاید لکھنؤ سے واپسی پر حج کرتے ہوئے آپ ابوظبی پہونچیں، اس سے بہت قلق ہوا کہ ابھی تک وہاں مکان نہ مل سکا، اللہ تعالیٰ جلد میسر فرمائے، قاضی صاحب کی خدمت میں بندہ کی طرف سے بھی سلام مسنون کہہ دیں، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ بارہ تسبیح کے ذکر پر پابندی ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے مزید ترقیات سے نوازے، فتنۂ مودودیت کے متعلق آپ نے جو لکھا میرے خیال میں بھی وہ ایک مکتوب ہی تھا، مگر بہت سے لوگوں نے اس قسم کا مضمون لکھا جو آپ نے لکھا، علی میاںؒ نے بھی لکھا کہ بہت جدید معلومات اس سے حاصل ہوئیں، مولانا بنوریؒ نے تو بہت پسند کیا اور سنا ہے کہ وہ عربی میں اس کا ترجمہ کرا کر عرب ملکوں میں شائع کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں، آپ کے صاحبزادوں اور بھتیجہ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائے، اپنی رضا ومحبت عطا فرمائے، مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، نامرضیات سے حفاظت فرمائے۔

آپ کے مدرسہ خلیلیہ (۱) کی ترقی اور استحکام کے لئے بھی دعا کرتا

---

(۱) ہمارے گاؤں مظفر پور اعظم گڑھ کے مکتب کی طرف اشارہ ہے، ہمارے گاؤں کے اس مکتب کے چلانے کا کوئی انتظام نہیں تھا، ایک مدرس کی تنخواہ کا انتظام ہی دشوار تھا، مگر حضرت والا کی اس دعا کا اثر یہ رہا کہ آگے چل کر وہاں جامعہ اسلامیہ اور مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی کا وجود ہوا، جس کی تفصیلات آئندہ آرہی ہیں۔

ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو ہر نوع کی ترقیات سے نوازے اور آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اوجز تو ایسی بری طرح بیروت کے ہنگاموں کی نذر ہوئی کہ اس کے آنے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی، عبدالحفیظ سے میں بھی تقاضا کرتا رہتا ہوں، مگر وہاں کی مسلسل جنگ کی وجہ سے نہ تو تار کا جواب آتا ہے نہ خطوط کا، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے اس کو جلد از جلد پہونچادے، بہت سے احباب کا بہت تقاضا رہتا ہے، مگر مجبوری ہے، چونکہ وہاں رقم پھنسی ہوئی ہے اس لئے دوسری جگہ چھپوانے کی بھی ہمت نہیں ہوتی، بہت اہتمام سے دعا کریں کہ جلد کوئی خلاصی کی صورت ہو جائے (۱)، آپ نے اس ناکارہ کی کتابوں کو جشن کے موقع پر مناسب لوگوں میں ہدیہ کردیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، مولوی عبدالحفیظ کے نام کا پرچہ اپنے اس خط کے ساتھ ان کو دے دوں گا، آج تو وہ جدہ گئے ہوئے ہیں کل کو آئیں گے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۲۱/دسمبر ۱۹۷۵ء ۱۷/ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

ندوہ کے مہرجان تعلیمی میں شرکت کے موقع کا مکتوب گرامی:

(۱) اوجز المسالک کی جلد اول ثانی کی قاہرہ میں طباعت ہوئی، مگر بذل کی طباعت کے پیش نظر اوجز المسالک کی طباعت روک دی گئی، بذل المجہود کے بعد اوجز المسالک کی طباعت کا بیروت میں مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے انتظام کیا تھا، لیکن وہاں بہت دشواریاں پیش آئیں، مگر یہ بیروت ہی میں مکمل ہوئی، اوجز المسالک کی طباعت میں شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو ابوظبی میں بادشاہ کے مستشار دینی تھے انہوں نے حصہ لیا تھا، رقم کی ایک قسط کا معاملہ مشکل میں پڑا، الحمدللہ اس ناچیز نے انتظام کرایا، وہ جناب مولانا عبدالحفیظ مکی کی طرف سے آنے والے نمائندہ کے حوالہ کرائی۔

مکرم ومحترم جناب الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ مؤرخہ بلا تاریخ ۳؍مئی کو مجھے ملا، مژدۂ عافیت سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو مکارہ سے محفوظ فرما کر صحت وقوت اور علمی وعملی ترقیات سے تادیر زندہ سلامت رکھے، بہت اچھا ہوا کہ آپ ندوہ کے جلسہ میں شریک ہوگئے، مکان کے جھگڑے سے قلق ہوا اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور جھگڑوں کو ختم فرمائے، آج کل تو جھگڑے ہر گاؤں اور ہر خاندان اور مدارس وخانقاہوں میں بھی ہونے لگے، اللہ تعالیٰ ہی آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس سے محفوظ فرمائے، اس شخص کا تصور کر کے ''**اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم**'' خود بھی کثرت سے پڑھتے رہیں اور گھر والوں کو بھی تاکید کردیں۔

میرے پاس (۱) رمضان گزارنے کا ارادہ نہ کریں کہ بہت اخراجات ہیں، مگر مولوی حبیب اللہ، مولوی اسماعیل کہتے ہیں کہ اخراجات کا اشکال تو آپ کے لئے نہیں ہے اگر ایسا ہو تو شوق سے آجائیں، مظاہر کو تو آپ کی مساعی جمیلہ سے اتنی رقم مل گئی (۲) کہ اس کے شکریہ سے بھی قاصر ہوں، آپ نے لکھا کہ حکومت کو درخواست دے دی ہے مگر حکومتوں کے چندہ سے بہت ڈرتا ہوں کہ اس میں فساد زیادہ ہے، خیر کم ہے، آپ نے کتابوں کی نمائش کا

---

(۱) حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے امسال ماہ مبارک جنوبی افریقہ میں وہاں کے لوگوں کے اصرار پر گزارا تھا، اس ناچیز کو باوجود ارادہ کے وہاں حاضری کا موقع میسر نہ آسکا۔

(۲) اس سے مظاہر علوم کے مکتبہ کی تعمیر وفتاوی کے شائع کرنے میں بھی مدد ملی۔

حال لکھا جس میں بذل، اوجز بھی تھی، اس سے بہت مسرت ہوئی، رسالہ ''منارالاسلام'' جوڈاک سے بھیجا وہ ابھی تک نہیں پہونچا اس لفافہ میں اس کا تراشہ پہونچا، مولوی عبدالحفیظ مکہ تھے دودن ہوئے یہاں آئے تھے اور سنا کہ آج ہی واپس جارہے ہیں، مولوی اسماعیل کہتے ہیں کہ مولوی عبدالحفیظ نے ابھی شائع نہیں کیا، گھر والوں سے سلام ودعوات کہہ دیں، ذکر ومعمولات کی پابندی سے مسرت ہوئی، انتشار ذہنی کا فکر نہ کریں حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا نام کتنی ہی غفلت سے لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہتا، اپنے قاضی صاحب سے بھی سلام فرمادیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ ۹؍رجب ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳؍مئی ۱۹۸۱ء

جناب مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی کا استقبال:

جناب مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی کے نام سے یہ ناچیز پہلے ہی واقف تھا ان کا ایک وفد کے ساتھ ابوظبی آمد کا پروگرام تھا انہوں نے یہاں کے دیوان کے نام کئی تار کیئے مگر کسی کا جواب نہیں ملا، اس کے بعد انہوں نے یہاں کے چیف جسٹس شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کے نام تار کیا، اس تار کی اس ناچیز کو اطلاع دی تھی، اتفاق سے شیخ موجود نہیں تھے، اس لئے اس ناچیز نے اس وقت کے وزیر اوقاف جن سے تعلقات ہو گئے تھے اس سلسلہ میں گفتگو کی، انہوں نے ان کے استقبال کا پورا انتظام کرایا، چنانچہ حضرت مفتی صاحب مع اپنے وفد کے تشریف لائے، دوپہر کے کھانے میں جو دیوان کی طرف سے تھا، ان کے ساتھ شریک رہا، ہندوستان کے اس

وقت کے سفیر جناب حامد انصاری صاحب'' جو اس وقت ہندوستان کے نائب صدر ہیں''، ان کو بھی مدعو کیا گیا تھا، دونوں کی بہت اچھی ملاقات رہی، مفتی صاحب ہمیشہ اس سفر کے بعد اس ناچیز کے اہتمام کا ذکر فرماتے رہے، چنانچہ ان کے صاحبزادے جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب بھی اپنے ایک سفر میں ہمارے غریب خانہ پر اپنے رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب کا انتقال اکتوبر ۱۹۸۰ء میں ہوا۔

مؤتمر رسالۃ المساجد فی العالم:

۱۹۷۵ء میں رابطہ عالم اسلامی کے تحت ایک عالمی مؤتمر منعقد کی گئی تھی جن میں اکثر ممالک اسلامیہ کے نمائندوں کو مدعو کیا گیا تھا، ابوظبی سے شیخ احمد بن آل مبارک اور وزیر اوقاف وشؤون اسلامیہ شیخ ثانی بھی مدعو تھے، یہ دونوں الگ الگ گئے تھے، رابطہ کے اجلاس میں حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب کسی عذر کی بنا پر شریک نہیں ہوسکے، امارات کے وفد کو اول صف میں جگہ دی گئی جس میں یہ ناچیز بھی تھا، بعض وہ بزرگ جو رابطہ کی ملازمت کے زمانے میں وہاں کا حال دیکھ چکے تھے، حیرت زدہ رہ گئے، چند ماہ ہی کا فاصلہ تھا، اللہ تعالی کی نصرت وتائید ہوتو سب کچھ ممکن ہے، اس سفر میں شیخ احمد کو امیر مکہ کے پاس بیٹھنے کی جگہ دی گئی تھی، دوسرے شیخ عبدالعزیز بن باز تھے، ان سے قریب ہی اس ناچیز کو بیٹھنے کی جگہ ملی تھی۔

بیت اللہ شریف میں داخلہ کا شرف:

مکہ مکرمہ سے واپسی کے وقت بیت اللہ شریف کا دروازہ کھول دیا گیا کہ شرکاء مؤتمر اندر نماز پڑھیں، مذہب شافعی پر عمل کرتے ہوئے دو رکعت نماز پڑھی، ہر شریک مؤتمر

کو بقدر مصلی غلاف کعبہ دیا گیا، جو مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی مظفر پور میں موجود ہے۔

طائف کا سفر اور شاہ خالد مرحوم سے ملاقات:

مؤتمر سے فارغ ہو کر ہم لوگ وہاں سے طائف گئے، طائف میں شاہ خالد رحمہ اللہ سے ابوظبی سفارت خانہ کے واسطہ سے شیخ احمد کی ملاقات کا وقت طے ہو چکا تھا، شیخ احمد کے ساتھ یہ ناچیز بھی تھا، ہم لوگوں کو شاہ خالد مرحوم کے قصر میں طائف پہونچایا گیا اس زمانہ میں مَلِک کا قیام وہیں تھا، یہ گرمیوں کا زمانہ تھا، ان کی مجلس میں سب امراء مَلِک فہد و مَلِک عبداللہ و امیر سلطان وغیرھم سب موجود تھے سب سے مصافحہ ہوا، یہ ناچیز کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا شاہ خالد مرحوم کے قریب شیخ احمد کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور ان سے خیر و عافیت دریافت کرتے رہے، شیخ کے پاس شیخ زاید مرحوم کا زبانی پیغام تھا وہ انہوں نے پہونچایا اور وقت مختصر لیا تھا، مگر تاخیر ہو رہی تھی، البتہ شاہ خالد نے میرے بارے میں دریافت کیا، شیخ احمد نے جواب دیا یہ ہندوستانی عالم ہیں اور میرے ساتھ کام کرتے ہیں، میں نے اضافہ کر دیا أنا تلميذ الشيخ أبي الحسن الندوي ،شاہ خالد کو اور اہتمام ہوا اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خیر و عافیت دریافت فرمائی اور قریب آنے کا اشارہ فرمایا۔

یہ ناچیز دیکھ رہا تھا کہ گفتگو شیخ احمد کی طویل ہو رہی ہے مَلِک کان لگائے سن رہے ہیں مگر اردن کے وزیر اعظم آنے والے تھے، اس لئے مَلِک فہد مرحوم اپنی گھڑی کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے، اس ناچیز نے شیخ احمد کو اشارہ کیا، بہر حال مجلس ختم ہوئی اور ہم لوگ وہاں سے مسجد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آئے نماز ادا کی اور ان کی قبر مبارک کی زیارت کی جو طائف میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر زندگی میں

طائف میں قیام کرلیا تھا، اور ہم نے فاتحہ پڑھا، وہاں سے واپسی پر جدہ آئے، جدہ میں استاد احمد خلیفہ سویدی سے ملاقات ہوئی جو اس وقت امارات کے وزیر خارجہ تھے، انہوں نے شیخ احمد کا بڑا اکرام کیا اور فرمایا کہ شیخ جب آپ کسی مؤتمر میں ہوتے ہیں تو ہمارے ملک کی نمائندگی ہوجاتی ہے۔

مدینہ یونیورسٹی میں ایک اہم نشست:

مؤتمر رسالۃ المسجد فی العالم جس میں شرکت کے لئے مکہ مکرمہ حاضری ہوئی تھی، اس سے فارغ ہوکر ہم لوگ طائف گئے اور طائف سے مدینہ منورہ حاضری ہوئی، وہاں جامعہ اسلامیہ میں شرکاء مؤتمر کا ایک تعارفی جلسہ رکھا گیا تھا، شیخ عبدالمحسن عباد جو نائب رئیس الجامعۃ تھے وہ موجود تھے، اس جلسہ میں ایک مصری دکتور نے ائمہ اربعہ پر نقد کیا اور یہ کہا کہ جامعہ کا مقصد کتاب وسنت ہے، اس پر شیخ احمد بن عبدالعزیز کو جوش آگیا تھا وہ اٹھ گئے اور انہوں نے فرمایا: ”أليس الشافعي يأخذ بالكتاب والسنة؟ أليس إمام دارالهجرة مالك بن أنس يتمسك بالكتاب والسنة؟“ الغرض انہوں نے ایسی تقریر کی کہ مجمع پر سکوت کا عالم طاری ہوگیا، اور جلسہ کے خاتمہ کا اعلان کردیا گیا، اس کے بعد مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔

حضرت شیخ کا مکتوب گرامی:

گرامی قدر محترم جناب مولانا تقی الدین صاحب.......... بعد سلام مسنون!

آپ کا خط اسی وقت بہت ہی ہجوم میں پہونچا اور چونکہ مولوی سعید الرحمن صاحب کا خط ۲؍اکتوبر کا ۲۰؍اکتوبر کو پہونچا اس لئے آپ کے خط کے جواب کا تو وقت رہا نہیں اور میرے پاس وقت بھی نہیں حضرت قاضی صاحب

سے ملنے کا اشتیاق تو آپ کے خط سے مجھے بھی ہو گیا لیکن میرے سفر کا مسئلہ گڑ بڑ بھی ہو رہا ہے، حجازی اسفار کے مراحل ایسے گڑ بڑ ہوتے ہیں کہ نہ یہ متعین ہوتا ہے کہ سفر کب ہو سکے گا ویزہ کفالت نامہ وغیرہ کے مراحل ایک مستقل مرحلہ ہے وہ بھی میرے لئے ضرورت نہیں مگر میں تنہا سفر نہیں کر سکتا اور میرے رفقاء کا آیا نہیں، جب وہ پہونچ جائے جب روانگی کا حال معلوم ہو سکتا ہے، قاضی صاحب کے یہاں تشریف آوری کے متعلق آپ یہ تحقیق کر لیں کہ میں یہاں ہوں کہ نہیں، اول تو آپ بظاہر دہلی سے آئیں گے اور آپ کم سے کم مولانا انعام صاحبؒ سے ملیں گے ان سے تحقیق کر لیں مفتی صاحبؒ کی معرفت جو خط آپ نے بھیجا ان کے متعلق ہمیشہ یاد رکھیئے کہ وہ کبھی نہیں پہونچ سکتے، کل کا خط البتہ پہونچ گیا مگر چونکہ رابطہ میں جانا لکھا تھا اس لئے اس کا جواب نہیں لکھا، قاضی صاحب کی مدنی تقریر سے بہت مسرت ہوئی، ائمہ اربعہ کے متعلق جو فرمایا وہ جامعہ میں بار بار کہا جا چکا اس کو منظور تو وہ کرتے ہیں، مگر بعد میں شدت بڑھ جاتی ہے، عبدالحفیظ مکہ جا چکا ہے، اب تک یہ نہ معلوم ہوا کہ تنخواہ کتنی ہوئی۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدفیوضہم

بقلم: مظہر عالم ۱۹۷۵ء

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا سفر ابوظبی:

حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کا ابوظبی کے چار سفر ہوئے ہیں، اگر چہ اس سے پہلے حکومت شارقہ کی دعوت پر شارقہ ودبئ کا متعدد سفر ہو چکا تھا،

دسمبر ۱۹۷۶ء میں حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے حجاز مقدس کے سفر کے موقع پر شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک جو ابوظبی کے چیف جسٹس اور صدر مملکت کے مستشار دینی تھے ان کی طرف سے دعوت بھیجی گئی کہ حضرت مولاناؒ ابوظبی تشریف لائیں، یہ دعوت نامہ اس ناچیز کے واسطہ سے بھیجا گیا تھا، حضرت مولانا سے فون پر بات بھی ہو گئی تھی، چنانچہ حضرت مولاناؒ تشریف لائے اور دیوان میں محاضرہ ہوا ابوظبی میں شیخ احمد نے وہاں کے ولی عہد جو اس وقت صدر مملکت ہیں شیخ خلیفہ بن زاید آل نھیان سے ملاقات کا پروگرام رکھا تھا، چنانچہ ان سے ملاقات ہوئی، ابوظبی کے بعد شارقہ و دبئ میں محاضرات ہوئے، اس کے بعد ہندوستان واپسی ہوئی، حضرت مولانا کا یہ خط اسی زمانے کا ہے یہ میرا امارات میں ابتدائی دور تھا۔

عزیز گرامی قدر مولوی تقی الدین صاحب ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے رخصت ہو کر الحمد للہ بخیر و عافیت ظہر کے وقت بمبئی پہونچا، تین دن وہاں آرام کے خیال سے ٹھہرا، پھر دہلی ہو کر ۳۰؍دسمبر کو اپنے مستقر پر پہونچ گیا، یہاں آتے ہی اپنی ایک قریبی عزیزہ کی علالت کا حال معلوم ہوا جس کی وجہ سے فوراً رائے بریلی جانا پڑا، اس تردد اور مولوی نثار صاحب کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو خط لکھنے میں تاخیر ہوئی، ورنہ چاہئے تو یہ تھا کہ پہونچتے ہی آپ کو خط لکھتا، اس سفر سے آپ کے تعلق اور محبت کا خاص اثر طبیعت پر پڑا، پانچ دن جس طرح آپ ساتھ رہے اور جس شرافت وسعادت اور تعلق قلبی کا آپ نے اظہار کیا اس سے آپ کے تعلق میں مزید اضافہ ہوا، یہ

دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے الحمدللہ اپنی علمی و دینی خصوصیات کی بنا پر نہ صرف ابوظبی بلکہ تینوں جگہ اچھا مقام پیدا کرلیا ہے، میں نے شیخ کو بھی یہ بات لکھی ہے اور یہ بھی کہ آپ کو اپنے علمی مشاغل سے انقطاع کا بڑا قلق ہے اور آپ جلد سے جلد حدیث شریف کی خدمت میں منہمک ہونا چاہتے ہیں، ان شاء اللہ شیخ پڑھ کر خوش ہوں گے، آپ نے ابوظبی کی تقریر کا جو ٹیپ دیا تھا، وہ جب واضح سلمہ نے بمبئ میں لگایا تو بہت صاف معلوم ہوا، غالباً موٹر کی آواز کی وجہ سے اور مشین کی خرابی کی وجہ سے صاف سنائی نہیں دیتا تھا، آپ کو دوبارہ تکلیف کرنی پڑی، مولوی سعید صاحب اور مولوی اسحاق صاحب سب اخبارات بھی لائے، ہم نے قاضی صاحب کی خدمت میں شکریہ کا ایک خط علیحدہ بھی لکھا ہے، امید ہے کہ اس کے ساتھ ان کو ملے گا، آپ زبانی بھی ہماری طرف سے گہرے تأثر کا اظہار کردیجئے گا، ہم ان کی بزرگانہ شفقت و محبت سے بہت ہی متأثر ہوئے، دہلی میں ابوسعد سلمہ ملے، انہوں نے بڑی سعادت مندی کا ثبوت دیا، ہم لوگ ان سے خوش ہیں اور ان کی ترقی کے لیے دعا کرتے ہیں، امید ہے کہ وہ پہونچ گئے ہوں گے، محمود قیسیہ، الاستاذ الببلی اور ان سب حضرات سے سلام کہئے جو ابوظبی کے دوران قیام قریب رہے، ملنا ہوتو ڈاکٹر ابراہیم عزالدین کو بھی سلام پہونچا دیجئے گا، اپنی خیریت اور علمی مشاغل سے ضرور مطلع کرتے رہئے گا۔

ریڈیو اخبارات سے آپ کو مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے انتقال کی خبر مل گئی ہوگی، دارالعلوم میں ان کی نماز جنازہ ہوئی اور دریاباد میں

تدفین ہوئی، آپ بھی ان کے لیے دعا اور ایصال ثواب کریں اور قاضی صاحب سے بھی میری طرف سے کہہ دیں، یہاں لوگ ان کی وفات کی اہمیت کو بہت محسوس کررہے ہیں۔ والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی

۱۷رمحرم الحرام ۹۷ھ ۸رجنوری ۷۷ء

حضرت شیخ الحدیث کا گرامی نامہ:

مکرم ومحترم جناب الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ کی بناء پر آپ کا شدت سے انتظار تھا اور خیال تھا کہ حضرت قاضی صاحب کی بھی زیارت ہوجائے گی مگر افسوس کہ نہ آپ تشریف لائے نہ قاضی صاحب کی زیارت ہوئی، علی میاںؒ تو غالباً آپ کی خدمت میں پہونچ گئے ہوں گے، دو ڈبے تمر کے ارسال ہیں، ایک آپ کے لئے ایک قاضی صاحب کے لئے، حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کہہ دیں اور علی میاںؒ اگر تشریف فرما ہوں تو فرمادیں کہ آپ کا خط کل جمعہ کی شام کو مل گیا تھا یہ تو معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کے ناسخ ومنسوخ کا کیا ہوا۔

آپ نے میرے خطوط کے متعلق لکھا کہ عجلت کی وجہ سے بھیج دیئے، حالانکہ میں نے کہہ دیا تھا کہ مجھے ان خطوط کی عجلت نہیں احتیاط زیادہ ضروری ہے آپ ہی کے ساتھ جائے تو زیادہ اچھا تھا۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ ۱۸ر دسمبر ۷۶ء ۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا رکن انتظامی ہونا:

عزیز گرامی مولوی تقی الدین ندوی صاحب.................سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ ہوا آپ کا ایک خط آیا تھا جس میں آپ نے ''العقیدۃ والسلوک'' پر اپنے تأثرات ظاہر کیے تھے اور حضرت شیخ کی سوانح کے متعلق دریافت کیا تھا، میں نے انھیں دنوں میں اس کا جواب دیا تھا، اس کے بعد آپ کا کوئی خط ایسا نہیں آیا جس سے معلوم ہو کہ وہ خط ملا یا نہیں؟ آپ کا خط مولوی معین اللہ صاحب کے نام دیکھا، اپنے مادر علمی، اور اپنے ادارہ سے ایسا گہرا اور مخلصانہ تعلق آپ کو اور اس کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ اس کو جلد معرض وجود میں لائے ،معلوم ہوا کہ آپ ۱۷ر جنوری کو ہندوستان آرہے ہیں، ممکن ہے کہ ہم لوگ اس وقت بمبئی میں ہوں، آپ محمد بھائی کے یہاں معلوم کر لیجئے گا، اگر وہیں ملاقات ہو جائے تو اچھا ہے، اور اگر آگئے ہوں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ لکھنؤ میں باتیں ہو جائیں گی۔

شاید آپ کو دیر سویر اطلاع ملے کہ آپ اس مرتبہ جلسۂ انتظامی میں ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی منتخب کر لیے گئے ،اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور آپ سے اور زیادہ خدمت لے۔

حضرت شیخ کی سوانح آج ہی کل میں پریس سے آنے والی ہے، اب غالباً آپ یہاں آکر ہی دیکھ سکیں، کوئی جانے والا مل گیا تو وہاں بھی بھیجی جا سکتی ہے، خدا کرے آپ کو پسند آئے اور دیکھ کر مطمئن ہوں۔

معلوم نہیں حمزہ سلمہ آپ سے ملے یا نہیں؟ وہ جب سے کویت سے روانہ ہوئے ہیں کوئی خط، تار، ٹیلیفون نہیں آیا، امید ہے وہ آپ سے ضرور ملے ہوں گے اور آپ بھی مل کر خوش ہوئے ہوں گے، ہم پرسوں ہی بھٹکل جانے والے ہیں، وہاں سے ان شاء اللہ یہیں آئیں گے اور وہاں شاید دو ہفتے رہنا ہوگا، مولوی معین اللہ صاحب بھی امید ہے ساتھ ہوں گے، اس وقت اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ سفر قریب ہے، مولوی نثار صاحب کے ایک لڑکے حسان نے دارالعلوم میں کمپوزنگ سیکھی ہے، وہاں کسی پریس میں موقع ہو تو کوشش کر دیجئے گا۔ نثار کا سلام قبول ہو۔

والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی رائے بریلی

۲۱/دسمبر ۸۲ء ۵/ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

شیوخ امارات سے ملاقاتیں:

شیخ احمد مجھے ہر مناسب جگہ جہاں وہ شریک ہوتے ساتھ رکھتے، کئی مرتبہ مرحوم شیخ زاید بن سلطان آل نہیان رئیس الدولۃ اور ولی عہد جو اس وقت رئیس الدولۃ ہیں یعنی شیخ خلیفہ بن زاید آل نہیان، اسی طرح دبئی کے حاکم شیخ راشد بن مکتوم مرحوم اور شیخ محمد بن راشد نائب صدر مملکت اور رئیس مجلس الوزراء اور ابوظبی کے شیوخ سے بار بار ملاقاتیں ہوئیں، لیکن حاکم شارقہ ڈاکٹر سلطان بن محمد قاسمی جو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے بھی خصوصی تعلق رکھتے تھے ان سے کثرت سے ملاقات رہی ہے، شارقہ میں شیخ عبداللہ علی المحمود جو حاکم شارقہ کے مستشار دینی تھے وہ ہر مناسبت میں شیخ سے ملاقات کے لئے لے جاتے تھے، اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی آمد پر بھی

ان سے ملاقات ہوتی رہی۔

حضرت شیخ کا مکتوب گرامی، آپ کا ہر وقت یاد کرنا محبت کی علامت ہے:

مکرم ومحترم مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

اسی وقت آپ کا گرامی نامہ مؤرخہ ۱۸؍محرم، آج ۲۵؍کو بہت تاخیر سے پہونچا، آپ کے خط سے یہ معلوم ہوکر کہ میرا خط نہیں پہنچا قلق ہوا، خدا کرے کہ آپ کے خط لکھنے کے بعد پہونچ گیا ہو، کتاب پہونچ گئی تھی، مزاج اقدس بعافیت نہیں ہے بہت گڑبڑ چل رہی ہے، سردی کا اثر بہت ہوگیا ہے جس کی وجہ سے کھانے اوراستنجاء دونوں کا نظام گڑبڑ ہے، آپ کا ہر وقت یاد کرنا آپ کی محبت کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کو طرفین کے لیے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے، آپ سے ملاقات کو تو میرا بھی جی چاہتا ہے مگر میرے یہاں مشاغل ہمیشہ جذبات پر مقدم رہے ہیں، محض ملنے ملانے کے لیے سفر میرے یہاں دل کی مسرت سے زیادہ گرانی کا سبب ہوتا ہے، علی میاں کے سفر کی تفصیل تو اولاً مولوی سعید الرحمٰن صاحب کے خط سے، اور ثانیاً خود علی میاں کے خط سے معلوم ہوگئی تھی، ان کے جانے کے بعد سے آپ کا رنج فطری چیز ہے، آپ نے لکھا کہ ان کی آمد سے حرکت پیدا ہوئی، اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ حرکت مثمر ثمرات و برکات ہو، شیخ زاید بن سلطان آل نہیان مرحوم رئیس دولۃ الامارات سے عدم ملاقات کا علی میاں نے بھی قلق لکھا تھا،

آپ کے خط سے یہ معلوم ہوکر کہ مولوی سعید الرحمٰن صاحب کا بعد کا قیام مفید ثابت ہوا، بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے، مجھ ناکارہ کی شفقتیں کیا ہوئیں جن کا علی میاں نے آپ سے ذکر کیا اور آپ پر بڑا اثر ہوا؟ آپ کے نواسے(۱) کی ولادت موجبِ مسرت ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، علم وعمل، رشد وہدایت اور وسعت رزق کے ساتھ والدین کے ظل عاطفت میں عمر طبعی کو پہونچائے اور نام تجویز کرنا تو موقوف ہے اس کی ماں کے نام معلوم ہونے پر، زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ آپ دو چار نام لکھ دیں ان میں سے کوئی تجویز کر دوں گا، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ ایک شخص آپ سے بخاری پڑھنے آتے ہیں، خدا کرے آپ سے وہاں علم حدیث کا سلسلہ شروع ہو جائے، کتاب کی طباعت کے لیے بھی دل سے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ کو کوئی بہترین مکان مل جائے اور گھر والوں کو آپ بلا لیں تاکہ آپ کا جمود دور ہو جائے عبدالرحیم کا میرے پاس بھی عرصہ سے کوئی خط نہیں آیا، آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مؤتمر میں آنے کا ارادہ لکھا ،اللہ تعالیٰ پورا فرمائے، معلوم نہیں آپ کے مکان وغیرہ کی کیا صورت ہو رہی ہے، شیخ احمد کو میری طرف سے بہت بہت سلام فرماویں، اوجز کی طباعت کے بیچ میں لٹک جانے سے بہت قلق ہے، عزیز مولوی عبدالحفیظ صاحب آج کل آئے ہوئے ہیں، ان سے اصرار کر رہا ہوں کہ خود جا کر اوجز کو ناقص ہی لے

---

(۱) عزیز اسعد عالم مظاہری ندوی۔

آویں، کہیں اور چھپوالیں گے، آپ گھر خط لکھیں تو اہلیہ محترمہ کو بھی سلام لکھ دیں اور والدہ صاحبہ کو بھی۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ ۲۵ر محرم ۹۷ھ ۱۶ر جنوری ۷۷ء مدینہ طیبہ

اس علاقہ میں حدیث شریف کی نشر واشاعت کے لئے خصوصی دعا:

مکرم ومحترم جناب الحاج تقی الدین صاحب مد فیوضکم .... بعد سلام مسنون!

رات تمہارا محبت نامہ مؤرخہ ۳ر محرم ۱۵ر محرم کی شب پہونچا جو عبداللہ عباس لائے تھے اور سعدی نے اپنے لفافہ میں بھیجا، مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وقوت کے ساتھ تادیر زندہ سلامت رکھے اور تمہاری برکت سے وہاں حدیث کا سلسلہ جاری ہوجائے، میرے پاس آپ کا کوئی خط ایسا نہیں آتا جس کا جواب میں اہتمام سے نہ لکھواتا ہوں، علی میاںؒ کی روانگی کا حال مفصل اور وہاں کے قیام کا پورا حال مولوی سعید الرحمٰن کے خط سے معلوم ہوگیا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ علی میاںؒ کے بیانات سے وہاں بہت فائدہ ہوا، اللہ تعالیٰ علی میاںؒ کو صحت وقوت کے ساتھ تادیر زندہ سلامت رکھے کہ ان کی ذات سے ملک وملت کو بہت فائدہ ہورہا ہے۔

''الامام البخاری'' کا نسخہ بھی پہونچ گیا، آپ نے لکھا کہ حاضری کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ باحسن وجوہ ملاقات کرائے، آپ کے لئے تو دعائیں کرتا

رہتا ہوں، آپ نے لکھا کہ مولوی عبدالحفیظ کے دو خطوط ملے اور ان کی خیر وعافیت معلوم نہ ہوسکی، اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، مولوی عبدالحفیظ کو اللہ تعالیٰ صحت وقوت کے ساتھ تادیر زندہ سلامت رکھے، ان کے ابا جان تو سفر میں رہتے ہیں اور وہ اپنے والد کا اور چچا کا اور تائے کا سب کی بے گاریں بھگتتے ہیں، مدینہ طیبہ تو وہ بار بار حج کے بعد سے آنے کو لکھتے ہیں مگر آنا نہ ہوسکا، جناب صدیق محمد جعفری صاحب سے میرا بھی سلام کہہ دیں، یہ ناکارہ انکے لئے بھی دعا کرتا ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ ۵/۱/۷۷ء ۱۴/محرم الحرام ۱۳۹۷ھ مدینہ طیبہ

از حبیب اللہ بعد سلام مسنون درخواست دعا، خط لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ نے خطوط پر پتہ نہیں لکھا، جب خط لکھا کریں اپنا صندوق البرید ضرور لکھ دیا کریں۔

دارالمصنفین کے لئے رابطہ عالم اسلامی سے امداد:

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں وہاں حاضری کے موقع پر دارالمصنفین کی امداد کے لیے ایک درخواست دی تھی، جو منظور ہوگئی، وہ دارالمصنفین آ بھی گئی، اس پر جناب صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم کا یہ گرامی نامہ آیا:

برادر عزیز زندہ باد پایندہ باد!

آپ کے خط سے رابطہ اسلامیہ کی امداد کی خوشخبری ملی، آپ کی وجہ سے بڑا کام انجام پا گیا، آپ آئیں تو آپ کے اعزاز میں دھوم دھام کی دعوت ہوگی،

یہ رقم ہم لوگوں کی امیدوں سے کم ہے، ہم تو یک مشت بڑی رقم چاہتے تھے، ہر سال کی کارروائی میں مشکل ہوگی، بہر حال جو مل گیا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

آپ یہاں سے ایک درخواست لکھوا کر لے گئے تھے اور کہا تھا کہ مولانا علی میاں کی کوئی تحریر ہونی چاہیے وہ بھجوا رہا ہوں، درخواست کے ساتھ منسلک کرادیں، امید ہے کہ آپ کوئی بڑی رقم دلوائیں گے۔

آپ کی کتاب (۱) چھپ رہی ہے، ان شاء اللہ جلد ہی چھپ جائے گی، خدا کرے آپ ہر طرح مع الخیر ہوں، آپ کے خط کا انتظار رہے گا، آپ کے گذشتہ خط کا جواب دیا تھا ملا ہوگا۔ والسلام

صباح الدین عبدالرحمٰن
(ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ)

حضرت مولانا علی میاں کی ابوظبی دوسری مرتبہ آمد:

حضرت مولاناؒ کا دوسرا سفر ۱۹۷۹ء میں ابوظبی کی وزارۃ الإعلام کی طرف سے تھا، اور محاضرہ کا پروگرام ''النادی السیاحی'' میں رکھا گیا تھا۔

یہ خط حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے امارات وابوظبی کے ۱۹۷۹ء کا دوسرے سفر کے بعد کا ہے:

برادر مکرم مولانا تقی الدین صاحب............زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر وصحت ہوں گے، ہم لوگ بفضلہٖ تعالیٰ خیر وصحت

---

(۱) سیرت کے مصادر اولی۔

کے ساتھ ریاض ہوتے ہوئے سہ شنبہ ۳۰/جنوری کو مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور ایک ہفتہ قیام کے بعد کل ان شاء اللہ ۷/فروری کو مکہ مکرمہ وجدہ جانے کا قصد ہے، وہاں سے غالباً ۱۴، ۱۵/فروری کو قطر دوحہ جانا ہوگا اور ممکن ہے کہ شارقہ کا بھی دوروزہ پروگرام وہاں سے واپسی ہندوستان کے دوران رکھ لیا جائے لیکن یہ باتیں ابھی صرف تخمینی ہیں یقینی نہیں۔

امارات کے سفر میں آپ نے جس تعلق اور خیال کا ثبوت دیا اس سے آپ کی محبت اور تعلق خاطر کا پورا اظہار ہوتا ہے، آپ نے اپنے اوقات کا حرج کیا اور تکلیف اٹھائی لیکن چوں کہ آپ سے ایسا تعلق ہے کہ آپ کو ان باتوں سے روکنا صحیح نہ تھا، آپ کے ساتھ رہنے سے انس وتقویت حاصل ہوتی تھی اور پردیس پردیس نہیں معلوم ہوتا تھا، آپ کا ان محبتوں اور خاطروں پر بہت بہت شکریہ، اللہ تعالیٰ آپ کو بہت خوش رکھے۔

ریاض میں قیام بہت مختصر رہا، ٹھیک سے لوگوں سے ملاقات نہ ہوسکی، حضرت شیخ کی ناسازئ طبع کے خیال سے مدینہ طیبہ جلدی پہونچنے کا تقاضا تھا، چنانچہ صرف ڈھائی روز ریاض ٹھہر کر مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے، یہاں مواجہہ شریف پر اپنا اور اپنے تعلق والوں کا بہ شمول آپ کے سلام پیش کیا، حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی، الحمد للہ طبیعت پہلے سے بہتر ہے، آپ کا خط پیش کردیا، حضرت شیخ مدظلہ کو نسیان کا بھی عارضہ ہے، کبھی کبھی اس کا اظہار ہوجاتا ہے، امارات کے سفر کے تذکرہ میں کل آپ کو دریافت کرنے لگے،

ماموں جی مدظلہ نے آپ کی خیریت بتائی اور امارات کے سفر میں آپ نے جس محبت و تعلق کا ثبوت دیا اس کا تذکرہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ ان کا خط پیش کیا جا چکا ہے، حضرت کو کمزوری اور نیند کی شکایت عموماً رہتی ہے، اگرچہ حرم شریف میں بعض نمازوں میں جاتے ہیں، حضرت خاطر و شفقت حسب سابق فرماتے ہیں، البتہ کمزوری کے باعث مجلسوں کے اوقات کم رہ گئے ہیں، جعفری صاحب کے مدرسہ میں جو تقریر ہوئی تھی اس کا عربی نص ماموں جی مدظلہ نے دیکھ کر پاس کر دیا ہے، اس کو صاف کروا کر ہم آپ کو ان شاء اللہ جلد روانہ کر دیں گے تاکہ آپ جہاں مناسب سمجھیں دیدیں، الرائد میں بھی ان شاء اللہ شائع ہو جائے گا۔

آپ نے جن لوگوں کو شکریہ کے یا کسی یاد دہانی کے خطوط لکھنے کی یادداشت لکھائی تھی وہ محفوظ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہندوستان پہونچ کر تعمیل کی جائے گی۔

برادر محترم مولانا معین اللہ صاحب کے لڑکے عبید اللہ کے سلسلہ میں آپ نے جو مشورہ دیا ہے ہم نے مولانا معین اللہ صاحب کو لکھ دیا ہے، آپ تکلیف کر کے ان کے لیے ویزا بھجوانے کی فکر کر دیں، وہ اب کمپالا یوگنڈا پہونچ گئے ہوں گے اس لیے وہاں کے سفارت خانے کے نام ویزا بھجوا دیجئے۔

آپ نے اپنے محکمۂ قضا کے لیے جو دو تین نفر جن کے نام طلب کیے ہیں ان شاء اللہ ہندوستان پہونچ کر ان کی درخواستیں ارسال کروا دی

جائیں گی، خدا کرے آپ بکمال صحت وعافیت ہوں، دعاؤں میں یاد رکھئے، ہم لوگ بھی دعا کرتے ہیں۔

والسلام

محمد رابع حسنی ندوی

۹؍ربیع الاول ۹۹ھ، ۶؍فروری ۷۹ء

سفر امارات سے واپسی پر حضرت مولانا علی میاں کا گرامی نامہ:

عزیز گرامی مولوی تقی الدین ندوی صاحب.......... سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

ہم کو شرمندگی ہے کہ آپ سے رخصت ہوئے کئی دن ہوگئے اور آپ کو خط لکھنے کی نوبت نہ آئی، ریاض اور مدینہ منورہ میں سخت مصروفیت رہی، باوجود تقاضا کے آپ کو خط جلد نہ لکھ سکے اور گھر تو ہم نے ایک مختصر خط فجیرہ میں لکھوایا تھا، اس کے بعد نوبت نہ آئی، آپ نے ابوظبی کے قیام اور امارات کے اس سفر میں جیسی رفاقت ومحبت کا معاملہ کیا کہ اس کا دل پر بہت اثر ہے، حضرت شیخ سے بھی اس کا تذکرہ ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو اور برکت عطا فرمائے، آپ برابر یاد آتے رہے، آپ کی وجہ سے وہ سفر اور قیام بہت خوشگوار ہوگیا ورنہ ہماری طبیعت بہت جلد اکھڑ جاتی ہے اور تمدن اور دولت کے مرکزوں میں تو اور اکھڑی رہتی ہے، امید ہے کہ آپ نے ہمارا خط وزیر الاعلام کو پہونچادیا ہوگا ،عبدالغنی محمد نورولی ص ب ۲۹ جدہ پتہ پر خط لکھئے تو کچھ حال معلوم ہو، آپ کا خط شیخ کو پہونچنے پر امید ہے کہ جواب براہ راست پہونچے گا، عبیداللہ کے سلسلہ

میں جو بات ہوئی تھی امید ہے کہ آپ فکر کریں گے، قاضی صاحب اگر تشریف لے آئے ہوں تو ہمارا بہت بہت سلام اور بخیریت واپسی پر مبارکباد۔

والسلام

ابوالحسن علی

حضرت شیخ الحدیثؒ کا گرامی نامہ:

مکرم و محترم الحاج مولانا تقی الدین صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

دستی گرامی نامہ علی میاںؒ کے ذریعہ پہونچا اور کل سید آفتاب صاحب نے بھی آپ کا ٹیلیفون بتایا اس ناکارہ کی طبیعت روزافزوں خراب ہی ہوتی جارہی ہے، ضعف بہت زیادہ ہے، نمازیں بھی سب حجرہ ہی میں پڑھتا ہوں بھوک بالکل نہیں لگتی، نیند کا بھی یہی مسئلہ ہے، اکثر رات رات بھر نیند نہیں آتی جس کی وجہ سے دوران سر اکثر رہتا ہے، خط و کتابت بالکل بند ہے جو خطوط آتے ہیں عزیز حبیب اللہ کو کہہ دیتا ہوں کہ تو ہی لکھ دیا کر، اسی وجہ سے آپ کے جواب میں بھی تاخیر ہوئی آپ گھبرایا نہ کریں دعا سے آپ کے لئے بالکل دریغ نہیں کرتا، ''اوجز'' کے سلسلہ میں عزیز عبدالرحیم ایک ماہ سے قاہرہ گئے ہوئے ہیں، عزیز عبدالحفیظ ایک ہفتہ سے گئے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ جلد سے جلد اس کی طباعت کی تکمیل فرمائے، اپنے تمام متعلقین سے قاضی صاحب اور مولوی پاشا ندوی سے سلام مسنون کہہ دیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۲۷/۲/۷۹ء ۲۹/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مدینہ طیبہ

دکتورہ (پی ایچ ڈی) کے رسالہ کی تکمیل:

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ جامع ازہر نے اپنے قدیم نظام کے تحت میرے اوراق وشہادہ کا ماجستیر (ایم،اے) سے معادلہ کرلیا تھا،اس لئے دکتورہ فی الحدیث الشریف کی ازہر میں تسجیل ہوچکی تھی،میرا موضوع تھا"**کتاب الزھد الکبیر للامام بیھقی تحقیقه و التعلیق علیه**"اس پرکام ہندوستان میں کرکے ابوظبی آیا تھا۔

یہاں کوشش کرکے کام کی تکمیل کی،اس زمانے میں ابوظبی میں مکتبات بہت کم تھے،اس کے بعد یہاں المجمع الثقافی کا مکتبہ قائم کیا گیا،العین یونیورسٹی بنائی گئی اور ان کے ساتھ کئی مکتبات کا وجود ہوا،اس زمانے میں سنن ابن ماجہ کا نسخہ تلاش کرنے میں پریشانی ہوئی،مگر کسی طرح کام پورا ہوا،جب یہ رسالہ لے کر مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے حاضر ہوا،وہاں میرے مشرف ڈاکٹر مصطفیٰ امین تازی تھے،جو اصلاتو مغربی تھے مگر مصر میں آکر ان کا خاندان آباد ہوگیا تھا،حلوان میں ان کا مکان تھااور جامع ازہر میں بڑے استاد حدیث تھےاور دیندار تھے،آنکھوں کی روشنی کمزور ہوگئی چشمہ بھی نہیں لگتا تھا،مگر حافظہ بہت قوی تھا،اس رسالہ کو لے کران سے ملاقات کی وہ اس زمانے میں جامعہ ام القریٰ (مکہ یونیورسٹی) میں استاد حدیث ہو گئے تھےاور آخر میں وہیں ان کا انتقال ہوا اور مکہ مکرمہ میں تدفین عمل میں آئی، انہوں نے کہا کہ اپنی تحقیق وتعلیق سنایئے میں نے تین جگہ سے پڑھاان کو عبارت پسند آئی،حقیقت میں کام ناقص تھا، لیکن انہوں نے بہت اچھی رپورٹ جامعہ ازہر کے نام لکھی اور یہ کہ ان کے رسالہ کو محکمین کے نام تقسیم کردیں،اسی ماہ میں امتحان کی تاریخ مقرر کردیں، میں خود بھی قاہرہ آرہاہوں،چنانچہ مکہ مکرمہ ابوظبی واپس آکر پوری تیاری کر کے قاہرہ گیااور وہاں کے

قانون کے مطابق چند نسخے اپنے رسالے کے جامعہ ازہر کے حوالہ کئے اور مناقشہ (امتحان) کی تاریخ مقرر ہوگئی۔

دکتورہ کے رسالہ کا مناقشہ:

۲۳/جولائی ۱۹۷۶ء میرے موضوع کے لئے جامعہ ازہر سے تین جج مقرر کئے گئے تھے، ان میں ہمارے مشرف ڈاکٹر مصطفیٰ امین تازی اور دوسرے ڈاکٹر سید الحکیم اور تیسرے ڈاکٹر موسی لاشین شاہین تھے، قاعدہ کے مطابق اس کا اخبار میں بھی اعلان ہو گیا تھا، مجلس مناقشہ محمد عبدہ ہال ازہر میں منعقد ہوئی کافی طلبہ واساتذہ آئے تھے، ہمارے ہندوستانی لوگوں میں مولوی نذر الحفیظ ندوی اور مولوی عبدالنور مرحوم بھی تھے۔

اس ناچیز نے آدھ گھنٹے اپنے کام کی نوعیت واہمیت بیان کی، موضوع کا تعارف بہت بہترین اسلوب میں تیار کیا تھا، اس سے یہ لوگ متأثر ہوئے، اس کے بعد امتحان کے ڈاکٹر سید الحکیم نے سوالات شروع کیے یہ بڑے سنجیدہ اور حضرت مولانا علی میاں کی شخصیت سے متأثر اور مدینہ یونیورسٹی میں استاذ حدیث بھی رہ چکے تھے، انہوں پہلا فقرہ یہ فرمایا کہ جامعہ ازہر وندوۃ العلماء دونوں کو مبارک باد دیتا ہوں کہ یہ ندوی ڈاکٹریٹ کے حصول کی کوشش کررہا ہے اور چند سوالات کئے ان کے میں نے جوابات دیئے۔

لیکن جب ڈاکٹر موسیٰ لاشین کی باری آئی تو غصہ میں بھرے ہوئے تھے، اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ کوٹ پتلون میں تھے داڑھی صاف اور وہ استاذ حدیث ووکیل کلیۃ اصول الدین بھی تھے، میں نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی، بہر حال انہوں نے بہت سخت نقد کیا کہ یہ تصوف کی کتاب ہے نہ کہ حدیث کی، اس قابل ہے کہ اس کو جلا دیا

جائے، اس پر تالی بج گئی کہ دکتورہ گیا، مگر ہمارے ڈاکٹر مصطفیٰ امین تازی نے جواب دیا کہ آپ کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے، یہ کتاب حدیث کی بھی ہے، جامعہ ازہر نے اس کتاب کو حدیث کا موضوع بنایا، ان کو تحقیق وتعلیق کے لئے دیا، آپ کی ذمہ داری ہے کہ یہ بتائیں کہ یہ تحقیق سلیم ہے یا غیر سلیم، اس پر تائید کی تالیاں بجیں، حاصل یہ کہ آخر میں سکنڈ کلاس کی مجھے بالاجماع سند دی گئی، الحمدللہ علی ذلک۔

جامعہ ازہر سے ڈاکٹریٹ پر مبارک باد:

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے فرمایا کہ ڈاکٹریٹ کی سند بذل المجہود کا صدقہ ہے، مبارک ہو، ان شاء اللہ عرب ممالک کی یونیورسٹیوں میں تدریس کا موقع ملے گا، نیز اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی نے ایک خط تحریر فرمایا۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا گرامی نامہ:

برادر عزیز ومکرم مولانا تقی الدین صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ بلکہ نامۂ نوید موصول ہوا، اس کے موصول ہونے سے دو تین روز قبل عزیزی ابوسعد سلمہ نے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ الحمدللہ رسالۃ الدکتوراہ پر مناقشہ ہو گیا اور کامیاب رہا، آپ کے عنایت نامہ سے تفصیل معلوم ہوئی، الحمدللہ آپ کی محنت کی قدردانی ہوئی اور آپ اس مرحلہ سے بخیر و خوشی فارغ ہو گئے، اس کی بہت بہت مبارکباد قبول کیجئے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کی محنت اور اس کے اس تحفۂ ظاہری سے دین وامت کو نفع پہونچے گا، اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ سے زیادہ مفید ومثمر بنائے، پہلے آپ فضیلۃ الشیخ تھے، اب ماشاء اللہ فضیلۃ الدکتور الشیخ ہیں، اللہ تعالیٰ مبارک کرے، آپ کے سب ہی تعلق والے مبارکباد دے رہے ہیں۔

آپ نے اپنے خط میں اگر چہ شروع رمضان میں آنے کو لکھا ہے اور شروع رمضان اب قریب ہی ہے، لیکن ہم نے یہ چاہا کہ اس کا انتظار بھی کیوں کریں، مبارکباد دینے میں تاخیر مناسب نہیں، ان شاء اللہ ملاقات پر اطمینان وتفصیل سے سنیں گے، مناقشہ میں معارضانہ رخ اختیار کرنے والے استاذ غالباً تصوف کے مخالف ہیں، اسی لئے انہوں نے یہ طرز اختیار کیا، لیکن محنت اور فن حدیث میں آپ کی واقفیت کو تو انہوں نے بھی سراہا ہوگا۔

ماموں جی مدظلہ اور تمام اہل تعلق الحمدللہ اچھے ہیں اور سب کو اس خبر سے خوشی ہوئی، دکتور ابراہیم نجیب کا کوئی خط یہاں نہیں پہونچا تھا، ورنہ ان کو نصاب ضرور بھیج دیا جاتا، بہرحال اب بھجوانے کی فکر کرتے ہیں۔

ابوسعد سلمہ نے تخصص ادب کا سندی امتحان دے دیا ہے، ابھی نتیجہ نہیں نکلا ہے لیکن اندازہ ان شاء اللہ ان کی نمایاں کامیابی کا ہے، وہاں جو اہل تعلق ہیں ان کو ہمارا اسلام عرض کر دیجئے، خاص طور پر شیخ احمد عبدالعزیز آل مبارک اور شیخ عبداللہ محمود صاحبان کو۔ والسلام

دعا گو و دعا جو: محمد رابع حسنی ندوی

۲۵ر شعبان ۹۶ھ ۲۱ر اگست ۱۹۷۶ء

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تقرری:

اس ناچیز کا حج کے موقع پر مدینہ منورہ کا سفر ہوا تھا، شیخ عبدالمحسن عباد جو اس وقت جامعہ اسلامیہ کے نائب رئیس تھے، ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی درخواست مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کے لیے دے دیں ہمیں آپ کی ضرورت ہے، ہم آپ کو جامعہ اسلامیہ میں بحیثیت مدرس حدیث شریف تعیین کریں گے انکی طرف سے جو خط و کتابت ہوئی ان خطوط کے فوٹو یہ ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرة الاخ المكرم د / تقي الدين الندوي حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ، وبعد :-

إشارة الى كتابكم المؤرخ في ٧/٥/١٣٩٧هـ بشأن رغبتكم في العمل في حقل التدريس بالجامعة ، نأمل الاحاطة بأنه لامانع لدينا مبدئيا من تحقيق رغبتكم ؛ [illegible] لمؤهلاتكم العلمية وشهادات خبرتكم العملية موثقة من وزارة الخارجيه والسفارة السعودية في الدول الصادرة منها هذه الشهادات مع تقرير طبي موقع من طبيبين حكوميين بلياقتكم الصحية للعمل بالجامعة .

وسيتم اخطاركم بالراتب الذي يتقرر على ضوء مايصلنا منكم من مستندات .

والله الموفق

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته ،،،،،

نائب رئيس الجامعة الاسلامية

عبد المحسن بن حمد العباد

(المهيلان)

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
الجامعة الإسلامية
بالمدينة المنورة
الموظفين

الرقم: ١/٥/٤٧/٧١٤٨
التاريخ: ٦/٨/١٣٩٧
المرفقات: ...

حضرة الأخ المكرم فضيلة الدكتور تقي الدين الهلالي حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، وبعد،

إشارة الى كتابكم المؤرخ ٢٣/٧/١٣٩٧ هـ المشفوع بصور مؤهلاتكم العلمية والعملية ورغبتكم في العمل بالجامعة الإسلامية.

نأمل الإحاطة بأنه بفحص مؤهلاتكم المقدمة منكم في هذا الشأن فأن الراتب الشهري الذي يستحق بناء عليها قدره ٣٦٠٠ ريال الى جانب بدل سكن سنوي قدره ١٥٠٠٠ خمسة عشر ألف ريال بالإضافة الى ٧٥٠٠ ريال بدل تأثيث تصرف لكم مرة واحدة عند التعاقد، رأينا إيضاحه لتكونوا على بينه، وفي انتظار إجابتكم لاتخاذ اللازم لاستقدامكم عقب عيد الفطر إن شاء الله. والله يوفقكم.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته...

نائب رئيس الجامعة الإسلامية

عبد المحسن بن حمد العباد

النبوي.

۱۹۷۷ء میں درخواست بھیجی، ان کا جواب موافقت کا آیا، یہاں سے میڈیکل وغیرہ سب کرا کے بالکل جانے کی تیاری کررہا تھا، مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے رجوع کرنے کی ضروری تھی، حضرت کا جواب آیا۔

حضرت شیخ الحدیث کا گرامی نامہ:

مکرم محترم مولانا تقی الدین صاحب .... بعد سلام مسنون!

اسی وقت عین انتظار میں عزیز شاہد نے تمہارا خط دیا، مجھے آپ کے خط کا شدت سے انتظار تھا، اگر عزیز شاہد کا ویزہ سعودی سے آجاتا تو میں اس کو اپنے ساتھ ہی لے کر آتا، اب اس کو آپ کے ویزہ کے بعد آنا ہوگا، اکیلے آئے گا تو دقت ہوگی اور دیر بھی لگے گی اس لئے کہ وہاں کا ویزہ ملنے میں ممکن ہے تاخیر ہو جائے، اس لئے میری خواہش تو یہ تھی اس کو اپنے ساتھ لاتا۔

میں بہت بیمار ہوں، زندہ رہا تو مدینہ پہونچ جاؤں گا، تم اگلا خط وہیں سے لکھنا، سنا جارہا ہے کہ مدرسہ علوم شرعیہ وغیرہ گرایا جارہا ہے، اللہ ہی رحم فرمائے میرا پوسٹ باکس نمبر ۱۰۱۱ رہے، میری ڈاک وہاں بہت اکٹھی ہوگئی ہوگی، جو حبیب اللہ کے پاس ہے اور وہ بہت مغفل ہے، مدینہ منورہ میں قیام کی ابھی میری رائے نہیں ہے کہ وہاں تعصب ہورہا ہے، لامع کے بارے میں تمھاری رائے بالکل ٹھیک ہے، مگر عبدالحفیظ بہت مشغول ہے، تم اس مضمون کی نقل میرے پاس مدینہ بھیج دو، میں وہاں پہونچ کر یاددہانی کراؤں گا۔

عزیز شاہد بھیج دے گا، خدا کرے میری کتابوں کے اشتہار کی تقریب

ہوگئی ہوگی (۱)۔

تم نے اپنے حالات جو لکھے اس سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ استقامت وترقیات سے نوازے، اس سے بھی بہت مسرت ہوئی کہ حج کے بعد سے قلب میں یکسوئی پیدا ہوگئی ہے، عزیزان مولوی عاقل وسلمان وطلحہ یہیں موجود ہیں، سلام مسنون لکھواتے ہیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

بقلم شاہد غفرلہ ۱۵ رنومبر ۱۹۸۰ء ۷ رمحرم الحرام ۱۴۰۱ھ

اس ناچیز نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اپنی تقرری کا حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کو لکھ کر مشورہ مانگا حضرت نے جواب تحریر فرمایا آپ کی تقرری سے مسرت ہوئی مگر وہاں جانے کی رائے نہیں ہے، یہاں ابوظبی میں آپ کو استقرار ہے، شیخ احمد آپ کا خیال کرتے ہیں۔

العین یونیورسٹی میں مستقل تدریس کی خدمت:

مدینہ یونیورسٹی کی کلیۃ الآداب میں بحیثیت مدرس کے میری تقرری ہوگئی تھی، مگر وہاں جانے میں مجھے تردد تھا۔

اسی زمانہ میں ایک خواب دیکھا کہ کسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہے اور لوگ بہت کثرت سے موجود ہیں، دو بڑے بڑے وزیر بھی ہیں لیکن دور ہیں، اس کی تفصیل حضرت شیخ الحدیثؒ کو لکھ کر بھیجی تھی جس کا جواب یہ آیا، ''یا کسی صاحب سنت بزرگ کا

(۱) عربی زبان میں ایک کتابچہ بعنوان ''علماء الحدیث بالہند'' لکھا تھا، جس میں کتابوں کا تعارف تھا، وہ عربی زبان میں شائع ہوگیا تھا۔

انتقال ہو جائے گا یا اس ملک میں اللہ تعالیٰ آپ سے حدیث پاک کی نشر و اشاعت کا کام لے گا۔

۱۹۷۷ء میں العین یونیورسٹی کا قیام عمل میں آ گیا تھا، حدیث شریف کے سلسلہ میں اس ناچیز کی شہرت ہو چکی تھی، اس لئے یونیورسٹی والوں نے پڑھانے کی دعوت دی، مگر اس سال نہیں جا سکتا تھا، دوسرے سال پہلی فصل میں یہ طے ہوا کہ ہفتہ میں دو دن پڑھایا کروں، چنانچہ ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء تین سال تک محکمہ شرعیہ میں اپنی ملازمت رکھتے ہوئے دو دن العین پڑھانے جاتا تھا، مگر کچھ حالات ایسے پیدا ہوئے کہ مجھے جامعہ میں منتقل ہونا ضروری معلوم ہوا، کہ میرا اصل میدان تدریس ہے، الحمدللہ ۱/۹/۱۹۸۲ء سے جامعہ میں مستقل منتقل ہو گیا۔

یونیورسٹی میں تدریس کے لئے مجھے پوری تیاری کرنی پڑتی تھی، جو بات بیان کی جائے ان کے حوالے اور یہ کہ ان کی بہترین عربی میں تشریح ہو جائے، الحمدللہ اس میں کامیابی ہوئی، جامعہ کے نظام کے مطابق طلبہ سے رازدارانہ طریقہ پر اساتذہ کی تدریس وغیرہ کے بارے میں رائے معلوم کی جاتی ہے، یہ درحقیقت امریکی نظام ہے، الحمدللہ ان میں بھی طلبہ کی سرّی رپورٹ میں مجھے درجہ امتیاز دیا گیا، اس طرح بڑی تعداد کو پڑھانے کا موقع میسر آیا اور مجھے مختلف کتابوں کو دیکھنے و مطالعہ کا موقع ملا، خاص طور سے قدماء کی کتابیں نئی نئی تحقیق سے طبع ہو کر آ رہی تھیں، ان سے تعارف ہوا، اور استفادہ کا موقع ملا اور مختلف دکاترہ و اساتذہ جامع ازہر اور دیگر یونیورسٹیوں سے آتے تھے ان سے استفادہ و تبادلہ خیال کا موقع ملتا تھا۔

جامعہ منتقل ہونے سے پہلے میری کتاب الامام بخاری کا جدید اڈیشن اور علم

رجال الحدیث بھی طبع ہو کر آ گئی تھی، علم رجال الحدیث یہ فن اسماء الرجال کے نام سے اردو میں شائع ہو چکی تھی مگر عربی میں اس میں کافی اضافہ کیا ہے۔

یونیورسٹی میں پڑھانے کے سلسلہ پر مبارک باد:

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون!

تمہارا ایک پرانا خط ڈاک سے بہت دیر میں پہنچا اور دوسرا خط مولوی عبدالحفیظ صاحب لائے، سب سے پہلے تو تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ شاہد کے سفر کے سلسلہ میں تم نے بہت تکلیف اٹھائی، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ یونیورسٹی میں پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، عزیز ابوسعد کے لڑکے کے انتقال کی خبر سے بہت قلق ہوا، اللہ تعالیٰ ذخیرۂ آخرت بنائے اور نعم البدل عطا فرمائے، میرے پیارے! جو آیا ہے جانے ہی کے واسطے آیا ہے، صاحبِ نصیب ہے وہ شخص جو جانے والوں سے عبرت حاصل کرے اور اپنے لئے کچھ تیاری کرے۔

اللہ کرے کہ آپ کی مساعی سے ''لامع'' کے دوسو نسخے کی خریداری کی تکمیل جلد فرمادے، اور آپ کی مساعی سے یہ شروح حدیث وہاں خوب پھیل جائیں (۱)، اپنے جملہ متعلقین اور اعزہ سے سلام مسنون فرمادیں، میری طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے، خط کا سننا اور لکھوانا بہت دشوار ہے ؎

نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں عجب حالت ہماری ہے

بہت سے امراض لاحق ہو رہے ہیں، بالخصوص نیند کا نہ آنا بھوک کا نہ لگنا،

---

(۱) الحمدللہ حضرت والا کی دعا کے برکات ظاہر ہیں۔

تمہارے دوسرے خط سے یہ معلوم ہوا کہ عزیز ان وقت پر پہنچ گئے، بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین اجر عطا فرمائے، یہ صحیح ہے کہ مدرسہ مظاہر علوم بہت غیر معروف ہے، کئی سال پہلے یہ طے ہوا تھا کہ مدرسہ کا کوئی وفد ابوظبی جائے مگر میں نے ہی انکار کر دیا تھا کہ کوئی ایسا شخص جائے جو اچھی طرح تعارف کرا سکے۔

خدا کرے کہ تمہاری کتاب ''الزہد الکبیر'' جلد طباعت سے آراستہ ہو جائے، تم نے عرصہ ہوا ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ میری کتابوں کا تعارف چھاپ رہے ہیں، معلوم نہیں وہ مضمون لکھا گیا(۱) یا نہیں، مدرسہ مظاہر علوم کا تعارف تو تمہارے ہی ذریعہ سے ہوسکتا ہے، دیوبند کے حالات تو آج کل بڑے خراب ہو رہے ہیں، خانہ جنگی میں سب مبتلا ہیں، تم سے بھی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بڑوں کی یادگاروں کو مکروہات سے محفوظ فرمائے، اللہ تعالیٰ تمہیں مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ ۲؍مارچ ۸۱ء ۲۵؍ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مدینہ طیبہ

قاہرہ سے ابوظبی واپسی:

قاہرہ میں میرا قیام پی ایچ ڈی کے سلسلے میں تقریباً ایک ماہ رہا، میرا رسالہ دکتورہ ۳؍ججوں کے پاس پڑھنے کے لیے بھیجا گیا، اس لیے اس کا انتظار تھا، الحمد للہ

(۱) مظاہر علوم'' یہ تعارفی کتابچہ تھا، جو عربی میں طبع کیا گیا۔

بہت جلد وہ لوگ فارغ ہو گئے اور میرا ایک مہینہ میں امتحان بھی ہو گیا، لیکن جب قاہرہ سے واپس آیا تو مجھے ابوظبی میں قیام کی بڑی مشکل پیش آئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ڈاکٹریٹ کی سند کی بنا پر مجھے مکان بھی مل گیا، اور جو سہولتیں قانوناً ممکن تھیں ان میں شیخ احمد نے کوئی کمی نہیں کی، مگر محکمہ کے کئی قضاۃ اور مستشار میں ایک طرح کا حسد پیدا ہو گیا تھا، انہوں نے شیخ سے شکایتیں بھی شروع کیں، ایک مؤتمر میں شیخ احمد کو شرکت کرنی تھی، انہوں نے ایک موضوع پر ایک سوڈانی مستشار کو مقالہ لکھنے کا حکم دیا، ان کے لکھنے کے بعد مجھے دیکھنے کے لئے دیا تھا، میں نے دیکھا کہ وہ صاحب مجھ سے بہت ناراض ہیں، یہ معلوم ہوا کہ ان صاحب نے شیخ احمد صاحب سے یہ شکایت کی کہ شیخ تقی الدین ندوی نے یہاں کئی بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات پیدا کر لئے ہیں، چنانچہ اس زمانے میں یہ خصوصی حکم آیا کہ تمام قضاۃ کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا جائے، سب کا اضافہ ہوا، سوائے میری تنخواہ کے کہ یہ مستشار ہیں قاضی نہیں ہیں، جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے شیخ سے شکایت کی انہوں نے اپنے مدیر کو خط لکھنے کے لئے کہا کہ ان کی تنخواہ بھی بڑھائی جائے، مگر اس نے اس پر عمل نہیں کیا، اللہ کی شان ابوظبی حکومت کے ایک اہم ذمہ دار جو ایک سوڈانی تھے، ان کو مجھ سے اعتقاد پیدا ہو گیا تھا، ان کا فون آیا کہ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، مجھے خیال ہوا کہ اگر یہ میرے آفس میں آئیں گے تو شور ہو جائے گا، چنانچہ میں نے خود ہی ان کے آفس میں جا کر ملاقات کی، ان سے عرض کیا کہ مجھ پر یہ ظلم ہوا ہے، انہوں نے فرمایا آپ کا قانونی حق ہے کسی لیٹر کی ضرورت نہیں، چنانچہ ان کی کوشش سے ۱۸ر ہزار درہم جو حق تھا وہ منظور ہو کر میرے پاس آ گیا، اور میری پوسٹ کو قاضی (جج) اور

ایڈوائزر لکھوادیا، اس کی اطلاع محکمہ کو کردی گئی، اس واقعہ کو لوگوں نے غلط شکل میں شیخ احمد کے سامنے پیش کیا اس لئے وہ ناراض تھے، اللہ کے فضل سے جب ان شیخ سوڈانی کے مقالہ کو پڑھنے کا موقع ملا تو ۱۲/ جگہ اغلاط پکڑے اور تحریر لکھ کر شیخ احمد کو دی اس پر بہت خوش ہوئے، انہوں نے کہا کہ آپ نے اپنی تنخواہ کے اضافے کا کام بالا بالا کرایا مجھ سے کیوں نہیں ذکر کیا، میں نے تفصیل سنائی اس پر وہ خوش ہوگئے۔

محکمہ ابوظبی میں میرے لئے ایک اور ابتلاء:

شیخ احمد سے وہاں کے ایک مقامی قاضی سے اختلافات پیدا ہوگئے، انہوں نے ایک دن اس ناچیز سے فرمایا کہ امارت شمالیہ کے فلاں بڑے قاضی نے سب ججوں کی دعوت کی ہے اور آپ بھی مدعو ہیں، چنانچہ جمعہ کے دن وہ مجھ کو لے کر گئے، اور واپس آنے کے بعد انہوں نے شیخ احمد کے سکریٹری سے اس سفر کا تذکرہ کردیا، میرے ان صاحب کے ساتھ جانے سے شیخ کو گرانی ہوئی، جب میں نے شیخ سے ملاقات کی تو ناگواری کے آثار تھے، انہوں نے فرمایا اب آپ دکتور ہوگئے ہیں، کوئی جگہ تلاش کر لیں، ابوظبی کے وزیر الاوقاف سے میرے تعلقات ہوگئے تھے یہ ناچیز وزیر اوقاف کے پاس گیا، انہوں نے کہا کہ ہم تراث السنة کی تحقیق وتعلیق کا کام آپ سے لیں گے اور مشروع الجامع الکبیر للسیوطی پر کام کے لئے کمیٹی نے طے کیا ہے کہ آپ سے یہ کام لیا جائے گا، اور تنخواہ وغیرہ محکمہ سے اچھی دی جائے گی، بشرطیکہ شیخ احمد موافق ہوں، چنانچہ انہوں نے اپنے نائب ڈاکٹر محمد جمعہ سالم کو بھیجا انہوں نے شیخ احمد سے گفتگو کی کہ شیخ تقی الدین کو ہم لینا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی طرح تیار نہیں ہوئے، ان سے فرمایا کہ میں ان کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں، کہیں جانے نہیں دوں گا بلا شبہ انہوں نے اپنے

مکان کے ایک حصہ میں میرا قیام تجویز کیا تھا کھانا اور ناشتہ ساتھ کرتے تھے اسفار میں بھی ساتھ رکھتے تھے، اس کے بعد حکومت کی طرف سے الحمد للہ مجھے سرکاری مکان مل گیا۔

خطابت وامامت کی ذمہ داری:

شیخ احمد نے وزارۃ الاوقاف کو خط لکھا کہ ڈاکٹر ندوی کو ہماری مسجد میں خطیب کا بھی وظیفہ دیا جائے، چنانچہ خطیب کا ماہانہ مکافاۃ مقرر ہوگیا، اس کے ساتھ جامعۃ الامارات کا جو ابھی نئی نئی قائم ہوئی تھی اس کے رئیس القسم نے مجھ تک یہ پیغام پہونچوایا کہ جامعہ میں جگہ خالی ہے، چنانچہ ان سے ملاقات ہوئی اور یہ طے ہوا کہ ہفتہ میں دو دن پڑھائیں گے، مجھے بھی اندازہ لگانا تھا کہ کہاں تک میں عربی زبان میں تدریس پر کامیاب ہوسکتا ہوں، چنانچہ انہوں نے شیخ احمد کے نام خط لکھ کر یونیورسٹی میں اس ناچیز کو پڑھانے کے لیے طلب کیا، شیخ نے اس پر موافقت کرلی، اس طرح دو دن یونیورسٹی میں پڑھانے کا مسئلہ طے ہوگیا، اس کی تنخواہ بھی مقرر ہوگئی، اس کے لئے امامت کو چھوڑنا پڑا۔

ابوظبی ریڈیو وٹی وی کے پروگرام میں شرکت:

ابوظبی اردو ریڈیو سروس کے اصرار پر دو سال تک رمضان المبارک میں یومیہ ۵/منٹ کا بیان طے ہوا، رمضان المبارک کے علاوہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ یہ بیان رہے گا، مگر طبیعت اس پر منشرح نہ تھی، اس لئے اس کو ترک کردیا، عربی سروس والے نے بھی کئی مرتبہ دبئی اور ابوظبی ریڈیو اور ٹی وی پر دعوت دی مگر اس میں بہت کم شرکت کی، اس طرح مجھے محکمہ شرعیہ کے ان دو جگہوں سے الاؤنس بھی ملتا تھا، میری تنخواہ سب ججوں سے زیادہ ہوگئی تھی۔

العین یونیورسٹی میں پڑھانے کا آغاز:

۱۱/۹/۷ے۱۹ء کو العین یونیورسٹی میں دو دن مجھے پڑھانے کی دعوت دی گئی، اس میں یہ ناچیز اپنی محکمہ کی ملازمت کو برقرار رکھنا چاہتا تھا، اس لئے ضرورت تھی کہ محکمہ شرعیہ کے صدر بھی میری درخواست کو منظور کرلیں، حسب قانون دو سیٹوں پر ملازمت نہیں کی جاسکتی، اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کو دعا کے لئے خط لکھا تو اس کا جواب حسب ذیل آیا۔

مکرم ومحترم مولانا تقی الدین صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ مؤرخہ ۲۱/فروری ۴/مارچ کو ملا، میری طبیعت مسلسل خراب ہی چل رہی ہے، اس سے مسرت ہوئی کہ میرے دونوں خط پہونچ گئے، اس سے قلق ہوا کہ شیخ احمد زادمجدہم کی طبیعت ناساز ہے، اللہ تعالیٰ صحت عاجلہ کاملہ مستمرہ عطافرمائے، اگر خط لکھیں تو واپسی پر عیادت فرمادیں اور دعا کے لیے کہہ دیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا خواب بہت مبارک ہے، میرے متعلق جو آپ نے دیکھا وہ تو آپ کی محبت اور حسن ظن کا ثمرہ ہے، وہ عورت جس کو آپ نے ہلاک کردیا وہ دنیا ہے اگر اس کو ہلاک نہ کرتے خادمہ بنالیتے تو زیادہ کارآمد ہوتی، پردہ کے باہر جوڑراؤنے جانور دیکھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام ہے کہ آپ تک پہونچنے میں بہت سے حفاظتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

اس سے بھی مسرت ہوئی کہ مکان کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ دستخط ہوگئے ہوں گے، خدا کرے کہ شیخ احمد نے یونیورسٹی میں جانے کی موافقت کردی ہوگی، میں دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے لئے تدریسی

میدان کو آسان فرمائے، آپ نے لکھا کہ میں یونیورسٹی میں شیخ احمد کا مندوب بن کر رہوں گا اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، یونیورسٹی کی ملازمت تو مستقل ہے پھر مندوب بننے کا کیا مطلب؟

میری طرف سے تو ''اوجز'' کی قیمت میں کوئی رائے زنی مشکل ہے جب کہ عبدالحفیظ چھپوار ہا ہے میرے نزدیک تو آپ کی رائے بالکل صحیح ہے مگر اس کا فیصلہ خود عبدالحفیظ کر سکتا ہے مگر وہ آج کل عزیز مولوی زبیر الحسن سلمہ کو ہندوستان پہونچانے گیا ہوا ہے اس لئے کہ عزیز زبیر مولانا انعام صاحبؒ کے ساتھ واپس نہیں گیا تھا اور عبدالحفیظ نے دہلی پہونچانے کا وعدہ کرلیا تھا وہ یکم مارچ کو دہلی پہونچ گئے، عزیز عبدالحفیظ ایک دن دہلی ٹھہر کر بنگلور، بمبئی وغیرہ جائے گا اور پھر پاکستان آئے گا، آپ کا یہ خط عبدالحفیظ کے ملاحظہ کے لئے محفوظ کروادیا ہے۔

آپ کی کتاب امام ابوداود خدا کرے جلد چھپ جائے، آپ کے اس لفظ سے تعجب ہوا کہ اس کی طباعت کا فکر ہے، کیا ابوظبی میں بھی طباعت کا فکر ہوسکتا ہے، اس سے قلق ہوا کہ گھر سے جو خط آیا اس میں مکان کے قریب نہر نکالنے کی تجویز ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے شر سے محفوظ رکھے، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ ایس پی کا جواب اطمینان بخش آیا ہے۔

آپ کی بڑی اماں کی صحت کے لئے بھی دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے، آپ نے بہت اچھا کیا کہ ان کے علاج کے لئے حاجی علاء الدین پر تحویل کر دی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا

فرمائے صلہ رحمی کا تو بہت اجر ہے۔

اپنے بھائی زبیر کو بھی میرا سلام مسنون کہہ دیں، میری یاد آنا تمہاری محبت کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری اس محبت کو طرفین کے لئے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے، معمولات کی پابندی سے بھی مسرت ہے اللہ تعالیٰ استقامت وترقیات سے نوازے، میرے کاتبین مولوی اسماعیل، حبیب اللہ تو ہیں، اس وقت صوفی اقبال بھی بیٹھے ہیں سلام مسنون لکھواتے ہیں اور آپ کے لئے دعا گو ہیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ ۴/مارچ ۱۹۷۸ء ۲۴/ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مدینہ منورہ

فیصل آباد پاکستان میں حضرت شیخ الحدیث کا رمضان المبارک:

۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء مفتی زین العابدین صاحبؒ جو حضرت شیخ کے اہم خلفاء میں تھے ان کا اور پاکستانی اہل تعلق کا عرصہ سے اصرار تھا کہ حضرت والا ایک رمضان المبارک فیصل آباد میں جناب مفتی صاحب کے مدرسہ میں گزاریں، حضرت تشریف لے گئے، وہاں رمضان المبارک گزارا، مسجد میں کافی حضرات نے اعتکاف کیا اور ہزاروں افراد بیعت سے مشرف ہوئے۔

فیصل آباد کا سفر:

یہ ناچیز بھی ہندوستان کے راستہ سے وہاں رمضان المبارک گزارنے کے لئے روانہ ہوا، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ اوران کے ہمراہ مولانا عبدالعظیم ندوی صاحبزادے بھی تھے، ہمارا ان حضرات کا نظام الدین دہلی سے ساتھ ہوگیا، حضرت

مولانا انعام الحسن صاحبؒ اوران کے قافلے سے بھی بارڈر پر ملاقات ہوگئی وہ حضرات بھی پاکستان جارہے تھے، جو صاحب کسٹم کرانے آئے تھے انہوں نے کہا کہ حضرت جی کے لوگوں سے فارغ ہوکر آتا ہوں، تو آپ کی مدد کروں گا، مگر الحمدللہ ہمارا کام ان سے پہلے ہوگیا، وہاں پاکستان کے حدود میں ہم پہونچے، پاکستانی کسٹم والے نے انگریزی میں بات شروع کی مجھے انگریزی آتی نہیں تھی، میں نے کہا کہ تمہارے یہاں سے ابھی انگریز گیا کہ نہیں؟ اس کے بعد فارغ ہوکر ہم لوگ فیصل آباد حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پہونچے، جہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا، اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات ہوئی، اوراعتکاف کیا، اس وقت مولانا طارق جمیل صاحب وہاں طالب علم تھے، ان کو ہماری خدمت پر مامور کیا گیا، یہ بات خود انہوں نے دبئی ملاقات پر یاد دلائی، فیصل آباد میں حکیم اشرف صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، اور رمضان المبارک کی وجہ سے کہیں آنا جانا نہ ہوسکا، البتہ مولانا امین احسن اصلاحی سے ملاقات کے لئے لاہور جانا ہوا کیوں کہ ان سے ہم لوگوں کا ان کے خاندان ورشتہ داریوں سے بھی تعلق ہے اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں ملاقات کے بعد جب ان سے تعارف کرایا تو اعظم گڑھ کے ہونے کی وجہ سے بہت خوش ہوئے، اس کے بعد ہم واپس فیصل آباد آگئے، رمضان المبارک میں واپسی ہوئی عید کے بعد مجھے ابوظبی واپس جانا تھا۔

کتاب الامام مالک کی تالیف پرخوشی ومسرت کا گرامی نامہ:

مکرم ومحترم مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ مؤرخہ ۱۸؍صفر ۱۵ھ کو پہونچا آپ کا پہلا گرامی نامہ آیا تھا

ہمروز اس کا جواب لکھ چکا تھا تعجب ہے کہ آپ تک نہیں پہونچا، مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ آئندہ بھی صحت وعافیت کے ساتھ رکھے، میری یاد کثرت سے آنا تو آپ کی محبت کی علامت ہے۔

علی میاں ۵/جنوری کو یہاں آئے تھے اور ۷/کو مکہ مکرمہ گئے تھے اور ۱۶/جنوری کو پھر مدینہ طیبہ واپس آئے تھے، اور چند روز قیام کے بعد ۲۱/جنوری کو براہ جدہ ریاض تشریف لے گئے تھے اور پیر کے دن ان کا ٹیلیفون آیا تھا، میں نے ان سے ریاض جاتے ہوئے پوچھا تھا کہ واپسی تو ادھر کو ہی ہوگی تو انہوں نے کہا کہ نہیں، ریاض سے سیدھا بمبئی جانا ہے اب تو وہ بمبئی پہونچ گئے ہونگے۔

شیخ احمد کی مسلسل بیماری سے قلق ہے، میری طرف سے سلام مسنون کے بعد عیادت کر دیں اور یہ کہ میں آپ کی صحت وقوت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں، آپ نے شیخ احمد کی فرمائش پر ''امام مالک'' تصنیف فرمایا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے، امام ابوداود پر جو کتاب آپ نے لکھی ہے اللہ تعالیٰ اس کی طباعت کا بھی جلد انتظام فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کوئی درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری فرمائے۔

معمولات کی پابندی سے اور بھی مسرت ہے اللہ تعالیٰ استقامت اور ترقیات سے نوازے، آپ تو ماشاء اللہ محدث ہیں، حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہر وقت ایک حالت نہیں رہتی۔

اپنے چھوٹے بھائی سے میرا سلام بھی فرمادیں، اس کے لئے دل سے

دعا کرتا ہوں، بڑے صاحبزادے (بدر عالم سلمہ) کی شادی کا ارادہ آپ نے کیا، ضرور کرنا چاہئے، جگہ کی تعیین کے لئے استخارہ مسنونہ کرتے رہیں، آپ نے بہت اچھا کیا کہ مولانا بنوریؒ پر مقالہ ''بینات'' اور ''خدام الدین'' کو ارسال کردیا، آپ کے لئے اور جملہ متعلقین کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ ۱۶/۲/۱۳۹۸ھ ۱۲/جنوری ۱۹۷۸ء مدینہ طیبہ

از حبیب اللہ بعد سلام مسنون، درخواست دعا، عزیزان مولوی زبیر، مولوی اسماعیل اور عزیز ابوالحسن میرے پاس ہیں سب کی طرف سے سلام مسنون۔

بعد سلام مسنون !

آپ کا گرامی نامہ اسی وقت پہونچا، میری طبیعت بدستور خراب ہے بلکہ روز افزوں، پہلے آپ کے تین خطوط کے جواب بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں خدا کرے کہ مل گیا ہو، یہ بھی بخار کی حالت میں پڑے پڑے لکھوا رہا ہوں، عزیز مولوی طلحہ ابھی نہیں آیا شاید تین چار ماہ کے بعد اپنی والدہ کے ساتھ آسکیں ابھی تک ان کو ویزا نہیں مل سکا ہے، اپنے گھر والوں سے بھی سلام مسنون فرمادیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ ۱۶/ذی الحجہ ۹۸ھ ۱۷/نومبر ۱۹۷۸ء مدینہ طیبہ

کتاب امام ابوداود کی تکمیل پر ایک گرامی نامہ:

مکرم ومحترم مدفیوضکم !بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ پہونچا، اس ناکارہ کی طبیعت کئی ماہ سے شدت سے خراب ہے، صاحب فراش ہوں خطوط کا سننا اور جواب لکھوانا بہت ہی مشکل ہے، بڑی مشکل سے لیٹے لیٹے یہ سطور لکھوا رہا ہوں، میرے خطوط کے پہونچ جانے کی خبر سے مسرت ہے، تمہارا اس ناکارہ کو کثرت سے خواب میں دیکھنا تمہاری محبت کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ اس کو طرفین کے لیے دینی ترقیات کا ذریعہ بناوے آمین، تمہاری کتاب ''الإمام أبوداوُد'' کی تکمیل اور اس پر مصر کے عالم کی تقدیم کی خبر سے اور بھی مسرت ہے، اللہ جل شانہ مبارک فرماوے، قبول فرماوے، جلد اس کی طباعت کی تکمیل فرما کر آپ کے لیے اس کو صدقہ جاریہ بناوے، اس سے تو مسرت ہوئی کہ آپ نے کئی کام شروع کر رکھے ہیں مگر اس سے قلق ہوا کہ ذہن کھلتا نہیں، یہ ناکارہ دعا گو ہے، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے جملہ کاموں کی تکمیل فرماوے اور موانع کو ختم فرماوے، یہ ناکارہ دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے تمہارے لیے کوئی حدیث پاک کی خدمت کی بہترین شکل پیدا فرماوے، ذکر اور معمولات کی پابندی سے بھی مسرت ہے، اللہ جل شانہ استقامت اور ترقیات سے نوازے، آپ کے بھائی، بہنوئی، داماد اور گھر والوں کو اس ناکارہ کی طرف سے سلام مسنون، یہ ناکارہ ان سب کے لیے بھی دعا گو ہے، اوجز کی تکمیل کے لیے عزیز عبدالحفیظ سلمہ کوشش کر رہا ہے، ابھی ابھی چند دن ہوئے مجھ سے اس نے بتایا

کہ وہ عنقریب اس کے لیے قاہرہ جارہا ہے، اللہ تعالیٰ سہولت کے اسباب پیدا فرماوے اور جلد اس کی تکمیل ہو جائے، عزیزان مولوی حبیب اللہ اور مولوی اسماعیل عبدالرحیم کی طرف سے بھی سلام مسنون۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم عبدالرحیم ۷/دسمبر ۷۸ء ۶/محرم ۱۳۹۹ھ

مولانا عبدالرحیم متالا کا ایک خط:

محترم المقام مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

خیریت طرفین مطلوب ہے، چیپاٹا پہونچتے ہی شیخ احمد بن عبدالعزیز کی خدمت میں ایک لمبا چوڑا تار ارسال کیا تھا کہ وہاں ایک کانفرنس ہو رہی تھی، اس میں شرکت کی دعوت آپ کو پیش کی گئی تھی، اس کے بعد آپ کی طرف سے جواب کا انتظار ہی رہا، اس کے بعد میں افریقہ چلا گیا، تین ماہ وہاں رہا، اس درمیان ہمارے بچے بھی زامبیا آگئے، اس کے بعد میں حج میں آگیا، حج کے بعد سے مدینہ پاک ہی میں ہوں، اور یہاں سے واپسی پھر زامبیا کو ہے، دعا فرماویں اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے کوئی صورت ہمارے لیے بھی اچھی پیدا فرماوے، افریقہ اور زامبیا سے بہت سے لوگوں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے، دعاؤں میں یاد رکھیں، گھر والوں کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقط والسلام

عبدالرحیم ۶/دسمبر ۷۸ء ۵/محرم ۱۳۹۹ھ

مولانا عبدالحفیظ مکی کا گرامی نامہ:

مکرم ومحترم مولانا تقی الدین صاحب ادام اللہ لکم الخیرات بفضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد!

قاہرہ سے الحاج حسن عاشور کا حج سے قبل تار آیا تھا کہ فلموں کے بلاک بن گئے ہیں اور چھپائی شروع ہوگئی ہے مگر فلم میں بعض صفحات میں کہیں فلم خراب ہوگئی ہے اس لیے بہتر ہے کہ حجری طباعت والی او جزکا ایک نسخہ بھجوادو تا کہ اس سے دیکھ کر اصلاح کر لی جائے، ان کو فوراً نسخہ بھیجنے کا انتظام کروادیا تھا اللہ کرے اب قریب الختم ہو، یہ سیاہ کار ہفتہ عشرہ تک لندن جا رہا ہے، پریس کے لیے طباعت کی چند مشینیں اور جمع حروف کے لیے فوٹو ٹائپ لانے کے لیے راستے میں ارادہ ہے کہ قاہرہ ہوکر جاؤں گا اور واپسی بھی ان شاء اللہ قاہرہ سے ہی ہوگی اللہ کرے خود ہی سفارت ابوظبی میں مکمل شدہ جلدیں دے آؤں، آپ سے فوری طور پر دو گذارشیں ہیں: (۱) اول اور اہم تو یہ کہ شیخ احمد بن عبدالعزیز سے ایک فوری مستعجل خط سفیر ابوظبی بالقاہرہ کو لکھوا کر ارسال کروا دیں تا کہ وہ ملک عبدالحفیظ، صاحب المکتبۃ الامدادیہ سے یا اس کے مندوب سے جو جلد او جز کی ملے وہ وصول کر کے ہمیں رسید دے دیں، گذارش ہے کہ یہ بہت اہمیت سے لکھوا دیں۔(۲) آپ خود تکلیف فرما کر مندرجہ ذیل پتہ پر ان جلدوں کو لکھیں جو آپ تک پہونچ چکی ہیں، نمبر بھی لکھیں اور حروف سے بھی لکھیں تا کہ اچھی طرح وضاحت ہو جائے اور جو جلدیں باقی ہیں ان کی علیحدہ فہرست بنا دیں یہ خط میرے نام لکھیں، یہ بھی

گذارش ہے کہ ابھی لکھ دیں ، پتہ یہ ہے : ملک عبدالحفیظ عبدالحق ، دارالاعتصام للنشر و التوزیع شارع حسین حجازی المتفرع من شارع القصر العینی (أمام مصلحة الضرائب القاهره) ،تاکیداً عرض ہے کہ یہ دونوں کام آج ہی تکلیف فرما کر کروادیں ، جزاکم اللہ خیرالجزاء، امید ہے اپنے خط میں آپ اپنے حالات کی تفصیل بھی تحریر فرمادیں گے۔

فقط والسلام

عبدالحفیظ

والدین اور اہلیہ کے ہمراہ تیسرا حج ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء:

بہت دنوں سے خواہش تھی کہ اپنے والدین اور اہلیہ کو لے کر حج کا سفر کرلیا جائے ، چنانچہ اس کے لئے تیاری کی والدہ صاحبہ اور چچا صاحب کو جن سے میری والدہ کا نکاح والد مرحوم کے بعد ہوا تھا ابوظبی لایا اور یہاں سے اپنی اہلیہ اور عزیز صفی الدین جو دو سال کا تھا ان سب کو لے کر سفر حج کے لئے روانہ ہوا، اس زمانہ میں حج کے لئے اس قدر ازدحام نہیں ہوتا تھا، الحمدللہ حج وعمرہ سے فراغت ہوئی اور حرمین شریفین کی اطمینان کے ساتھ زیارت نصیب ہوئی، تقریبا ۲۵ر دن کے بعد واپسی ہوئی۔

والدین کے ساتھ حج کرنے پر مبارک باد:

عزیز گرامی قدر سلمہ اللہ ووقاہ............ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ۱۰ر نومبر کا لکھا ہوا خط تقریباً ایک مہینے کی تاخیر سے پہنچا، آج کل خط ایسے ہی پہنچ رہے ہیں، سب سے پہلے تو حج پر مبارک باد قبول کیجئے ، خاص طور پر جب کہ والدین کے حج کا بھی ذریعہ اللہ نے آپ کو بنایا، اس مرتبہ میں

نہیں آ سکا، حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کی بھی رائے ہوئی ہوگی،
کل ہی حضرت شیخ کو حجاز کے لئے رخصت کر کے آیا، کل ۵/دسمبر کو حضرت
کراچی کے لئے روانہ ہوئے، دو دن ٹھہر کر دوشنبہ ۸/دسمبر کو جدہ کے لئے
روانہ ہو جائیں گے، میں اور مولوی معین اللہ صاحب رخصت کرنے گئے تھے،
مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ اس سال آپ کا حج کا ارادہ ہے، آنکھ کی طرف سے
غفلت نہ کیجئے، سارا کام اسی سے لینا ہے، سیرۃ الامام احمد بن حنبل بڑا کام
ہے خاص طور پر شیخ ابو زہرہ کی کتاب کے بعد، منتقلی کے سلسلے میں آپ جو
مناسب سمجھیں کریں (یہ جامعۃ الامارات کی طرف منتقل ہونا تھا)۔

الجامع الکبیر (۱) کا کام بھی آپ کے ہاتھ سے انجام پا جائے تو بڑی خدمت
ہے، ڈاکٹر عزالدین ابراہیم کا جواب آیا تھا، مدیر جامعات الامارات ہو جائیں تو بہت
موزوں ہوں گے، مولوی نعیم آئے ہوئے تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی، کتاب الزہد
پر مقدمہ ان شاء اللہ بمبئی کے قیام میں لکھنے کی کوشش کروں گا، آج کل طبیعت خراب
چل رہی ہے، عزیزی ابو سعد سلمہ کو سلام۔ والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی

بخدمت مولوی تقی الدین صاحب بوساطت مولوی عبدالحفیظ بعد سلام

مسنون!

---

(۱) ابوظبی کی وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ نے علامہ سیوطیؒ کی اس عظیم کتاب کی تحقیق کی ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ کیا
تھا۔

میں جب سے ہند آیا ہوں متعدد امراض میں مبتلا ہوں، بھوک کا نہ لگنا نیند کا نہ آنا وغیرہ بہت سے امراض لاحق ہو گئے، میں نے ایک عرصہ ہوا آپ کے پاس اپنی عربی شروح کا ایک مسودہ ابوظبی بھیجا تھا امید ہے کہ وہ ملا ہوگا، اس میں کچھ اضافہ آپ کرنا چاہیں تو کرلیں اور بہت عمدہ چھپوا کر کچھ مدینہ منورہ اور کچھ یہاں بھیج دیں، اس مسودہ کی رسید ابھی تک نہیں ملی، ابھی تذکرہ میں معلوم ہوا کہ آپ حج پر آئے ہوئے ہیں، آپ اس کو بہت عمدہ طبع کرائیں اس میں لامع وغیرہ کے علاوہ میرے اکابر کی تصانیف بذل، کوکب وغیرہ کے اشتہارات بھی ہیں، اگر خدانخواستہ وہ نہ پہونچا ہو تو اس بیماری میں دوبارہ لکھوانا بہت مشکل ہوگا۔

میری طبیعت بہت خراب ہے اور اب تو میں بھی اپنے آپ کو لبِ گور سمجھنے لگا، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ آپ کو اور آپ کے والدین کو حج مقبول عطا فرمائے، حرمین میں وہاں کے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے حاضری میسر فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کے منتقل ہونے کو جلد از جلد باحسن وجوہ تکمیل کو پہونچائے اور اپنے فضل وکرم سے باحسن وجوہ اس کی تکمیل فرمائے، آپ کے بھائی زبیر احمد کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ جلد سے جلد بہترین ملازمت عطا فرمائے، گھریلو معاملات کو بھی باحسن وجوہ تکمیل کو پہونچائے۔

تمہاری یاد کو اللہ تعالیٰ طرفین کے لئے موجب خیر فرمائے، یہاں حجاز کے متعلق مختلف افواہیں چلتی رہی ہیں جن سے فکر رہتا ہے، آپ نے جو پتہ بھیجا اس پر عربی پمفلٹ کو عزیز شاہد سے کہہ دیا وہ آج ہی بھیج دے گا۔

اپنے حالات اور خیریت سے (ذی الحجہ کے بعد مدینہ منورہ کے پتہ پر)
مطلع کرتے رہیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

بقلم: شاہد غفرلہ، ۱۰/ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۰/ستمبر ۱۹۸۰ء

جدہ سے واپسی میں ایک پریشانی اور غیبی مدد:

اپنے اس قافلہ کو لے کر واپسی میں جدہ آیا، لیکن مقدر سے میرا جہاز چھوٹ گیا، جدہ میں وہاں بہت کوشش کی مگر واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا والدین بوڑھے تھے، عزیز ڈاکٹر صفی الدین بالکل چھوٹا تھا مطار کے قریب کوئی ٹیکسی بھی نہیں آسانی سے مل رہی تھی، بہت تگ ودو کے بعد ابوظبی کے وزارۃ الاوقاف کے وفد سے مدد مانگی مگر ناکامی ہوئی ایک ندوی بزرگ جاننے والے تھے خیال تھا کہ شاید وہاں سے کوئی مدد مل جائے مگر بہت ناکامی ہوئی، بار بار یہ خیال آتا رہا کہ شاید میرا حج قبول نہیں ہوا، اس لئے یہ مصیبت کیوں پیش آئی، قافلہ مطار کے قریب پڑا ہوا تھا مجھے ان لوگوں کے لیے حمام وغیرہ کی زیادہ فکر تھی، الحمدللہ اس کا بھی راستہ مل گیا، وہاں اسی پریشانی میں تھا کہ مطار کے اندر ایک عربی نوجوان سے ملاقات ہوئی اس ناچیز نے اس سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا کہ میں ابوظبی میں قاضی ہوں، اورالعین یونیورسٹی میں استاذ حدیث ہوں مجھے بہت پریشانی ہے، انہوں نے اشارہ کیا کاؤنٹر پر چلے جائیں، وہاں گیا تو اشارہ کیا گیا اندر آئیے، چائے پیش کی گئی اور دوسرے جہاز سے واپسی کا انتظام کر دیا گیا، معلوم ہوا کہ یہ ایرپورٹ کے ڈائرکٹر تھے، خیر وعافیت سے واپسی ہوئی فالحمدللہ علی ذلک۔

چوتھا حج ۱۹۸۰ء موافق ۱۴۰۰ھ:

امسال حج بیت اللہ کے ارادہ سے حجاز مقدس روانہ ہوا میں نے اپنا سفر تن تنہا کیا تھا، مقدر سے جہاز جدہ جب پہونچا تو سب لوگوں کا سامان آیا اور میرا سامان ایرپورٹ پر ہی چھوٹ گیا، بہت پریشانی ہوئی لیکن بحمد للہ دوسرے دن سامان میری جگہ پر آ گیا۔

رسالہ منار الإسلام اور اخبار الاتحاد میں مقالات:

شیخ احمد نے ترغیب دی کہ مختلف جرائد میں مقالات تحریر کریں، چنانچہ جریدہ الاتحاد جو ابوظبی سے ڈیلی شائع ہوتا ہے، جمعہ کے دن دینی صفحہ اس میں رہتا ہے، اس میں قریبا ۲۵/۲۰ مقالات شایع ہوئے اور منار الاسلام جو وزارة الأوقاف والشؤن الدينيه کا ترجمان ہے، اس میں بھی قریباً ۱۰/۸ مقالات شائع ہوئے۔

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب مدفیوضکم .... بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ مع تقریظ کے پہونچ کر موجب منت ہوا، مزاج گرامی آج کل بہت گڑ بڑ ہیں، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکان حسب دل خواہ مل گیا، اللہ تعالیٰ بڑے صاحبزادہ (بدر عالم) کی شادی کو مبارک کر کے بہت سہولت سے نمٹائے، زوجین میں محبت پیدا فرما کر اولاد صالح عطا فرمائے، قاضی صاحب بخیریت واپس آ گئے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، میری طرف سے سلام مسنون کے بعد بخیریت واپسی پر مبارکبا د دے دیں، یونیورسٹی میں اگر یہاں سے دینی یا مالی منفعت زیادہ ہو تو اس کا ارادہ کریں اور

نہ ہوتو پھر قاضی صاحب کے احسانات کی رعایت ضروری ہے، البتہ وہاں حدیث کی خدمت ہوتو پھر مقدم ہے، شیخ احمد صاحب نے علم حدیث پر جو کام (الجامع الکبیر للسیوطی کی تحقیق) کرنے کو کہا ہے بہت مبارک کام ہے ضرور کریں، محنت وجانفشانی سے، مجھے یاد پڑے کہ دیوبند سے بھی کسی نے اس پر کچھ لکھا تھا، تفصیل تو معلوم نہیں عزیز شاہد سے پوچھ لیں، اسی کو لکھیں کہ اس سلسلہ میں عزیز عامر سے مراجعت کریں، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو باحسن وجوہ تمہارے ہاتھوں تکمیل کو پہونچائے، معمولات کی پابندی موجب مسرت ہے، اللہ تعالیٰ استقامت اور ترقیات سے نوازے، الامام ابوداود کی طباعت کے لئے جب کہیں سے رقم مل رہی ہے تو محض اس وجہ سے کہ اپنی رقم سے چھپوالوں گا اس کو ٹالنا نہیں چاہیئے، اس سے اور کتاب چھپ سکتی ہے، آپ کے پاس کتابوں کی کمی نہیں، مولانا عبدالحفیظ صاحب کئی ماہ سے ہندو پاک کے چکر لگا رہے ہیں ان کی یہ مٹرگشت میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے آج کل وہ تبلیغی اجتماعات میں شرکت کر رہے ہیں، ابھی تو شاید ڈھاکہ کے اجتماع سے واپس نہیں آئے ہوں گے، میں تین چیزوں میں ان کا موافق نہیں ہوں، اس لئے وہ مجھے اطلاع کرنے کا بھی ارادہ نہیں کرتے، جہاں جہاں جاتے ہیں وہاں کے خطوط سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آج یہاں آئے تھے، پاکستانی خطوط سے معلوم ہوا کہ وہ پاکستان میں اہلیہ محترمہ کو لاہور، سرگودھا، ڈھڈیاں، جھاوریاں کی سیر کرا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے

بھائی زبیر کو بخیریت واپس لائے، میرا سفر ہند ابھی طے نہیں ہوا، امراض کی کثرت اور ضعف کی وجہ سے ابھی تو نہ ارادہ ہے نہ ہمت، مگر میرا ارادہ بھی اپنے تابع نہیں ہوتا، میرا کام تو ہندوستان سے آتے ہی اگلے سال کے لئے استخارہ ہوتا ہے وہ شروع کردیا، شنقیطی عالم کا قصیدہ بھی پہونچ گیا، میں تو اس لائن سے واقف نہیں، اولاً تو آپ خود اپنی رائے لکھیں کہ آپ کے نزدیک اس کو ''اوجز'' پر چھاپنا مناسب ہے یا نہیں، اس کے بعد مولوی عبدالحفیظ کی آمد پر ان کے حوالے کردوں گا، میرے متعلق توحنف الموطأ کا مقولہ بہت قدیم شیخ علوی مالکی کا ہے، انہوں نے کہا تھا کہ اگر تو مقدمہ میں حنفی ہونے کو نہ لکھتا تو میں کبھی تجھے حنفی نہ سمجھتا، مالکی ہی سمجھتا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۱۳؍اپریل ۷۸ء ۵؍جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ مدینہ طیبہ

حدیث پاک کی تدریس پر حضرت شیخ کا ارشاد گرامی:

مکرم ومحترم مولانا الحاج تقی الدین صاحب .... بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ پہونچا، اس سے پہلے کتاب بھی پہونچ گئی تھی، جزاکم اللہ تعالیٰ، خدا کرے آپ کے متعلق وزیر صاحب سے گفتگو ہوگئی ہو اور آپ کو حدیث پڑھانے کا موقع مل جائے، یہ تو ظاہر ہے کہ قاضی صاحب وزیر سے بات کیے بغیر اجازت نہیں دیں گے، میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو

آپ کے حق میں خیر ہو اس کے اسباب پیدا فرمائے ، آپ کے صاحبزادے(۱) وہاں آنے کے بعد ہی یرقان میں مبتلا ہو گئے ، اس سے بہت قلق ہوا، اللہ تعالیٰ اس کو صحت کاملہ عطا فرمائے، آپ کے داماد بھی پہونچ گئے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مع اہل وعیال راحت سے رکھے اور ترقیات سے نوازے، میں آپ کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے بہنوئی کو بھی کسی مناسب جگہ لگا دے، آپ کا دوسرا پرچہ شیخ محمد مجذوب سوڈانی قاضی کے ساتھ پہونچا میری طبیعت اب تک بدستور خراب چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے یہاں کی حاضری کو قبول فرمائے، صحت کاملہ عطا فرمائے، اس سے قلق ہوا کہ حج پر آنے کی کوئی صورت نہ ہوسکی اور نہ جامعہ میں پڑھانے کی کوئی صورت ہوسکی، اپنے سب گھر والوں اور اعزہ سے میرا سلام کہہ دیں ، میں بلا توریہ بلا مبالغہ آپ سب کے لیے بہت اہتمام سے دعا کرتا ہوں ، اس سے مسرت ہوئی کہ صاحبزادہ اب رو بصحت ہے، میرے علم میں نہیں کہ کسی نے فتنۂ مودودیت کا جواب لکھا ہے، پاکستان میں کسی ابواطہر آفاقی نے لکھا تھا اور ماہر القادری نے اس رد پر تبصرہ بھی لکھا تھا اور میرے پاس بھی پاکستان سے کسی نے بھیجا تھا ماہر القادری کے تبصرہ کے ساتھ، مگر مجھے اپنی بیماری کی وجہ سے اس کو دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔

فقط والسلام   حضرت شیخ الحدیث

بقلم: حبیب اللہ/۳۱/اکتوبر ۷۸ء ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مدینہ طیبہ

(۱) بدر عالم سلمہ

مکرم ومحترم جناب الحاج مولانا تقی الدین صاحب مدفیوضکم ...... بعد سلام مسنون!

دستی محبت نامہ پہونچا اور پرسوں سید آفتاب صاحب کے ذریعہ ٹیلیفون بھی پہونچا تھا، اس سے پہلے عزیزان مولویان شاہد وحبیب اللہ نے بھی آپ کے محبت نامے سنائے تھے، اس ناکارہ کی طبیعت روز افزوں خراب ہی ہوتی جارہی ہے، نیند کی کمی اور بھوک کا نہ لگنا تو مستقل مرض بن گیے ہیں، اب تو صحت وقوت کے بجائے مغفرت اور حسن خاتمہ کی دعا کریں کہ اب تو سفر آخرت قریب ہے اور زادراہ کچھ نہیں ہے۔

اس سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ حدیث پاک پڑھانے کی مستقل صورت ہوگئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور اس کو آپ کے لئے ترقیات کا ذریعہ بنائے، یہ آپ کا اصل میدان ہے، میں تو ہمیشہ سے دعا کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے حدیث پاک کے درس وتدریس کا مستقل ذریعہ بنائے اور آپ کے ذریعہ سے وہاں خوب فیض پہونچے، استخارہ مسنونہ بھی ضرور کرتے رہیں، آپ کے ماموں صاحب (ریاض الحق) کے انتقال کی خبر سے بہت قلق ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، اپنی والدہ محترمہ اور دیگر متعلقین سے میری طرف سے سلام مسنون کے بعد تعزیت فرمادیں، عزیزان ابوسعد اور بھائی زبیر صاحب سے سلام مسنون فرمادیں، یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی بہترین صورت ان کے لئے پیدا فرمائے، مولانا عبدالحفیظ صاحب ایک ہفتہ سے تشریف فرماہیں،

آپ کا خط ان کو پڑھوا دیا، گھر میں بھی، سب سے سلام فرما دیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: حبیب اللہ ۲۱/ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۹/مارچ ۱۹۸۰ء مدینہ طیبہ

ندوہ کے ادب اسلامی کے جلسہ میں شرکت:

۱۹۸۱ء کو اس میں شرکت کا دعوت نامہ مجھے ابوظبی آیا، اس لئے لکھنؤ براہ راست حاضری ہوئی، اور شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کا پیغام پڑھا، اس ندوہ میں شرکت کے بعد اپنے وطن اعظم گڑھ واپس آ گیا۔

سوانح حضرت مولانا خلیل احمد کو غور سے دیکھنے کی تاکید:

محترم ومکرم مولانا الحاج تقی الدین صاحب.......... بعد سلام مسنون!

ایک بہت ضروری کام تمہارے حوالے کرتا ہوں، ''حیات خلیل'' مصنفہ عزیز محمد ثانی کو بہت غور سے دیکھو، میرے تو دل ودماغ بالکل ساتھ چھوڑ چکے ہیں، تمہارے نزدیک بے تکلف قابل اصلاح، قابل اضافہ کچھ امور ہوں تو ایک پرچہ پر لکھ کر مزید مجھے دو، تنقید اور اصلاح اگر اخلاص سے ہو اور دوستوں کو اس پر متنبہ کر دیا جائے تو میرے نزدیک محمود ہے بشرطیکہ اس سے تنقیص یا اپنی بڑائی مقصود نہ ہو، تم نے دو سال ہوئے رشید رضا کا ایک مضمون جو انہوں نے اپنے رسالہ ''المنار'' میں سہارنپور کی حاضری اور حضرت سہارنپوریؒ کے متعلق لکھا تھا اور میرے کہنے پر آپ نے اسی کا حوالہ بھی لکھا تھا، مجھے تو یاد ہے کہ میں نے اسی وقت مولوی محمد ثانی کو بھیج دیا تھا، اس کو خاص طور سے ذہن میں رکھنا کہ وہ کہیں آیا یا نہیں، اگر اس کا حوالہ یاد ہو تو ضرور لکھیں ورنہ ابوظبی

پہونچ کر اس کو دوبارہ لکھ کر بھیجیں، میں عزیز موصوف کو لکھوں گا تاکہ طبع ثانی میں اضافہ ہو سکے اور اسی قسم کی کوئی بات قابل اضافہ تمہارے ذہن میں ہو تو اسے بھی ضرور لکھیں، یہ میری درخواست ہی نہیں بلکہ اصرار ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم: ۲۱/ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ ۳/دسمبر ۱۹۷۷ء

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا شارقہ اور العین یونیورسٹی وابوظبی کا تیسرا سفر:

حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ ڈاکٹر سالم محمود جو شیخ عبداللہ علی محمود کے صاحبزادے ہیں ان کے والد مرحوم کا حضرت مولانا سے بہت گہرا تعلق تھا، اس بنا پر اس ناچیز سے خاص محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے، ان کے انتقال پر ان کے صاحبزادے نے ایک مکتبہ کی بنیاد رکھوانے کے لیے جو ان کے نام سے موسوم ہے حضرت مولانا کو دعوت دی تھی چنانچہ حضرت مولانا تشریف لائے، اس جلسہ میں حاکم شارقہ اور حاکم عجمان بھی شریک ہوئے تھے، وہاں سے حضرت مولانا العین یونیورسٹی بھی تشریف لائے وہاں محاضرہ ہوا، طلبہ میں اور اس کے بعد طالبات میں خطاب فرمایا، اور یہیں سے ابوظبی آمد ہوئی، وہاں مسجد عمرو بن العاص میں تقریر فرمائی۔

یونیورسٹی میں علمی درجات:

اس مدت میں شروع میں استاذ مساعد رہا، اور ۱۹۸۸ء میں اسسٹنٹ پروفیسر ہو گیا اور ۱۹۹۴ء میں پروفیسر بن گیا، ایک سال کے بعد جامعہ کو چھوڑنا پڑا، کل

مدت تدریس ۱۶؍سال رہی۔

جامعہ میں مجموعی تعداد جن طلبہ وطالبات کو میں نے پڑھایا قریبا (۳۰۰۰) ہے، ان میں بعض منسٹر ہوئے ان میں ڈاکٹر حنیف حسن وزیر التعلیم، ڈاکٹر حمدان بن مسلم مزروعی صدر دائرہ اوقاف سابقا ابوظبی ورئیس جامعہ محمد بن خامس ومستشار بدیوان ولی عہد ابوظبی وڈاکٹر حمد شیبانی ڈاکٹر اوقاف دبئ، وشیخ عبداللہ سلطان مدیر مؤسسۃ زاید الخیریۃ سابقا وغیرھم ہیں، اور بعض دوسری بڑی پوسٹ پر ہیں، اور بہت سے طلبہ کویت، قطر، سعودی وعمان کے بھی زیر تعلیم رہے ہیں، الحمد للہ جامعہ کی تدریس سے بہت ہی فائدہ ہوا، مختلف جامعات کے اساتذہ کے ساتھ رہنا پڑتا تھا، اور نئ نئ تحقیقات اور تدریس میں اسلوب جدید سے واقفیت ہوتی، ہر دو ہفتہ میں مجلس قسم کا اجتماع ہوتا تھا، اس میں شرکت ہوتی تھی، جامعہ کی طرف سے اس کی شاخوں میں شارقہ دبئ وابوظبی میں بھی پڑھانے کی نوبت آئی۔

الحمد للہ جامعہ کا پورا اسٹاف اور رئیس اعلیٰ سے لے کر طلبہ تک سب احترام کی نظر سے دیکھتے تھے، ایک مرتبہ طلبہ کے یوم تخرج میں بڑا اجتماع ہوا، ظہر کا وقت آگیا، معلوم ہوتا تھا کہ تاخیر کافی ہوگی، اس لئے جامعہ کے ایک ذمہ دار نے اعلان کیا کہ پروگرام چلنے دیں، ظہر وعصر کی نماز جمع کر لیجئے گا، میں نے اٹھ کر کہا، حضر میں کسی کے یہاں اس طرح جمع بین الصلاتین جائز نہیں، شیخ نہیان بن مبارک جامعہ کے رئیس اعلیٰ موجود تھے انہوں نے کہا شیخ ندوی جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر پروگرام شروع کیا گیا، ایسے کئی واقعات ہیں۔

کبھی فرصت میں سن لینا عجب ہے داستاں میری

جامعہ کے زمانے کے چند واقعات:

جامعہ میں ایک زمانے میں اخوان المسلمین اور اس کے مخالفین کے درمیان کشمکش شروع ہوئی، یونیورسٹی پر اخوان مخالف لوگوں کا غلبہ تھا، اس ناچیز نے اپنے کو اس سے الگ رکھنے کی کوشش کی، اس زمانہ میں عام طور سے اخباروں کے نمائندہ جامعہ کے اساتذہ سے مختلف سوالات وجوابات کا سلسلہ رکھتے تھے، جو دوسرے دن اخبار میں شائع کرتے تھے، ایک مرتبہ جریدہ خلیج کی نمائندہ ایک لڑکی سوالات لے کر آئی، اس نے قضیہ فلسطین وغیرہ کے بارے میں پوچھنا شروع کیا میں نے دیکھا کہ یہ جوابات تحریر کر رہی ہے، تو پوچھا کہ تم کون ہو کہنے لگی کہ میں جریدہ خلیج کی نمائندہ ہوں، میں نے کہا کہ میں میڈیا کا آدمی نہیں نہ میری کوئی بات شائع کی جائے وہ ناراض ہو کر چلی گئی، مگر دوسرے دن بعض دکاترہ کے بیانات کو شائع کیا، جو ان کے لئے مشکلات کا سبب بن گئے۔

ترقیات کے سلسلہ میں شدید مخالفت اور غیبی امداد کا مشاہدہ:

پہلی ترقی استاذ مشارک (اسسٹنٹ پروفیسر) کے لئے تھی، اس پر شرائط کے مطابق اپنی کتابیں ومقالات جو شائع ہوئے تھے وہ اپنی قسم میں داخل کر دیئے، یونیورسٹی کے نظام میں ہے پی، ایچ، ڈی، کے بعد پانچ سال گزر جائیں تو ترقی کے اوراق داخل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اگر کسی کی ترقی وقت پر نہ ہو تو ملازمت بھی ختم ہو سکتی ہے، میں نے پانچ کتابیں ومقالات جو اس سلسلہ میں لکھے تھے پیش کیے، آگے چل کر یہ دوسری یونیورسٹیوں کے اساتذہ حدیث کے پاس یہ اوراق بھیجے گئے، اور یہ بالکل رازدارانہ طور پر بھیجے جاتے ہیں، بعض مصری دکاترہ نے بہت ہی مخالفت

کی مگر الحمد للہ ترقی ہوگئی اس کے بعد پانچ سال گزر گئے پھر پروفیسر کے درجہ کے لئے سات کتابیں اور مقالات کے ساتھ درخواست دی گئی مگر اس پر بہت ہی مخالفت ہوئی جس کی تفصیل بڑی دلچسپ ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے بہت ہی فضل فرمایا اور عزت رکھ لی، رات ۱۲/ بجے اطلاع آئی کہ بالا جماع پروفیسر کے درجہ پر آپ کی ترقی ہوگئی، یہاں یہ بات لکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ والے سے تعلق ہر موقع پر کام آتا ہے کہ آڑے وقت پر دعا کی توفیق عطا ہوتی ہے، الحمد للہ دعا ہی سے معاملہ حل ہوا، ورنہ کمیٹی میں ایک مصری ڈاکٹر نے پورا زور لگایا کہ ترقی نہ ہو مگر اس کو کامیابی نہیں ہوئی، لہٰذا جامعہ کی کمیٹی نے بالا جماع ترقی کا فیصلہ کیا کہ آج سے آپ استاذ سے پروفیسر کے درجہ پر ہو گئے، عدم ترقی کو علمی کمزوری کا سبب سمجھا جاتا ہے، چنانچہ اس ترقی کے بعد متعدد یونیورسٹیوں نے اپنے یہاں اسسٹنٹ پروفیسر کی ترقی کے لئے مجھے جج مقرر کیا، پنجاب یونیورسٹی، اور کراچی یونیورسٹی نے بھی مقرر کیا ہے، اور اس سے اہم بات یہ ہے کہ اردن یونیورسٹی اور جامعۃ ام القریٰ میں پی، ایچ، ڈی سے اوپر اساتذہ کی ترقی کے لئے بھی اس ناچیز کو جج مقرر کیا تھا۔

جامعۃ الامارات ترک کرنے کے اسباب:

العین یونیورسٹی میں میری تدریس کا سلسلہ ۱۶/ سال قائم رہا، جب یہ ناچیز تقریباً ۶۰/ سال کی عمر کو پہونچا تو یونیورسٹی کی طرف سے ریٹائرمنٹ کا لیٹر ملا، یونیورسٹی کا ڈائرکٹر ایک مصری تھا، اس پوری یونیورسٹی میں جس میں پڑھانے والوں کی تعداد تقریباً ۴۰۰/ سے زائد تھی میں تنہا ہندوستانی تھا، وضع قطع ہندوستانی علماء کی تھی ،لیکن الحمد للہ دینی صورت کا پورا احترام تھا، یہاں تک کہ یونیورسٹی کے رئیس اعلیٰ نہیان

بن مبارک جو شیخ زاید مرحوم کے بھائی کے نواسے ہیں، ان کی حکومت میں بڑی اہمیت ہے، وہ بھی نہایت ہی احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور اس لئے بھی کہ ان کی اہلیہ کو بھی اس ناچیز نے یونیورسٹی میں پڑھایا ہے، ان سب کے باوجود اس اچانک لیٹر پر لوگوں کو تعجب ہوا اس لئے کہ یونیورسٹی کے جملہ شروط مجھ میں پائے جاتے تھے، مثلاً ترقی کر کے میں پروفیسر کے درجے میں ہو گیا تھا، وہاں کے طلبہ سے جو رازدارانہ طریقے سے امریکی نظام کے تحت دکاترہ کے بارے میں سوال کئے جاتے ہیں ان کے جوابات پر کسی استاذ کے بقا اور عدم بقا کا تعلق ہے، طلبہ کے جوابات سب موافق ہی نہیں بلکہ اوسط جوڑ کر نکالا گیا تو مجھ کو امتیازی نمبر دیا گیا، یہ ریکارڈ اب بھی موجود ہے۔

شرّے برانگیزد دروں خیرے نہاں باشد:

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات من جانب اللہ تھی، اگر یہ نہ ہوتا تو اوجز المسالک وبذل المجہود کا کام ممکن ہی نہ ہوتا، اور میں نے رو رو کر یہ دعائیں کی تھی کہ یا اللہ مجھ کو تو اس یونیورسٹی سے فارغ کر دے، حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب پاکستانی جو حضرت شیخ کے خلفاء میں تھے وہ تشریف لائے ہم نے ان سے حالات سنائے، انہوں نے کہا کہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس یونیورسٹی سے فارغ کر دے، ادھر ہندوستان میں جو میرے جاننے والے تھے یہ شور ہو گیا کہ مولانا تقی الدین صاحب ریٹائر ہو گئے ہیں، اسی زمانے میں ہندوستان آمد ہوئی ہر جگہ یہ شہرہ سنتا رہا کہ مولانا ریٹائر ہو گئے، میں نے خود اپنی زبان سے تذکرہ نہیں کیا، حالانکہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ جو مجھ پر بہت شفیق و مہربان تھے ان سے بھی تذکرہ کی ہمت نہ ہوئی۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی خدمت میں:

وطن سے واپسی میں نظام الدین حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی، وہاں دودن قیام رہا حضرت والا مجھ پر بہت شفیق تھے، حضرت نے مجھ سے یہ فرمایا کہ تمہاری قاہرہ کی بذل المجہود واوجز المسالک کی صحیح تصویر حضرت شیخ الحدیثؒ کے سامنے نہ آسکی، لوگوں نے اس کو حضرت کے سامنے دبا دیا جس سے وہ بہت متاسف تھے، جب میں نے اپنی ملازمت کے حالات سنائے تو حضرت پر بہت اثر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ جاؤ مولوی صاحب اپنی ملازمت کی کوشش کرو، اس ناچیز نے دعا کی درخواست کی اور واپس العین آیا، وہاں میرے ایک عرب دوست جو میری واپسی کے لیے کوشش کر رہے تھے کہ میں جامعہ میں واپس آجاؤں یا سموالشیخ سلطان ابن زاید آل نہیان نائب وزیراعظم کے دیوان سے متعلق ہو جاؤں، اس لئے شیخ سلطان کو مجھ سے ایک خاص تعلق تھا، اور ادھر ایک میرے دوست جو وہاں وزیر خارجہ رہ چکے ہیں اور صدر مملکت کے مستشار خاص تھے شیخ احمد خلیفہ سویدی ان کی خواہش تھی کہ المجمع الثقافی جو ابوظبی میں ایک سرکاری ادارہ ہے اس کا مجھ کو ایڈوائزر بنادیں لیکن کوئی واضح صورت سامنے نہ آنے سے بے حد تشویش تھی، ہمارے احباب اس ناچیز کے لئے یہ کوشش کر ہی رہے تھے کہ ادھر جامعہ کی طرف سے اچانک دوسرا لیٹر آیا کہ آپ اپنے حسابات وغیرہ جامعہ سے آکر کرلیں، میں نے اپنے لڑکے ناصر الدین کو یہ ذمہ داری سونپی تھی اور گھر پر بیٹھا ہوا تھا کہ میرے ایک دوست پہونچے، انہوں نے کہا کہ آپ خود جا کر شیخ سلطان بن زاید سے ملاقات کرلیں، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک میرے لڑکے ولی الدین ندوی سلمہ آگئے، انہوں نے

اصرار کیا کہ آپ تیار ہوں، میرے ساتھ ابوظبی چلئے۔

شیخ سلطان بن زاید آل نہیان سے ایک خصوصی ملاقات:

العین سے روانہ ہوکر ابوظبی شیخ سلطان بن زاید نائب وزیر اعظم کی آفس تک پہونچا، ان کے سکریٹری سے ملاقات کی، اس نے کہا کہ شیخ بہت مشغول ہیں، وہ گشت پر جانے والے ہیں، ابھی تھوڑی ہی دیر میں باہر آنے والے ہیں، میں نیچے کرسی رکھوا دیتا ہوں وہیں بیٹھ جائیں، جب وہ گاڑی کے پاس آئیں تو وہیں ملاقات کر لیجئے گا، ابھی بیٹھا ہی تھا کہ شیخ اپنی سیکورٹی کے ساتھ نیچے آئے، مجھ کو دیکھ کر فرمایا فی خاطرک شیء آپ کو کچھ کہنا ہے میں نے کہا ہاں، اپنی سیکورٹی کو ہٹا کر خاص کمرے میں لے گئے اور میری ساری گفتگو سن کر فرمایا، آپ نے ملک کی بڑی خدمت کی ہے آپ کو یہیں رہنا ہے، اور فرمایا ۲ر بجے ہیں آرام کیجئے، میں واپس چلا آیا، دوسرے دن ان کے مرافق پولیس کی طرف سے فون آیا، مجھ کو گھبراہٹ ہوئی کہ یہ فون کیسا؟ معلوم ہوا کہ شیخ خود بات کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ شیخ نے فرمایا کہ میں نے رئیس اعلیٰ سے گفتگو کی ہے کہ شیخ ندوی کو ان کے پوسٹ پر واپس کر دیا جائے، چنانچہ ایک سال کے لئے بحال کر دیا، اس ناچیز نے اس غیبی امداد پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

شیخ سلطان کی میرے گھر پر اچانک آمد:

دوسرے دن شیخ سلطان مع اپنی سیکورٹی کے اچانک میرے گھر تشریف لائے مقصود اطمینان دلانا تھا جس کی وہاں بہت شہرت ہوگئی ''نعم الامیر علی باب الفقیر'' کا منظر تھا۔

کبھی فرصت میں سن لینا عجب ہے داستاں میری

یہ سب میں اپنے بزرگوں کی دعاؤں کا ثمرہ سمجھتا ہوں کہ من آنم کہ من دانم مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کو اپنے دیوان میں منتقل کرنا چاہتا ہوں آپ فارغ ہو کر حدیث شریف کی خدمت کریں اس ناچیز کو اس موقع پر اپنے اس خواب کی تعبیر نظر آئی جس کی تعبیر ہمارے شیخ الحدیثؒ نے دیا تھا، وہ یہ کہ ۱۹۷۶ء میں جامع ازہر سے پی، ایچ، ڈی کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریس حدیث کے لئے اس ناچیز کی تقرری ہو چکی تھی، اس لیے اس ناچیز نے ابوظبی قیام کا فیصلہ کیا اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جانا رہ گیا تھا، اس زمانے میں ایک لمبا خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے یہ بیان فرمائی تھی کہ وہیں قیام کریں ان شاء اللہ وہاں کے قیام میں حدیث پاک کی نشر واشاعت ہوگی، وہیں رہنے کا ارادہ کریں، چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

شیخ سلطان کے دیوان کی طرف منتقلی:

ایک سال مزید یونیورسٹی میں پڑھانے کا موقع مل گیا تھا، اس کے بعد سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان کے دیوان کی طرف منتقلی کی کارروائی ہوئی، لیکن اس کارروائی میں کافی تاخیر ہوئی، اس لئے کہ ان سے ملاقات میں کافی تاخیر ہو رہی تھی، جب ان سے ملاقات ہوئی تو اقامہ وغیرہ کا فوری طور پر عمل کرنے کا حکم دیا اس درخواست پر کہ میرا قیام ابوظبی کے بجائے العین ہی میں رکھا جائے، وہاں کی آب و ہوا سے مناسبت و جامعہ کی لائبریری اور دوسری سہولیات ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کو بھی منظور فرلیا۔

ابوظبی والعین کے قیام سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے خیر کے دروازے کھولے

سیکڑوں مدارس وعلماء کی خدمت کا موقع حاصل ہوا، بکثرت مساجد کی تعمیر یا تکمیل میں امداد کی گئی ہندوستان کے چھوٹے مدارس ہوں یا بڑے خواہ دیو بند ہو، مظاہر علوم یا ندوۃ العلماء، وجمعیۃ علماء ہندان سب کی خدمت کی سعادت بھی نصیب رہی، یہاں اس کا ذکر خلاف مصلحت ہے لیکن بعض کا ذکر کرنا بھی ناگزیر ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے وفد کی ابوظبی آمد:

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میرا مادر علمی ہے ہمارے استاذ وشیخ نور اللہ مرقدہ کا معروف ادارہ ہے اس ناچیز نے طالب علمی کا جو زمانہ گزارا ہے اس کی تفصیل شروع صفحات میں آچکی ہے، اس لئے ابوظبی کے قیام میں اس کی خدمت واعانت اپنے اوپر حق واجب سمجھتا ہوں جب دونوں مظاہر ایک تھے اس زمانہ میں مولانا محمد شاہد صاحب نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے سامنے ابوظبی مولانا عبدالحفیظ مکی کے ساتھ مل کر آنے کا اظہار کیا، مقصود مظاہر علوم کی اعانت تھی، اس ناچیز نے ہامی بھر لی تھی، اس لیے یہ ناچیز جب ابوظبی واپس آیا تو مظاہر علوم سے مولانا عبدالمالک صاحب جو وہاں مالیات کے ذمہ دار تھے، ان کا تاکیدی خط آیا کہ مظاہر کی طرف بہت توجہ کرنے کی ضرورت ہے، مولانا شاہد صاحب وغیرہ جارہے ہیں، چنانچہ ان دونوں حضرات کی آمد ہوئی، اس وقت نہ مظاہر کی یہاں شہرت تھی اور نہ اس ناچیز کی، مگر اللہ کے فضل وکرم سے کوشش کر کے اس زمانے کے لحاظ سے ایک اچھی رقم فراہم ہوئی، اس میں مولانا عاقل صاحب کی خواہش کے مطابق مدرسہ مظاہر علوم کے کتب خانہ کی تعمیر جس پر وہ بہت زور ڈالتے رہے اور حضرت سہارنپوری کے فتاوی کی اشاعت کے لئے ایک اچھی رقم فراہم ہوئی جو ایک ہی شخص نے دی تھی۔

اس سلسلے کا ایک دلچسپ واقعہ:

اس سفر کا ایک دلچسپ واقعہ حاکم شارقہ سے ملاقات کا پروگرام شیخ عبداللہ المحمود شارقہ کے اوقاف کے ڈائرکٹر نے طے کرایا اگر چہ ان دونوں حضرات کو اتنے بڑے امیر سے ملنے کی رغبت نہ تھی، لیکن میرے اصرار پر ان لوگوں کو لے کر شارقہ پہونچا، معلوم ہوا شیخ کی طبیعت علیل ہے اس لئے ملاقات مشکل ہے، اس کا طبیعت پر بہت اثر تھا، لیکن ہمارے ساتھ حاجی اسماعیل سولنکی مرحوم بھی ہوگئے تھے، وہ اس ناچیز سے خاص محبت رکھتے تھے، انہوں نے اچانک مظاہر علوم کے لئے ایک بڑی رقم عنایت فرمائی جس کا تصور بھی اس زمانہ میں ناممکن تھا، اس کی اطلاع حضرت شیخ الحدیثؒ کو ہوئی تو بہت دعائیں فرمائی افسوس کہ ان کا انتقال ہوگیا اس ناچیز نے نماز جنازہ پڑھائی ان کے لڑکے ابھی بھی محبت کرتے ہیں۔

مظاہر علوم کے شوریٰ کی رکنیت:

بتاریخ ۱۹۸۲ء کو ایک شوریٰ حضرت مولانا انعام الحسن نوراللہ مرقدہ کی سرپرستی میں منعقد ہوئی اور اسی میں اس ناچیز کو مظاہر علوم کا رکن متعین کیا گیا، اس زمانہ کے ناظم مفتی محمد مظفر صاحبؒ نے تحریراً مجھ کو اطلاع بھیجی، وہاں کے بزرگوں سے پہلے ہی سے تعلقات تھے، جب مظاہر دو حصوں میں منقسم ہوگیا اس ناچیز نے بہت کوشش کی کہ دونوں میں اتحاد ہو جائے مظاہر کے سب مخلصین کو جن میں حضرت قاری صدیق احمد باندوی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ و مولانا محمد طاہر منصور پوریؒ نے مجھ سے بے حد اصرار کیا کہ آپ صلح کی کوشش کریں، یہ مجھے معلوم تھا کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ جن کی شخصیت سب کے درمیان متفق علیہ تھی ان کی

کوششوں کے باوجود صلح نہ ہوسکی، مظاہر کے اکابر زہد وتقوی خاکساری دنیا سے بے رغبتی کا اعلیٰ نمونہ تھے جن کا اس ناچیز نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہر گز نہ کپڑوں کو لگے پانی

مظاہر علوم کے اساتذہ کی اہل دنیا سے بے رغبتی:

اس ناچیز کا بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں حضرت شیخ کے یہاں قیام تھا، جنوبی افریقہ کے کچھ تاجر مہمان آئے، مجلس میں ہمارے استاذ حضرت مولانا امیر احمد صدر المدرسین و دیگر مدرسین موجود تھے مگر حضرت نے اس ناچیز سے فرمایا کہ ان مہمانوں کو مظاہر کی سیر کرادو، ہمارے مدرسے میں جب کوئی مہمان آتا ہے تو یہ حضرات اس کی طرف پشت کر کے بیٹھتے ہیں، یعنی ان کو دنیا والوں میں کوئی رغبت نہیں، ہمارے مولانا منظور احمد خاں صاحب مظاہر کے اکابر مدرسین میں تھے پہلی مرتبہ جب ممبئ تشریف لے گئے تو ممبئ کی کھوکھا بازار مسجد میں قیام فرمایا ان کا کوئی خاص کام نہ ہوسکا، جب ہمارے محترم حاجی علاء الدین مرحوم (جو دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم اور ندوۃ العلماء کے شوری کے ممبر تھے) کو معلوم ہوا تو کھوکھا بازار والی مسجد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا یہاں کوئی آتا ہی نہیں، ان کو لے کر حاجی صاحبؒ نے پورے ممبئ کا دورہ کیا، مظاہر علوم کا تعارف کرایا اور امداد حاصل کی، مقدر سے جب مظاہر دو حصوں میں منقسم ہو گیا بہت کوشش کے باوجود اتحاد نہ ہوسکا، میں نے اس سلسلہ میں جب مفتی مظفر صاحبؒ سے ملاقات کی اور ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ پر بڑی ذمہ داریاں ہیں وہ ہنستے رہے لیکن کوئی تسلی

بخش جواب نہ مل سکا، مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث کی کتابیں ان کے سابق کمرے میں محبوس تھیں، وہ وہاں سے دارجدید مظاہر علوم منتقل ہو گئے تھے ان کتابوں کی واپسی کی کوئی صورت نظر نہ آرہی تھی، مفتی مظفر صاحبؒ سے ملاقات میں معلوم ہوا کہ شاید تین سو بوری غلہ مظاہر علوم دارجدید منتقل ہو گیا ہے یہ سبب رکاوٹ ہے، اس ناچیز نے کہا کہ اس کی قیمت میں ادا کرنے کو تیار ہوں آپ ان کی کتابیں واپس فرما دیں، انہوں نے ان کی قیمت لینے سے انکار کر دیا فرمایا کچھ دشواریاں ہیں عنقریب میں واپس کرانے کی سعی کروں گا غلے وغیرہ کے پیسہ کی کوئی ضرورت نہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ اس پر عمل بھی کرا دیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

مظاہر علوم کے تقسیم کے بعد ابتدائی دور بہت تنگی کا دور تھا، اس میں خاص طور سے حاجی علاء الدین صاحب و شیخ محمود منیار صاحب اس کی بقاء کے لئے بہت ہی کوشاں تھے اس ناچیز کو خطوط وفون کے ذریعہ بار بار متوجہ کرتے رہے، الحمد للہ مظاہر کے سلسلہ میں بھیک مانگنے کو سعادت سمجھا اس زمانہ میں وہاں کے اخراجات کا ایک بڑا حصہ اس ناچیز کے ذریعہ پورا ہوتا رہا بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس مدرسہ کے لئے فتوحات کے دروازے کھول دیئے موجودہ لوگوں کے لئے ان حالات کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔

مظاہر علوم کی ایک اہم شوریٰ:

مظاہر علوم کی شوریٰ کے سارے اجلاس میں شرکت اس ناچیز کے باہر رہنے کی وجہ سے مشکل ہوتی تھی لیکن اہم شوریٰ میں شرکت کی کوشش کرتا تھا جناب مفتی عبدالعزیز صاحب جو مظاہر کے ناظم مدرسہ تھے ان کے انتقال کے بعد جو شوریٰ مدرسہ

مظاہر علوم میں منعقد ہونے والی تھی اس میں شرکت کے لئے پہلے نظام الدین حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے استفسار فرمایا حضرت نے سکوت فرمایا اس ناچیز نے عرض کیا حضرت اس وقت سب سے موزوں شخصیت نظامت کے لئے مولانا محمد اللہ صاحب کی ہے جو حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم کے صاحبزادے ہیں، حضرت نے اس رائے سے اتفاق فرمایا، دوسرے دن مظاہر علوم کی شوریٰ میں شرکت ہوئی، ناظم کے انتخاب کا مسئلہ زیر غور رہا اس ناچیز نے مولانا محمد اللہ صاحب کا نام پیش کیا، مجھے بتایا گیا کہ مولانا اس منصب کو قبول کرنے کے لئے راضی نہیں ہو رہے ہیں، شوریٰ سے اجازت لے کر ان کے کمرے حاضر ہوا الحمدللہ گفتگو کے بعد راضی ہو گئے، شوریٰ کے جلسہ میں شرکت فرمائی ان کے نام کا بالاتفاق اعلان ہو گیا، ان کے وصال کے بعد پھر ناظم کا مسئلہ زیر غور رہا شوریٰ میں متعدد نام پیش کئے گئے، اس ناچیز نے برادرم جناب مولانا محمد سلمان صاحب کا نام پیش کیا، الحمدللہ سب نے اتفاق کیا ان کی نظامت میں مظاہر علوم ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

زکریا منزل کی تعمیر:

کچھ دنوں کے بعد مدرسہ مظاہر علوم کے ناظم مولانا محمد سلمان صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا کہ ہم نے آپ کے شیخ کے نام پر ''زکریا منزل'' تعمیر کا ارادہ کیا ہے، اس کے لیے آپ سے خصوصی توجہ کی درخواست ہے، اللہ کے فضل و کرم سے میرے ایک دوست کے تعاون سے اس کی دو منزلیں مکمل کرنے کے اخراجات دیئے، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ وہاں مجلس شوری میں میری موجودگی میں ایک ذمہ دار نے میرے تعاون کو بہت ہلکے میں پیش کیا، درانحالیکہ یہ بہت شدت کا زمانہ تھا، مظاہر دوٹکڑوں میں بٹ چکا تھا، اس وقت جو میں نے امداد کی اس کا علم اللہ ہی کو ہے، اس لیے کہ یہ ادارہ میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اکابر کی یادگار ہے، وہاں کے فیض سے یہ ناچیز کسی کام کے قابل بنا، اورتا زندگی اس کی خدمت سعادت سمجھتا رہوں گا۔ اس کے بعد اس بلڈنگ میں مزید توسیع ہوتی رہی ہے، معلوم ہوا کہ اب تیسری منزل بھی بن گئی ہے۔

دارالعلوم دیوبند:

دارالعلوم دیوبند سے ابتدائی طالب علمی کے زمانے سے قلبی تعلق رہا ہے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے بھی مشورہ دیا تھا کہ دورہ حدیث حضرت مدنیؒ سے پڑھیں جس کا ذکر اوپر آچکا ہے مگر مقدر میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھنا تھا، اس لئے دیوبند حاضر نہ ہوسکا۔

دارالعلوم دیوبند میں تدریس حدیث کے لئے شوری کی منظوری:

اکابر دیوبند اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ سے اس ناچیز کا برابر تعلق رہا ہے یہ اوپر گزر چکا ہے، مفتی عتیق الرحمٰن صاحب مرحوم نے دیوبند کی شوریٰ میں تدریس حدیث کے لئے اس ناچیز کا نام پیش کیا تھا اورشوریٰ نے بالاتفاق قبول بھی کرلیا تھا اس سلسلہ میں مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نے کافی دلچسپی دکھائی یہ وہ زمانہ ہے جب یہ ناچیز ہندوستان سے رابطہ عالم اسلامی میں ملازمت کے لئے روانگی کے لئے تیاری کرچکا تھا۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم سے ممبئی میں مرحوم صوفی عبدالرحمٰن کے مکان پر ملاقات ہوئی حضرت نے خصوصیت سے دیوبند آمد اور وہاں کی ملازمت کا ذکر فرمایا اس ناچیز نے عرض کیا کہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ سے پوچھنا پڑے گا مگر حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا آپ اپنی رائے بتائیں، چونکہ مکہ مکرمہ رابطہ عالم اسلامی میں ملازمت کے لئے جانا طے ہو چکا تھا اس لئے اس پر عمل نہ ہو سکا محترم مولانا محمد سالم قاسمی صاحب سے برابر ہمارا تعلق قائم ہے وہ جامعہ اسلامیہ کے جلسوں میں شرکت فرماتے رہتے ہیں، اور العین بھی ہمارے مکان پر تشریف لائے تھے، حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی جب بھی دبئی آمد ہوتی اکثر سفروں میں العین آنے کا پروگرام بناتے اور یہ ناچیز بھی ہمیشہ مدعو کرتا رہا، ایک سفر میں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا العین تشریف لا رہے ہیں میں نے فون سے عرض کیا کہ حضرت آج یونیورسٹی میں میرا گھنٹہ ہے،طلبہ درجہ میں حاضر ہو چکے ہیں، فرمایا آپ درس میں جائیں گھر پر بچے وغیرہ ہوں گے میں حاضر ہو رہا ہوں چنانچہ اس دن بھی مکان پر تشریف لائے آخری سفر میں جب بالکل معذور ہو چکے تھے تو دبئی سے اطلاع کرائی چنانچہ اپنے لڑکے ڈاکٹر ولی الدین ندوی کے ہمراہ دبئی حاضر ہوا اور ملاقات کا شرف حاصل رہا۔

اسی طرح اس ناچیز کا تعلق محترم مولانا سید ارشد مدنی و مولانا سید محمود اسعد مدنی دونوں بزرگوں سے بھی قائم ہے اسی طرح دارالعلوم دیوبند و دیگر اکابرین سے بھی تعلق قائم ہے۔

جب صدر مملکت شیخ زاید بن سلطان آل نہیان کا ہندوستان کا دورہ طے ہوا تو اس ناچیز نے صدر مملکت کے مستشار خاص جو میرے پڑوسی بھی ہیں ان سے چند

اداروں کے امداد کی درخواست کی اس میں ندوۃ العلماء کے علاوہ دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ علماء ہند، مظاہر علوم، باندہ ودارالمصنفین اور جامعہ اسلامیہ مظفر پور کا خاص طور سے ذکر کیا، الحمدللہ سب کی امداد پر موافقت کی گئی۔

دارالعلوم دیوبند کے صدسالہ اجلاس میں شرکت:

۲۱ تا ۲۳/ مارچ ۱۹۸۱ء دارالعلوم دیوبند کا صدسالہ اجلاس منعقد ہوا تھا، اس اجلاس کی کامیابی کے لئے دارالعلوم کے قدیم فرزندان وجدید فضلا واہل تعلق نے کامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کی، دارالعلوم کا ایک وفد اس سلسلہ میں ابوظبی آیا تھا یہ ناچیز ہی اس کا میزبان تھا، مولانا محمد سالم قاسمی صاحب ومولانا بدرالحسن صاحب قاسمی اس وفد میں شامل تھے، ان لوگوں نے سب سے پہلے دعوت نامہ میرے ہمراہ چل کر علامہ شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کو دیا اور اس ناچیز کے نام بھی دعوت نامہ پہونچایا، اس ناچیز نے پوری کوشش کی کہ شیخ احمد بن عبدالعزیز مع وفد کے دارالعلوم کے صدسالہ اجلاس میں شرکت کریں لیکن ان کی صحت اور بعض حالات کی وجہ سے سفر سے معذرت کر دی، اس لئے ان کا پیغام لے کر ابوظبی سے دہلی پہونچا، ابوظبی سفارت خانہ کی گاڑی موجود تھی اس گاڑی سے ہماری آمد دیوبند ہوئی، اس صدسالہ اجلاس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی اور خصوصی مہمانوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی جس میں رابطہ عالم اسلامی سے ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی جنرل سیکریٹری بھی تھے، انہوں نے افتتاحی جلسہ کی صدارت بھی کی اور پاکستان کے مفتی محمود صاحب شریک ہوئے سب نے اچھے تأثرات کا اظہار کیا، اس ناچیز کو بھی شیخ احمد کے کلمہ کو پڑھنے کا موقع دیا گیا آخری جلسہ میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا بیان تھا انہوں نے دیوبند

کے غرض وغایت اس کے مقاصد اور اس کی اہمیت پر بڑی زبردست تقریر فرمائی، سارے مجمع پر ایک عجیب وغریب اثر ڈالی اور اس سے عرب علماء بھی بہت متاثر ہوئے ۔

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

وہاں سے فراغت کے بعد مظاہر علوم میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی وغیرہ سے ملاقات کے بعد اپنے وطن اعظم گڑھ واپسی ہوئی۔

ممبئی میں دارالعلوم دیوبند کے ایک وفد سے ملاقات:

اکتوبر ۱۹۸۵ء کو میری ممبئی حاضری ہوئی، حاجی علاء الدین صاحب مرحوم میرے میزبان تھے، بتایا کہ دارالعلوم سے ایک وفد مسجد رشید کے چندہ کے سلسلہ میں آیا ہے اس میں مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ ومولانا عبدالحلیم صاحب وغیرہ تھے، اللہ تعالیٰ نے جو مقدر فرمایا، مسجد رشید کی تعمیر میں بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

قاسم العلوم قصبہ نریاؤں:

قاسم العلوم قصبہ نریاؤں امبیڈکر نگر جہاں ابتداء سے حضرت مولانا عبدالحلیمؒ کا قیام تھا، وہاں ایک مکتب قائم فرمایا، پھر وہاں سے وہ مانی کلاں منتقل ہوکر آئے بعد میں وہاں کے لوگوں کے تقاضے پر قاری اختر عالم مرحوم جو میرے داماد مولوی ارشد عالم کے بڑے بھائی ہیں ان کو وہاں کام کرنے کے لئے بھیجا، قاری اختر عالم صاحبؒ نے اس مدرسے کو ترقی دینی چاہی، کئی مرتبہ اصرار سے مجھ کو بھی وہاں لے گئے، ایک مرتبہ حضرت مولانا کے ساتھ وہاں حاضری ہوئی اور بیان کا موقع ملا، قاری صاحب مرحوم کے ایک خط کا اقتباس نقل کر رہا ہوں، ۱۷/ مارچ ۱۹۸۲ء کو قاری صاحب نے مجھ کو

مفصل خط لکھا اس میں ذکر فرمایا کہ:

"مدرسے کی جو حالت ہے طلبہ کی کثرت اور آمدنی کی کمی یہ سب باتیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں بس اتنا عرض ہے کہ اتنا غریب مدرسہ شاید ہی کسی نے دیکھا ہو مسجد کے تعمیر کی کوشش ہو رہی ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس ناچیز نے وہاں ایک مسجد، دارالاقامہ اور پانی کی ٹنکی لگوادی مدرسے سے متصل زمین جس کی خریداری کی قاری صاحب کو بڑی فکر تھی انتقال سے پہلے اس کا بھی انتظام ہو گیا اور عام امداد کا سلسلہ بھی جاری رہا کہ قاری صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے، قاری صاحبؒ بہت اچھے واعظ اور قاری تھے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ ان کو خلافت واجازت عطا فرمائی تھی ان کے انتقال پر ان کے حالات پر اس ناچیز کا مفصل مضمون الشارق میں شائع ہو چکا ہے۔

مرحوم عرصہ سے علیل چل رہے تھے اور اخیر زندگی میں علالت نے شدت اختیار کر لی، یہ سن کر اس ناچیز نے ہندوستان آمد پر ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر حاضر ہوا، اس وقت ان کا قیام گھر پر ہی تھا، علاج کی ان کو تاکید کی، اخیر میں وہ لکھنؤ علاج کے لئے گئے ان کے حالات سن کر میرے نواسے اور ان کے بھتیجے مولوی اسعد عالم ندوی سلمہ ابوظبی سے سفر کر کے لکھنؤ ان کی خدمت وعیادت کے لئے آئے اور وہاں مستقل قیام کیا، اس ناچیز نے قاری صاحبؒ کے جملہ اخراجات کے لئے انتظام کر دیا تھا اور برابر رابطہ قائم رکھا بالآخر مرحوم کا آخری وقت آگیا اور اس دارفانی سے (۲۵/اگست ۲۰۰۵ء) دار آخرت کی طرف رخصت ہوئے، وفات کے بعد سوال تھا کہ

تدفین کہاں کی جائے؟ وہاں کے لوگوں کی تجویز تھی کہ مدرسہ کے قریب دوبیسوہ زمین خرید لی جائے بیع نامہ وغیرہ بعد میں ہوگا اس ناچیز نے اس کا فوری انتظام کیا اور یہ تاکید کی کہ ان کی نماز جنازہ ان کے بھتیجے مولوی اسعد عالم ہی پڑھائیں کہ قاری صاحب کے صاحبزادے ابھی صغیرالسن ہیں مگر وہاں جلد بازی میں نماز کے لئے قاری صاحب کے لڑکے کو آگے بڑھایا گیا، نماز جنازہ میں اتنی جلدی کی گئی کہ قاری صاحب کے چھوٹے بھائی جو ابوظبی سے سفر کر کے گئے تھے وہ بھی شریک نہ ہو سکے اور کف افسوس ملتے رہے، وہاں کے حالات سننے کے بعد اس ناچیز کی وہاں جانے کی ہمت نہ ہوئی۔

قطر کے سیرت وسنۃ کانفرنس میں شرکت:

قطر کے ادارہ شئوون اسلامیہ نے بڑے پیمانے کا ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء میں سیرۃ وسنۃ پر مؤتمر منعقد کرنے کا ارادہ کیا اور عالم عربی واسلامی کے اس میدان میں متخصصین وباحثین کو دعوت نامے روانہ کئے گئے، اس ناچیز کے نام بھی دعوت نامہ تھا، میں نے اپنا موضوع ''السیرۃ النبویۃ ومصادرھا الأولی'' دیا تھا جس کی موافقت قطر سے بھی کی گئی تھی، اس پر مفصل مضمون لکھا اور مضمون قطر کے بحوث سیرۃ وسنت کے ساتھ چھپ چکا ہے، ہم لوگ ابوظبی سے ایک چھوٹے سے طیارہ جس میں ۱۴ر نفر کی گنجائش تھی، اس میں شیخ احمد بن عبدالعزیز اور وزیر عدل اور ان کے ساتھی تھے اس میں یہ ناچیز بھی تھا اور ڈاکٹر عزالدین مرحوم وغیرہ بھی تھے، اپنے مقالے میں اس ناچیز نے ایک عنوان ''کتب السیرۃ بین الجرح والتعدیل'' لگایا تھا اس میں میں نے بحث کرتے ہوئے ابن سعد کے استاذ واقدی کو سیرت کے باب میں معتبر قرار دیا تھا، اس پر شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر وغیرہ کے اقوال سے استدلال کیا گیا ہے، لیکن ایک جماعت نے کہا

ہے کہ واقدی حدیث وسیرت دونوں میں غیر معتبر ہیں، میرا سوال تھا کہ جب ابن سعد بالاتفاق ثقہ ہیں یہ تو ان کے شیخ ہیں بہت سی روایات کوابن سعد نے سیرت واقدی کی سند سے نقل کیا ہے، اگر سیرت میں غیر معتبر ہوتے تو ان کی روایات کیوں نقل کرتے؟،اور دوسرا سوال اس بحث میں یہ بھی اٹھایا کہ بعض لوگوں نے ابن ہشام کو مؤرخ لکھتے ہوئے غیر ثقہ قرار دیا ہے،اس کی روشنی میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی کتاب السیرۃ النبویۃ پر شدید نقد کیا تھا،اس ناقد کا یہ مقالہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے رسالہ میں شائع ہو چکا تھا، یہ ناچیز اس مقالہ کو پڑھ چکا تھا ان سب کا جواب بدلائل دیا،عرض کیا کہ میرے سامنے اس وقت کئی دلائل ہیں ایک تو شیخ محمد بن عبدالوہاب نے سیرت ابن ہشام کو ملخص کیا ہے، اگر ابن ہشام غیر معتبر ہیں تو ان کی کتاب کو کیونکر ملخص کیا؟ دوسری بات یہ ہے کہ بہت سے علماء نے ابن ہشام کو سیرت کے باب میں ثقہ قرار دیا ہے اگر چہ مقالہ نگار کاتب نے یہ بیان کیا تھا کہ کہیں ان کی توثیق نہیں بیان کی گئی،اس پر میں نے رد کیا کہ سیوطی نے بغیۃالوعاۃ میں یونس بن عبدالاعلی سے نقل کیا ہے" **ابن ھشام کان نسّابۃمؤرخا ادیبا ثقۃ ثبتا** 'اس پر اس جماعت کے بعض افراد کھڑے ہوئے لیکن اعتراض نہ کر سکے بیٹھ گئے، البتہ شیخ احمد بن عبدالعزیز کے مقالے پر ایک مصری نے سخت اعتراض کیا کہ عنوان اور بحث کے درمیان مطابقت نہیں،عنوان تھا"**مکانۃ السنۃ في الاسلام**" اس نے کہا کہ اس کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں،اس کا اس ناچیز نے جواب دیا کہ شیخ کے مقالے کا عنوان ہے" **مراحل تدوین الحدیث**" تھا اور یہاں قطر میں اس ندوہ کے کاتب نے اجتہاد کر کے عنوان بدل دیا،اس پر اس نے کہا کہ لا نزاع بیني وبینکم قطر سے واپس آکر شیخ نے اس

جواب پر خوش ہوکر بہت انعام وہدایا دیئے ،اس مؤتمر کے ایام ہی میں حرم شریف کا قضیہ پیش آیا تھا، اس مؤتمر میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور ان کے ہمراہ مولوی عبداللہ حسنی (مرحوم) بھی شریک تھے ،حضرت مولانا کی ابتدائی تقریر امیر قطر کے سامنے ہوئی ،لوگ بہت متاثر ہوئے ، تین دن کے ایام بڑے پر لطف گزرے ہر مہمان کو ایک صندوق کتابیں ہدیہ کی گئیں جس کو قطر کے شئون اسلامیہ نے طبع کرایا تھا۔

قطر سے واپسی:

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، حضرت مولانا کا وہاں سے مراکش کا سفر تھا،مگر قطر سے اچانک دبئ تشریف لائے اور وہاں سے حضرت کے بعض متعلقین کے ساتھ دبئ سے میرے گھر جمعہ کے دن تشریف لائے ، یہ ناچیز باہر تھا جب اپنے گھر میں آکر داخل ہوا وہاں حضرت مولانا کو پاکر بہت خوش ہوئی ،معلوم ہوا کہ سیٹ نہیں مل سکی اس لئے واپسی کا ارادہ کیا ہے،کوشش کر کے شام تک سیٹ بھی کرادیں،ان کی سیٹ بھی غیبی نظام کے تحت حاصل ہوگئی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ:

مدینہ منورہ میں حضرت مولانا علی میاںؒ ہماری کتاب امام بخاری پر مقدمہ لکھ رہے تھے، حضرت مولانا کو سفر کرنا تھا خادم واپس آیا اور اطلاع دی کہ سیٹ نہیں ہوسکی اس سے حضرت مولانا پر بہت اثر ہوا، اس ناچیز نے اس خادم سے حضرت مولانا اور ان کے ساتھیوں کے ٹکٹ و پاسپورٹ لے لئے اور سیٹ بک کرانے کی ذمہ داری قبول کی حضرت مولانا میری کتاب الامام البخاری پر مقدمہ تحریر کر رہے تھے ،فرمایا بہت اچھا مقدمہ لکھوں گا سیٹیں کرا کے واپس آیئے گا،عرض کیا دعا فرمائیں،

سیٹیں کرا کے چند منٹ میں واپسی ہوگئی جب وہاں پہونچا تو تعجب سے فرمایا کہ اتنا جلدی کیسے آگئے؟ ہم نے جواب دیا کہ سیٹیں بک ہوگئیں، بہت ہی دعائیں دی، کیوں کہ اچانک مدیر مطار سے ملاقات ہوگئی تھی وہ حضرت مولانا سے واقف تھا اس لئے فوراً کام ہوگیا۔

حضرت مولانا علی میاں نوراللہ مرقدہ کی چوتھی بار ابوظبی آمد:

ہمارے دوست وکرم فرما جو دولۃ الامارات کے وزیرِ خارجہ رہ چکے ہیں، شیخ زاید بن سلطان آل نہیان کے خصوصی مستشار تھے اور مجمع ثقافی جو ابوظبی کا بہت بڑا ثقافتی وعلمی مرکز ہے اس کے صدر تھے، وہاں عام طور پر ہر سال مقررین کو بلایا جاتا تھا، اس ناچیز نے اس نے ذکر کیا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب کو دعوت دیں، چنانچہ اس ناچیز کے واسطہ سے حضرت مولانا جو سعودی عرب کے سفر پر تھے دعوت دی اور حضرت نے قبول فرمایا اور ابوظبی ۲۸؍نومبر ۱۹۸۸ء کو تشریف لائے، مطار پر معالی احمد خلیفہ سویدی بذات خود اور دیگر حضرات نے استقبال کیا اور ۲۹؍نومبر کی شام کو ترشید الصحوۃ الإسلامیۃ کے عنوان پر حضرت مولانا کا بیان ہوا، ۳۰؍دسمبر کو ہندوستان واپسی ہوئی۔

پانچواں سفرِ حج:

۱۹۹۳ء مطابق ۱۴۱۳ھ میں نے اپنے نواسے اسعد عالم سلمہ کو یہاں بلایا تھا، سفرِ حج کی سب ترتیب کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جن لوگوں کا اقامہ نہیں ہے وہ حج پر نہیں جاسکتے، عزیز اسعد عالم سلمہ کا زیارت کا ویزہ تھا اس سلسلے میں بہت پریشانی ہوئی، ظہور الاسلام صاحب ندوی جو سعودی سفارت خانہ میں ملازم تھے فون سے بتایا کہ شیخ زاید مرحوم صدر مملکت نے تمام ان لوگوں کے ایک سال اقامہ لگانے کا حکم دیا

ہے جو اقامہ کے بغیر حج نہیں کر سکتے، چنانچہ ہم پاسپورٹ آفس گئے وہاں پر بڑا مجمع تھا لیکن آسانی سے ویزہ لگ گیا ہم لوگ حج کے لئے روانہ ہوئے واپسی پر عزیزی اسعد عالم کا اقامہ ایرپورٹ پر کینسل کر دیا، دوسرے سال عزیز بدر عالم اور ان کی اہلیہ کو العین بلا کر حج بیت اللہ کے لئے بھیجا۔

چھٹا سفر حج:

۲۰۱۱ء مطابق ۱۴۳۲ھ میں سفر حج کی سعادت حاصل ہوئی، عزیز ڈاکٹر ولی الدین ندوی سلمہ ہمراہ تھے، دبئ ایئر پورٹ سے یکم ذی الحجہ کو مدینہ منورہ روانگی ہوئی اور وہاں سے ۴/ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ آمد ہوئی اور ۱۳/ ذی الحجہ کو دبئ واپسی ہوئی۔

ساتواں سفر حج:

اس ناچیز نے ۱۴۳۸ھ موافق ۲۰۱۷ء کو اپنی کبرسنی کے باوجود حج بیت اللہ کا ارادہ کیا، الحمدللہ عمرہ وحج بیت اللہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، دبئ سے ہمارا سفر ۴/ ذی الحجہ کو ہوا، جدہ پہنچ کر مکہ مکرمہ ہوٹل میں قیام کیا، وہاں سے تیاری کے بعد عمرہ کی تکمیل کی اور حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل ہوئی، اس سفر میں میرے ہمراہ عزیزی ڈاکٹر فرید الدین ندوی تھے، منی وعرفات میں مفتی محمد یونس صاحب گجراتی ہمارے ساتھ ہوگئے، مکہ مکرمہ سے ۲۴/ ذی الحجہ کو مدینہ منورہ حاضر ہوئے، صلاۃ وسلام پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے رہے، ہر سفر کی طرح اس سفر میں بہت سے علماء نے اجازت حدیث لی، خاص طور پر ڈاکٹر عبدالسلام شامل تھے، اس کے ۵/ روز بعد واپسی ہوئی۔

یہاں پر مناسب معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئ دہلی کا مضمون جو ناچیز کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے نقل کر دیا جائے۔

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی
کامیاب استاذ، ممتاز محدث اور دیدہ ور محقق

پروفیسر شفیق احمد خان ندوی
شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

استاد صحیح معنوں میں اگر استاذ ہوتو اس کی شخصیت کے نقوش طالب علم کے ذہن پر ہمیشہ کے لیے ایسے مرتسم ہوتے ہیں کہ پھر وہ کبر سنی میں بھی انھیں فراموش نہیں کر پاتا، اور ابتدائی اساتذہ کو تو ہمیشہ ہی یاد رکھتا ہے؛ اسی طرح کے اساتذہ میں ہمارے ایک اہم استاذ مولانا تقی الدین ندوی تھے: لائق، فائق، علم وفضل کے رسیا، نظم وضبط میں یکتا، وجیہ و باوقار، مشفق و شفیق استاذ، جن کی عظمت، علمیت اور شفقت کے نقوش آج تک ہمارے ذہن وفکر کے پردے پر، نصف صدی گزرنے کے بعد بھی درخشاں ہیں، اور مولانا مدظلہ (ڈاکٹر تقی الدین ندوی) ماشاء اللہ آج بھی اسی طرح سرگرم عمل ہیں، جیسے کہ وہ ۵۲ سال پہلے ۱۹۵۸ء میں تھے، جب راقم ابتدائی تعلیم وطن مالوف رستہ مئو، انہونہ، ضلع رائے بریلی (یوپی) میں حاصل کرنے کے بعد ۱۳-۱۴ سال کی عمر میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے درجہ اول عربی میں داخل ہوا تھا۔

ہمارا قیام چھوٹی بورڈنگ (سلیمانیہ دارالاقامہ) میں تھا جو درسگاہ دارالعلوم کے مشرقی حصے میں ہوا کرتی تھی، جس کے نگراں تھے موصوف مولانا تقی الدین ندوی، جو فجر کی نماز کے لیے پابندی کے ساتھ ہمیں جگاتے، تلاوت کلام پاک کرتے اور صبح

کی چہل قدمی اور ہلکی ورزش کے پابند نظر آتے تھے، پہلی کلاس میں سب سے پہلے مولانا تقی الدین صاحب ہمیں قصص النبیین پڑھاتے تھے؛ سادہ، سلیس عربی زبان میں مولانا علی میاں علیہ الرحمہ کی تالیف کردہ بتدریج لسانیاتی ونفسیاتی تعلیم وتربیت کرنے والی ابتدائی نصابی کتاب؛ جسے مولانا پوری محنت اور شوق سے بچوں کے ذہن کے مطابق پڑھاتے تھے اور لفظوں کے استعمال، جملوں کی ساخت اور اسلوب بیان کی خوبی کی طرف اشارہ بھی کرتے تھے اور اردو عربی لغوی تراکیب کے فرق سے بھی آگاہ کرتے تھے، ہوسٹل میں نظم ونسق برقرار رکھنے اور پابندی جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرانے کے سلسلے میں مولانا کا جلال اور کلاس کے اندر ذہنی تربیت کرنے اور عام زندگی میں ان کا ذوقِ جمال مجھے خاصا متأثر کرتا تھا۔

بہت دن تک تو گاؤں کے اس نو وارد کم سن طالب علم پر ان کا رعب طاری رہا اور وہ ان کے قریب نہ پھٹکا، لیکن جب استاد محترم درجہ سوم میں ریاض الصالحین (امام نوویؒ) کی تدریس کے لیے یکسو ہوئے اور نگرانی دارالاقامہ کے جھمیلے سے آزاد ہوئے تو ان کا رعب فطرۃً کم ہوا، کہ اب وہ محض ایک استاذ تھے، مشفق وشفیق استاذ اور مربی، اس کے بعد تو ان سے اس کی قربت بڑھتی گئی، وہ ریاض الصالحین کی احادیث اپنے گاؤں اور قرب وجوار میں جمعہ کی نماز کے بعد اپنی تقریروں میں اور عام دینی محفلوں میں موضوع کے لحاظ سے نقل کرتا اور مولانا کے حوالے سے ان کی تشریح وتفہیم کرتا، اور لوگ کافی متأثر ہوتے، مذکورہ افادیت کے لحاظ سے یہ کلاس اس کے لیے سب سے اہم تھی اس لیے وہ اس پر خصوصی توجہ کرنے لگا، پہلا تأثر دائمی ہوتا ہی ہے، یہ تأثر ہمیشہ ہی برقرار رہا، اس کے بعد مولانا مدظلہ حدیث شریف میں مزید اختصاص حاصل

کرنے کے لیے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ کے یہاں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور چلے گئے۔

سہارن پور سے واپس آکر مولانا درجہ پنجم میں مشکاۃ پڑھانے پر مامور ہوئے، اس کے بعد مولانا منظور نعمانی مرحوم کے استعفا کے بعد ان کی جگہ ترمذی شریف پڑھانے پر مامور ہوئے اور ندوہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور ابوداؤد اور بخاری شریف کے کچھ حصے پڑھاتے رہے، تو راقم سطور ماضی کی خوش گوار یادوں کے ساتھ مولانا سے قریب ہوا اور قریب ہی ہوتا گیا، ایسا قریب کہ آج تک قربت کا سلسلہ بحمداللہ جاری ہے:

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم
بُعد منزل نہ شود در سفرِ روحانی

محدثین کے تذکروں اور کارناموں پر مشتمل مضامین کا سلسلہ مولانا نے اس زمانے میں شروع کیا، وہ ان کے لکھے ہوئے ان مضامین کو صاف صاف نقل کرنے لگا، اور کبھی کبھی تو بطورِ املاء قلم بند بھی کرتا تھا اور برہان و معارف جیسے بلند پایہ مجلّات میں شائع کرانے کے لیے ڈاک کے حوالے بھی کرتا تھا، ان مضامین کے کتابی شکل میں شائع کرنے کی بات آئی تو مولانا مدظلہ نے اسی طالب علم (راقم) کا تجویز کردہ نام: ''محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے'' رکھا، اور برابر ہر کس و ناکس کے سامنے اس کا اعتراف بھی کیا، جو ان کی عظمت کی دلیل تھی کہ اس طرح انھوں نے اپنے ایک معمولی شاگرد کی قدر دانی و ہمت افزائی فرمائی، اور اس کی خود اعتمادی کی بحالی کی خاطر حوصلہ افزائی کا غیر معمولی رویہ اختیار کیا، سچی بات بھی یہی ہے کہ اچھا استاذ اپنے

طالب علم کی لیاقت کو ابھارتا ہے، اس کی خود اعتمادی کو پروان چڑھاتا ہے، بکھری معلومات کو منظّم کرتا ہے، خفتہ صلاحیتوں کو جگاتا ہے، علم وعمل کی راہ میں آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے اور اس کے اندر ذوق وشوق کی چابی کچھ اس طرح بھرتا ہے کہ طالب علم کے تعلیم وتعلّم کی گاڑی کی رفتار کم ہونے کا نام نہیں لیتی اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں اس کی نگاہ آگے ہی آگے دیکھتی اور بڑھتی جاتی ہے۔

اس کے بعد مولانا فلاح دارین ترکسیر (گجرات)، قاہرہ اور متحدہ عرب امارات میں کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے، راقم بھی علی گڑھ، دہلی، خرطوم، قطر اور سعودی عرب میں مادرِ علمی (دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے متعدد ممتاز، محبوب، خدا ترس، مشفق ومخلص اساتذہ کی خصوصی تربیت کے اثر سے کچھ نہ کچھ کرتا اور آگے بڑھتا ہی رہا، (**الحمدللہ علی ذلک والشکر**)

استاذ گرامی مولانا تقی الدین ندوی صاحب ۱۹۵۵ء میں فضیلت ندوہ کرنے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء ہی میں استاد مقرر ہوئے، جہاں ۱۹۶۷ء تک رہے، اس کے بعد کچھ دن گجرات کے ایک مدرسہ فلاح دارین ترکسیر میں شیخ الحدیث رہے اور قاہرہ چلے گئے، ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۴ء تک مولانا قاہرہ میں رہے، جہاں انھوں نے امام بیہقی کی الزہد الکبیر کی تحقیق وتدوین کرکے جامعہ ازہر سے ۱۹۷۶ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور ایڈیٹنگ میں خصوصی مہارت پیدا کی، پھر محکمہ شرعیہ ابوظبی میں قانونی مشیر اور جج رہے، امارات یونیورسٹی (العین) میں ۱۹۹۵ء تک حدیث نبوی شریف کے لیکچرر، ریڈر اور پروفیسر کے عہدوں پر فائز رہ کر عرب وعجم کے طلبہ کو مستفید کرتے رہے، ۱۹۹۶ء سے اب تک وہ متحدہ عرب امارات کے نائب وزیر اعظم کے

اکیڈمک اڈوائزر اور ریسرچ فیلو ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ سے ہمیشہ انھیں خصوصی لگاؤ رہا ہے، شیخ الحدیثؒ کے چھوڑے ہوئے کاموں کو ایڈٹ کر کے منظرِ عام پر لانے اور عالم عربی میں خوش اسلوبی کے ساتھ انھیں متعارف کرانے کا کام جس طرح مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے کیا وہ قابلِ رشک وستائش ہے، اہم کام جو قابلِ ذکر ہے، وہ یہ کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی أوجز المسالك إلى موطأ الإمام مالك کو ۱۸ ضخیم جلدوں میں ایڈیٹنگ کے جدید اصولوں کے مطابق ایڈٹ کر کے دار القلم بیروت سے شائع کیا، اور اس عظیم الشان ذخیرہ کو دنیا میں متعارف کرایا۔

دوسرا کام بذل المجهود في حلّ أبي داود کی ۱۴ ضخیم جلدوں میں تحقیق و تدوین ہے، جسے شائع کر کے مولانا محترم نے ساری دنیا میں ہندوستان کے محدثین کی علمی لیاقت کا ڈنکا بجایا، بذل المجہود درحقیقت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی تالیف ہے اور اس کتاب میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درسی افادات سے استفادہ کیا گیا ہے، اس پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے مزید شروح و حواشی لکھے ہیں، یہ دونوں مجموعے پرانے انداز پر شائع بھی ہو چکے تھے، لیکن ان پر ابھی بہت کام باقی تھا، مولانا تقی الدین ندوی نے مزید تخریج و تنقیح کر کے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے مقدمہ سے مزین ۱۴ ضخیم جلدوں میں سلیقہ سے ازسرنو تحقیق وتعلیق کر کے دارالبشائر بیروت سے شائع کیا اور اس طرح اس کی افادیت میں چار چاند لگائے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی ایک اور کتاب ''حجۃ الوداع وعمرات النبیؐ'' تھی، جسے

حضرت شیخ کی زندگی ہی میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے مقدمے کے ساتھ اور استاذ گرامی مولانا سعید الاعظمی ندوی صاحب مدظلہ نے ۱۹۷۱ء میں مطبعۃ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا تھا اور جس میں مقامات کی توصیف وتحدید کے سلسلے میں مؤلف کتاب جغرافیۂ جزیرۃ العرب، استاذ گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا گیا تھا، بہ ایں ہمہ یہ کتاب گوشۂ گم نامی میں تھی اور اس میں بہت کچھ کام باقی تھا، ۲۸ سال بعد ڈاکٹر ولی الدین ندوی بن ڈاکٹر تقی الدین ندوی نے اپنے جلیل القدر محقق باپ کی زیر نگرانی از سر نو اس کتاب کا نیا ایڈیشن تیار کیا، جس میں ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے احادیث کی تخریج کی اور ان پر مفید حاشیہ آرائی کی، اور متحدہ عرب امارات کی وزارت عدل وامور اسلامیہ واوقاف کی طرف سے اسے نہایت خوبصورت کاغذ اور کمپیوٹر کی دلآویز طباعت کے ساتھ وزیرِ امور اسلامیہ، متحدہ عرب امارات جناب محمد نخیرہ ظاہری کے پیش لفظ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مقدموں اور خود شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے قدیم مقدمے اور ان کے احوال وآثار کے تذکرے، نیز مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے تبصرے اور ان کے تیار کردہ نصوص حجۃ الوداع کے ساتھ شائع کیا، مولانا حالیؔ نے کہا تھا:

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر لائق میراث پدر کیوں کر ہو

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے بھی اپنے محقق والد ماجد کی تربیت ورہنمائی میں خود کو لائق میراث پدر ثابت کیا اور اس کتاب کی تہذیب وتنقیح کی:

(۱) پچھلے نسخوں سے ملا کر اس کی نظر ثانی اور تصحیح کی۔

(۲) مشکل الفاظ وتعبیرات کی تشریح کی۔

(۳) مذکورہ احادیث کی فنّی تخریج کی اور متعلقہ احادیث کے درجوں کی حسبِ ضرورت وضاحت کی۔

(۴) منقولہ عبارات ونصوص کے حوالے حتی المقدور مکمل طور پر درج کیے۔

(۵) اورسب سے بڑی بات یہ کہ ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۱ء کے مطبوعہ نسخے (نسخۂ ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی فہرست کی روشنی میں اصل کتاب کے اندر وارد مسائل کے بغل میں **ذیلی عنوانات** قائم کیے، جن سے افادہ واستفادہ کی راہیں اور بھی آسان ہوگئیں۔

اب بڑے سائز کے ۴۱۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اپنے موضوع پر دیدہ زیب، دلآویز اور سہل الحصول وسہل الاستفادہ خزانہ ہے، اور عرب دنیا کے لیے ہندوستانی اسکالرز کی طرف سے نئی شکل میں خوب سے خوب تر بن کر واپس آیا ہوا بیش بہا تحفہ ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی التعلیق الممجد علی موطأ الإمام محمد کی باقاعدہ ایڈیٹنگ اور تعلیق وتشریح بھی مولانا تقی الدین صاحب نے کی اور اسے ۳ بڑی بڑی جلدوں میں بیروت سے شائع کیا۔

مولانا عبدالحی کی ایک دوسری پرانی کتاب ظفر الأماني في مختصر شرح الجرجاني کو بھی ایڈیٹنگ کا نیا جامہ پہنا کر انھوں نے بیروت ہی سے نئی زندگی میسر کی۔

الجامع الصحیح للامام البخاری بحاشیۃ السہارنفوری کو بخاری شریف کے مختلف نسخ سے مقابلہ کرکے تحقیق وتعلیق کی اہم خدمت انجام دی، اس سلسلے میں ان تمام مراجع کو جو مولانا احمد علی صاحبؒ کے پیش نظر تھے حاصل کرنے کی کوشش کی، خواہ مطبوع یا مخطوط ہوں، ان کے علاوہ دیگر مراجع ومصادر سے استفادہ کیا، اس طرح یہ کتاب ۱۵ جلدوں میں بیروت سے شائع ہوئی، یہ بڑا کارنامہ ہے۔

مولانا کی حدیثِ نبوی شریف کے موضوع پر براہِ راست یا اس سے بالواسطہ مربوط کتابوں میں جو ۱۴ کتابیں معروف ومقبول اور بہ آسانی دستیاب ہیں ان میں سات کتابیں عربی میں اور سات ہی اردو میں ہیں، عربی کتابیں یہ ہیں:

(١) الإمام البخاري: سيد الحفاظ والمحدثين / بيروت و دمشق

(٢) الإمام أبو داود الفقيه المحدث/ بيروت

(٣) الإمام مالك ومكانة كتابه الموطأ / بيروت

(٤) أعلام المحدثين بالهند / المدينة المنورة

(٥) السنة مع المستشرقين والمستغربين/ المدينة المنورة

(٦) علم رجال الحديث/ المدينة المنورة

(٧) أعلام المحدثين ومآثرهم العلمية/ بيروت

اردو کتابوں کے عناوین یوں ہیں:

(۱) محدثین عظام اوران کے علمی کارنامے

(۲) فن اسماء الرجال

(۳) صحبتے با اولیاء

(۴) چاند کی تسخیر

(۵) امام مالک اوران کی کتاب موطا

(۶) مستشرقین اور علمِ حدیث

(۷) کتب سیرت اوراس کے اولین مصادر

مولانا نے بکثرت نیشنل اور انٹرنیشنل سیمناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور مقالات پڑھے، جوملک و بیرونِ ملک کے بلند پایہ مجلّات میں شائع ہوئے، چند اہم مقالات قابلِ ذکر ہیں:

(۱) تراث الحديث الشريف في الهند، (مدينة منوره، ١٩٨٠)

(٢) السيرة النبوية و مصادرها الأولى، (قطر ١٩٨٠)

(٣) قبسات من القرآن والسنة، (كويت ١٩٨٩)

(٤) الإمام الطحاوي محدثا، (متحده عرب امارات ١٩٩٠)

(٥) التحقيق في صنيع أسرار البخاري، (امارات، ١٩٩٢)

(٦) الإمام النسائي وصناعته الحديثية، (امارات ١٩٩٤)

(٧) المحدث العظيم آبادي وعون المعبود، (امارات، ١٩٩٤)

(٨) الإمام مالك و منهجه في كتابه الموطأ، (امارات ١٩٨٢)

(٩) السيرة النبوية للعلامة شبلي وتكملته للعلامة السيد سليمان الندوي: دراسة وتحليل، (مدينه منوره ٢٠٠٣)

(١٠) الإمام الترمذي و مكانة كتابه السنن، (ابوظبي ٢٠٠٩)

(١١) الإمام مسلم، نشر فى مجلة منار الإسلام، وزارة الأوقاف أبو

ظبی سنة ١٩٧٩ء

(١٢) الإمام ابن ماجه، نشر فی مجلة منار الإسلام، وزارة الأوقاف أبو ظبی سنة ١٩٧٩ء

ان سب کے باوجود مولانا تقی الدین بن بدرالدینؒ اپنے وطن اصلی مظفر پور اور نانیہال چاند پٹی (اعظم گڑھ) کو جہاں وہ ۲۴/دسمبر ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے اور مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کو، جہاں انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی، کبھی نہ بھولے اور ان کی اور اعظم گڑھ کے دیگر اہم اداروں کی حتی الوسع مدد کرتے رہے اور ان کی ترقیات میں برابر معاون رہے ہیں۔

۱۹۸۹ء میں اپنے آبائی گاؤں مظفر پور میں انھوں نے جامعہ اسلامیہ قائم کیا جو پورے علاقے کو بھرپور طور پر فیض یاب کررہا ہے، دیارِ پورب کے جس خطے میں یہ عظیم الشان درسگاہ قائم ہے، وہ خطہ تعلیم و تعلّم اور علمی تمدنی سرگرمیوں کا گڑھ ہے، اعظم گڑھ، دارالمصنفین (شبلی اکیڈمی) اور سیرۃ النبی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تالیف کا محور و مرکز، جہاں کی خاک سے ابھر کر علوم و فنون کے کتنے ہی ذرّے درخشندہ ستارے بنے اور تاریخ تہذیب عالم کو روشن کرتے رہے ہیں۔ مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ نے مختصر سے عرصے میں اس ادارے کو جس ظاہری و باطنی ترقیات سے ہم کنار کیا ہے، وہ حیرت انگیز اور قابلِ صد ستائش ہے، جسے راقم کو کئی بار قریب سے جا کر دیکھنے کا موقع ملا، تو اسے محسوس ہوا کہ یہاں کے اساتذہ وطلبہ، حدیث و تفسیر پر توجہ کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی خوش مذاقی اور صحت نطق و مخارج کے اہتمام کے ساتھ ساتھ قدیم صالح اور جدید نافع کے حسنِ امتزاج کا اچھا نمونہ ہیں۔ دو سال پہلے راقم

کو عمومی خطاب اور طلبہ و اساتذہ سے ملاقاتوں کا موقع ملا تو احساس ہوا کہ فرزندانِ جامعہ اسلامیہ میں کچھ کرنے اور آگے بڑھنے کی امنگ ہے۔

الحمدللہ کہ جامعہ اسلامیہ کو اب جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے تسلیم کرلیا ہے، لہٰذا اب جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کے سند یافتہ عالم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی جیسی عصری مرکزی یونیورسٹی کے بی اے آنرز میں براہِ راست داخلے لے رہے ہیں۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔جامعہ اسلامیہ میں ایک عظیم الشان اکیڈمی بھی مرکز الشیخ أبي الحسن الندوي کے نام سے قائم اور سرگرمِ عمل ہے۔ جہاں سے قاہرہ، دمشق اور بیروت کے معیار کی علمی کتابیں مسلسل ومتواتر شائع ہوکر ہندوستان کا وقار بلند کررہی ہیں۔

ماحصل یہ کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک مثالی معلم واستاذ، کامیاب مربی، ممتاز وصاحبِ بصیرت محدث اور دیدہ ور محقق ہیں۔ حدیث نبوی شریف اور اس کے فن میں ان کی شبانہ روز مشغولیت وانہماک ہی وہ جوہر ہے، جو دنیا وآخرت میں ان کی سرفرازی وسربلندی کا ضامن ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص کو شاداب اور خوش وخرم رکھے جس نے میری بات سنی اسے ذہن نشین ومحفوظ کی اور پھر اسے اس نے دوسروں تک پہونچائی، نضر اللّٰه امرأ سمع مقالتي، فوعاها و حفظها و بلغها۔ (الترمذی: حدیث نمبر: ۲۸۷۰)

بنا برایں توقع کی جاتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب فلاحِ دارین کی سعادتوں سے سرفراز ہی رہیں گے، اور اپنے کاموں کی اصل جزا ان شاء اللہ آخرت میں پائیں گے

اور رب العزت والجلال ان کے چشمۂ فیض کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھیں گے۔

پچھلے سال ۲۰۰۸ء میں حکومتِ ہند کی طرف سے صدرِ جمہوریہ ہند نے عربی زبان وادب کی مسلمہ قابلیت اور خدمات کے اعتراف میں، اور انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز (.I.O.S) نے حدیث کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دینے کی ہمت افزائی میں استاذِ گرامی مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کو گراں قدر انعامات واعزازات سے نوازا ہے، جس کے لیے حکومتِ ہند اور آئی او ایس ہم سب کی نظر میں لائق شکر وسپاس ہیں کہ اس طرف انھوں نے صرف ایک فرد کی نہیں بلکہ ان تمام اہلِ علم کی ہمت افزائی کی ہے، جو علم وادب اور قابلِ قدر وعالم گیر صالح اقدار پر مبنی تعمیری ثقافت کے ذریعہ مادرِ وطن (ہندوستان) کو نیک نام رکھنے، اس کے وقار کو بلند کرنے اور عرب وہند تعلقات کے استوار وخوشگوار رکھنے میں معاون ومددگار رہیں۔

تالیفات وتصنیفات اور علمی وتحقیقی کتابوں کا ذکر

(۱) محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے:

یہ میری سب سے پہلی تصنیف ہے کہ میری عمر کا ستائیسواں سال گزر رہا تھا، ۱۹۶۲ء میں ندوۃ العلماء میں مجھے ترمذی شریف پڑھانے کی ذمہ داری دی گئی تھی، اسی زمانہ میں مقالات لکھنا شروع کیا تھا، سب سے پہلے امام ابوداؤد پر لکھا، اس کے بعد امام ترمذی پر، اس طرح تسلسل سے لکھتا رہا، ان سب کا مجموعہ ''محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے'' کی شکل میں سامنے آیا، جو

کتابی صورت میں بار بار شائع ہوئی، یہ کتاب ۱۹۶۶ء میں پہلی مرتبہ حضرت مولانا علی میاں رحمہ اللہ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی، شروع میں کوئی ناشر ایسا نہیں مل سکا جو اس کو شائع کرتا لیکن ہمارے دوست حاجی علاء الدین مرحوم نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون کیا، اس کے بعد متعدد بار اس کی طباعت ہوتی رہی، پاکستان میں بھی مولوی فضل ربی ندوی نے شائع کیا، اب یہ کتاب پاکستان کے وفاق المدارس کے نصاب میں شامل رہی ہے، میری بہت دنوں سے تمنا تھی کہ یہ کتاب عربی میں منتقل کر دی جائے، عزیز گرامی مولوی سید جاوید احمد ندوی نے اس کا عربی میں ترجمہ بھی کر دیا، اس ناچیز کی نظر ثانی کے بعد یہ کتاب بیروت سے شائع ہوئی، جب یہ کتاب سید ناصر العبودی نائب امین عام رابطہ عالم اسلامی کو پہونچی تو اس کو بہت پسند فرمایا اس پر عربی میں ایک مفصل تقریظ لکھی اس کو ڈاکٹر شفیق احمد ندوی کے ترجمہ کے ساتھ جدید طباعت میں شامل کر دیا گیا ہے، معلوم ہوا ہے کہ یہ کتاب فارسی میں بھی شائع ہوگئی ہے۔

(۲) فن اسماء الرجال:

مجھ کو بہت دنوں سے فن اسماء الرجال پر لکھنے کا خیال ہو رہا تھا مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے تعلیم و تربیت پر اس کی طرف توجہ دلائی، گجرات کے قیام کے دوران اس رسالے کو اردو زبان میں تحریر کیا اس کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا، یہ کتاب ہندو پاک میں متعدد بار شائع ہو چکی، اس کے بعد خود اس ناچیز نے عربی زبان میں منتقل کیا اور بہت سے اضافات کئے ہیں، کتاب کئی بار شائع ہو چکی آخری مرتبہ

مکتبہ الایمان مدینہ منورہ سے شائع ہوئی، اس کتاب پر حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور حضرت شیخ احمد بن عبدالعزیز کے مقدمات ہیں، نیز اس پر شیخ الازہر دکتور عبدالحلیم محمود کا بھی مقدمہ ہے۔

(۳) صحبتے با اولیاء:

ملفوظات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ ہے، اس کتاب پر بھی حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا مقدمہ ہے، صحبتے با اولیاء گجراتی زبان میں گجرات سے، اور انگریزی زبان میں افریقہ سے، اور بنگالی زبان میں بھی شائع ہو چکی ہے، اور فرانسیسی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۴) الدفاع عن ما اوردہ ابن الجوزی علی الصحاح:

یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے جن کو ابن الجوزی نے اپنی موضوعات میں ذکر کیا ہے، اس کتاب میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن پر ابن الجوزی نے نقد کیا ہے اور ان کے جوابات بھی نقل کیے ہیں، مگر اس پر نظر ثانی کی نوبت نہ آسکی۔

(۵) الامام ابوداود المحدث الفقیہ:

یہ چھوٹا سا رسالہ ہے اور اپنے موضوع پر بہت اہم ہے یہ قاہرہ اور دارالقلم دمشق سے متعدد بار شائع ہوا، اس رسالہ کو بذل المجہود کے شروع میں بھی لگا دیا ہے اس پر شیخ محمد غزالی کا مقدمہ بھی ہے۔

(۶) الامام البخاری سید الحفاظ والمحدثین:

یہ کتاب جو استاد محمد علی دولہ کی فرمائش پر تحریر کیا تھا متعدد بار بیروت سے شائع ہوتی رہی ہے، آخری مرتبہ ابوظبی سے شائع ہوئی، اس کا اردو ترجمہ عزیز مولوی

محمد رافع ندوی نے کر دیا ہے اور یہ کتاب ہندو پاک سے شائع ہو چکی ہے۔

(۷) الامام مالک ومکانۃ کتابہ الموطأ:

اوجز المسالک کی تحقیق وتعلیق کے زمانے میں اس کو تالیف کیا تھا، شیخ احمد بن عبدالعزیز جو مالکی المذہب تھے انہوں نے اصرار کیا کہ اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر کریں جس کو وہ صدر مملکت کو پیش کرنا چاہتے تھے، پہلی مرتبہ ابوظبی سے یہ کتاب شائع ہوئی، تیسری مرتبہ دارالبشائر بیروت سے اور چوتھی بار پھر وہیں سے شائع ہوئی، اس کتاب پر شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک جو ابوظبی کے چیف جسٹس تھے ان کا مفصل مقدمہ ہے اور وہاں محکمہ شرعیہ کے مورتانی قاضی شیخ بَیّہ کا بھی مقدمہ ہے، اس کتاب کا مولانا فیروز اختر ندوی نے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے جو مرکز سے شائع کر دی گئی ہے، اس کا اردو ایڈیشن دوسری مرتبہ بھی شائع ہو چکا ہے، اور عربی ایڈیشن بھی بیروت سے شائع ہوا ہے۔

(۸) موطأ الامام مالک مع التعلیق الممجد:

طالب علمی کے زمانے میں اپنے درس میں مولانا محمد اسباط صاحب جو ہمارے ہدایہ کے استاذ تھے وہ وقتاً فوقتاً مولانا عبدالحیؒ کی کتابوں ورسالوں کا ذکر فرماتے تھے جس سے مولانا لکھنوی کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، جب ابوظبی میں مؤتمر امام مالک جو ۱۹۸۲ء میں منعقد ہوئی یہ بہت اہم مؤتمر تھی، اس میں یہ بات بھی آئی کہ اس کتاب کو تحقیق کر کے شائع کیا جائے، شیخ احمد بن عبدالعزیز نے مجھ کو اس کتاب کی تحقیق وتعلیق کا مکلّف بنایا لیکن جامعہ کے تدریسی مشاغل فرصت نہیں دیتے تھے، بہر حال اس پر کام کرنا شروع کیا معلوم ہوا کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ بھی اس کو شائع کرنا

چاہتے تھے لیکن رسم الخط کی دشواری کی وجہ سے وہ کام نہ کر سکے، چنانچہ ہم نے اس کتاب کو مقصد بنا کر کام کرنا شروع کر دیا، عزیز فہیم الدین سلمہ نے ٹائپ کیا، وہ کتاب مع فہارس تین جلدوں میں پہونچی، استاذ محمد علی الدولہ نے اس کی طباعت کا اہتمام فرمایا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے ازراہ شفقت اس پر مقدمہ تحریر فرمایا اور استاذ محمد علی دولہ کی فرمائش پر شیخ عبد الفتاح ابوغدہ مرحوم نے بھی اس پر بہت فاضلانہ مقدمہ تحریر فرمایا۔

الحمد للہ چند سال میں کتاب کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، حکومت ابوظبی کی طرف سے اس کی اشاعت کا غیبی انتظام ہوا، جامعہ کے ایک استاذ نے یہ خبر دی کہ جائزۃ القرآن دبئی کی کمیٹی کا آپ کی کتاب کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، میں نے اس کا ذکر احمد خلیفہ سویدی سے کیا جو صدر کے خصوصی مستشار ہیں اور میرے دوست بھی ہیں، اس زمانے میں مؤسسہ زاید الخیریہ کے وہ رئیس بھی تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہم شائع کریں گے، اس ناچیز نے اس کا ذکر سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان سے کیا تو انہوں نے فرمایا میرے خرچ پر چار ہزار نسخے شائع کر کے تمام علماء و باحثین و مکتبات میں اس کو پہونچا دیا جائے، چنانچہ ان کے تعاون سے شائع کی گئی اس کے بعد دار القلم دمشق سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے یہ چھٹی بار دار القلم بیروت سے شائع ہوئی، یہ معلوم ہوا کہ ترکی کے بعض معاہد کے نصاب تعلیم میں داخل کیا گیا ہے۔

(۹) ظفر الأمانی في مختصر الجرجانی:

علامہ عبد الحی لکھنوی کی آخری تصنیف ہے اور اپنے موضوع پر جامع و مفصل ہے، اس کتاب کا قلمی نسخہ بھی مجھے دستیاب ہو گیا، اس لیے اس پر محنت اور تحقیق و تعلیق کے بعد دار القلم دبئی نے شائع کیا، مگر اس میں کافی اغلاط رہ گئے تھے، اس کی تصحیح کرنے

کے بعد دوبارہ بلکہ سہ بارہ دارالریان بیروت سے شائع ہوکر مقبول ہورہی ہے۔

(۱۰) اوجز المسالک إلی موطأ مالک:

اس کتاب کے مقدمہ کی طباعت ندوے میں ہوئی تھی، بقیہ کتاب قاہرہ وبیروت سے شائع ہوئی اس کی دو جلدوں میں اس ناچیز کو بھی شرکت کا شرف حاصل ہوا اور حقیقاً حضرت شیخ نے اس ناچیز کو بذل المجہود واوجز المسالک کی خدمت کے لئے قاہرہ بھیجا تھا، طباعت کی دشواری کی وجہ سے کتاب اوجز المسالک قاہرہ سے بیروت منتقل کی گئی، تو اس کی تصحیح وطباعت کے لئے پوری ایک جماعت نے بیروت کا سفر کیا مگر اس کی طباعت میں بہت تاخیر ہوئی جیسا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے، بہت دن گزر جانے کے بعد اس کی طباعت بیروت ہی میں مکمل ہوئی، اور اس کے بعد اس ناچیز کی تحقیق کے ساتھ جو اوجز المسالک (۱۸) جلدوں میں طبع ہوئی وہ بھی دارالقلم بیروت ہی سے ہوئی، اور اب اس کا تیسرا ایڈیشن دارالقلم سے شائع ہورہا ہے۔

جو جماعت بیروت اوجز المسالک کے سلسلہ میں گئی تھی حضرت شیخ نے میرے مکہ مکرمہ کے قیام کے زمانے میں ان حضرات کو لکھا کہ اگر آپ لوگوں کے بس کی بات نہیں تو میں مولوی تقی صاحب کو بھیجوں مگر ان لوگوں نے اس سے معذرت کی، اس پر حضرت شیخ نے حضرت مفتی محمود صاحبؒ کو لکھا کہ ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے بذل المجہود کی تکمیل مولوی تقی صاحب سے کرائی اسی طرح اوجز المسالک کی بھی تکمیل بھی کرائے گا، (مکتوبات حضرت شیخ، مرتبہ ڈاکٹر اسماعیل میمنی ص ۱۸۶)'' یہ اوجز المسالک جب پہلی مرتبہ قاہرہ سے (۱۵) جلدوں میں چھپ کر بازار میں آئی تو بہت

سے عرب علماء وصاحب علم حضرات کو یہ اعتراض ہوا کہ اس میں بہت سی اغلاط وتحریفات ہیں اور بہت سی عبارتیں چھوٹی ہوئی ہیں، اس لئے میں نے جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے بعض اساتذہ کو مکلّف کیا کہ اس کی ہندی نسخہ اور نئ مطبوعہ نسخہ سے مقارنہ کرلیں، اور خطا وصواب لکھ کر مجھے بتائیں، چنانچہ ان لوگوں نے ہر پندرہ جلد میں ہر جلد کے ساتھ خطا وصواب لکھا جن کی تعداد تقریباً بیس ہزار ہیں، حضرت مولانا علی میاںؒ کے سامنے جب اس کا ذکر آیا تو بہت تاسف کرتے رہے کہ حضرت شیخ کو اگر اپنی زندگی میں اس کا علم معلوم ہوتا تو بہت ہی قلق ہوتا، اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ اس کی تحقیق وتعلیق کرڈالیں، اس زمانے میں یہ ناچیز جامعۃ الامارات میں پروفیسر تھا بہت محنت کرنی پڑتی تھی، پھر بھی میں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا جہاں ضرورت تھی مصادر ومراجع کی اس کی طرف مراجعت کی اس میں تقریباً مجھ کو چھ سال لگ گئے، درمیان میں حج بیت اللہ کا ادارہ کیا، جب حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ کو معلوم ہوا تو سختی سے منع فرمایا کہ آپ حج کر چکے ہیں پہلے اوجز المسالک کی تکمیل ضروری ہے، اس کا مجھ پر ایسا غلبہ تھا کہ عصر سے مغرب، مغرب سے عشاء اور اس کے بعد ہر وقت اوجز ہی میرے سامنے رہتی الحمدللہ ۱۸ر جلدوں میں مع فہارس تیار ہوئی اور متعدد بار طبع ہوچکی ہے۔

اوجز المسالک کی طباعت کا غیبی انتظام:

ضرورت تھی کہ اس طباعت کی ذمہ داری کوئی سرکاری ادارہ قبول کرتا اس کے لیے میں نے بہت سعی وکوشش کی لیکن کہیں کامیابی نہ ہوئی، آخر میں میں نے اس کا ذکر سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان ممثل رئیس دولۃ الامارات کے سامنے کیا

کیونکہ ان کے والد مرحوم شیخ زاید بن سلطان آل نہیان صدر مملکت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایک ہزار نسخے خریدے تھے، شیخ سلطان نے حوصلہ افزائی کی اور اس کتاب کے خرچ کی ذمہ داری قبول کر لی، لیکن جب اس کا پورا تخمینہ بیروت سے لگوا کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اتفاقاً مجلس سے اٹھ گئے اور بظاہر کوئی توجہ نہیں فرمائی، یہ ناچیز اپنی گاڑی سے اپنے مکان العین کی طرف روانہ ہو گیا، ایک گھنٹے کی مسافت طے کر چکا تھا کہ شیخ کے سیکریٹری کا فون آیا کہ شیخ پوچھ رہے ہیں کہ فاین الدکتور الندوی؟ میں نے کہا کہ بس چند منٹ میں آیا میرے لڑکے فہیم الدین نے گاڑی دوسو کی رفتار سے بھگایا ابوظبی کے قریب پہونچ کر گاڑی کا پٹرول ہی ختم ہو گیا انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی ناصر الدین کو فون کیا کہ جلدی آجاؤ والد صاحب کو لے کر جانا ہے وہ برق رفتاری سے آ گیا، مجھ کو لے کر چلے شیخ کی مجلس میں پہونچا شیخ اٹھنے ہی والے تھے کہ میں پہونچ گیا جو بجٹ میں نے لکھا تھا، اس کو پیش کیا اس پر دستخط کر دیئے، تین ہزار نسخے ان کے حساب میں چھاپے گئے، تمام عالم کے مکتبات، یونیورسٹیوں، مراکز علمیہ اور علماء میں تقسیم کئے گئے، اوجز المسالک دیدہ زیب صورت میں چھپ کر جب مصر پہونچی تو جامعہ ازہر کے صدر ڈاکٹر ابوطیب جو فی الحال شیخ الازہر ہیں انہوں نے شیخ سلطان کو خط لکھا کہ یہ کتاب ہند اور عالم عرب کے درمیان ربط کا ذریعہ ہے اور ایک بڑا احسان ہے علماء و فضلا پر حتی کہ جامع ازہر کے باحثین ودارسین پر، الحمد للہ بیروت سے متعدد بار طبع ہو چکی ہے، اسی طرح ہندوستان میں بھی مرکز الشیخ ابی الحسن الندی کی طرف سے متعدد بار شائع کی گئی ہے کتاب مارکیٹ میں موجود ہے۔

(۱۱)بذل المجہود کی جدید طباعت:

بذل المجہود جس کی خدمت کے لئے اصلاً حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس ناچیز کو گجرات سے بلایا تھا، ایک سال حضرت کی خدمت میں رہ کر حواشی کی تحقیق وتصحیح کرنا تھا کیونکہ اس کی طباعت ندوہ پریس میں شروع ہورہی تھی اس لئے اس کے پروف کو دیکھنا بھی ہمارے ہی ذمہ تھا اس کے لئے بارہا لکھنؤ جانا پڑا، سہارنپور میں تحقیقی کام میں مولانا عاقل صاحب ومولانا محمد سلمان صاحب کے ساتھ کبھی کبھی مولانا محمد یونس صاحب کی بھی شرکت ہوتی تھی بذل کی سال بھر میں چھ جلدیں لکھنؤ میں ہی طبع ہوسکیں مگر طباعت قابو میں نہیں آرہی تھی، کثرت سے اغلاط واقع ہوئے اور تاخیر بھی ہورہی تھی، حضرت شیخ کو عجلت تھی، ہمارے عزیز محترم مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نے غایت محبت میں بذل واوجز کی طباعت کا انتظام قاہرہ میں کیا، ان کا اصرار شدید ہوا کہ مولانا تقی الدین ندوی صاحب کو طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ بھیجا جائے جیسا کہ اوپر گزر چکا، مولانا عبدالحفیظ مکی ومولانا عبدالرحیم کے ساتھ قاہرہ ہم لوگ حاضر ہوئے واقعہ ہے کہ طباعت کے فن کے نشیب وفراز سے ہم لوگ ناواقف تھے، اس لئے بہت سی دشواریاں پیش آئیں، کیونکہ کتاب فارسی رسم الخط میں تھی اس کو عربی میں کمپوز میں لانے میں بہت سے اغلاط واقع ہوئے، باوجودیکہ ناچیز چودہ چودہ گھنٹہ محنت کرتا تھا، بہرحال کتاب ۲۰؍جلدوں میں مکمل ہوئی مگر اس میں غلطیاں بھی رہ گئیں، کتاب کی جلدوں میں سوء ترتیب بھی تھی، بلاشبہ حضرت شیخؒ کو اس طباعت پر بہت مسرت ہوئی لیکن بعد میں بہت سے علماء ودکاترہ نے شکایت کی اور یہ مطالبہ کیا کہ اس کتاب کو مکمل تحقیق کر کے شائع کرنا چاہئے جب کتاب کو اصل بذل سے ملایا تو

تقریباً چار ہزار اغلاط تھے، اس کے علاوہ ہندی نسخے میں بھی اغلاط واقع تھے اس لئے ہم نے بذل کی عبارت کو اصل مصادر سے ملانے کی کوشش کر کے کتاب کی تصحیح کی جہاں سے حضرت سہارنپوری نے نقل فرمایا تھا، یہی طریقہ اوجز میں بھی اختیار کر رکھا تھا، چونکہ بعض اہم کتابیں اس زمانے میں تحقیق ومختلف نسخوں سے مقارنے کے بعد شائع ہوئی ہیں، ان سے ملاتے وقت اندازہ ہوا کہ اصل مصادر میں جو قدیم زمانے میں طبع ہوئے تھے، جو بعض کمیاں تھیں یا عبارت محرف تھی اس کے تصحیح کی پوری رعایت کی جس کی بہت سی مثالیں بذل المجہود کے مقدمہ میں دے دی گئیں اور بہت سی احادیث وآثار جس کے مصادر حضرت سہارنپوری کو نہیں مل سکے تھے، اس کا حوالہ بھی دیا گیا، مثلاً معجم طبرانی، مصنف عبدالرزاق، مسند حمیدی وغیرہ جس سے ہم نے کوشش کی کہ بذل میں واقع ہونے والی احادیث یا حاشیے پر مذکور حدیث پر حوالہ بھی دے دیا جائے، اوراس سلسلے میں ساری جدید چیزیں استعمال کی گئیں، الحمدللہ یہ کتاب بیروت سے تین مرتبہ شائع ہوئی اور ہندوستان سے بھی شائع کرائی گئی، اس طرح یہ کتاب دنیا کے تمام مکتبات، اسلامی یونیورسٹیوں اور اسلامی اسکالر تک پہونچ رہی ہے، اس پر بڑے بڑے علماء کے خطوط بھی موصول ہوئے، اور ہم نے اس کتاب کی پرانی ترتیب سے جو ۲۰؍جلدیں تھی اس کو بدل کر ۱۳؍جلدوں میں اور ایک جلد میں فہارس کے لیے مختص کیا اس طرح ۱۴؍جلدیں بن گئیں۔

یہ سب درحقیقت حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، پہلے گزر چکا ہے کہ ہمارے قیام قاہرہ کے زمانے میں مولانا عبیداللہ مرحوم جو ختم یٰس کراتے، ہمارا نام لے کر دعا کراتے تھے، وہ بذل المجہود واوجز المسالک کا کام

کرنے والوں اور مدد کرنے والوں کے لیے لمبی لمبی دعائیں کراتے تھے، اس پر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب اور کئی علماء نے یہ فقرے فرمائے کہ ’’کاش ہم سہارنپور کے بجائے رمضان المبارک ’’مصر‘‘ میں گزارتے‘‘۔

(۱۲) كتاب الزهدالكبير للإمام أحمد بن حسن البيهقي:

یہ میرے جامع ازہر کے پی، ایچ ڈی کے رسالہ کا موضوع ہے، میں اپنی خستہ حالی میں جس کا ایک نسخہ کا فوٹو مکتبہ آصفیہ سے لیا اور دوسرا نسخہ مکتبہ الحکمہ مدینہ منورہ سے دستیاب کیا، اس طرح اس کتاب کی تحقیق کی گئی، الحمد للہ یہ کتاب پہلی مرتبہ ابوظبی سے، دوسری مرتبہ دار القلم کویت سے، اور تیسری مرتبہ المجمع الثقافی ابوظبی سے، چوتھی مرتبہ پھر المجمع الثقافی کی طرف سے شائع کی گئی، اور پانچویں مرتبہ بیروت دار الفتح سے تحقیق وتصحیح کے ساتھ نہایت خوبصورت شکل میں حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ کے ساتھ ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔

(۱۳) الجامع الصحیح للإمام بخاری مع حاشیۃ السہارنفوری:

اس کی تحقیق وتعلیق کے لئے عرب ملک کے بہت سے دکاترہ نے مجھ سے اصرار کیا، مجرد حاشیہ کا شائع کرنا کافی نہیں بلکہ اس کے متن وحاشیے کی تحقیق ضروری ہے، اور اس کے مراجع کو حاصل کرنا ایک دشوارترین کام تھا، اس لئے کہ اس میں بعض اہم کتابیں ابھی تک منصۂ شہود پر طبع ہو کر نہیں آئی ہیں، جب ہم نے اس کتاب کی تحقیق کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ساری کتابیں وبخاری شریف کے وہ نسخے جو ہمیں مطلوب تھے وہ سب فراہم ہو گئے، اس میں علامہ صغانی کا نسخہ جو مولانا کے متن کا اساس تھا یہ بھی ہمیں مل گیا، یونینی کا نسخہ اور عبداللہ بن سالم البصری کا نسخہ

جس کے بارے میں شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب ''الانتباہ'' میں ذکر فرمایا ہے:
وفیھا نسخة یونینیة وزادة علیھا، اسی طرح ''الخیر الجاری'' وغیرہ شروح بخاری
بھی، اوران کے علاوہ بھی بعض قلمی شروح، ''التوضیح'' جو حافظ عینی کے شیخ ابن الملقن
کی بخاری شریف کی شرح ہے، جو دمشق سے ۳۶/جلدوں میں شائع ہوئی ہے ہمیں
حاصل ہوگئی، اس کے علاوہ وہ تمام کتابیں جو حضرت مولانا کے مراجع میں تھیں، بخاری
شریف کی شروح جو اِس زمانے میں شائع ہوچکی ہیں وہ ہمارے پاس موجود ہیں، اس
سے استفادہ کی کوشش کی گئی، اسی طرح بخاری شریف کا متن اوراس کے حواشی کو پوری
دیانت کے ساتھ امت کے سامنے پیش کیا گیا، جب یہ کتاب تیار ہوچکی تو ہم نے
رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کے پاس اس
کے کچھ اجزاء بھیج کراس پر مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی جس کے مطالعہ کرنے کے بعد ایک
عالمانہ مفصل مقدمہ تحریر فرمایا، ان کے علاوہ ڈاکٹر ابولبابہ رئیس قسم الحدیث جامعۃ
الامارات اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس کتاب پر قیمتی مقدمہ تحریر
فرمایا اس کتاب کی تحقیق وتعلیق میں اپنے ایک درجن باحثین کے ساتھ پانچ سال میں
پوری کی گئی ہے یہ کتاب اس وقت ۱۵/جلدوں میں بیروت سے طبع ہوچکی ہے۔

(۱۴) الجامع الصحیح للإمام بخاری مع حاشیہ السہارنفوری مع تحقیق وتعلیق:

اس کے بعد بہت سے اہل علم کا تقاضا ہوا کہ اس بخاری شریف کو ۶/جلدوں
میں شائع کردیا جائے، تاکہ طلبہ وعلماء کو اٹھانے میں اوراپنے درس میں لے جانے میں
سہولت ہو، اس پر نظر ثانی کر کے دارالنوادر سے ۶/جلدوں میں شائع کی گئی، اس کے

بعد طبع ثانی دار القلم بیروت سے ہوئی ہے، الحمدللہ پورے عالم میں مقبول ہو رہی ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

(۱۵) الجامع الکبیر (سنن الترمذی) ومعہ الکوکب الدری علی جامع الترمذی:

اس کتاب کو ۵/ قلمی اور ۴/ مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھ کر کتاب کا متن تیار کیا گیا ہے، نیز اختلاف نسخ کی طرف حاشیہ میں اشارہ کر دیا ہے، ہمارے اس نسخے میں تقریباً ۶۱/ حدیثیں ہندوستانی و پاکستانی مطبوعہ نسخے سے زیادہ ہیں، نیز اس میں احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کے اقوال جہاں نقل کرنے کی ضرورت تھی اس کو نقل کر دیا ہے، اور یہ دار الفتح بیروت سے ۹/ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱۶) الشمائل المحمدیہ للترمذی مع تعلقات الکاندھلوی:

یہ الجامع الکبیر للترمذی کی نویں جلد ہے، جو شمائل پر مشتمل ہے، اس میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے حاشیہ کے علاوہ مولانا احمد علی سہارن پوری وغیرہ کے حواشی سے استفادہ کیا گیا، مرکز الشیخ ابوالحسن ندوی ہندوستان سے بھی یہ کتاب شائع ہوگئی ہے۔

(۱۷) خصائل نبوی:

شمائل کا حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے ''خصائل نبوی'' کے نام سے ترجمہ کیا ہے، جو الحمدللہ کئی بار شائع ہو چکا ہے، لیکن اس کو عربی متن، اردو ترجمہ اور حضرت شیخ کے عربی تعلیقات اور مولانا احمد علی صاحب کی تعلیقات سے بھی فائدہ اٹھایا گیا، اور دیگر تعلیقات سے بھی، اردو ترجمہ کی صحت کا بہت خیال کیا گیا ہے، یہ

کتاب مرکز الشیخ ابوالحسن ندوی سے شائع کی گئی ہے، یہ معلوم ہوا کہ کسی نے پاکستان سے بھی شائع کردیا ہے۔

(۱۸) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء للامام الشاہ ولی اللہ الدہلوی:

شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ کتاب فارسی زبان میں تالیف فرمائی ہے، جو اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے، ماضی میں اس کتاب کو فارسی سے عربی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی مگر صرف ایک حصہ کا ترجمہ ہوسکا تھا، ضرورت تھی کہ اس کتاب کا ایسا ترجمہ کیا جائے جو کتاب کی روح کو بھی منتقل کردے، چنانچہ اس کام کے لیے جامعہ اسلامیہ کے دو مدرسین مولانا فیروز اختر ندوی اور مولانا سید جاوید احمد ندوی کو مکلّف کیا، بلاشک وہ تین سال تک اس عظیم کام میں مشغول رہے اور ترجمہ و تخریج کی خدمت انجام دی، اس کے بعد اس ناچیز نے ترجمہ و تعلیق پر بہت غور و دقت سے نظر ڈالی، اس کی تحسین و ترتیب میں کافی وقت صرف کیا، اسی طرح روایات کی تخریج وغیرہ میں مرکز ابوالحسن الندوی کے باحثین بالخصوص مولانا شمس الرحمٰن اور مولانا رضی الرحمٰن نے کافی محنت صرف کی بلکہ ان دونوں نے کتاب کی فہارس ایک جلد میں تیار کی ان کے علاوہ بعض علمائے عرب سے بھی عبارت کی درستگی اور نظر ثانی میں مدد لی گئی، اس طرح یہ کتاب پانچ جلدوں میں تیار ہوکر دارالقلم بیروت سے شائع ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(۱۹) لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح، للإمام المحدث الشیخ عبد الحق الدہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ:

اس کتاب کی علماء حدیث کے نزدیک بہت اہمیت ہے، پہلی مرتبہ ۶/قلمی

نسخوں کو سامنے رکھ کر اس کتاب پر تحقیق و تعلیق کر کے ۱۰؍ جلدوں میں بیروت دار النوادر سے شائع ہوئی تھی، اور اس کے بعد دار الکتب العلمیہ بیروت سے مارچ ۲۰۲۰ء میں ۱۱؍ جلدوں میں شائع ہوئی، گیارہویں جلد پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہے جو شیخ محدث نے مشکاۃ کے رجال پر تصنیف فرمایا تھا۔

(۲۰) المواہب اللطیفہ فی شرح مسند الامام أبی حنیفہ للعلامۃ محمد عابد السندھی المتوفی ۱۲۵۷ھ:

مولانا محمد عابد سندی مدینہ منورہ کے بڑے عالم گزرے ہیں، ان کے اساتذہ میں تین اہم اہل حدیث ہیں، ایک شیخ محمد عبد الوہاب نجدی کے صاحبزادے عبد اللہ، اور دوسرے امیر صنعانی کے صاحبزادے، اور تیسرے قاضی شوکانی ہیں، لیکن یہ خود حنفی المذہب ہیں، انہوں نے مسند امام ابو حنیفہ جو بروایۃ الحصکفی ہے اس کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا اور مسند کی شرح لکھی، لیکن اس شرح کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے کوشش کی ہے کہ مسند کی ہر حدیث کے شواہد دیگر کتب حدیث بالخصوص صحاح ستہ سے لانے کی کوشش کی ہے، ہمارے علماء بالخصوص حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے کتاب کی تعریف کی تھی، اس لیے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش یہ کام اس ناچیز کے ذریعہ ہو جائے، چنانچہ اس کے قلمی نسخہ کو جمع کر کے تحقیق و تعلیق کا کام شروع کیا اور اس پر نظر ثانی کر کے دار النوادر بیروت سے چھ جلدوں میں مع فہارس شائع کرایا، یہ کتاب علماء احناف کے لیے خصوصی ہدیہ ہے۔

(۲۱) علم رجال الحدیث:

یہ بہت ہی اہم رسالہ ہے، جس پر شیخ الازہر ڈاکٹر محمود عبد الحلیم، اور ابوظبی

کے چیف جسٹس شیخ احمد بن عبد العزیز، اور حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے مقدمات کے ساتھ پانچویں مرتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

(۲۲) السنۃ مع المستشرقین والمستغربین:

یہ درحقیقت دارالمصنفین کے سیمینار میں پڑھا گیا تھا، اردو زبان میں اس کا ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، یہ رسالہ مدینہ منورہ سے اور اس کے بعد جدہ سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۲۳) اعلام المحدثین بالہند:

یہ مختصر رسالہ ہے، جو مدینہ منورہ سے شائع کیا گیا ہے، اس کا ترجمہ ہندوستان سے شائع ہوا ہے۔

(۲۴) داستاں میری:

یہ کتاب ۲/ جلدوں میں شائع ہوئی تھی جو ختم ہو چکی تھی، اب اس کا دوسرا ایڈیشن آنے والا ہے، جس پر حضرت مولانا محمد رابع صاحب اور جناب محترم مولانا تقی عثمانی صاحب کے مقدمات ہیں۔

ناچیز کی نظر ثانی کے بعد شائع ہونے والی کتابیں

۱۔ الابواب والتراجم:

مؤلف حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ:
جو عزیز ڈاکٹر ولی الدین ندوی اور مرکز کے باحثین کے تعاون سے تحقیق و تعلیق کے ساتھ دارالبشائر بیروت سے پانچ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی۔

۲۔الشیخ یوسف الکاندھلوی ومنہجہ فی الدعوۃ:

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی سوانح حضرت مولانا یوسف کاندھلوی جس کے بارے میں شدید تقاضا تھا کہ عربی زبان میں شائع کی جائے، چنانچہ عزیز گرامی مولانا محمد جعفر مسعود حسنی ندوی کواس کام کے لیے مکلّف کیا اورانہوں نے بہت محنت سے اس کا ترجمہ کیا، مگراس کی ضرورت تھی کہ اس پر نظر ثانی کی جائے، اس ناچیز نے اس کتاب کو دو مرتبہ غور سے پڑھا، بعض حصہ کے پڑھنے میں عزیزی ڈاکٹر ولی الدین ندوی بھی شریک تھے، اس کتاب کواس انداز میں تیار کیا گیا کہ اس پر عرب ممالک کے علماء کو کوئی اعتراض کا موقع نہ ملے، الحمدللہ یہ کتاب بھی دارالبشائر بیروت سے ایک جلد میں شائع ہوئی، اب یہ عربی زبان میں تبلیغی کام کو سمجھنے کا بہت بڑا وثیقہ ہے۔

۳۔الامام المحدث محمد زکریا ومآثرہ العلمیۃ للشیخ أبی الحسن الندوی:

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی سوانح اردو زبان میں تحریر کی تھی، جب اوجز المسالک وبذل المجھود ہماری تحقیق وتعلق سے طبع ہوکر عالم اسلام میں عام ہوئی تو یونیورسٹیوں کے بعض علماء ودکاترہ نے حضرت شیخ پر مستقل تالیف کا مطالبہ کیا، سب سے جامع اور بہتر کتاب حضرت مولانا علی میاں نوراللہ مرقدہ کی تالیف سوانح حضرت شیخ الحدیث کو پایا اس لیے مولانا محمد جعفر مسعود ندوی کواس کے ترجمے کی ذمہ داری دی، ماشاء اللہ انہوں نے بہت ہی محنت سے عربوں کے مزاج کے مطابق ترجمہ کیا، اس کتاب کواس ناچیز نے بغور پڑھا بعض جگہ تبدیلی بھی کی اور تصحیح بھی کی، اس کے علاوہ بعض مضامین کے اضافے کا مشورہ دیا، مولوی محمد جعفر صاحب نے اس کوقبول کیا اوراس کا بھی ترجمہ کیا، مثلاً حضرت شیخ کے

درس بخاری کی خصوصیات اسی طرح عزیز گرامی ڈاکٹر ولی الدین ندوی کا مقالہ جو بعنوان الامام محمد زکریا و ماثرہ العلمیۃ جس میں حضرت شیخ کی مطبوعہ ومخطوطہ کتابوں کا تعارف ہے جس کی شدت سے ضرورت تھی اس کو بھی شامل کیا، اس طرح یہ کتاب مکمل ہوئی، دارالقلم بیروت سے شائع ہوئی۔

۴۔ رسائل الأرکان فی الفقہ:

یہ علامہ عبدالعلی جو بحرالعلوم کے لقب سے مشہور ہیں ان کی تالیف ہے، اس پر مولانا ظفر احمد قاسمی ہماری نگرانی میں کام کررہے ہیں، اور عنقریب دارالکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہونے والی ہے۔

علمی وتحقیقی مقالات

اہم عربی مقالے:

١ ـ قبسات من القرآن والسنة، للجنة من الأساتذة، كان مشاركاً فيها، ط. الكويت ١٩٨٩م.

٢ ـ الإمام الطحاوي المحدث، مجلة كلية الآداب بجامعة الإمارات، ١٩٩٠م.

٣ ـ التحقيق في صنيع البخاري في أبواب صحيحه وتراجمه والكشف عن أسرار فقهه و معالمه، مجلة كلية الشرعية والقانون، ١٩٩٢م.

٤ ـ الإمام النسائي والصناعة الحديثية ، مجلة كلية الآداب، ١٩٩٤م

٥ ـ المحدث العظيم آبادي و عون المعبود، مجلة كلية الآداب، ١٩٩٤م.

٦ـ السيرة النبوية للعلامة شبلي النعماني وتكملته للعلامة السيد سليمان الندوي، دراسة و تحليل، مجمع الملك فهد بالمدينة المنورة، ١٤٢٤هـ.

٧ـ الإمام مالك ومنهجه في كتابه الموطأ، طبع في بحوث مؤتمر الإمام مالك في أبوظبي سنة ،١٩٨٠م.

٨ـ تراث الحديث الشريف في الهند، طبع مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، ١٩٨٠م.

٩ـ السيرة النبوية و مصادرها الأولى، طبع في بحوث مؤتمر السيرة و السنة في دولة قطر سنة ١٩٨٠م.

١٠ـ الإمام الترمذي و مكانة كتابه السنن، طبع بمجلة المنار الإسلامي بأبوظبي.

١١ـ الجامع الصحيح مع حاشية السهارنفوري بمجلة المنار الإسلامي أبوظبي ١٩٨٠م.

١٢. فقه البخارى وأسرار تراجمه، مجلة كلية الآداب ،العین میں شائع ہوا۔

اہم اردو مقالے:

۱۔ امام ابوداود	رسالہ برہان دہلی
۲۔ صحابہ کرام کا مقام	رسالہ برہان دہلی
۳۔ مانعین زکوٰۃ کے بارے میں شیخین کا اختلاف	رسالہ برہان دہلی
۴۔ ہندوستان میں علم حدیث ۱۱ قسطوں میں	الفرقان لکھنؤ

۵۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اور علم حدیث	الشارق
۶۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اور علم حدیث	الفرقان لکھنؤ
۷۔ امام صغانی اور ان کا نسخۂ بخاری	الشارق
۸۔ امام سالم بن عبداللہ بصری اور ان کا نسخہ صحیح بخاری	الشارق

اس کے علاوہ وفیات پر حسب ذیل مضامین شائع ہوئے۔(۱)

۹۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی نور اللہ مرقدہ الفرقان لکھنؤ۔

خصوصی نمبر

۱۰۔	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ۔	الشارق خصوصی نمبر
۱۱۔	حضرت مولانا شاہ معین الدین ندی نور اللہ مرقدہ۔	تعمیر حیات
۱۲۔	حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ۔	لاہور
۱۳۔	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نور اللہ مرقدہ۔	الفرقان
۱۴۔	حضرت مولانا معین اللہ ندوی نور اللہ مرقدہ۔	تعمیر حیات
۱۵۔	حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ۔	الفرقان، الشارق
۱۶۔	حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری نور اللہ مرقدہ۔	الشارق
۱۷۔	حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی نور اللہ مرقدہ۔	الشارق
۱۸۔	عزیز قاری اختر عالم مظاہری نور اللہ مرقدہ۔	الشارق
۱۹۔	حاجی علاء الدین ممبئی نور اللہ مرقدہ۔	تعمیر حیات
۲۰۔	والدہ محترمہ نور اللہ مرقدھا۔	الشارق
۲۱۔	محترم مولانا محمد سید ثانی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ۔	تعمیر حیات

۲۲۔	محترم مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ۔	تعمیر حیات
۲۳۔	محترم مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ۔	تعمیر حیات
۲۴۔	محترم مولانا محمد میاں حسنی نور اللہ مرقدہ۔	تعمیر حیات
۲۵۔	چچا عبد الرشید	الشارق
۲۶۔	اہلیہ محترمہ	الشارق
۲۷۔	مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی	الشارق
۲۸۔	محترم مولانا عبد الرحیم متالا	نقوش اسلام سہارنپور والشارق
۲۹۔	حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب	الشارق
۳۰۔	عالم ربانی محترم مولانا عبد الحفیظ صاحب	الشارق
۳۱۔	مولانا اسماعیل بدات صاحب	الشارق
۳۲۔	محترم مولانا محمد یونس صاحب جونپوری	الشارق
۳۳۔	مولانا عبد اللہ کاپودروی	الشارق
۳۴۔	مولانا محمد یوسف متالا صاحب	الشارق
۳۵۔	مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری	الشارق

ان شاء اللہ یہ سب مقالے ''یادرفتگاں'' کے نام سے شائع کیے جائیں گے۔

اور ان کے علاوہ مختلف رسالوں میں میرے مضامین چھپتے رہے ہیں،

---

(۱) یہ سب مضامین ''تذکرۂ رفتگاں'' کے نام سے الگ جلد میں شائع کئے جارہے ہیں، البتہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ کی وفات پر جو مضمون لکھا تھا وہ اسی جلد میں آگے آرہا ہے۔

البعث الاسلامی ومجلۃ منار الاسلام جو ابوظبی دائرۃ الاوقاف کا ترجمان ہے، ان میں اور ابوظبی کے اخبار الاتحاد میں بھی قریب ۵۰/ مقالات شائع ہوئے جس کا تعلق شرح حدیث سے تھا، ابوظبی اردو سروس میں ماہ مبارک میں روزانہ تین سال تک تقریروں کا سلسلہ رہا جو پہلے سے لکھ لیا کرتا تھا، جو ایک کتاب کی شکل اختیار کر گئی ہیں، مگر یہ مسودہ ضائع ہوگیا تلاش کرنے پر مل نہ سکا۔

باب ہفتم: اکابر ومعاصرین

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی سے عقیدت
وتعلق، دیگر اکابر علماء ومشائخ اوران کے بیش قیمت خطوط،
ہندو پاک اور بلاد عربیہ کے معاصر علماء وتلامذہ کا تذکرہ

باب ہفتم: اکابر ومعاصرین

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی سے عقیدت وتعلق، دیگر اکابر علماء ومشائخ اوران کے بیش قیمت خطوط، ہندوپاک اور بلاد عربیہ کے معاصر علماء وتلامذہ کا تذکرہ

حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ کی خدمت میں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی نوراللہ مرقدہ کے وصال کے بعد اس ناچیز کا تعلق حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نوراللہ مرقدہما سے قائم تھا، نیز اس ناچیز کو حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ سے بہت ہی عقیدت ومحبت تھی، جس بناپران کی ذات گرامی کو اللہ تعالی نے اس ناکارہ کے لیے شیخ ثانی بنا دیا، حضرت مولانا سے ابتداء تعارف وملاقات ۱۹۷۵ء میں ندوۃ العلماء کے جشن کے موقع پر ہوا تھا، انتقال کے موقع پر لکھے ہوئے مضمون میں حضرت سے ناچیز کے تعلقات کی تفصیلات آ گئی ہیں اس لیے اس کو نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

''آہ عشق ومحبت کا مہرتاباں جو اپنی ضیاپاشیوں سے ایک عالم کو منور کررہا تھا وہ ۱۲؍اکتوبر کو غروب ہو گیا، یعنی شیخ المشائخ بقیۃ السلف حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج

مرادآبادی قدس سرہ کی زندہ یادگار حضرت محمد احمد صاحب پرتا پگڑھی نوراللہ مرقدہ ہزاروں انسانوں کو سوگوار چھوڑ کر اس عالم فانی سے رخصت ہوئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نہ سمجھے تھے کہ اس جان جہاں سے یوں جدا ہوں گے
گو سنتے چلے آئے تھے کہ اک دن جان ہے جانی

حضرت نوراللہ مرقدہ کی شدت علالت کی اطلاع ۲۵/اگست سے ملتی رہی، مگر ۶/۵/اکتوبر سے روبصحت ہونے کا مژدہ سنتا رہا، اس لئے تقریباً روزانہ کا معمول فون سے حضرت والا کی خیر وعافیت معلوم کرنے کا تھا، ۹/اکتوبر کو قاری مشتاق صاحب اور مولانا عمار احمد صاحب دونوں ہی نے صحت وعافیت کی مسرت انگیز خبر سنائی، قاری صاحب نے بتلایا کہ مدینہ شریف کی کھجور تناول فرمارہے ہیں اور زمزم پینے کے لیے رکھا ہوا ہے اور آپ کا سلام پہونچا دیا ہے، مگر ۱۲/اکتوبر کو دن گزار کر ۱۱/بجے رات میں فون کی گھنٹی بجی اور یہ اطلاع دی گئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے حضرت ہم سب سے رخصت ہوگئے، یہ ناگہانی خبر سے ایسا معلوم ہوا کہ دل ودماغ پر بجلی گر پڑی جس کا اندازہ حضرت کی زندگی میں نہ ہوسکا تھا، ایصال ثواب کا اہتمام کررہا ہوں اور حرمین شریفین اور لندن وغیرہ دوستوں کو اس کے لئے تاکید کردی ہے۔

اس ناچیز کا حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی سے تقریباً تیس سال تعلق رہا ہے، حضرت ہی کے زیر سایہ مظاہر علوم وندوۃ العلماء دونوں جگہ تعلیمی ایام گزارے ہیں، اور اس ناچیز کی تدریس حدیث اور تالیف دونوں کاموں میں بلکہ زندگی کے تمام اہم امور میں حضرت ہی کی ذات گرامی مرجع تھی۔

۲۴/مئی ۱۹۸۲ء کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا مدینہ منورہ میں سانحۂ ارتحال

پیش آیا، اس کے بعد سے قلب میں اضطرار و بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی جو بیان سے باہر تھی ؎

تسکین مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں

اور اس کیفیت میں اضافہ ہوتا گیا ؎

باغ میں لگتا نہیں، صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہاں لے جا کے بیٹھیں ایسے دیوانے کو ہم

حضرت مولانا پرتا پگڑھی نور اللہ مرقدہ کی زیارت کا شرف ندوہ کے جشن تعلیمی ۱۹۷۵ء کے موقع پر ہو چکا تھا، ہمارے رفیق درس مولانا محمد میاں حسنی مرحوم جو حضرت مولانا سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، حضرت کے واقعات بکثرت سنایا کرتے تھے، سنا ہے کہ مولانا محمد میاں اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، رخصتی کے وقت پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رو رہے تھے، کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے، وہاں سے واپسی پر بیمار پڑے اور اس عالم فانی سے رخصت ہوئے، انتقال کے وقت حضرت اچانک تکیہ کلاں تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں بیان فرمایا ع

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

بہر حال یہ راقم الحروف مولانا محمد میاں مرحوم کی زبانی حضرت مولانا کا تذکرہ بار بار سن چکا تھا اس لیے متعدد بار حاضری کا پروگرام بنایا، مگر مقدر سے ۱۹؍ اگست ۱۹۸۶ء کو ہی یہ سعادت نصیب ہوئی جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ع

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

الہ آباد سے مولانا عمار احمد ناظم مدرسہ افضل المعارف ۱۵؍اگست کو میرے وطن اعظم گڑھ تشریف لائے اور ۱۹؍اگست کو سفر کا پروگرام بنا کر گئے، ان کا اصرار تھا کہ ان کے مدرسہ اور مسجد کی زیارت کرلوں، مولانا حسب پروگرام گاڑی لے کر تشریف لائے، مگر اس ناچیز نے سفر سے معذوری ظاہر کی، کیونکہ میرے بڑے صاحبزادے کی طبیعت بہت خراب تھی، ڈاکٹروں نے چیک کرنے کے بعد یہ بتلایا کہ انہیں کوئی بیماری نہیں ہے، اس کے باوجود ۱۸؍اگست کو ایک دن میں ۱۴؍مرتبہ غشی طاری ہوئی، مولانا عمار احمد صاحب نے باصرار سفر پر آمادہ کیا کہ حضرت سے دعا کرائیں گے، بہر حال الہ آباد کے لیے ہم لوگ روانہ ہوگئے، گاڑی پر بیٹھنے کے بعد ہی درود شریف پڑھنے کا اس قدر غلبہ ہوا کہ پورا سفر جس میں چار گھنٹے لگے ہوں گے، اسی میں مشغول رہا، عصر کے قریب ہم لوگ خانقاہ حاضر ہوئے، وہاں باہر کے کمرے میں محترم قاری مشتاق صاحب سے ملاقات ہوئی، نام سے واقف تھا کہ قاری صاحب حضرت کے صاحبزادے ہیں اور لکھنؤ میں مدرسہ عالیہ عرفانیہ کے ناظم ہیں، بہر حال انہوں نے ہماری آمد سے حضرت کو مطلع کیا، حضرت کی طلب پر ہم لوگ اندر حضرت کے کمرے میں داخل ہوئے، مصافحہ ومعانقہ اور دست بوسی کے بعد نہایت محبت و شفقت سے حالات دریافت فرماتے رہے، لڑکے کی بیماری کا حال عرض کیا گیا، فرمایا ان شاء اللہ ان کے لیے دعا کروں گا ٹھیک ہو جائیں گے، الحمد للہ مکمل افاقہ ہوگیا، ایک دن کے قیام کے بعد یہ وعدہ کر کے واپسی ہوئی کہ ان شاء اللہ ابوظبی واپسی سے پہلے ایک دن کے لیے حاضر خدمت ہوں گا۔

چند دن کے بعد ہمارے علاقے اعظم گڑھ کے مشہور عالم مولانا محمد عاصم

صاحب مرحوم قاری مشتاق احمد صاحب کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائے، مولانا عاصم صاحب حضرت سے بیعت وارادت کا قدیم تعلق رکھتے تھے، مولانا کے ہمراہ دوبارہ الہ آباد حاضری ہوئی، اس سفر میں حضرت سے گہری محبت وعقیدت پیدا ہوگئی، مولانا عمار احمد صاحب کے مدرسہ میں ان کی فرمائش پر بیان بھی ہوا، اس کی رپورٹ حضرت تک پہونچ چکی تھی، ناشتہ پر جب ہم لوگ حاضر ہوئے تو اس پر مسرت کا اظہار فرمایا، جب رخصت ہونے لگے تو مصافحہ ومعانقہ کے بعد حضرت والا محترم مولانا محمد قمر الزماں صاحب اور مولانا عمار احمد صاحب کے ساتھ اپنی گاڑی پر ہم کو جمنا پار تک رخصت کرنے تشریف لائے، گاڑی سے اتر کر اس ناچیز سے مصافحہ اور معانقہ کیا تقریباً ہر سفر میں اس آخری بیماری کو چھوڑ کر، حضرت والا کا یہ معمول بن گیا تھا۔

ابوظبی پہونچ کر اپنی بخیر رسی کا حضرت کو خط تحریر کیا جس میں دعا کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ حضرت کی شفقت ومحبت کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے، حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ سے محبت ومناسبت پیدا ہوگئی ہے، ہمیشہ دعا کرتا رہوں گا، مولانا عاصم صاحب مرحوم کا بھی خط آیا جس میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ آپ کے عزیز مولوی ابوسعد ندوی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے ان پر خاص توجہ فرمائی اس کی قدر کیجئے اور حضرت سے خط وکتابت رکھئے۔

۱۲؍جنوری ۱۹۸۷ء کو دو ہفتہ کی چھٹی میں ہندوستان آنا ہوا، محترم قاری مشتاق احمد صاحب کے ہمراہ پرتاپ گڑھ ایک شب کے لیے حاضری ہوئی، حضرت نوراللہ مرقدہ کا ایک معمولی کمرہ میں قیام تھا اور دوسرا کمرہ مہمانوں کے لیے تھا معلوم ہوا کہ یہ دونوں کمرے حضرت کے کسی دوست نے حضرت کے قیام کے لیے خاص کر

رکھا ہے، اس سادگی اور دنیا سے بے رغبتی کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی جو اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کی زندگی کا خاصہ تھا، حضرت کے یہاں اہل دنیا کی دلچسپی کی کوئی چیز نہیں تھی، مگر صدہا امیر و غریب، عالم و جاہل، مفلس و تونگر آتے تھے، ایک کوشش تھی جو سب کو کھینچتی تھی، بہر حال ۱۴؍ جون ۱۹۸۷ء کو ابوظبی سے نظام الدین، لکھنؤ ہوتا ہوا پرتاپ گڑھ حاضر ہوا، قریب کے کمرے میں قاری صاحب نے قیام کا انتظام کیا، اس میں ایک تخت بچھا ہوا تھا، جس پر قیلولہ کے لیے آرام کر رہا تھا، آنکھ بند تھی مگر نیند نہیں آ رہی تھی، بار بار دل میں یہ خیال آ رہا تھا کہ حضرت کے قیام کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں، کسی مرکزی جگہ قیام ہوتا، یا الہ آباد میں قیام رہتا تو زیادہ فائدہ پہونچتا، اتنے میں حضرت تشریف لائے میری آنکھ کھل گئی، بار بار فرما رہے تھے کہ میں یہاں نہیں رہوں گا، الہ آباد چلا جاؤں گا، یہاں میرے کئی دوست ہیں جو الہ آباد نہیں جا سکتے ان کے لیے آیا کرتا ہوں، اس کے بعد فرمایا کہ ذکر سری کا اہتمام کریں، اس کی ترکیب بتلائی، فرمایا اس پر التزام سے سلطان الذکر جاری ہو جاتا ہے، میں نے سمجھا کہ حضرت پر میری حالت منکشف ہوگئی ہے، وہاں سے اپنے وطن واپس آیا مگر حضرت کی عظمت و محبت کا نقش دل میں قائم ہو چکا تھا، ۲؍ جولائی ۱۹۸۷ء کو مولانا عمار احمد صاحب اور کامل صاحب جو حضرت کے کلام کے حافظ اور مجلس کے شاعر ہیں، وہ ہمارے وطن مظفر پور اعظم گڑھ تشریف لائے، رات میں بہت اچھی مجلس رہی، کامل صاحب کبھی حضرت کا کلام ''عرفان محبت'' سے اور کبھی اپنا کلام سناتے رہے، میں نے ریکارڈ کا اہتمام کیا تھا کہ ابوظبی میں سنتا رہوں گا، اس

ناچیز نے ان لوگوں کے ذریعہ حضرت کو خط لکھ کر بھیجا کہ ان شاء اللہ چار دن کے لیے الہ آباد ''خانقاہ احمدیہ'' میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، چنانچہ ۹؍جولائی کو ہم حاضر خدمت ہوئے، اس قیام کے دوران مولانا عمار احمد کی خواہش پر متعدد تقریریں ہوئیں، ایک دن یہ معلوم ہوا کہ حضرت کا بیان الہ آباد کی کسی مسجد میں ہونے والا ہے، ہم لوگ حضرت کی معیت میں اسی مسجد میں حاضر ہوئے، حضرت نے نماز کے بعد اس ناچیز کی طرف بیان کے لیے اشارہ فرمایا، میرے ذہن میں کوئی بات نہیں تھی مگر حضرت کی برکت سے اخلاص وذکر اللہ کی اہمیت کو بیان کیا، خصوصیت سے امام بخاری نے حدیث اخلاص سے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے اور ذکر اللہ پر اختتام، ان دونوں کی مناسبت بیان کی، تقریر کے بعد حضرت نے دعا کرائی، مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کی اب بیان کی ضرورت نہیں ہے، دوسرے دن محترم مولانا محمد قمر الزماں صاحب نے اپنے مدرسہ کی زیارت کی دعوت دی خاص طور سے مدرسہ میں اس کمرے میں چائے کا انتظام کیا جس میں حضرت شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کا قیام رہا ہے، اور اس کے بعد مدرسہ میں طلبہ کے درمیان بیان طے کر دیا، ہم لوگ مسجد میں حاضر ہوئے، بیان شروع ہونے سے پہلے حضرت بھی اچانک تشریف لائے، اس تواضع وکسر نفسی کی کوئی انتہا ہے، اور فرمایا بیان کیجیے، مختصراً ہندوستان کے مدارس کی خصوصیات اور مدرسہ کی خصوصیت بیان کی یہ علمی وروحانی مرکز رہا ہے، اللہ کرے کہ یہ سلسلہ قائم رہے، حضرت اس بیان پر بہت خوش ہوئے، ۱۳؍کو ہمارا ممبئی کا سفر ہوا کہ محترم حاجی علاء الدین صاحب مرحوم ہمارا انتظار کر رہے

تھے، ۲۱؍کو واپسی پر ہمارے ایک ساتھی پر دل کا دورہ پڑا، الحمدللہ حضرت کی توجہ کی برکت سے وہ شفایاب ہوگئے اوراب تک اچھے ہیں(۱)،اسی طرح ہمارے ایک عزیز کے ساتھ بڑا سنگین نوعیت کا حادثہ پیش آگیا تھا،جس سے پورا خاندان اور یہ ناچیز سب پریشان تھے مگر حضرت نے اطمینان دلایا اوراس واقعہ میں حدیث ''رُبَّ اشعث أغبر لو أقسم علی اللہ لأبرہ'' بہت سے پراگندہ سر،غبارآلود بندے اگراللہ پر کسی چیز کی قسم کھالیں تو وہ اس کی لاج رکھتا ہے،اس کا عینی مشاہدہ سب لوگوں نے کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور حضرت کی دعا کی برکت سے ناممکن کوممکن بنادیا اور مصیبت ٹل گئی۔

کئی مرتبہ سفر میں دشواری پیش آئی خاص طور سے جنگ خلیج کے موقع پر یہ ناچیز ہندوستان آیا ہوا تھا، میرے بچے وغیرہ ابوظبی میں پریشان تھے،عین جنگ کے زمانہ میں حضرت کی دعا کی برکت سے اس طرح راحت سے وہاں پہونچا کہ لوگوں کو تعجب ہوا۔

حضرت نے کئی مرتبہ ہمارے وطن آنے کی خواہش کی اورایک مرتبہ سفر طے ہو چکا تھا، خاص طور سے یہ ناچیز اپنے وطن مظفر پور اعظم گڑھ میں جو مدرسہ جامعہ اسلامیہ کے نام سے قائم کیا ہے،اس میں حضرت کی تشریف آوری کا متمنی تھا،علالت کی بناپر تشریف آوری نہ ہوسکی،مگر حضرت کی دعاؤں کے آثار ظاہر ہیں۔

ماہ اگست میں یہ ناچیز چار دن کے لیے الہ آباد حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا،ہم سب لوگ حضرت کی مجالس واس کی برکات سے لطف اندوز ہورہے

---

(۱) ان کا انتقال ہوگیا ہے۔

تھے، جناب کامل صاحب کبھی کبھی بعد مغرب ''عرفان محبت'' سے سناتے، مجلس کی ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی، حضرت پر بھی گریہ طاری ہو جاتا، اور کبھی کچھ ارشاد فرماتے۔

ایک مرتبہ اس ناچیز نے عرض کیا کہ ہماری خواہش ہے کہ جناب والا کے حالات قلمبند کئے جائیں، تھوڑی دیر سکوت کے بعد فرمایا کہ انسان کے سانس کی تعداد ۲۴/ ہزار ہے، پہلے مشائخ چوبیس ہزار اور کم سے کم چھ ہزار ذکر کی تعداد بتاتے تھے، میری نوجوانی میں یہ تعداد ستر ہزار پہونچ گئی تھی، اس میں کچھ تعجب نہیں، حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ اپنے شیخ حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ کے معمولات کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارے حضرت دس ہزار مرتبہ درود شریف پچاس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اور دس پارے تہجد میں پڑھتے تھے، یہ دس پارے اتنی دیر میں ہو جاتے کہ انجان سمجھتا کہ ایک پارہ ہوا ہوگا، پانچوں وقت صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے'' اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد حضرت والا کے ارشاد کو سمجھنے میں مدد ملے گی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح وقت میں برکت عطا فرماتا ہے، ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا بدر علی شاہؒ جو حضرت مولانا گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے، ان کی کئی اولادیں تھیں مگر مجھ کو اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے، فرمایا ایک مرتبہ شام کو کھیتوں سے گزر رہا تھا کہ راستہ میں ایک بڑا سانپ پھن نکال کر کھڑا ہو گیا، میں بچ بچا کر حضرت کے یہاں پہونچا تو دیکھا کہ حضرت ایک عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں، فرمایا کہ شام کو خالی ہاتھ نہیں نکلنا چاہئے ہو سکتا ہے کہ راستہ میں کوئی سانپ آ جائے، اور وہ عصا مجھ کو عنایت فرمایا جو ابتک موجود ہے، فرمایا کہ

درسیات کی تکمیل میں نے حضرت سے کی ہے، انھوں نے ۱۷ر سال مصر میں گزارے تھے، مگر زندگی بہت سادہ تھی، جب پہلی مرتبہ سنن ابی داود لاہور میں چھپی تو ایک صاحب کو حضرت نے پیسے دیئے کہ کتاب خرید کر لاؤ، دو گھنٹے میں کتاب حضرت کے پاس آگئی، یہ صاحب جن تھے، حضرت کے مریدوں میں جن بھی رہے ہیں۔

فرمایا کہ ابتدائی جوانی میں جب تبلیغی جماعت کا کام شروع نہیں ہوا تھا، گڑ اور روٹی لے کر پیدل کبھی تنہا اور کبھی بعض ساتھیوں کے ساتھ قرب وجوار کے دیہاتوں میں تبلیغ کے لیے نکل جاتا تھا، الحمدللہ گاؤں کے گاؤں نمازی بن گئے، بہت سے لوگوں نے سود سے توبہ کی غیر مسلم بھی متأثر ہوئے تھے۔

حضرت کی خانقاہ احمدیہ جو محترم ڈاکٹر ابرار کے دو کمروں پر مشتمل ہے، حقیقت ہے کہ اس دور میں علماء وفضلاء کا مرجع بن گئی تھی، اللہ تعالی نے حضرت کو مخلص خدام بھی عطا فرمائے تھے، جو ہر وقت خدمت کے لیے حاضر رہتے تھے، الحمد للہ حضرت کے صاحبزادے مولانا اشتیاق احمد صاحب مرحوم نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا، حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر ہر غم غلط اور ہر پریشانی دور ہو جاتی تھی، دل میں اللہ کی محبت اور نبی پاک ﷺ کی عظمت پیدا ہو جاتی تھی۔

حضرت مولانا کا اکابر ومشائخ سب سے تعلق رہا ہے، مرشدنا واستاذنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدنی قدس سرہ سے اپنی مدینہ منورہ کی ملاقات کا کئی بار تذکرہ فرمایا، ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی کسی کتاب کو مولوی کمال الدین (امیر تبلیغی جماعت الہ آباد) کے ذریعہ حضرت مولانا کے پاس بھیجی، حضرت نے اس کو دیکھ کر بے حد خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا، مولوی کمال الدین

صاحب نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو یہ بات لکھ دی، حضرت شیخ کا ان کے نام جواب آیا کہ حضرت مولانا نے میری کتاب پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا، میں سمجھتا ہوں کہ میری کتاب اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوگئی۔

۱۲/ اگست کو ایک دن کے لیے حضرت مولانا کی خدمت میں ابوظبی رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوا، ملاقات پر فرمایا کہ طبیعت بہت خراب ہے، قلب کے پاس درد معلوم ہوتا ہے، مگر ڈاکٹر صاحب نے بتلایا کہ نبض وبلڈ پریشر بالکل ٹھیک ہے، اس ناچیز نے عرض کیا حضرت! ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کا قلب اور نبض نوجوانوں کی طرح ہے، اس پر تبسم فرمایا، ان شاء اللہ حضرت کو ماہ جنوری میں عمرہ کے لیے تشریف لے چلنا ہے، اس پر بھی تبسم کے سوا اور کچھ نہ فرمایا، صبح ناشتہ کے بعد تنہائی میں بلا کر دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے رہے اور بار بار یہ شعر پڑھتے رہے۔

ترا آنا مرے احساس میں جان مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے

پھر معانقہ فرمایا اور آبدیدہ ہو کر بار بار فرماتے رہے آپ جائیے میں وہاں بھی آپ کے ساتھ ہوں، اس ناچیز نے عرض کیا ان شاء اللہ جنوری میں ملاقات ہوگی، اس پر سکوت فرمایا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ہائے افسوس، یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت کا یہ آخری دیدار ہے، اب اس عالم

میں ملاقات ممکن نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کے فیض کو جاری رکھے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین!

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مکتوبات حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی نوراللہ مرقدہ:

عزیز محترم معظم و مخلصم سلمہ سلام مسنون و دعائیں!

آپ کا محبت نامہ ملا، پڑھ کر دلی مسرت ہوئی، آپ یاد آتے ہیں، آپ اور آپ کے تمام متعلقین کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، عزیزم ولی الدین سلمہ جارہے ہیں ان کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، آپ کی محبت اور اخلاص سے دل بہت متأثر ہے، اللہ کا شکر ہے کہ آپ کا چھوٹا لڑکا (ڈاکٹر صفی الدین) اب بہتر ہے، دعا کرتا ہوں ان کو جلد کامل صحت عطا ہو، میں دوشنبہ کو ان شاء اللہ پرتاپ گڑھ جاؤں گا، پانچ چھ دن کے بعد پھر ان شاء اللہ الہ آباد آجاؤں گا، آپ سے دلی تعلق اور محبت ہے، ان شاء اللہ پھر ملاقات کا شرف حاصل ہوگا، آج کل مرض کی تکلیف زیادہ ہے، کمزوری بہت ہے، میرے لیے دعا فرماتے رہیں، والدۂ ولی الدین اور گھر میں سب سے سلام مسنون و دعا کہہ دیجیے، سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔

آنکھ میں روشنی بہت کم ہوگئی ہے، اس لیے عریضہ تحریر کرنے میں دیر ہوتی ہے، دعا فرمائیں کہ روشنی آجائے۔

فقط والسلام

دعا گو محمد احمد الہ آباد

عزیز محترم معظم و مخلصم زید مجدکم ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا محبت نامہ ملا، پڑھ کر دلی مسرت ہوئی، آپ کی محبت سے دل بہت متأثر ہے، آپ کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، معمولات پورا کرتے ہیں، اس خبر سے بہت خوشی ہوئی، یہ بہت بڑی نعمت ہے، میں جسم سے دور ہوں مگر دل سے آپ کے قریب ہوں، میری طبیعت پہلے سے زیادہ خراب ہے، کمزوری بہت ہے، میرے لیے دعا فرماتے رہیں، میں دل سے دعا کرتا ہوں وہ صاحب جلد بَری ہو جائیں اور آپ کو مسرت ہو، خدا کرے وہ جلد بری ہو جائیں، خیریت اور کیفیت سے مطلع فرماتے رہیں۔ فقط والسلام

دعا گو: محمد احمد رمقیم پرتاپ گڑھ

عزیز محترم و مخلصم جناب مولانا تقی الدین صاحب سلمہٗ

سلام مسنون و دعائیں!

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو اور تمامی متعلقین بھی بعافیت ہوں، آپ کا محبت نامہ ملا، دلی مسرت ہوئی، محبت نامہ پڑھ کر اس خبر سے دلی صدمہ ہوا کہ آپ کے عزیز صاحب بری نہیں ہوئے، میرے دل پر بہت اثر ہے، تہ دل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ بری ہو جائیں اور جو تدبیر آپ کر رہے ہیں اس میں کامیابی نصیب ہو، آپ بہت یاد آتے ہیں، آپ کے لیے برابر دل سے دعا کرتا رہتا ہوں، آج کل مرض کی تکلیف مجھے زیادہ ہے، کمزوری بہت ہے، اللہ پاک رحم فرمائیں، آپ میرے لیے دعا فرماتے رہیں، عزیزم مولوی ولی الدین سلمہٗ یاد آتے ہیں، ان کے لیے، ان کی والدہ معظّمہ اور سب بھائی

بہنوں کے لیے دعا کرتا ہوں، اللہ پاک سب کو صحت و عافیت سے رکھیں، خیریت اور حالات سے مطلع فرماتے رہیں، میری دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، خدا کرے یہ خبر سننے میں آئے کہ وہ عزیز بری ہوگئے، دل سے دعا کرتا ہوں۔ فقط والسلام

دعا گو: محمد احمد

عزیز محترم و معظم مخلصم زید مجدکم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدا کرے جناب والا کا مزاج گرامی بخیر ہو، آپ کے لیے برابر دعا کرتا ہوں، آج ۲۷/اگست کو نور چشم مولوی ولی الدین سلمہٗ میرے پاس آئے، ملاقات ہوکر دلی مسرت ہوئی، آپ بہت یاد آتے ہیں، اللہ پاک پھر وہ دن لائیں کہ آپ سے ملاقات ہو اور میرا دل مسرور ہو، ان صاحب کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، بہت عاجزی سے دعا کرتا ہوں، اللہ پاک قبول فرمائیں، نور چشم مولوی ولی الدین سلمہٗ، ان کی والدہ معظّمہ، خالہ صاحبہ اور چھوٹے بھائی آپ کے پاس جا رہے ہیں، اپنی دلی دعا ہے کہ سب بخیریت آپ کے پاس پہنچ جائیں اور وہاں بھی سب بخیریت رہیں، میری طبیعت برابر خراب ہے، تکلیف زیادہ ہے، کمزوری بہت ہے، دعا فرماتے رہیں۔

فقط دعا گو:

محمد احمد، الہ آباد

عزیز محترم و معظم و مخلصم سلمہ اللہ سلام مسنون و دعائیں!

خدا کرے سب خیریت ہو، آپ بہت زیادہ یاد آتے ہیں، آپ اور آپ

کے تمامی متعلقین کے لیے برابر دعا کرتا ہوں، آپ کی محبت اور اخلاص سے دل بہت متأثر ہے، خدا کرے آپ بخیریت پہونچ جائیں اور اب جنوری میں تشریف لائیں اور مجھ سے پھر ملاقات ہو، میری دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، مرض کی شدت بڑھتی جارہی ہے، کمزوری بہت زیادہ خراب ہے، اللہ پاک رحم فرمائیں، میرے لیے دعا کرتے رہیں، عزیزم مولوی ولی الدین سلمہ، آپ کی والدہ معظّمہ اور سب بھائی اور بہنوں کے لیے دعا کرتا ہوتا ہوں، مطمئن رہیں، میں اپنی شدید علالت اور کمزوری کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہو سکا مگر اللہ کی مرضی پر راضی ہوں، میں برابر دعا کرتا ہوں، کل ۲۰/اگست کو ان شاء اللہ پرتاپ گڑھ جانے کا ارادہ ہے، ابوظبی سے خط بھیج کر مطمئن ومسرور فرمائیں گے، وہ دن پھر آئے کہ آپ سے ملاقات ہو۔ فقط والسلام

محمد احمد، پرتاپ گڑھ

حضرت پرتاپ گڑھیؒ کی طرف سے اجازت وخلافت:

مکرم مولانا تقی الدین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے احوال کو دیکھتے ہوئے توکّلاً علی اللہ تعالیٰ سلاسلِ اربعہ: نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، اور سہروردیہ میں تلقینِ اذکار اور بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اور خلق اللہ کو نفع اور فیض پہونچائے، آمین۔ والسلام

محمد احمد/۳۰/محرم الحرام ۱۴۱۲ھ/ ۱۲/اگست ۱۹۹۱ء

عزیز محترم و مخلصم سلمہ اللہ..................سلام مسنون و دعائیں!

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو، آپ کے صاحبزادے سلمہ پرسوں شب میں قاری مشتاق احمد سلمہ کے ہمراہ الہ آباد میرے پاس آئے، ملاقات ہو کر دلی مسرت ہوئی، آپ کا محبت نامہ مجھے مل گیا تھا پڑھ کر دلی مسرت ہوئی، آپ کی محبت اور خلوص سے دل بہت متأثر و مسرور ہے، آپ کے لیے برابر دعا کرتا ہوں اور آپ کے تمامی متعلقین کے لیے بھی دل سے دعا کرتا ہوں، اب میں بہت کمزور ہو گیا ہوں، مرض کی تکلیف زیادہ ہے، دس قدم بھی چلنا مشکل ہے، ابھی تک گورکھپور نہیں جا سکا، کمزوری ایسی ہے کہ سفر کی ہمت نہیں پڑتی، میرے لیے دعا فرماتے رہیں، میں دعا کرتا ہوں کہ جو صاحب بند ہیں خدا کرے وہ جلد آزاد ہو جائیں، خیریت سے مطلع فرماتے رہیں، عزیزم ولی الدین سلمہ سے ملاقات ہو کر بہت خوشی ہوئی، ان کی والدہ معظّمہ اور ولی الدین سلمہ اور سب بھائی بہنوں کے لیے دعا کرتا ہوں، آپ اس کے لیے مطمئن رہیں، اللہ پاک پھر وہ دن لائیں کہ آپ سے ملاقات ہو اور میرا دل مسرور و مخمور ہو۔ فقط والسلام

محمد احمد الہ آباد ۱۷؍ اکتوبر یوم جمعرات ۱۹۹۱ء

حضرت مولانا محمد عاصم صاحب کوٹلوی:

مولانا محمد عاصم بن شاہ عالم ضلع اعظم گڑھ کے مشہور و معروف گاؤں کوٹلہ کے ایک دیندار اور معزز خاندان میں ۱۳۳۳ھ م ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے، تعلیم جاری رکھنے کے لیے ۱۹۲۸ء م ۱۳۴۷ھ کے حدود میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخلہ لیا، یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا نجم الدین اصلاحی مرحوم یہاں استاذ تھے اور مولانا

عبدالرحمٰن پرواز، مولانا صدرالدین وغیرہ کے ساتھ مولانا عاصم بھی ان کی تربیت میں آگئے تھے، مولانا نجم الدین کو ان کی سلامت روی، متانت وسنجیدگی اور استعداد کی پختگی پر بڑا اعتماد تھا۔

۱۹۳۶ء مطابق ۱۳۵۵ھ میں مولانا محمد عاصم صاحب نے مدرسۃ الاصلاح کے نصاب کی تکمیل کرلی تھی، یہاں کے ان کے اساتذہ میں مولانا نجم الدین اصلاحی کے علاوہ مولانا اختر احسن اصلاحی، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا شبلی متکلم ندوی، مولانا محمد سعید ندوی، مولانا حکیم محمد احد لہراوی خصوصی اہمیت کے ہیں۔

وفات سے تقریباً دس بارہ سال قبل بقیۃ السلف حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب پرتا پگڑھیؒ سے اصلاح کا تعلق قائم کرلیا اور یہ تعلق ان کا والہانہ تھا، عبادت وریاضت سے معموران کی محتاط زندگی کو دیکھ کر رشک آتا تھا، مولانا مجیب اللہ ندویؒ کی یہ شہادتِ حق ہے کہ ’’الہ آباد کے سفر میں اکثر ساتھ رہا، جب بھی صبح صادق سے پہلے اٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو اپنے کو ان سے مسبوق پایا‘‘۔

وفات ۳۱/ مارچ ۱۹۸۷ء م ۱۴۰۸ھ۔

مکتوب گرامی مولانا عاصم اصلاحی صاحب:

محترم المقام.......................زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مکتوب گرامی عزیزم ابوسعد ندوی کی معرفت موصول ہوا، غایت درجہ مسرت ہوئی، خود تو ان کے ہمراہ نہیں جاسکا، دو چار دن پہلے ہی حضرت سے مل آیا تھا، البتہ عزیز موصوف کو خط دے دیا تھا، واپسی میں حضرت کا جواب بھی لائے تھے، جیسی محبت وشفقت اور اکرام کا معاملہ فرمایا گیا یہ خود زبانی بتائیں گے۔

الہ آباد میں حضرت اقدس کی مختصر سی صحبت کا آپ پر جو اثر ہوا یہ آپ کے صفائے باطن کی دلیل ہے، مبارک ہو، مولانا پھول پوری نور اللہ مرقدہ سے کسی نے کہا کہ مولانا پرتاپ گڑھی سراپا محبت ہیں، فرمایا کہ ''سراپا نکال دو بلکہ یوں کہو کہ محبت ہی محبت ہیں''، خلد آشیاں حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسا بے نفس اور قوی النسبت شیخ طریقت میں نے نہیں دیکھا، لوگوں کو اہم امور میں دعا کے لیے ان ہی کے پاس بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''بہت مستجاب الدعوات بزرگ ہیں''۔

حضرت ہی کی غزل کے یہ دو شعر ہیں جن کے پردے میں غالباً خود اپنا مکمل تعارف کرا دیا ہے، غالباً کا لفظ احتیاط کے طور پر لکھ دیا ہے ؎

محبت میں کوئی بھی ان سے جیتے ہے یہ ناممکن
یہی کہتے ہیں سب ہارے ہیں ہم ہارے محبت میں
یہ ناممکن ہے آئے پاس اور پھر تر نہ ہو جائے
محبت کے اُڑا کرتے ہیں فوّارے محبت میں

آپ کے تأثرات سے حضرت مسرور ہوئے اور دعا بھی دی، خط سے ہی سہی مگر علاقہ قائم رکھیں، دور حاضر میں مولانا کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے، تفصیلات ابوسعد سلمہٗ سے معلوم ہوں گی، ان کا کام پوری توجہ سے ماشاء اللہ انجام فرما دیا گیا، پرسوں خدمت اقدس میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، خدا کرے آپ کا مزاج بخیر ہو، دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔

والسلام

ناچیز: محمد عاصم ۵/نومبر ۸۶ء ۲/ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

میرے والد ماجد میرے مربی میرے مرشد میرے شیخ حضرت اقدس شیخ المشائخ مولٰینا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ کی طرف سے توکلاً علی اللہ مولٰینا تقی الدین ندوی مظاہری کو اجازت بیعت دیتا ہوں، اگرچہ مولٰینا موصوف کو حضرت مولٰینا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کی طرف سے اجازت بیعت حاصل ہے مولٰینا موصوف کا حضرت شیخ قدس سرہٗ سے جو خصوصی تعلق رہا ہے بنابریں بندہ کی خواہش اور تمنا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے سلسلہ سے بھی مولٰینا موصوف کے واسطہ سے عوام وخواص مستفیض ہوں، موصوف کے واسطہ سے سلسلہ آگے بڑھے، مولٰینا موصوف کی طرف رجوع بھی ہے۔ اللہ جل شانہٗ سلسلہ کی برکات سے احقر کو اور موصوف کو بھی مستفیض فرمائے أوصیکم ونفسی بتقوی اللہ عزوجل، جاء رجل إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دلنی یا رسول اللہ علی عمل إذا عملتہ أحبنی اللہ وأحبنی الناس. فقال ازہد فی الدنیا یحبک اللہ وازہد فیما عند الناس یحبک الناس - وفی الحدیث: الدنیا عرض حاضر یأکل منھا البر والفاجر ای متاع الدنیا وحطامھا

اللہ جل شانہ مولانا موصوف اور احقر کو بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اکابر رحمہم اللہ کا سچا اتباع نصیب کرے موصوف کے فیوض وبرکات سے عوام وخواص کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ اب احقر وہ مضمون نقل کر رہا ہے جو حضرت شیخ قدس سرہٗ بذریعہ خط اجازت بیعت دینے والوں کے نام تحریر فرمایا کرتے تھے۔

"توکلاً علی اللہ تعالیٰ آپ کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں، جو کوئی طالب آئے اس کو بیعت کر لیا کریں، "تربیت السالک"، "اکمال الشیم"، "ارشاد الملوک" اپنے مطالعہ میں رکھیں، میری آپ بیتی ع ۶ میں جو اجازت کے متعلق مضمون ہے اس کو بھی مطالعہ میں رکھیں، اجازت بیعت کی حقیقت ایک سند کی سی ہے، اس کو دلیل کمال نہیں سمجھنا چاہیئے، بہت سے لوگوں کو اس گمان میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے ملأ اعلی سے تحت الثری میں گرتے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے اس کو دلیل کمال سمجھ کر معمولات چھوڑ دیئے، حالانکہ اس کے بعد تو ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے، یہ تو دلیل مناسبت ہے کہ آدمی اس کے بعد اگر محنت ومجاہدہ سے اس نسبت کو بڑھائے تو ترقی کرتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ نسبت ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا واقعہ تذکرۃ الرشید میں بھی اور میری دوسری تالیفات میں بھی کثرت سے مذکور ہے کہ حضرت کو حضرت حاجی صاحبؒ نے بیعت کے ایک ہفتہ کے بعد فرما دیا تھا کہ "میاں رشید احمد مجھے تو جو کچھ دینا تھا دیدیا، اب بڑھانا تمہارا کام ہے"۔ اور دوسرے موقع پر کسی کے استفسار پر کہ "حضرت پھر کیا ہوا؟" حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ "پھر تو میں بڑھتا" حضرت گنگوہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ مجھے دینا تھا... الخ اس وقت تو مجھے کچھ پتہ نہیں چلا تھا کہ حضرتؒ نے کیا چیز مجھے دیدی مگر اب ۱۵ سال کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کیا چیز تھی؟ ....

فقط والسلام

محمد طلحہ کاندھلوی

۱۲/ شعبان ۱۴۲۷ھ

مدینہ منورہ

جن اکابر کی زیارت کا شرف حاصل ہوا:

(۱) حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی متوفی ۲۳؍اپریل ۱۹۶۲ء:

مولانا کی زیارت ندوۃ العلماء میں تدریس کے زمانہ میں دارالمبلغین پاٹانالہ لکھنؤ میں ہوئی، حضرت مولانا کے جنازہ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، مولانا نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی معرکۃ الآراء کتاب ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' کا اردو میں فصل خامس تک ترجمہ کیا ہے جس سے ہم نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

(۲) علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۲؍نومبر ۱۹۵۳ء:

یہ ناچیز فضیلت اول کا ندوۃ العلماء میں طالب علم تھا، سید صاحب کی ڈھاکہ کے ایک جلسے کی صدارت سے واپسی ہندوستان ہوئی اور ندوہ تشریف لائے تھے، بنگالی مسلمانوں کو سید صاحب نے زبان کے بارے میں کچھ مشورے دیئے تھے، جس پر بنگال کے شرکاء جلسہ نے خاص طور سے یونیورسٹی وکالج کے طلبہ نے وہ طوفان بدتمیزی مچایا کہ سید صاحب کو مشکل سے بحفاظت وہاں سے نکالا گیا، اس کا سید صاحب پر بہت اثر ہوا واپسی ہندوستان ہوکر پاکستان ہوئی، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں حضرت مولانا علی میاں ندوی کے تعارفی کلمات کے بعد سید صاحب نے اپنی مختصر تقریر میں فقہ کی طرف توجہ کرنے کا مشورہ دیا، یہیں ایک جھلک دیکھی تھی۔

(۳) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی پہلی زیارت: یہ ناچیز درجہ عربی اول میں مدرسۃ الاصلاح کا طالب علم تھا، ۱۹۵۱ء حضرت مولانا نجم الدین اصلاحی کی دعوت پر ان کے گاؤں راجا پور سکرور اعظم گڑھ تشریف لائے صبح کو واپسی

ہوئی، مدرسہ الاصلاح میں حضرت کی تقریر ہوئی جس کے نقوش اب تک ذہن پر ہیں، **حضرت نے یہ فرمایا:** کسی مدرسہ میں قیام سے مجھے زیادہ مسرت ہوتی ہے، اس لئے کہ مرکزی جگہ میں قیام سے اپنے دعوت و پیغام کو پہونچانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اس کے سوا کچھ یاد نہ رہا، اس کے بعد حضرت والا کی زیارت مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے کچے گھر میں ۱۹۵۲ء میں ہوئی، جب یہ ناچیز نور الأنوار اور ہدایہ کا طالب علم تھا، حضرت کی آمد ایک خاص سلسلہ کے لئے تھی، وہ یہ کہ کانپور کے ایک اخبار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، اس پر سہارنپور کی جامع مسجد میں ایک بڑا اجتماع جلسہ ہوا اور حضرت کی زبردست تقریر ہوئی۔ فرمایا: ہم ناموس رسول کے لئے اپنے ترکش کے سارے تیر خالی کردیں گے، اور ہم نے مولانا قاسم شاہجہاں پوری کو لکھنؤ بات کرنے کے لئے بھیجا ہے، ان کی واپسی کا انتظار ہے، وہ تقریر ایسی جلالی تھی کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کو پنڈت جواہر لال نہرو کے سامنے لیپاپوتی کرنی پڑی، اس موقع پر حضرت کچے گھر تشریف لائے، میرے پاس ایک نیا لحاف تھا جو میری والدہ محترمہ نے چرخہ کات کر بنایا تھا، حضرت شیخ نے فرمایا جلدی سے بچھاؤ اس پر حضرت تشریف فرما ہوئے، اس کی میں نے بڑی حفاظت کی اور اخیر میں اپنے دادا کو بطور تبرک کے دیا، اس کے بعد حضرت اقدس کی بار بار زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا ، حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک خط میں مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میرے بجائے حضرت مدنی سے دورہ پڑھ لو لیکن مقدرات کی بات تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ سے دورہ پڑھنا نصیب ہوا، حضرت کے درس حدیث میں شرکت کی سعادت میسر نہ آسکی، اس کے بعد بار بار حضرت مدنیؒ کی لکھنؤ آمد ہوتی رہی، حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب کے

بڑے بھائی کے گھر قیام رہتا تھا، چونکہ حضرت مولانا کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کو ان سے والہانہ لگاؤ تھا اور وہ بھی حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے، ہمارے استاذ حضرت مولانا اویس صاحبؒ کو حضرت مدنی سے تعلق تھا وہ حضرت کے خلفاء میں تھے، ایک مرتبہ واپسی میں مولانا اویس صاحب اور بہت سے حضرات اسٹیشن تک پہونچانے گئے یہ ناچیز بھی ساتھ تھا لکھنؤ اسٹیشن پر ایک مجمع ملاقات کے لئے بڑھا جن میں ایک غیر مسلم محلوق اللحیہ بھی تھے اس پر حضرت نے بہت سخت ناگواری کا اظہار فرمایا، غالباً خیال ہوا کہ شاید یہ مسلم ہے۔

اسٹیشن پر حضرت مولانا سے جماعت اسلامی کے بارے میں سوال کیا گیا، حضرت کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہا کہ مودودی کے لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی المتوفی ۲۲؍جمادی الآخرۃ ۹۴۴ھ کے بارے میں کہا ہے کہ: یہ ایک سنیاسی سو رہا ہے، ان حضرات کا اپنے اکابر سے بے حد والہانہ تعلق رہتا ہے، ان حضرات کا جماعت اسلامی سے بنیادی اختلاف کی یہی وجہ رہی ہے کہ مودودی صاحب کی تحریروں سے سلف سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، آج تک حضرتؒ کی صورت کا نقش دل ودماغ پر چھایا ہوا ہے، ان کو یاد کر کے دل پر ایک خاص کیفیت ہوتی ہے، حضرت مدنی کی وفات ۵؍دسمبر ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔

(۴) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ:

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ جو حضرت تھانوی کے سب سے پہلے خلیفہ ہیں، سن میں ان سے ۸؍سال کا تفاوت ہے، حضرت مولانا ماجد علی مانوی کے شاگرد خاص تھے جو حضرت مولانا گنگوہیؒ کے تلمیذ خاص تھے، اور حضرت مولانا یحییٰ

صاحبؒ شیخ الحدیثؒ کے والد کے ہم درس تھے، ان کی معقولات پر بھی نظر تھی، ان سے شاہ صاحب نے معقولات کی تعلیم حاصل کی تھی، ان کی زیارت ایک مرتبہ کوٹلہ گاؤں میں ہوئی، ہمارے استاذ مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ بھی تشریف لائے تھے، وہاں حضرت پھولپوریؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، حضرت مفتی صاحب نے ساتھ میں کھانا کھانے کا حکم دیا تھا اس لئے کھانا تناول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت سانولے رنگ کے تھے صورت نورانی بڑے صحت مند نظر آرہے تھے، حالانکہ عمر کی آخری منزل میں تھے، یہ واقعہ ۱۹۵۶ء کا ہے اس کے بعد زیارت کا موقع نہیں ملا، حضرت والا، مولانا شاہ ابوالقاسم صاحب کوٹلہ کی دعوت پر تشریف لائے تھے۔

(۵) حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی زیارت ۱۹۵۴ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات نومبر ۱۹۵۳ء میں جو جلسہ ندوۃ العلماء کے بڑے ہال میں رکھا گیا تھا اس وقت ہوئی تھی ان کا مقالہ سننے کی نوبت آئی بڑا لطف آیا۔

(۶) حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ متوفی ۱۶/ اگست ۱۹۶۲ء:

عہد حاضر کی مشہور دینی وروحانی شخصیت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ جو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ وحضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے شیخ تھے ان کی زیارت پہلی مرتبہ ان کے لکھنؤ کے سفر ۱۹۵۳ء لکھنؤ کے تبلیغی مرکز کچہری روڈ پر ہوئی، حضرت کے قیام سے مجلس ذکر کی صداؤں سے اس قدر مجلس منور ہوئی کہ شاید اس سے پہلے اس کا نظارہ نہ دیکھا گیا ہو۔

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی

یہ ناچیز ندوۃ العلماء میں درجہ فضیلت کا طالب علم تھا، ہم لوگ کثرت سے مجلس مبارک میں حاضری دیتے تھے،اس کے بعد حضرت کی بار بار زیارت سہارنپوری میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ کے یہاں زمانۂ قیام میں ہوتی رہی، ۱۹۵۹ء میں جب دوبارہ بخاری شریف پڑھنے کی حضرت شیخ الحدیثؒ سے توفیق ہوئی، اس زمانے میں حضرت رائے پوری کا قیام سہارنپور میں شاہ مسعود صاحب کے کوٹھی بہٹ ہاؤس میں تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ عصر بعد روزآنہ اپنے مکان سے بذریعہ رکشہ بہٹ ہاؤس تشریف لے جاتے اور حضرت کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور یہ ناچیز اور مولانا محمد احسان الحق لاہوری ہم دونوں پیدل مجلس میں حاضر ہوتے بعد نماز مغرب مظاہر علوم واپس ہوتے، حضرت کی بہٹ ہاؤس کی یہ مجلس عصر بعد بڑی پرنور رہتی دونوں شیخ آمنے سامنے اپنی اپنی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے، اور اس مجلس میں کوئی کتاب پڑھی جاتی، اور اس کے علاوہ متعدد بار رائے پور خانقاہ میں حاضری ہوئی، ایک مرتبہ تو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور مولانا محمد میاں مرحوم کے ہمراہ چند دن کے لئے وہاں حاضری ہوئی وہاں کے انوار و برکات سے مستفید ہونے کا موقع ملا، حضرت کے آخری رمضان ۱۳۸۱ھ فروری ۱۹۶۲ء میں یہ ناچیز رائے پور اخیر عشرے میں حاضر ہوا وہاں شیخ الحدیثؒ و مولانا علی میاں ندویؒ کا بھی قیام تھا حضرت کی رائے پور کی مسجد میں عید کی نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی، مسجد میں نماز آزاد صاحب کی اقتدا میں ادا کی گئی، نماز کے بعد جب حضرت کو کرسی پر بیٹھا کران کے شیخ کے مزار پر لے جایا گیا تو ایک عجیب منظر تھا۔

حضرت رائے پوری کے آخری سفر ۱۳/ اپریل ۱۹۶۲ء جو سہارنپور سے

بذریعہ ٹرین لاہور کا سفر ہوا اسٹیشن پر بے پناہ مجمع تھا، جس میں حضرت کی کرسی کو گھیرے کے اندر رکھا گیا سامنے حضرت شیخ الحدیثؒ چھڑی سے اشارہ فرماتے کی مصافحہ کرنا سنت ہے اذیت پہونچانا حرام ہے اس طرح حضرت کو گاڑی پر سوار کرایا گیا، حضرت کی صحبت کا یہ اثر تھا کہ کئی مرتبہ خواب میں زیارت کی۔

(۷) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ متوفی ۶ر شوال ۱۴۰۳ھ موافق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ جو دارالعلوم دیوبند کے نصف صدی تک مہتمم رہے، جن کے دور میں دارالعلوم دیوبند ترقی کے عروج تک پہنچا جن کا لوگوں کو اندازہ نہیں تھا، ان کی دلآویز شخصیت اور ان کے مؤثر بیان نے پورے ہندوستان میں بلکہ پاکستان وافریقہ، لندن ہر جگہ دارالعلوم کا غیر معمولی تعارف کرایا، اور لوگوں نے بھرپور دارالعلوم کا تعاون کیا، اس ناچیز نے بار بار حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے یہاں زیارت کی، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء اور مختلف جلسوں میں ان کے بیانات سننے کی سعادت حاصل رہی۔

ان سے آخری ملاقات ان کے ضعف وکمزوری کے زمانے میں بمبئی میں ہوئی، پہلی مرتبہ ۱۹۷۵ء میں جب یہ ناچیز ہندوستان سے مکہ مکرمہ رابطہ عالم اسلامی میں ملازمت کے لیے روانہ ہورہا تھا، صوفی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم جو حضرت کے مسترشد تھے، انہیں کے مکان پر حضرت سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ آپ کا دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری میں حدیث شریف پڑھانے کے لیے فیصلہ کیا گیا ہے، میں نے عرض کیا کہ اس سلسلے میں حضرت شیخ الحدیث صاحب سے مشورہ کرلوں تب

جواب دوں گا، تو حضرت قاری صاحب نے فرمایا آپ اپنی رائے بتائیں، میں نے کہا: حضرت اس وقت میں ہندوستان سے مکہ مکرمہ جارہا ہوں اور نیت حدیث شریف کی خدمت کی ہے تو فرمایا میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔

پھر ان کی علالت کے زمانے میں بمبئی حاضر ہوا، حضرت صاحب فراش تھے، کسی نے معجزہ اور کرامت کا فرق پوچھا، اس پر ایسا دلنشین اور مؤثر بیان کیا کاش وہ قلم بند کرلیا ہوتا، اب تک اس کا دل ودماغ پر اثر ہے، اللہ تعالی ان کے درجات فرمائے، یہ اس لیے ذکر کررہا ہوں کہ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے، ان کے انتقال پر مولانا سالم صاحب کی خدمت میں تعزیتی خط روانہ کیا۔

(۸) حضرت مولانا پیر غلام حبیب نقشبندی قدس سرہ کی زیارت:

حضرت مولانا پیر غلام حبیب صاحب نقشبندی نے ۸۵/سال کی عمر پائی اور ۱۹۸۹ء میں انتقال فرمایا، حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی کے اجل خلفاء میں تھے، اور انہوں نے حضرت مولانا شاہ حسین علی بچھراؤں والے (حضرت مولانا شاہ حسین علی کے بارے میں علامہ کشمیری نے فرمایا: حضرت مجددی نقشبندی نسبت کے امام ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو تلمذ بھی تھا، ان کے شاگردوں میں مولانا غلام علی خان جو شیخ القرآن کے لقب سے معروف ہیں، وہ حضرت مولانا کے علم وقرآن کے خاص وارث وامین تھے، انہوں نے حضرت کے تفسیری افادات کو ''تفسیر جواہر القرآن'' کے نام سے مرتب کرکے ۳/جلدوں میں شائع کیا۔) اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے تفسیر میں استفادہ کیا، نیز حضرت پیر صاحب کو مولانا عبیداللہ سندھی سے بھی استفادہ کا موقع ملا، ان کی ذات سے ہزاروں انسانوں کو فائدہ ہوا، آپ نے اپنے ملک اور مختلف

ملکوں کا دورہ فرمایا، اسی دورہ کے سلسلے میں امارات متعدد بار آمد ہوئی، اس ناچیز کو ۲؍مرتبہ ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور ہمارے لیے قاری شفیع صاحب امام مسجد العین واسطہ بنے، حضرت کا یہاں زرعونی مسجد میں بیان تھا، قاری شفیع صاحب نے عرض کیا کہ حضرت العین میں حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب حدیث شریف کے بڑے عالم ہیں جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہیں تو حضرت نے فرمایا میں خود حاضر ہوں گا، چنانچہ راستے سے فون سے اطلاع کی تو میں نے ناشتہ وغیرہ کا انتظام کیا، حضرت تشریف لائے اور تھوڑی دیر قیام کیا، ان کی خدمت میں میں نے نذرانہ پیش کیا جس کو انہوں نے غایت شفقت سے قبول فرمایا، دوبارہ پھر حضرت کی آمد ہوئی اس مرتبہ بھی خود ہی تشریف لائے، دونوں مرتبہ میرا حاضری کا ارادہ تھا، لیکن حضرت نے قبول نہیں فرمایا اور خود ہی تشریف لائے، دوسرے سفر میں ان کے صاحبزادے مولانا عبد الرحمٰن قاسمی بھی ساتھ تھے، حضرت کا حضرت تھانوی وحضرت مدنی اور حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور دیگر اکابر دیوبند سے گہرا تعلق تھا، حضرت دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں شریک ہوئے، اس ناچیز نے بھی شرکت کی، لیکن مقدر سے ملاقات نہ ہوسکی، اس لیے ان کے خلیفۂ اجل اور ان کی نسبت خاص کے حامل حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی ابوظبی آمد پر فون سے رابطہ کیا اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور ہمارے یہاں العین تشریف لائے، اس کے بعد تعلقات بڑھتے رہے اور اپنے بیان سے ہم کو اور ہمارے لڑکوں کو فیضیاب کیا، حضرت مولانا غلام حبیب صاحب کے حالات کے لیے ''حیات حبیب'' کا مطالعہ کریں۔

(۹) حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ:

مدرسہ ریاض العلوم گورینی اوراس کے بانی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ (متوفی ۱۰؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ) سے سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ کی بارگاہ میں ۱۹۶۵ء میں تعارف ہوااور تازندگی حضرت کی محبت وشفقت میں اضافہ ہی ہوتا رہا، حضرت مولانا سے میری اکثر ملاقات جونپور میں حکیم منظور احمد صاحب کے یہاں ہوتی تھی اس زمانے میں حضرت کا قیام الہ آباد حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کی خانقاہ میں رہتا تھا اگرچہ حضرت مولانا حضرت شیخ الحدیثؒ کے خاص تلامذہ میں تھے، اور حضرت شیخ کو ان سے خاص تعلق تھا بعد میں حضرت نے ان کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی، اوراخیر میں دارالعلوم دیوبند وندوۃ العلماء کی شوریٰ کے رکن بھی منتخب ہو گئے تھے، حضرت مولانا حسن اخلاق اور تواضع وشفقت کے نمونہ تھے، حضرت مولاناؒ کا وطن دیوریا فیض آباد تھا، وہاں سے آکر مانی کلاں جونپور میں قیام فرمایااور وہاں ایک اچھا خاصہ مدرسہ بنوایا پانی کی ٹنکی لگوائی مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرائی، مگر جب یہ سب کام مکمل ہو چکا تو وہاں کے چند شر پسندوں کی وجہ سے استعفاء دے دیا، حالانکہ کوئی ان کو استعفاء دینے پر مجبور نہیں کرسکتا تھا، اور ہر اختلاف سے گریز کیا، ہمارے حضرت شیخ کے بعض خدام نے اتنی جلدی مدرسہ چھوڑنے پر تعجب کیا، مگر حضرت کا حال اس شعر کے مصداق تھا ؎

جو ہے ہر حال میں راضی، فدا ہے ان کی مرضی پر
بڑا خوش بخت ہے بخشی گئی ہے، اس کو دانائی

بارہا اس ناچیز کو مدعو کیا وہاں تقریریں بھی کرائیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ

وہاں جلسہ رکھا اور اس ناچیز کی تقریر کرائی، میں نے پورے زور سے بیان کیا کہ
تمہارے گاؤں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کے ایک خاص بندے نے یہاں قیام کیا
ان کی ذات سے یہ مدرسہ آباد ہے، ان کی قدر کرو، اس وقت تو وہ سب ٹھنڈے ہو گئے
لیکن فتنہ بڑھتا ہی رہا چنانچہ حضرت مولاناؒ نے بلا چوں چرا وہاں سے استعفاء دے کر
گورینی کے مکتب کو سنبھالا، وہاں کے مقامی لوگوں نے پورا تعاون کیا، چنانچہ حضرت
مولانا نے ریاض العلوم گورینی کی بنیاد رکھنے کے لئے اس ناچیز کو بلایا اور بنیاد رکھوائی،
یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت کا زیادہ تعارف بھی نہ ہوا تھا، خود ممبئی میں جہاں ندوہ کی وجہ سے
میری آمد و رفت رہتی تھی کئی اہل خیر حضرات سے حضرت مولانا اور ان کے مدرسے کا
تعارف کرانا پڑا، اگر چہ آگے چل کر ممبئی ان کے مدرسے وخانقاہ کا بڑا مرکز بن گیا، اس
کے بعد کے حالات کا اندازہ حضرت مولانا کے جو خطوط شائع ہو چکے ہیں اس سے لگایا
جا سکتا ہے، ۱۳؍جون ۱۹۷۵ء کو میری ابوظبی آمد ہوئی ۱۶؍جون ۱۹۷۵ء سے میری
ملازمت کا سلسلہ ہے یہاں استقرار کے بعد میری توجہ کا خاص مرکز مدرسہ ریاض
العلوم گورینی تھا، وہاں کا دارالاقامہ کا بڑا حصہ اور دارالحدیث ومسجد اور عام امداد کا اللہ
تعالیٰ نے موقع فراہم فرمایا، ایک مرتبہ ممبئی سے حاجی علاء الدین مرحوم کا فون آیا کہ
حضرت مولانا یہاں ممبئی تشریف لائے ہیں مدرسے پر کافی قرض ہے، بہت پریشان
ہیں، اللہ تعالیٰ نے فوری انتظام کیا جس پر حضرت مولانا بہت خوش ہوئے دعائیں
دی، تفصیل کا یہ موقع نہیں اور میرے سفر ہندوستان پر اکثر میرے گھر و مدرسے تشریف
لاتے رہے، یہ ناچیز برابر ان کے مدرسہ میں حاضر ہوتا تھا، بڑی پر لطف مجلسیں رہتی،
میرے چار لڑکوں کا نکاح حضرت نے ہی پڑھایا خصوصی دعائیں فرمائی اللہ تعالیٰ اس کو

قبول فرمائے، حسن ڈگری کالج جونپور وکھیتا سرائے کی مسجدیں اسی زمانے کی یادگار ہیں، حضرت مولانا کے سانحۂ انتقال پر اس ناچیز کا مفصل مقالہ الشارق میں شائع ہو چکا ہے، جامعہ اسلامیہ کے قیام اور ذاتی طور پر بھی ان سے مشورہ کیا کرتا تھا۔

حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ کا گرامی نامہ:

ناکارہ عبدالحلیم مانی کلاں، ضلع جونپور

بخدمت گرامی جناب مولانا تقی الدین صاحب/ زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا گرامی نامہ ۲۵/ ربیع الاول کا لکھا ہوا چند دن ہوئے بدست حاجی محمد سعید صاحب شرف صدور لایا، یہ ناکارہ موجود نہ تھا، بستی ضلع کا سفر تھا، واپسی پر ملا، پڑھ کر گونا گوں مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو مدارج علیّہ عطا فرمائیں اور دارین کی ترقیات سے نوازیں۔

اس سے قبل آپ کا نوشتہ مکتوب بواسطہ مولوی ارشد سلمہ آیا تھا وہ مولوی اختر کے پاس سے عرصہ کے بعد مجھے ملا، مولوی ارشد سلمہ سے آپ کی معیت میں شاہ گنج اسٹیشن پر ملاقات ہوئی تھی، اس کے بعد سے اب تک ملاقات نہ ہو سکی، ممکن ہے وہ مکان اور مدرسہ پر آئے ہوں، میں اِدھر ضلع بستی، دیوریا، بنارس اور الہ آباد وغیرہ کے سفر میں زیادہ رہا، آپ کے خط سے حضرت شیخ کے سفر مکہ من المدینہ اور پھر عزم ہند کا حال معلوم ہوا، اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت سہارنپور لائیں، یہ ناکارہ مارچ کی مجلس شوریٰ میں دارالعلوم دیوبند نہ جا سکا کیونکہ کوئی دعوت نامہ مجھ کو نہ ملا، تحقیق پر معلوم ہوا کہ محرر متعلقہ کی غلطی سے

دعوت نامہ نہ جاسکا وہ معذرت خواہ ہے۔

مولوی ارشد صاحب سلمہ کے یہاں فرزند (یعنی میرے نواسے عزیزی مولوی اسعد عالم مظاہری ندوی) پیدا ہونے کی خبر حجاز مقدس سے معطر ہوکر آپ کے ذریعہ اس ناکارہ تک پہونچی، اس کی اطلاع نہ تو حاجی سعید صاحب نے کی اور نہ عزیزان ارشد واختر سلمہما نے، اور نہ ان کے چچا ابوالبشر صاحب نے۔ خیر بچوں نے تو شاید اپنا منصب اس خبر رسانی کا نہ سمجھا ہو مگر حاجی صاحب نے کیوں نہ مطلع کیا اب ان سے پوچھوں گا کہ مٹھائی اور دعوت کے ڈر سے خاموش رہے کیا؟ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو طول حیات عطا فرمائیں اور قرۃ العین بنائیں، اس خبر سے بڑی مسرت ہوئی، فجزاکم اللّٰہ تعالیٰ۔

برخوردار ولی الدین سلمہ کے بارے میں ابھی تک مجھے بھی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے، ۸؍مئی سے ہندوستان میں ریلوے ملازمین نے سخت ہڑتال کر رکھی ہے گاڑیاں بند ہیں، کہیں آنا جانا مشکل ہورہا ہے، دیکھیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

ریاض العلوم کا تعمیری کام ان دنوں بند ہے، امید ہے کہ جلد ہی شروع ہوگا، ڈیڑھ لاکھ اینٹ لی گئی تھی، مسجد و مدرسہ کی بنیاد ہی میں ایک لاکھ ختم ہوگئی، پھر بھی ان شاء اللہ چند کمرے قبیل رمضان المبارک تیار ہوجاویں گے، دعا فرماتے رہیں آپ کی دعائیں وہ بھی حرم شریف سے ان شاء اللہ رنگ لائیں گی، حضرت شیخ دامت برکاتہم بھی برابر دعا کرتے ہیں، بمبئی سے جن دوستوں

نے حافظ محمد عمر سلمہ کے ذریعہ مدرسہ ریاض العلوم کو رقوم دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اب تک ایفائے وعدہ نہ کر سکے، دعا فرماتے رہیں، امسال یہ فکر دامن گیر ہے کہ بعد عید حجاز مقدس پہونچوں مگر ابھی تک پاسپورٹ نہ بنوا سکا دیکھیں کیا شکل ہوتی ہے، مولانا محمد حنیف صاحب سلمہ سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ فقط والسلام

بندہ عبدالحلیم ۲۶؍ربیع الثانی ۹۴ھ ۱۹؍مئی ۱۹۷۴ء

از بندہ عبدالحلیم غفرلہ، گورینی مدرسہ ریاض العلوم ضلع جونپور

بخدمت گرامی مخدوم ومکرم مولانا تقی الدین صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مولوی عبدالعظیم سلمہٗ کے بدست آنمخدوم کا گرامی نامہ موصول ہوکر نظر نواز ہوا اور باعث طمانینت ومسرت ہوا، ندوہ کا سفر تو آپ کی معیت کی وجہ سے بڑا ہی مبارک رہا، سفر کیا تھا حضر سے زیادہ راحت بخش اور پُر کیف رہا جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً، آپ کے گرامی نامہ میں ایک خبر میرے لیے بیحد طرب انگیز اور وجد آفریں اس لیے ہے کہ بہت انتظار کے بعد یہ خبر ملی کہ حضرت مولانا پرتاپ گڑھی نے اجازت وخلافت سے آپ کو سرفراز فرمایا جو انہیں کا حصہ تھا، مبارک ہو، ان شاء اللہ بہت خیر وجود میں آئے گا، مجھے اس کا بہت دنوں سے انتظار تھا، اس میں تاخیر کی وجہ میں یہ سمجھتا تھا کہ ہمارے حضرات سبھی میں تواضع کا غلبہ ہے، اس کی وجہ سے اجازت میں تاخیر ہو رہی ہے، جو لوگ اجازت دینے کے اہل ہیں وہ اجازت دینے میں فوقیت کا دعویٰ

سمجھتے تھے جس کی وجہ سے ایک حق دار کی حق تلفی ہو رہی تھی، موجودہ اکابر میں حضرت پرتاپ گڑھی سب کے مرجع ہیں، یہ کام انہیں کے شایان شان تھا، اس طرح اشاعت دین کا ایک باب جدید مفتوح ہوا، اللہ تعالیٰ برکات سے نوازیں، آنمخدوم نے بچوں کے لیے دعا کو لکھا ہے ضرور دعا کرتا ہوں، ان شاء اللہ سب مع الخیر رہیں گے، آپ کے مدرسہ کی طرف اہل علم کی توجہات یہ نیک فال ہے، ان شاء اللہ مدرسہ ترقی کرے گا اور آپ کی ذات گرامی سے علم ظاہری کے ساتھ اب باطنی فیض بھی ہوگا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اس نا کارہ کی صحت ان دنوں کچھ اچھی معلوم ہوتی ہے، آپ دوستوں کی دعاؤں سے قدرے ہمت وقوت محسوس کرتا ہوں، چنانچہ یہ سطریں خود ہی لکھ رہا ہوں ورنہ دوسروں سے لکھوانے کی عادت ہوگئی تھی، آپ کی ترقی (العین یونیورسٹی میں ترقی ہوگئی تھی) کا مسئلہ بھی اکثر نظروں کے سامنے آتا رہتا ہے کیوں کہ یہ مسئلہ صرف آپ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس میں اہل ہند کے مصالح مضمر ہیں، ان شاء اللہ سب کام حسب مایُرام ہوگا، اللہ جل شانہٗ یہاں کے اہل حاجت کو محروم نہ فرمائیں گے، اور آپ ہی کے ہاتھوں سب کو پورا فرمائیں گے۔

فقط والسلام   نا کارہ: عبدالحلیم غفرلہ گورینی ضلع جونپور

۶/صفر ۱۴۱۲ھ   ۱۸/اگست ۱۹۹۱ء

بشرف ملاحظہ مخدوم ومکرم جناب مولانا تقی الدین صاحب زادمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ عین انتظار میں نظر نواز ہوا، فکر وانتظار آپ کے عزیز کے

مسئلے کا ہے، اب تو ۱۹/ اکتوبر بھی گزر گئی، خدا کرے مسئلہ کچھ قابو میں آیا ہو اور آگے بالکل حل ہو جائے۔

فہیم الدین سلمہ کے رشتہ کی بات چیت چل رہی ہے، بہت مناسب ہے، امید ہے کہ اسی قید و بند سے وہ اپنی کچھ ذمہ داری محسوس کریں گے۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ (یعنی میری اہلیہ) ربنا هب لنا من أزواجنا و ذرياتنا قرة أعين الخ کا ورد کم کرتی ہیں، بلا ناغہ ہر نماز کے بعد اس آیت شریفہ کو تو پڑھا کریں۔

آپ نے بمبئی میں تو دار السنہ (۱) قائم کر کے ایک دینی خدمت کی نئے انداز سے بنیاد ڈالی ہے، ان شاء اللہ وہ عند اللہ مقبول ہے، اب ما و شما میں کسی کو انشراح ہو کسی کو نہ ہو، اگر ہمیں انشراح نہ ہو تو ہمیں اپنے عدم انشراح پر غور کرنا چاہئے کہ کوئی بیماری تو نہیں ہے، یہ دقیق مرض ہم پڑھے لکھوں میں اکثر ہوتا ہے، میں نے ابھی تک اپنے بمبئی کے سفر کا کسی ڈاکٹر سے مشورہ نہیں کیا، البتہ میرے اسفار بالکل بند ہیں، جون پور شاہ گنج تک کا سفر کرتا ہوں اب تھوڑی دیر طلبہ کے سامنے (زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ) بات کر لیتا ہوں، بینائی بہت کمزور ہو گئی ہے، لکھنا پڑھنا مشکل ہو گیا ہے، مجبوراً عام طور سے خطوط دوسروں سے لکھواتا ہوں۔

آنکھ دکھلانے کے لئے نومبر میں الہ آباد جانے کا ارادہ ہے، صحت و عافیت کی دعا فرماتے رہیں، بقیہ سب حالات ٹھیک ہیں، مرکز نظام الدین دہلی نے مدرسہ

(۱) یہ صرف ابتدائی مرحلہ میں تھا، بعد میں جامعہ اسلامیہ کی طرف منتقل کر دیا گیا، اس لیے کہ ممبئی میں اس کے چلانے کا کوئی اچھا نظم نہ تھا۔

ریاض العلوم پر۲،۳؍اپریل ۱۹۸۸ء کوایک تبلیغی اجتماع منظور کیا ہے، آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ۱۰؍جنوری کو ان شاء اللہ ہندوستان آؤں گا، اگر ڈاکٹروں نے سفر کی اجازت دے دی تو امید ہے کہ آپ سے ملاقات بمبئی ہی میں ہوگی۔

فقط والسلام

أملاہ : حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم

بقلم: وکیل احمد غفرلہ، مدرسہ ریاض العلوم گورینی

۱۴۰۸/۲/۲۸ھ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۸۷ء

بخدمت گرامی مکرمی ومحبی ومشفقی جناب مولانا تقی الدین صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مکرمت نامہ باعث مسرت ہوا، عزیز مولوی ارشد سلمہ کے بارے میں جامعۃ الرشاد ان شاء اللہ بہت مناسب ہوگا، مولانا مجیب اللہ صاحب اپنے ہی ہیں، میری خواہش یہی تھی کہ کچھ دنوں کے لئے جونپور کا ماحول ان سے چھوٹ جاوے، درس وتدریس سے مناسبت کے بعد ان شاء اللہ ماحول کا اثر نہ ہوگا، آپ کی علالت کی مجھے فکر تھی آپ نے لکھا کہ اب بخار نہیں ہے البتہ کافی ضعف ہے خدا کرے اب ضعف بھی جاتا رہا ہو، یہ ناکارہ ۱۱؍دسمبر کوکڑی گجرات چلا آیا تھا، آپ کا مکتوب گرامی یہاں ہی موصول ہوا، خدا کرے حضرت شیخ دامت برکاتہم یا مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کا مکتوب گرامی آپ کے حسب خواہش آ گیا ہو۔

میں نے بمبئی سے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی خدمت میں ریاض العلوم

کے تعمیری افتتاح اوراس کے ترقی دینے کی تجویز کولکھا تھا حضرت نے بہت ہی اظہار مسرت فرمایا ہے اور دعائیں لکھی ہیں، اس سے اس ناکارہ کو مزید تقویت ہوئی، آپ کے ہاتھوں کی ابتداء وافتتاح اور پھر حضرت شیخ **متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائه** کی دعائیں وہ بھی مدینہ پاک سے ان شاءاللہ ضرور رنگ لائیں گی، کل ہی مانی کلاں سے عبدالعلیم سلمہ نے اطلاع کی ہے کہ حافظ محمد عمر صاحب کی مساعی سے بمبئی سے پانچ ہزار کا بیمہ ریاض العلوم کے لیے موصول ہوا ہے، مولانا شاہ معین الدین ومولانا عبدالسلام قدوائی صاحبان کی زیارت تو نہ ہوسکی اور نہ کوئی اطلاع بمبئی میں اس حقیر کو ہوئی ، البتہ مولانا مجیب اللہ صاحب سے سرسری ملاقات ہوگئی تھی۔

خدا کرے اب آپ بالکل تندرست ہوں، بندہ ابھی ایک ہفتہ اسی طرف رہے گا، اس کے بعد ۱۱ر جنوری کو سورت اوراس کے نواح راندیر، ڈابھیل وغیرہ کا ارادہ ہے، خیال ہے کہ موقع ملا تو ترکیشور آپ کا مدرسہ بھی دیکھوں گا۔

معلوم ہوا ہے کہ پہلا جہاز حجاج کرام کا ۱۹ر جنوری کو بمبئی پہونچے گا اور اسی سے حضرت شیخ دامت برکاتہم کے متعلقین الحاج مولانا عاقل ومولانا سلمان مع اہل وعیال تشریف لائیں گے، اس لئے ان شاء اللہ ۱۸ر جنوری کو بمبئی پہونچ جاؤں گا تاکہ ان بزرگوں کی دعائیں لے سکوں، اس کے بعد ہی مکان واپسی کا ٹکٹ خرید کراؤں گا، امید ہے کہ آخر جنوری یا ابتدائے فروری تک مکان ان شاء اللہ پہونچوں گا، آپ کی خدمت میں اسی طرح بعض دوسرے خصوصی احباب کی خدمت میں جوابی خطوط کے ارسال میں محض

تسہیل مقصود ہے اور بس، دوسرے احباب موجود ہیں جو پتہ لکھ کر لفافہ اور کارڈ دیدیتے ہیں، اس ناکارہ پر کوئی بار نہیں اور آپ پتہ لکھنے کی زحمت سے بچیں گے، جواب کے لفافے پر پتہ بمبئی ہی کا لکھوایا ہے کیوں کہ خطوط علی العموم تاخیر سے ملتے ہیں، مانی کلاں سے ۲۴؍شوال و ۲۵؍شوال کے خطوط پرسوں ۸؍ذی الحجہ کو مجھے کڑی میں موصول ہوئے ہیں، ان دنوں اس ناکارہ کو مدرسہ ریاض العلوم اور اس کی مسجد کی تعمیر کی فکر ہے مگر اپنے کو اس قسم کا کوئی سلیقہ نہیں ہے کہ قوم کو اس کی طرف کیسے متوجہ کرے، کم از کم قوم کو بالخصوص گجرات و بمبئی وغیرہ کو کہ مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہوا اور حضرت شیخ نے اس کے لئے یہ دعائیہ کلمات لکھے ہیں تو امید تھی کہ کچھ کام ہوتا، مدرسہ ریاض العلوم کے بارے میں حضرت شیخ مدظلہ کے مکتوب گرامی کا اقتباس درج ہے:

’’آپ نے اس خط میں مدرسہ کی شاخ کو ترقی دینے کا ارادہ اور تجویز لکھی، اس سے بہت ہی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مدرسہ کو ہنگاموں سے بچائے ......إلی أن قال...... میرا تو جی چاہتا ہے کہ مدارس ایسی جگہ ہوں جہاں آبادی بالکل نہ ہو مگر مدرسہ کی تعمیر تو بعد میں ہوتی ہے یہ دوکاندار پہلے پہونچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے جدید مدرسہ ریاض العلوم کو بہت ہی ترقیات سے نوازے، اس کی تعمیرات کی جلد تکمیل فرمائے، اس سے بھی مسرت ہوئی کہ اس کے قرب و جوار میں مدرسہ کی زمین بھی بہت ہے، یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ جلد از جلد اس مدرسہ کی تکمیل

فرمائے‘‘،(انتهى بألفاظه الشريفة) ۔

حضرت شیخ دامت برکاتہم کی طبیعت عید بعد سے ناساز چل رہی ہے، ۲۳؍دسمبر کا لکھا ہوا حضرت کا مکتوب گرامی ہے، اس میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کا سفر ملتوی کرادیا ہے، احباب کا تو بہت اصرار ہو رہا ہے مگر ہمت بالکل نہیں، اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے، انتہی ۔ فقط والسلام

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

نزیل کڑی گجرات، ۱۰؍ذی الحجہ ۹۳ھ ۴؍جنوری ۱۹۷۴ء

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا ایک مکتوب گرامی:

رائے بریلی

عزیز گرامی سلمہ اللہ تعالیٰ ورقّاہ............ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ۲۴؍اپریل کا لکھا ہوا خط کل یکم مئی کو ملا، ہمیں توقع تھی کہ مؤتمر(۱) کے بعد آپ کا خط آئے گا، جس سے کچھ روشنی پڑے گی، مولوی عبداللہ صاحب دو تین دن کے لیے یہاں آئے تھے ان سے کچھ حال معلوم ہوا تھا، آپ نے ہمارے مقالہ پر مناسب عنوان دیا ہے، ہم نے بڑی عجلت میں دو تین گھنٹے میں وہ مضمون لکھا تھا، اس سے خوشی ہوئی کہ آپ کو پسند آیا، یہاں رائے بریلی آئے تو آپ کی کتاب امام مالکؒ دیکھی، اوجز اور التعلیق الممجد کی طباعت کی خبر سے خوشی ہوئی، چھٹیوں کے بارے میں آپ جو مناسب سمجھیں کریں، ہندوستان آنے کی پھر بھی فرصت رہے گی، رہنے میں آپ کا مالی فائدہ اور طلبہ کا علمی فائدہ ہے۔

(۱) یہ مؤتمر امام مالک ہے، جو ابوظبی میں منعقد ہوئی تھی۔

عزیزی ابوسعد کی بیماری اور اس کی نوعیت کی خبر سے تردد ہوا، عام طور پر یہ بیماری زیادہ امیر لوگوں کو ہوا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور عمر طویل عطا فرمائے۔

ایک بات پہلے بھی آپ کو لکھنا چاہتا تھا اب آپ کا خط بھی آ گیا وہ یہ کہ عزیزی مولوی نثار الحق سلمہ کے فرزند حسان سلمہ کے خطوط پریشانی کے آرہے ہیں ابھی تک وہ ایک مسجد میں اور کئی مسجدوں میں کام کرنے پڑتے ہیں، اگر ان کے لیے کوئی مناسب تر جگہ جہاں سہولت بھی ہو اور تنخواہ بھی مناسب ہو، آپ کی کوشش سے مل جائے تو بہت اچھا ہے، ابھی تو عمر ہے اور پردیس کا معاملہ ہے، امید ہے کہ آپ اس میں کوتاہی نہ کریں گے۔

والسلام

دعا گو: ابوالحسن علی

۲/مئی ۸۶ء ۲۲/شعبان ۱۴۰۶ھ

حضرت مولانا ابوالعرفان ندوی قائم مقام مہتمم ندوۃ العلماء کا مکتوب گرامی:

برادرم......السلام علیکم

یہ خط اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اس وقت دارالعلوم کی مجلس انتظامیہ کے بہت سے ممبران کی مدت رکنیت ختم ہورہی ہے اور ان کی جگہ پر نئے ارکان کا انتخاب ہوگا، حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ(۱) نے فرمایا ہے کہ میں آپ سے

(۱) ڈاکٹر عبدالعلی حسنیؒ۔

یہ معلوم کروں کہ برار و بمبئی، ناگپور مالیگاؤں میں کیا آپ کی نظر میں ایسے اشخاص ہیں جو رکنیت کے لیے مناسب ہوں، یہ ضروری نہیں کہ ایک جن ناموں کو لکھیں ان کا انتخاب ہی ہو جائے، لیکن بہر حال آپ نے جن لوگوں کو ندوہ کے مقاصد سے قریب تر اور دینی حیثیت سے ایک قابل ذکر مقام پر پایا ہو اور وہ اپنے علاقوں میں کچھ اثر ورسوخ بھی رکھتے ہوں، ان کا نام تجویز فرما کر فوراً بذریعہ رجسٹری بھیج دیں، مناسب ہوتا کہ ہر نام کے سامنے ان کے کچھ مختصر حالات اور مشغلہ اور مقامی حیثیت کا بھی تذکرہ ہو، اس خط کو تاکید جائیں اور فوراً اس کا جواب دیں، دار العلوم میں سب خیریت ہے۔

والسلام

ابوالعرفان ندوی ۷/مئی ۱۹۵۹ء ۲۸/شوال ۱۳۷۸ھ

مولانا ابواللیث ندوی کا خط:

مولانا ابواللیث ندوی (۱) سابق امیر جماعت اسلامی جو ہمارے عزیزوں میں ہیں، ان کی اہلیہ کے انتقال پر تعزیتی خط لکھا تھا اس کا جواب:

عزیزی مولانا تقی الدین صاحب ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے آپ مع متعلقین بخیر وعافیت ہوں گے۔

(۱) مولانا ابواللیث ندوی موضع ''چاند پٹی''، ضلع اعظم گڑھ میں ۱۹۱۶ء/۱۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے، ۲/دسمبر ۱۹۹۰ء میں انتقال ہوا، اور اپنے آبائی قبرستان چاند پٹی میں مدفون ہوئے، چاند پٹی میرا ننہال وسسرال ہے، میرا بچپن وہاں گزرا تھا، مولانا میرے ماموں کے خاندان سے گہرا تعلق رکھتے تھے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تذکرہ علماء اعظم گڑھ'' از: مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی۔

آپ کا تعزیت نامہ چاند پٹی سے واپس آ کر ابھی حال میں ملا ہے، آپ کے اظہار ہمدردی کے لئے مشکور ہوں، اسی کے ساتھ ابو سعد سلمہ کا بھی تعزیت نامہ ملا تھا، میری طرف سے ان کا بھی شکریہ ادا کر دیجئے، جزاکم اللہ خیراً۔

آپ کو شاید معلوم ہو چکا ہوگا کہ جماعت کی امارت کی ذمہ داری دوبارہ میرے سر آ گئی ہے اور میں آخر نومبر میں دہلی منتقل ہو چکا ہوں، دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ان ذمہ داریوں سے سبک دوش ہونے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

آپ گھر کب تک آ رہے ہیں، امید ہے آپ سے یہیں آتے جاتے وقت ملاقات کا موقع مل سکے گا، ادھر گھر کے کچھ حالات معلوم نہیں ہو سکے، میاں ابو سعد کے گھر کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا ممکن ہے اب تکمیل کے درجہ تک پہونچ چکا ہو، سیمنٹ کے حصول کی دشواریاں کچھ رکاوٹ بن رہی تھیں اور حالات بدستور ہیں۔

اہلیہ اور بچوں کو سلام و دعا پہونچا دیجئے، میری بچیاں بھی یہیں ہیں وہ بھی سلام و دعا کہتی ہیں۔ والسلام

دعا گو: ابو اللیث (امیر جماعت اسلامی ہند)

۲۸/صفر ۱۴۰۲ھ ۲۶/دسمبر ۸۱ء

مولانا نجم الدین اصلاحی:

مولانا نجم الدین اصلاحی کی پیدائش ۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۰ء موضع راجہ پور سکرور میں ہوئی مدرسہ اصلاح سے ۱۹۲۳ء میں فراغت حاصل کی، وہ مولانا حمید الدین صاحب فراہی کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی

کے مرید تھے، مکتوبات شیخ الاسلام ۲ رجلدوں میں مرتب کیا ہے اور حضرت کی سوانح بھی دو جلدوں میں لکھی ہے، وہ ماہنامہ تذکرہ کے ایڈیٹر بھی تھے، دلائل السنن والآثار ان کی مشہور کتاب ہے، مولانا سے طالب علمی کے زمانہ سے تعارف تھا، ان کی علالت کے زمانہ میں مزاج پرسی کے لیے حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور خدمت کا موقع ملا، انہوں نے ایک بہت ہی شفقت آمیز خط تحریر فرمایا تھا لیکن افسوس کہ وہ گرامی نامہ بڑی تلاش کے بعد بھی نہ مل سکا۔

مولانا اختر احسن اصلاحی:

یہ بانی مدرسہ اصلاح مولانا محمد شفیع صاحبؒ کے نواسے تھے، یہ میرے والد کے ننہال سیدھا سلطانپور کے رہنے والے تھے، مولانا حمید الدین فراہی کے سب سے نمایاں شاگردوں میں تھے، ان کی خصوصیات وروایات کو قائم رکھنے والے تھے، مدرسۃ الاصلاح میں ان کے رفیق مولانا امین احسن اصلاحی تھے مولانا اختر احسن اصلاحی صاحب سے اس ناچیز نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اس پہلو سے اگر ان کو استاذ کہوں تو شاید بیجا نہ ہوگا، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے مولانا اختر احسن اصلاحی کو جانشین فراہی لکھا کرتے تھے اور تفسیر کے سلسلہ میں ان سے مختلف مواقع پر رجوع کیا کرتے تھے، اس ناچیز کی ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح میں ہوئی، میرے دادا مرحوم نے میری تعلیم و تربیت انہیں کے سپرد کی تھی، اگرچہ وہاں میرے کئی اعزہ جیسے مولانا ابوبکر اصلاحی (۱) وغیرہ موجود تھے، لیکن مولانا اختر اصلاحی ایک مدت تک اپنے کمرے کے قریب اپنے لڑکے مولانا محمد غالب اصلاحی مرحوم کے کمرے ہی میں رکھا، جو مولانا اختر صاحب

---

(۱) مولانا ابوبکر اصلاحی متوفی ۳ رمئی ۱۹۹۸ء، مزید حالات کے لیے ملاحظہ کریں ''تذکرہ علماء اعظم گڑھ'' ص: ۳۳۴۔

کے کمرہ کے قریب تھا، اس لئے وقتاً فوقتاً صرف ونحو وغیرہ کے صیغے پوچھتے ومشق کراتے، عصر بعد چائے پینے کا معمول تھا بعض اساتذہ شرکت کرتے کچھ مدت تک چائے تیار کرنے کی خدمت کی سعادت حاصل رہی، عربی چہارم مدرسۃ الاصلاح جو میرا آخری سال تھا وسط میں مدرسہ چھوڑ کر ندوۃ العلماء ومظاہر علوم کا رخ کیا، میرا روزانہ کا معمول تھا کہ ان کا قرآن پاک جس پر مولانا فراہیؒ کے نوٹ تھے، درسگاہ تک پہونچاتا، جو ترجمہ مجھ کو پڑھنا ہوتا اس نوٹ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا تھا، مولانا بہت زیادہ محبت فرماتے اور ہمارے دادا وغیرہ جب بھی آتے سب سے پہلے مولانا ہی کے پاس جاتے، مجھے یاد ہے ایک مرتبہ مولانا امین احسن اصلاحی کی ''حقیقت تقویٰ'' عصر بعد پڑھی جارہی تھی مولانا نے اس پر ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ صوفیاء کرام کے کارناموں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مولانا بدرالدین صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مولانا فراہیؒ نے اپنی زندگی کی آخری دور میں جن تلامذہ کی فہرست مرتب کی اس میں مولانا اختر احسن اصلاحی کا مقام سب سے اونچا تھا، حقیقت یہ ہے کہ مولانا فراہی کی تفسیر کے سب سے زیادہ وہی حامل تھے، ان کی وفات ۱۹؍اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ہوئی، انتقال کے بعد ان کے مزار پر حاضری دی، ان سے استفادہ اوران سے صرف ونحو وقرآن فہمی کی تعلیم کے نقوش اب تک دل ودماغ پر باقی ہے، ان کے دوسرے ساتھی مولانا امین احسن اصلاحی ضلع اعظم گڑھ موضع بمہور کے رہنے والے تھے ان سے بھی میری ملاقات ان کے آخری حیات میں لاہور میں ہوگئی تھی، ہم وطن ہونے کی وجہ سے انہوں نے بہت ہی خیال فرمایا۔

مولانا امیر احمد کاندھلوی متوفی ۱۳۸۴ھ:

مولانا امیر احمد صاحبؒ جس زمانے میں یہ ناچیز مظاہر علوم میں دوسری مرتبہ حاضر ہوا ہے جس طرح سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی درس بخاری کا اہتمام تھا اسی طرح مولانا امیر احمد صاحبؒ کے درس ترمذی کا بھی اہتمام تھا، یہ میرے استاد ہیں اس زمانے میں ترمذی ومشکاۃ شریف پڑھاتے تھے، انہوں نے صحیح مسلم حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری سے پڑھی تھی اور ترمذی شریف حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے اور سنن نسائی وابن ماجہ ومشکاۃ شریف حضرت مولانا منظور احمد خان سہارنپوری سے پڑھی تھی، مولانا اپنی سادگی اور اپنے حافظے کے اعتبار سے بے پناہ شخصیت کے مالک تھے، علم وتقوی، پاکبازی، پاک نفسی کے عظیم مرتبہ سے اللہ نے ان کو نوازا تھا ان کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ زمانۂ تدریس میں صرف سات ماہ کے اندر قرآن حفظ فرمالیا تھا، مولانا نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے فرمانے پر مشکاۃ کے اوائل بھی پڑھا کر مجھ کو اجازت دی تھی، ایک مرتبہ یاد ہے یہ ناچیز جب مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، وہاں کچھ افریقہ کے مہمان آئے تھے ناشتے کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا مولوی تقی ان مہمانوں کو ہمارے مدرسے کا چکر لگادو، مدرسے کو دکھانے کا مقصد تھا، اس کے بعد حضرت شیخ نے (مولانا امیر احمد صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا یہ مدرسہ والے جب ان کے پاس کوئی تاجر آتا ہے تو اس کی طرف بجائے رخ کرنے کے پشت کر کے بیٹھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو انوار سے بھر دے آمین، ان کی وفات ۱۳۸۴ھ میں کاندھلہ ان کے وطن میں ہوئی۔

(مزید حالات کے لئے دیکھیں تاریخ مظاہر، العناقید الغالیۃ ص ۹۹، الیوقیت الغالیۃ ۲/۴۴)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے خطوط:

برادر عزیز و محترم ڈاکٹر مولانا تقی الدین ندوی صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، الحمد للہ ہم لوگ اچھے ہیں، خال معظم اور مولانا معین اللہ صاحب ودیگر حضرات بھی بخیر ہیں، یہ خط مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور مولوی محمد رضوان کے ہمراہ ارسال ہے، تاکہ بسہولت آپ کو پہونچ جائے، یہ دونوں ندوہ کے لیے حصول تعاون کے دورہ پر ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ سے ملاقات وتعلق رہے گا، خال معظم آجکل مولانا معین اللہ صاحب کے وطن اندور میں آرام اور یکسوئی کے ساتھ علمی کام میں ہیں، اب آنے والے ہیں، خال معظم کے سفر امارات کی تاریخ ابھی تک طے نہیں ہوسکی، ان کی صحت ابھی تک اس لائق نہیں ہوسکی کہ بسہولت باہر کا سفر کریں، معالج حکیم نے سختی کے ساتھ سفر کچھ دنوں تک روک دینے کی تاکید کی ہے، چنانچہ اندرون ملک کے بھی متعدد پروگرام منسوخ کردیئے ہیں، یوں مجموعی طور پر پہلے کے مقابلہ میں صحت میں بہتری ہے، علاج جاری ہے، امید ہے کہ اس سے خاطر خواہ فائدہ ہوگا، اب بظاہر دوڈھائی ماہ کوئی طویل سفر نہیں ہوگا، ہندو بیرون ہند دونوں میں ہی یہ صورت اختیار کی جائے گی، خدا کرے امارات کے سفر میں زیادہ تاخیر نہ ہو، ممکن ہے کہ بعد عید موقع نکل سکے، چوں کہ آپ نے تاکید واہتمام کے ساتھ امارات کی بات رکھی ہے اس لیے اس کی اہمیت پیش نظر ہے ورنہ اس کو ختم کردینے کی فرمائش کی جاتی۔

آپ ہندوستان آئے لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوسکی، ظاہر ہے کہ خال معظم اور مولانا معین اللہ صاحب سے بمبئی میں ملاقات ہوگئی تھی اس لیے لکھنؤ آنے کی اہمیت باقی نہیں رہ گئی تھی، اب آپ کا ہندوستان کا ارادہ کب ہے، آپ کے صاحبزادہ اور دیگر اہل تعلق کی صحتیں کیسی ہیں، خدا کرے سب اچھے ہوں، مولوی ابوسعد سلمہ اور مولوی ولی الدین سلمہ کو سلام و دعا کہیے اور دعاؤں میں یاد رکھیے، خدا کرے دونوں اپنے علمی و عملی مشاغل میں بخوبی لگے ہوئے ہوں۔ والسلام

مخلص: محمد رابع حسنی ندوی ۱۸/۷/۱۴۰۸ھ

مولانا عبداللہ عباس ندوی کا گرامی نامہ:

مکۃ المکرّمۃ ص ب ۱۸۸۴ / الجمعۃ المبارکۃ ۲۹/محرم ۱۴۰۷ھ، ۲/اکتوبر ۱۹۸۶ء

برادر عزیز و مکرم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری سلمہ اللہ تعالیٰ وحفظہ .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شام ابوظبی سے چل کر ساڑھے ۹ بجے جدہ، اور دس بجے حرم شریف پہونچا، ادائیگی عمرہ کے بعد ساڑھے گیارہ بجے گھر آیا، عمرہ کے دوران آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کی فلاح و بہبود کے لیے دعائیں کیں، چوں کہ دعا ہر عامی و جاہل اور معصیت زدہ کرسکتا ہے اس لیے آپ کے حکم کی تعمیل کی ورنہ آپ جیسے خوش اوقات عالم و محدث کی دعاؤں کا میں سخت محتاج ہوں، آپ عمر میں یقینی چھوٹے ہیں لیکن مرتبہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑا بنایا ہے، **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔**

آپ نے جس برادرانہ خلوص ومحبت کا برتاؤ کیا آپ سے اسی کی توقع تھی، جس طرح عطر سے توقع ہوتی ہے کہ وہ مشام جاں کو معطر کرے گا، دوسرے ہم وطن وہم مدرسہ ہم عقیدہ وہم مرجع ہونے کے لحاظ سے آپ پر حق بھی سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں سے امت کو نفع پہونچائے، آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے(۱)، بہرحال آپ نے جو تکلیف فرمائی اور آکر ملے اور کلمۂ خیر کہا اس کا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، عزیزم ڈاکٹر ولی الدین سلمہ اللہ اور ان کے بھائیوں کو سلام ودعائیں۔ والسلام

عبداللہ عباس الندوی

مکۃ المکرّمۃ ص/ب ۱۸۸۴

گرامی درجات برادر عزیز ومکرم مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ گزشتہ شب بخیر واپس آیا، اور آپ کی نوازشات، اپنائیت، خلوص و کرم اور محبت کی اچھی یادیں ساتھ لے کر آیا، جو برابر یاد رہے گی اور آپ کے حق سے دعائے خیر پر مائل رکھے گی، آپ صاحب قلب، صاحب ذکر، صاحب نسبت بزرگ ہیں، بزرگی کے لیے عمر کی زیادتی ضروری نہیں ہے، شیخ سعدی کا مقولہ ہے کہ ''بزرگی بہ عقل است نہ کہ بہ سال'' یعنی بزرگی عقل ودین کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ عمر کی وجہ سے، لہذا آپ اگر چہ عمر میں چھوٹے ہیں مگر درجات میں مجھ ناچیز سے بہت بڑے ہیں، میرے حق میں دعا فرمائیں کہ جو

---

(۱) ایک مسجد کی تعمیر کی بات تھی، جو الحمد للہ پوری ہوگئی۔

وقفۂ حیات مقدر ہے وہ اپنی رضا کے کام میں لگائے، اور اپنے خلق کا محتاج نہ بنائے، امید کہ آپ تمام اہل بیت کے ساتھ بخیر ہوں گے۔ والسلام

کمترین: عبداللہ عباس الندوی

۳؍شعبان ۱۴۰۶ھ ۱۴؍اپریل ۱۹۸۶ء یوم السبت

مولانا معین اللہ ندوی صاحبؒ (۱) کا گرامی نامہ:

محبّ مکرم و مخلص مولانا تقی الدین صاحب ندوی زید لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ سفر بعافیت ہوا ہو، اور وہاں بھی سب گھر میں بخیریت ہو، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آپ نے اس وقت خصوصی توجہ کی، میں بہت ممنون ہوں، ادھر کچھ عرصہ سے میں اپنی صحت کی نہایت کمزوری اور دوسری نجی الجھنوں کی بنا پر عجب کشمکش میں ہوں، لکھنؤ بھی طبیعت نہایت منتشر رہتی ہے، اندور کے سلسلہ میں تو صرف اس لیے فکر رہتی ہے کہ میں کچھ نہ کرسکا، اگر اللہ تعالیٰ ان بچوں کو دینی اور علمی کاموں میں لگالے تو میرے لیے بڑی تسکین کا باعث ہو، اور شاید حق تعالیٰ شانہ اس علاقہ میں دینی تعلیم وتربیت کا کام لے کر قبول فرمالے (۲)۔

---

(۱) مولانا محترم سے خصوصی تعلق کی بنا پر اور اس لیے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے زمانے میں مولانا نائب ناظم وتعمیرات کے ذمہ دار تھے، اس ناچیز کا بکارندوہ متعدد بار ممبئی اور اس کے اطراف کا سفر ہوا تھا، ان کے صاحبزادے مرحوم عبیداللہ ندوی نے بہت سارے خطوط فوٹو کر کے روانہ کئے تھے جو ہمارے پاس موجود ہیں۔

(۲) مولانا کے وطن ''دھار'' ضلع اندور کی مسجد ومدرسہ کی تعمیر میں اس ناچیز کا بڑا حصہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

آپ نے بر بناء اخلاص کئی مرتبہ مجھ سے وہاں حاضری کے لیے کہا، اپنی نااہلی اور گوناگوں کمزوریوں کے باعث بس یہی خیال آتا ہے کہ سوائے آپ کے لیے زحمت ہی کا باعث بنوں ہمت نہیں ہوتی، بس ادھر یہ تمنا ہے کہ ماہ مبارک کسی طرح حرمین شریفین میں گذار لوں، اور اگر حق تعالیٰ شانہ فضل فرمائیں تو حج تک ٹھہر جاؤں، اب تنہا جانے کے حال میں نہیں، والدۂ عبداللہ سلمہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں، اس لیے یہ سوچا ہے کہ اگر آپ غیر مناسب نہ سمجھیں اور زحمت نہ ہو تو امارات کا ویزا مل جائے، چوں کہ میں ان معاملات سے واقف نہیں کہ اس میں کیا کیا کرنا ہوتا ہے اس لیے سر دست میں پاسپورٹوں کا نمبر وغیرہ لکھ رہا ہوں، شروع شعبان میں اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا، سفر کا قصد ہے، ہفتہ عشرہ آپ کے یہاں قیام اور پھر وہیں سے ان شاء اللہ حجاز مقدس، اللہ تعالیٰ ہی آسان فرمائے اور عافیت کے ساتھ قبولیت سے نوازے، آپ سے دعاؤں کا بھی خاص طور سے خواستگار ہوں، اس وقت آپ کو یہ لکھنے میں تکلف نہیں کرتا کہ مجھے آپ کے سلسلہ میں بفضلہٖ تعالیٰ دعاؤں کی توفیق ہوتی رہی ہے، اگرچہ میں اس قابل نہیں، بزرگوں کی دیکھا دیکھی اہتمام کی کوشش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ورنہ اپنا حال تو ناگفتہ بہ ہے ہی۔

میں ان شاء اللہ ۹ر فروری سے پہلے ہی اندور کا قصد کر رہا ہوں، چند دن وہاں قیام رہے گا، مجھے آپ کا خط اندور ہی میں مل جاتا تو بہت بہتر تھا۔

یہ خط میں مولوی عطاء الرحمٰن ندوی سلمہ کو دے رہا ہوں وہ کل صبح قطر روانہ ہو رہے ہیں، وہیں سے پوسٹ کریں گے، خدا کرے آپ کو جلد مل

جائے، گھر میں سب کو حسب مراتب سلام و دعا۔

ابھی معلوم ہوا کہ پاسپورٹ کی فوٹو کاپی کی ضرورت ہوتی ہے، شاہد صاحب نے روانہ کئے ہیں، اگر زحمت ہو تو تکلیف نہ کیجئے گا۔ والسلام

دعا گو و دعا جو: معین اللہ ندوی

محبّ مکرم مولانا تقی الدین صاحب ندوی زید لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی کچھ دیر پہلے جناب قاری مشتاق صاحب ان عرب مہمان کو لے کر تشریف لائے اور آپ کا خط بھی ملا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے والدۂ محترمہ کو بھی جلد صحت وعافیت عطا فرمائے اور چھوٹے بچہ (ڈاکٹر صفی الدین) کو حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل خاص سے جلد صحت اور عافیت عطا کرے اور ہونے والا آپریشن بھی نہایت کامیاب ہو، آپ جن الجھنوں اور پریشانیوں میں ہیں اس کا مجھے بھی اندازہ ہے، آپ کے فون کے بارے میں محبی مولانا رابع صاحب نے مجھے بتلایا تھا، الحمد للہ دعا کی توفیق بھی ہوئی تھی اور ان شاء اللہ مزید اہتمام کروں گا، غالبًا محبی مولانا رابع صاحب اور حضرت مولانا نے بتلایا ہو کہ میں بھی آجکل کئی دن سے والدۂ یحییٰ کی علالت کے سلسلہ میں بہت مشوش ہوں، صحت تو ان کی عرصہ سے کمزور ہی چل رہی ہے لیکن ادھر شدید تکلیف کمر وغیرہ کے درد کی ایسی شروع ہوئی ہے کہ اس نے معذور سا کر دیا ہے، بلڈ پریشر بھی بڑھا ہوا ہے، تین روز پہلے ہی کچھ ایکسرے ہوئے، خون اور پیشاب وغیرہ کے ٹیسٹ ہوئے، اللہ تعالیٰ ہی فضل فرمائے،

آپ سے بھی اہتمام سے دعاؤں کا متمنی ہوں۔

عرب مہمان بہت مختصر یہاں ٹھہرے، آپ کے حسب ہدایت مدرسۃ الفلاح کی ایک اپیل اور حضرت مولانا کی تحریر ان کو دیدی گئی، ذہنی انتشار کے اس عالم میں بات زیادہ نہیں ہوسکی، اور میں نے ان سے کہہ دیا کہ شیخ تقی الدین صاحب اچھی طرح سے واقف ہیں، یہاں تو بہت کم وقت ان کو ملا، بہرحال ایک نظر انہوں نے کتب خانہ وغیرہ پر ڈال لی ہے، اب آپ ہی مناسب طور پر ان سے جو کام لے سکیں لے لیں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، باقی بفضلہٖ تعالیٰ مہمان مانوس ہوئے اور ان سے مل کر مجھے بھی بہت خوشی ہوئی، کسی وقت زیادہ وقت کے لیے آئیں تو بہت بہتر ہے، بمبئی میں حضرت مولانا کی خدمت میں ملاقات ضرور ان شاء اللہ ہوجائے گی۔

بہت وقت پر رقم آئی ہے، کئی ضرورت مندوں کے خطوط رکھے ہوئے ہیں اور اندور بھی بھیجنا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، دعاؤں میں اہتمام سے یاد رکھیں، میں بھی دل سے دعا گو ہوں، تکلیف کر کے بمبئی میں اگر موقع مل سکے تو ایک خط ضرور لکھ دیں طبیعت برابر لگی رہے گی اور والدۂ محترمہ کو آیات شفا لازماً بہت پابندی سے زمزم شریف سے دھوکر پلانے کا اہتمام کریں، اسی طرح سے اس بچہ کو بھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بعض مرتبہ مجھے اہتمام سے اس سلسلہ میں تحریر فرمایا تھا اور ان کے مجرب ہونے کا تو بہت سے اکابر نے لکھا ہے، آپ تو خوب واقف ہیں لیکن محض یاددہانی کے طور پر لکھ رہا ہوں، عام طور پر انتشار کی حالت میں ان چیزوں سے ذہول ہوجاتا ہے، میں خود گھر میں شروع کرنا

چاہتا تھا لیکن نہیں کر سکا، ان شاء اللہ اب کروں گا۔

ایک نجی مشورہ آپ سے یہ کرنا ہے کہ اندور کے مدرسہ کے سلسلہ میں کسی کو کب بھیجا جائے، طبیعت چاہتی ہے کہ کم از کم پہلی منزل عمارت کی مکمل ہوجاتی، اب الحمد للہ پچاس کے قریب بچے رہنے والے ہوبھی گئے ہیں اور خرچ بھی اچھا خاصا بڑھ گیا ہے، میری طبیعت کا حال یہ چل رہا ہے کہ بالکل یکسو ہونے کی طبیعت چاہتی ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے عافیت نصیب فرمائے اور عاقبت بخیر ہو۔ والسلام

دعا گو: معین اللہ ندوی

۱۴۱۰/۶/۲۵ھ ۲۳/جنوری ۱۹۹۰ء

مکتوب گرامی حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ:

۴/شوال ۸۰ھ ۲۱/مئی ۸۸ء دہلی حضرت نظام الدین

مکرم ومحترم بندہ مولانا تقی الدین صاحب و فقنا اللہ و إیاکم لما یحب و یرضی.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۷/رمضان کو آپ کی جانب سے مکتوب گرامی موصول ہوا، تعزیت مسنونہ کے ساتھ آپ کی خیریت معلوم ہوئی، حق تعالیٰ آپ کی ہمدردی کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، دعا فرماتے رہیں، دوستوں کی دعائیں حق تعالیٰ کے فضل کو متوجہ کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں، ماہ مبارک خیریت کے ساتھ گذرا ہے، ۱۸/مئی کو عید ہوئی ہے حق تعالیٰ اپنے بندوں کی عبادت ومحنت کو قبول فرمالے، مولوی طلحہ صاحب کا قیام ڈابھیل نہیں رہا، بلکہ سہارن پور رہا ہے،

احباب اور متعلقین نے بھی قیام و اعتکاف کیا ہے، مزید خیریت ہے، دعا فرماتے رہیں۔

والسلام

منجانب: حضرت جی مدظلہ

بقلم: ابراہیم

مکرم بندہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مؤرخہ ۸/۱۱/۱۴۰۲ھ موصول ہوا، اس سے پہلا بھی موصول ہوا تھا جس سے آپ کی حرمین شریفین کی حاضری کا علم ہوا تھا، حضرت شیخؒ کی یاد اور تصور بہت مبارک ہے اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کے مدارج بلند فرمائے، حضرت شیخ الحدیثؒ پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے، خواب بہت مبارک ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں برکت دے اور امت کے لئے مفید فرمائے، بندہ سے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس سے متعلق یہ ہے کہ ''او خویشتن گم ست کرا رہبری کند'' بندہ خود ہی اصلاح کا محتاج ہے اور دعاؤں کا حاجت مند ہے، بندہ بھی دعا کرتا ہے۔

اپنی کم مائیگی کا احساس بڑی سعادت ہے، گھر کے حالات کے سلسلے میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے، صاحبزادہ کے لئے بھی دعا گو ہوں۔

والسلام

(حضرت جی مولانا) محمد انعام الحسن (صاحب)

مسجد بنگلہ والی، بقلم: ریاض

مکرم ومحترم بندہ مولانا تقی الدین صاحب ندوی

وفقنااللّٰہ و إیاکم لما یحب و یرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا، جامعہ میں منتقلی کو اللّٰہ جل شانہ قبول فرمائے، تمہارے اوراہل جامعہ کے لیے خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے، اورحدیث پاک کی صحیح خدمت کرنے کی اوراس کی برکات سے مالا مال ہونے کی دولت نصیب فرمائے۔

درس بخاری کا سلسلہ ابھی قائم کرنے میں عجلت نہ فرمائیں، بندہ دعا گو ہے کہ اللّٰہ جل شانہ تمہارے لیے دارین کی ترقی کا، اوراپنی ذات سے وابستگی کا ذریعہ فرمائے۔

اپنے اسلاف کی، بڑوں کی توجہات، وہ دنیا سے منتقل ہوجانے کے بعد ختم نہیں ہو جاتیں، بقدر تعلق و محبت کے ان توجہات سے باوجود پردہ فرماجانے کے بھی استفادہ ہوتا رہتا ہے۔

اس سانحہ سے اب تک متأثر ہوجانا یہ تمہارے تعلق کی بات ہے، بقدر تعلق ہی آدمی کے اوپر تأثر ہوتا ہے۔

إذا ذكرت مصيبة تسلو بها

فاذكر مصابك بالنبى محمد

لیکن ماشاءاللّٰہ آپ حدیث کے ساتھ اشتغال رکھنے والے ہیں، آپ اس حدیث پاک کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں، لِیُعَزِّ المسلمین فی مصائبهم فی المصیبة بی ۔

اس ناکارہ کے بارے میں قائم مقامی اور جانشینی شیخ کی سمجھنا میں کیا عرض کروں ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا

ذکر بالجہر، مراقبۂ دعائیہ، تہجد و تلاوت کی پابندی بہت مبارک ہے، دماغ کی خشکی کا فکر رکھنا چاہئے، اس کے لئے دو باتوں کے اہتمام کی ضرورت ہے، ایک نیند کے پورا کرنے کی، اور ایک صبح کو سورج نکلنے سے پہلے کچھ دیر کھلی ہوا میں چہل قدمی کی، دماغی کام کرنے والوں کے لئے یہ ایک عجیب نسخہ ہے اور اس کی حفاظت کے لئے جہر میں کمی کی ضرورت پیش آوے تو جہر بھی کم کیا جاوے۔

تبلیغی احباب کی ہمت افزائی اور ان کی، اپنی حفاظت کے ساتھ جتنی تائید کی جاسکے اس میں دریغ نہ فرماویں۔

تمہاری، تمہارے جارِ ممثل کی ملاقات سے مسرت ہوئی، اللہ جل شانہ خیر کا ذریعہ فرمائے۔

بندہ کا ۲رنومبر سے ایک طویل سفر تقریباً ایک ماہ کا ہوگا، اس کے لئے بھی دعاؤں کا اہتمام فرماویں، اسی وقت آپ کا گرامی نامہ ملا تھا، فوری یہ چند سطور لکھا دی گئی ہیں، اس بندہ کے لئے کسی ادب اور اس کی ضرورت نہیں، بس! واقفین کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام

(حضرت مولانا) بندہ: محمد انعام الحسن (صاحبؒ)

۱۱رمحرم ۱۴۰۳ھ ، ۱۰/۲۹/ ۸۲ء بنگلہ والی مسجد (بقلم: محمد غزالی)

مکرم و محترم بندہ مولانا تقی الدین صاحب ندوی

وفقنا اللہ وإیاکم لما یحب ویرضی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب ۹ ربیع الاول کا لکھا ہوا ملا، احوال معلوم ہوئے، اللہ جل شانہ اسلام اور مسلمین کی حفاظت فرمائے اور امت کو رجوع الی اللہ کی توفیق عطا فرمائے، امید ہے کہ اپنے معمولات اور علمی و دینی خدمات کے ساتھ دعوت کے کام میں بھی زیادہ سے زیادہ تعاون فرما رہے ہوں گے۔

''سوانح یوسفی''(۱) کے عربی ترجمہ کروانے کا خیال، ''امانی الاحبار'' کو عربی میں ٹائپ کرانے کی خواہش اور ''التعلیق الممجد'' کی ترتیب وطباعت کی مشغولی کا علم ہوا، اللہ جل شانہ ان تمام امور کو بخیر وخوبی پورا فرمائے اور اعظم گڑھ کے مدرسہ کی بھی بسہولت وعافیت تکمیل فرمائے اور برکت فرمائے، بندہ دعا گو ہے۔

''امانی الاحبار'' پر جتنا کام ہوا ہے وہ تو چھپ چکا ہے، باقی کی تکمیل کے سلسلہ میں مولانا اظہار صاحب نے بھی معذرت کر دی ہے کہ نزول ماء کی شکایت کی وجہ سے اب کتابوں کا مطالعہ بھی ان کے لیے مشکل ہو گیا ہے، اللہ جل شانہ غیب ہی سے اس کی کوئی بہتر صورت فرمائے، دعا کرتے رہیں۔

فقط والسلام

(حضرت مولانا) محمد انعام الحسن (دامت برکاتہم)

بقلم: محمد غزالی

بنگلہ والی مسجد ۴ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ ۲۴/۱۰ ۱۹۹۰ء

---

(۱) یہ کتاب عربی میں بعنوان ''الشیخ محمد یوسف الکاندھلوی ومنہجہ فی الدعوۃ'' تعریب: سید محمد جعفر مسعود حسنی ندوی، ہماری نگرانی میں بیروت سے طبع ہو چکی ہے۔

بنگلہ والی مسجد ۱۰؍رمضان المبارک ۹۶ھ ۵/۲۰ ۸۵ء

مکرم ومحترم بندہ مولانا تقی الدین صاحب ندوی

وفقنا اللہ و ایاکم لما یحب و یرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب موصول ہوکر کاشف احوال ہوا، اپنی تعلیمی و تدریسی مشغولیات کے ساتھ ذکر ومعمولات کی پابندی مبارک ہے، اللہ جل شانہ مزید ترقیات سے نوازے۔

آپ کے بھتیجے مولوی ابوسعد ندوی کی علالت کی خبر باعث قلق ہوئی، اللہ تعالیٰ اسے شفائے کامل عاجل ومستمر عطا فرمائے اور آپ کی تمام پریشانیوں کو حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے دور فرمائے۔

اب کی چھٹیاں وہیں گذارنے کا ارادہ معلوم ہوا، کوئی حرج نہیں، اللہ جل شانہ آپ کے لیے اس میں خیر فرمائے اور برکت فرمائے۔

آپ کی مرسلہ کتاب ''علم رجال الحدیث'' مل گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول ونافع فرمائے، مولوی طلحہ صاحب نے اب کی مدرسہ کی مسجد میں اعتکاف نہیں کیا، ایک دوسری مسجد میں کیا ہے، اول رمضان میں پندرہ بیس معتکفین و غیر معتکفین تھے، اب اِدھر کی کوئی اطلاع نہیں۔

فقط والسلام

منجانب: حضرت جی دامت برکاتہم

بقلم: محمد غزالی

ازمحمد غزالی بعد سلام مسنون بہت ہی دعاؤں کی درخواست ہے۔

ازطرف محمد زبیرالحسن .... بعد سلام مسنون!

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہوں، الحمدللہ یہاں پر سب بخیر ہیں، آپ نے اپنے خط میں جن علمی کاموں کا تذکرہ فرمایا ہے ان سے بہت مسرت ہوئی، میری تمنا یہ ہے کہ آپ اگر حضرت شیخؒ کے ''الأبواب والتراجم علی صحیح البخاری''(۱) کا اردو ہی ترجمہ کر دیں تو ہم جیسے جاہلوں کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہوگا، کیوں کہ آج کل عربی استعدادیں تو ختم ہوتی جارہی ہیں، اردو شروحات سے ہی لوگ اپنا کام کرلیتے ہیں، امید ہے کہ اس درخواست پر غور و فکر فرمائیں گے اور بندہ کو مطلع فرمائیں گے، دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام

محمد زبیرالحسن

مکتوب قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ:

حضرت محترم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا، بے حد ممنون ہوں، آپ جیسے اصحاب علم کو ''بحث ونظر'' کا پسند آنا میرے جیسے حقیر طالب علم کے لئے فخر وانبساط کی بات ہے، دعا فرمائیں کہ کام جاری رہ سکے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ فائدہ پہونچائے، ان شاءاللہ ''بحث ونظر'' جناب کی خدمت میں جاتا رہے گا۔

میں بہت ممنون ہوں گا اگر حدیث سے متعلق کسی اصولی موضوع پر کوئی

---

(۱) عزیز ڈاکٹر ولی الدین ندوی کی تحقیق کے ساتھ بیروت سے پانچ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔

مقالہ تحریر فرما کر ''بحث ونظر'' کے لئے ارسال فرمائیں تاکہ بحث ونظر کا حلقہ حضرت والا کے علوم سے فیض یاب ہوسکے، جون کے مہینہ میں ان شاء اللہ اگلا سمینار بنگلور میں منعقد ہوگا، کیا حضرت والا جون میں وطن تشریف لانے کا کوئی پروگرام رکھتے ہیں، کاش ایسا ہوتو اس سمینار میں شرکت فرما کر اس حقیر کو خوشی کا موقع عنایت فرمائیں، یہ سمینار ۸ تا ۱۱ جون بنگلور میں منعقد ہوگا۔

''بحث ونظر'' ظاہر ہے کہ علمی ہی حلقہ میں پڑھا جاتا ہے اور اس کو عوامی بنانا بھی نہیں ہے اس کی اشاعت بڑھانے اور جاری رکھنے کے لئے حضرت والا سے اپنے حلقہ کے اصحاب علم کو متوجہ کرنے کی درخواست ہے۔

فقط والسلام

مجاہد الاسلام

۳/۷/۱۰ھ ۳۱/۱/۱۹۹۰ء

بخدمت گرامی حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

خدا کرے مزاج بخیر ہو۔

گرامی نامہ موصول ہوا، یاد فرمائی اور کرم فرمائی کے لئے بے حد ممنون ہوں، میں بے حد احسان مند ہوں کہ آپ نے اس حقیر کی ایک چھوٹی سی بات (۱) یاد رکھی، اللہ اس کے لئے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

دوسرے فقہی سمینار کی روداد ''مجلّہ فقہ اسلامی'' ارسال خدمت ہے، امید

(۱) تعمیر مسجد کی بات تھی جو مولانا مرحوم کے وطن میں تعمیر ہوئی۔

ہے کہ پسند آئے گا، برائے کرم زحمت نہ ہوتو اپنی رائے سے مطلع فرمائیں اور یہ بھی درخواست ہے کہ آئندہ سمینار جوان شاء اللہ فروری میں ہوگا اس میں شرکت فرمائیں۔

مولانا مفتی محمد نسیم صاحب کو بھیج رہا ہوں، میرا خود ارادہ حاضری کا تھا لیکن ایک بے حد ضروری کام کی وجہ سے آج دہلی جا رہا ہوں، اس لئے مولانا مفتی نسیم صاحب کو بھیج رہا ہوں، ان شاء اللہ میں دو چار مہینوں میں امارات آؤں گا تو تفصیلی گفتگو ہوگی، عنایت فرمائی کے لئے ممنون ہوں۔

فقط والسلام

مجاہد الاسلام قاسمی ۳۰/۷/۱۹۹۰ء ۷/محرم ۱۴۱۱ھ

قاضی اطہر صاحب مبارک پوری کے گرامی نامے:

مولانا قاضی عبدالحفیظ اطہر مبارکپوریؒ ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے تھے اور صاحب قلم مؤرخ تھے ان سے اس ناچیز کی ملاقات وتعارف ممبئی میں ۱۹۵۵ء میں انہیں کے کمرے میں ہوا، ان کے ساتھ چند دن قیام کرنے کا موقع ملا، انہوں نے ضیافت کا پورا حق ادا کیا پھر بعد میں ان سے تعلقات بڑھتے چلے گئے، ان کی آپ بیتی بڑی ہی دل چسپ ہے، جس کو انہوں نے خود ہی لکھا ہے، میرے ندوہ کے مدرسی کے زمانے میں اکثر ممبئی آمدورفت رہتی تھی، قاضی صاحبؒ اور محی الدین منیری بھٹکلی مرحوم سے اکثر ملاقاتیں رہتی، جو اس وقت حج کمیٹی میں کام کرتے تھے، انہوں نے میری کتاب محدثین عظام پر جو پہلی تصنیف تھی، بہت ہی حوصلہ افزا تبصرہ فرمایا، لکھا کہ درس وتدریس کے ساتھ اس طرح کی تالیف کرنا آئندہ اچھے مستقبل کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔

قاضی منزل، مبارک پور اعظم گڑھ

۲/رجب ۱۴۱۰ھ ۳۰/جنوری ۱۹۹۰ء

برادر مکرم زید مجدہ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ بخیریت رہ کر متعلقہ دینی و علمی امور ومعاملات میں مشغول ہوں، میں خیریت سے ہوں، اس سال جنوری کی ابتدا میں سخت سردی رہی، اس درمیان میں بھوپال تاج المساجد اور بھڑوچ دار العلوم ماٹلی والا کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکا، اب دیو بند کا ارادہ ہے شیخ الہند اکیڈمی کے کاموں کی نگرانی ومشورہ کے سلسلہ میں، میری ایک کتاب ''ائمہ اربعہ'' وہاں سے شائع ہو چکی ہے، دوسری کتاب ''تدوین سیر ومغازی'' زیر طباعت ہے، خدا کرے اس طرح وقفہ وقفہ سے کچھ کتابیں شائع ہوتی رہیں، رمضان میں بمبئی گیا تھا، اب پھر رمضان ہی میں جانا ہے، گھر پر لکھتا پڑھتا رہتا ہوں، ''معارف'' میں اکثر تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

ان شاء اللہ آپ تعلیمی مشاغل کے ساتھ علمی وتحقیقی مشاغل میں مصروف ہوں گے، اب ہم لوگوں کو جو وقت مل جائے غنیمت ہے، واعظ حضرات بھی نہیں رہے، عجیب قحط الرجال چل رہا ہے، آپ آجائیں تو کسی موقع سے ایک جلسہ کر ڈالوں، وہیں سے یا یہاں آنے کے بعد مجھے اپنی آمد سے مطلع کریں تاکہ ملاقات ہو سکے۔

''کتاب الثقات'' لابن شاہین اگر اس طرف چھپی ہو تو دو چار نسخے

میرے لئے ضرور خرید لیں تا کہ ریکارڈ رہے، ''النافع الکبیر'' پر کام ہو رہا ہوگا، وہ آپ کے حدیث پر کام کے سلسلے کی کتاب ہے۔

گاہے گاہے ''دارالمصنفین'' چلا جاتا ہوں اور کہاں جاؤں کس سے ملوں، ہم ذوق نہیں ملتے ہیں، لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔

حرمین شریفین وغیرھما میں دو تین ماہ علمی کاموں کے سلسلے میں رہنا چاہتا ہوں مگر ویزا مشکل ہے، عمرہ میں جانے سے چودہ دن کے بعد نکلنا پڑے گا، مکہ مکرمہ کے بعض متعلقین ویزا سے گھبراتے ہیں، ویسے کوشش میں ہوں کہ کسی ذریعہ کم از کم تین ماہ کا ویزا مل جائے اور کچھ دن ان علاقوں کے کتب خانوں اور اہل علم سے استفادہ کرسکوں۔

آپ جب یہاں تشریف لائیں تو ایک خط سے مطلع کریں تا کہ ملاقات ہو سکے، بمبئ میں بھی اب کوئی نہیں رہ گیا، ہزاروں کی محفل ہمارے لئے سونی ہے، ظفر مسعود اور حسان احمد سلام عرض کرتے ہیں۔

والسلام

قاضی اطہر مبارکپوری

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کا گرامی نامہ:

مکرم ومحترم حضرت الحاج مولانا تقی الدین صاحب زادمجدکم......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ بہت دنوں پہلے آیا تھا باوجود ارادہ کے جواب نہ لکھ سکا جس کا اصل سبب تو خطوط کے سلسلہ میں اپنی طبعی کاہلی ہے اس کے علاوہ

مصروفیت اور امراض بھی دو سبب ہیں، اسباق کے اختتام پر گھر گیا تو عزیزم مولوی عبدالعظیم صاحب سلمہ نے آپ کی طرف سے ایک گراں قدر ہدیہ دیا، جزاکم اللہ فی الدارین خیر الجزا، آپ کے مدرسہ کا علم تو آپ سے اور پھر وطن میں دوسرے لوگوں سے بھی ہوا اور اس کی عمارات کی قدرے تفصیل بھی معلوم ہوئی، اللہ پاک آپ کے عزائم میں اخلاص دے اور ان کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے، نصاب مناسب ہے آج کل کے حالات کے مطابق بہت بہتر ہے لیکن میں تو حدیثی آدمی ہوں اور آپ بھی بحمد اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہیں اس لیے جی چاہتا ہے کہ اگر آپ نصاب ندوہ کے ساتھ ایک سال دورہ حدیث شریف کے لیے خاص کر دیں تو زیادہ مناسب ہو، اس لیے کہ دورۂ حدیث کو مزاج حدیث شریف کی تکوین میں بہت دخل ہے، ویسے جناب کی جو بھی رائے ہو، التعلیق الممجد کی اشاعت اور اس پر مناسب حواشی کا اضافہ خاص طور سے ان بعض مقامات میں جہاں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کو تحقیق الاسانید تک مراجع کے فقدان کی وجہ سے رسائی نہیں ہو سکی بہت بہتر ہے، میرے پاس تو وہی ہندی نسخہ ہے بعض مصری نسخے بعض طلبہ کے پاس تھے جو اپنے ساتھ لے گئے، اس میں ان مواقع کی نشان دہی عبدالوہاب عبداللطیف نے کی ہے، ظفر الامانی کی اشاعت و تحقیق کا خیال مبارک ہے اللہ پاک مبارک فرمائے اور پورا کرے، بہت صفائی سے یہ عرض ہے کہ آپ اپنی تالیفات و تحقیقات یا تو وہیں سے بھیج دیں یا ہندوستان میں ان کے ملنے کی جگہ لکھیں تاکہ میں منگوالوں، اب آپ کی تالیفات میں سے کوئی کتاب اپنے پاس نہیں، آپ کو

زیر بار کرنا مقصود نہیں اس لیے دونوں صورتیں لکھ دیں بلکہ دوسری صورت زیادہ آسان ہے، آپ کے مقاصد کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، اللہ کامیابی دیں، آپ سے بھی درخواست ہے۔

صدام حسین کے ظالمانہ رویہ اور اس کے زندقہ سے متأثر ہوکر عربی کے چند اشعار منظوم ہوگئے جو آپ کی ضیافت طبع کے لیے لکھ رہا ہوں، اگر مناسب ہو تو آپ کسی جریدہ میں دے سکتے ہیں۔

أباد الله جبّارَ العراقِ خبيث النفس فتاک الرفاقِ

عدو الحقِ والدين المتينِ حليف الكذب والإثم المبينِ

له قلب طموحٌ في الفسادِ مديم الشوق في قتل العبادِ

بعيد الغور في بغض النَّبيِّ شديد الحيد عن نهج سَوِيِّ

و مذهبه كمذهب مَارَكَسِّ و فيه صباحه و عليه يُمسي

والسلام

محمد یونس ۹/۸ سنہ ۱۴۱۱ھ ۲۴/مارچ سنہ ۱۹۹۱ء

مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی کا گرامی نامہ:

محبّ گرامی مولانا تقی الدین صاحب ندوی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا، گرامی نامہ موصول ہوا، خیریت معلوم ہوئی، کچھ عرصہ سے تقاضا ہورتھا کہ آپ کی خدمت میں کوئی عریضہ تحریر کریں یا آپ سے ملاقات ہو، مگر آج وکل میں یہ بات ٹلتی رہی، اس لیے آپ کی تحریر

دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے آپ سے دلی وابستگی اور مناسبت محسوس ہوتی ہے، اگرچہ ہمارے آپ کے درمیان بڑے فاصلے ہیں، لیکن قلبی مناسبت اور ذہنی وحدت کی وجہ سے قرب حاصل ہے، امید ہے دعاؤں میں خصوصی طور پر یاد فرماتے ہوں گے، اور بے تکلفی میں کبھی کبھی بے ادبی ہوتی ہوگی اس سے درگذر کریں گے، حدیث سے اشتغال کی وجہ سے آپ احترام کے مستحق ہیں۔

آپ کے خط میں اشارہ تھا کہ اس کے ساتھ ایک چک بھی ارسال ہے، لیکن خط میں کوئی چک نہیں تھا اس لیے بڑی حیرت ہوئی، ممکن ہے رکھتے وقت ذہن سے بات نکل گئی ہو، مہربانی فرما کر وہیں تلاش کرلیں اور چک روانہ فرمادیں۔

الحمدللہ تکیہ کے رمضان کے معمولات حسب دستور چل رہے ہیں، پرسنل لا کے مسئلہ میں ماموں جی مدظلہ کی سرپرستی میں جو کوششیں ہورہی تھیں الحمدللہ وہ کامیاب ہوئیں، دہلی میں ایک مخلوط اجتماع میں جس میں غیر مسلم دانشور مدعو تھے ماموں جی کا خطاب اور مکالمہ بھی ہوا جس کے اچھے اثرات محسوس کیے گئے۔

اس دفعہ مدرسہ فلاح المسلمین کی طرف سے کوئی سفیر نہیں گیا اس لیے امید ہے کہ آپ اس کے لیے خیال رکھیں گے اور نظر انداز نہ کریں گے۔

والسلام

طالب دعا: واضح

محترم مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب کا گرامی نامہ:

مشفقی المکرّم زیدت معالیکم وعنایاتکم ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت اپنے وطن میں مقیم ہوں، ۱۵؍نومبر کو مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کے جلسہ میں شرکت کی اور ۱۶؍نومبر کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ حاضر ہوا، مدرسین نے حق ضیافت ادا کیا اور بیان کے لیے کہا تو قبل طعام پندرہ منٹ طلبہ کے سامنے تقریر کیا، حسن نیت اور علم دین کی اہمیت کے متعلق وضاحت کی، مولانا عبدالرشید صاحب بھی خوش ہوئے اور آپ کے خویش کے بھانجے غالباً مولانا حبیب الرحمٰن صاحب تو بہت ہی مسرور ہوئے، اللہ ان حضرات کو جزائے خیر دے، اور مدرسہ کی تعمیر ظاہری و باطنی میں روز افزوں ترقی دے، آمین۔

آپ نے حضرت والا مرشدیؒ کے متعلق جو لکھا ہے واقعی حرف بہ حرف صحیح ہے بظاہر اس کی تلافی دشوار معلوم ہوتی ہے، اپنی محبت اور بے لوث عنایت میں امتیازی شان رکھتے تھے، علماء و مشائخ کی قدر و منزلت فرماتے تھے اور عجیب وغریب نسبت کے حامل تھے، سب لے دے کر رحلت فرما گئے، اب سوائے حسرت کے کیا ہے، مکرم حکیم مولانا محمد اختر صاحب کراچی مدظلہ نے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ آخر تم کو حضرت والا کیوں اس قدر مانتے ہیں تو اس حقیر نے یہ شعر پڑھ دیا اور بس ؎

بندۂ عیب دار کس نخرد	با ہزاراں گناہ خرید مرا

ان کو یہ بات حضرت کی پہونچی تھی کہ قمر الزماں کے متعلق فرماتے ہیں

کہ بغیر ان کے جنت میں نہ جاؤں گا، اور مجھ سے خود فرمایا کہ آپ سے محبت اس لیے کی ہے کہ جنت میں ساتھ ہی ساتھ ہم آپ چلیں اس لیے کہ حدیث پاک ہے، **المرء مع من أحب** ، بہر حال حضرت والا کی محبت وعنایت بہت تھی مگر افسوس کہ اپنی حالت اس لائق نہیں پاتا، عنفوان شباب سے حضرت مصلح الامتؒ کی نگرانی میں سترہ اٹھارہ سال رہا اور ان کے سخت ہاتھوں نے ترتیب کی خدمت انجام دی، پھر حضرت بقیۃ السلف کے لطف وکرم کے سایہ میں رہا، ان کے دست مبارک سے اور ان کی وساطت سے بہت سی نعمتیں نصیب ہوئیں، اس لیے اس حقیر نے بھی اپنے چند روزہ اسفار سے ہمیشہ گریز کیا کہ حضرت والا کو کسی قدر کلفت نہ ہو، ایک دن کیا ایک لمحہ بھی جدائی کو گوارا نہ فرماتے تھے، بلکہ مہوا جو دریائے جمنا کے پار ہے وہاں بھی جانے کو خوشی سے اجازت نہ دیتے تھے، اب ان الطاف وعنایات سے یہ حقیر محروم ہو گیا ہے، دل افسردہ ہے، اس لیے وطن چلا آیا ہوں تاکہ دل بہل جائے اور کسی قدر تشتت و انتشار سے اپنے کو محفوظ رکھوں اور یکسوئی سے ذکر وشغل کا کام کرسکوں، اگرچہ اب تک کچھ نہ کرسکا مگر اب ارادہ ہے کہ یکسوئی سے انابت الی اللہ اختیار کروں، اللہ کامیاب فرمائے اور اپنا بنائے، **اللھم کن لنا واجعلنا لک** ، کو قبول فرمائے، آمین۔

مولانا! اپنی طرف سے ہر قربانی وایثار کے لیے تیار ہوں، محبت والفت کا جو ایک مزاج ہے اسی پر رہنا چاہتا ہوں، دین وطریق کے مطابق جو اپنا مذاق ہے اسی پر قائم رہنا چاہتا ہوں، اور اپنی اولاد واحباب سے بھی اسی کا طالب گار

ہوں، اس بنا پر اگر کسی کو بار ہو تو وہ ذمہ دار ہے اور حضرت والا کے ارشاد کے مطابق اپنا تو یہ معمول ہے ؎

میں نہ کھولوں گا خلافِ حق زباں

اور خدا کرے مجھے بھی حضرت مرشدیؒ کا یہ حال نصیب ہو جائے ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہ دل سے دعا دیا

آپ کی سعادت ہے کہ حضرت والا کے پکے ہوئے پھلوں کا تناول کی نعمت نصیب ہوئی، اور آپ سے مطمئن وخوش رہے اور باطنی طور سے متوجہ رہے اور اس کی شہادت بھی خود ہی پیش کر دی، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور مقامات سلوک کو طے کرادے اور اپنی نسبت ومعرفت سے بہرہ ور فرمائے، آمین۔

یہ حقیر ۲۵؍نومبر تک الہ آباد ان شاء اللہ پہنچ جائے گا، اگر چہ یہاں کافی لوگ متوجہ ہیں، مگر اپنی نالائقی کی بنا پر نادم وشرمسار ہوں، مدرسہ کا کام بھی دیکھنا ضروری ہے اگر زیادہ دن قیام کرتا ہوں تو مدرسہ پر برا اثر پڑے گا، دارالمعارف الاسلامیہ کا بھی انتظام کرنا ہے، اس لیے سفر الہ آباد ضروری معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ خیر فرمائے اور سکون واطمینان سے یہاں وہاں رکھے، آمین۔

آپ جنوری میں تشریف لائیں گے تو ان شاء اللہ زیارت نصیب ہوگی، اور دل کو سکون وسرور نصیب ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ، بس یہ حقیر ناکارہ دعائے خیر وعافیت سکون وطمانینت کا خواستگار ہے۔ والسلام

قمر الزماں ۱۸؍نومبر ۹۱ء ۱۱؍جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ

محترم حکیم افہام اللہ صاحب کا مکتوب گرامی:

۵/نومبر ۱۹۸۸ء

مخدوم و معظم اخی مکرم دامت برکاتہم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ علی کل حال، خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

عزیزم میاں بدر عالم صاحب اور ان کی اہلیہ میرے زیر علاج ہیں، ابھی کوئی فائدہ نہیں ہے آج وہ تشریف لائے ہیں، نسخہ میں تبدیلی کی گئی، ان شاء اللہ نفع ہوگا، آپ بھی دعائے خیر فرمائیں۔

اس جوار میں بدعات کا زور ہے مدرسہ و مکاتب زیادہ انہیں کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک مرد مجاہد پیدا کیا ہے اس نے ایک دینی مدرسہ اپنے لوگوں کا قائم کیا ہے، بہت ہی فعال ہے میں اس مدرسہ میں خود گیا اور دیکھ کر ندوہ سے الحاق کو کہا، چنانچہ بحمد اللہ ندوہ سے الحاق ہو گیا، حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کو دیکھنے کل رائے بریلی گیا تھا انہوں نے بھی مسرت کا اظہار فرمایا، مدرسہ کی تعمیر و توسیع ان شاء اللہ ہوگی، لیکن آنجناب سے گذارش ہے کہ مدرسہ کی شایان شان مسجد (۱) آپ کی توجہ سے بن جائے، یہ عریضہ بہ طور درخواست پیش ہے بہتر ہوگا خود آپ تشریف لائیں میں آپ کو دولت کدہ سے وہاں لے جاؤں اور بعد معائنہ میری درخواست پر توجہ فرمائیں۔

والسلام

ناکارہ/محمد افہام اللہ

(۱) الحمد للہ مسجد بن گئی۔

اسانید:

چونکہ ہماری اسانید کا تذکرہ ''الدر الثمین فی أسانید الشیخ تقی الدین'' میں مفصل آچکا ہے، اس لیے یہاں پر جب متوجہ کیا گیا کہ جب آپ اپنے خاص تلامذہ اور مجازین کا ذکر کر رہے ہیں تو ان سے پہلے اسانید کا مختصراً بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس لیے یہاں پر ذکر کر رہا ہوں۔

جیسا کہ شروع کتاب میں آچکا ہے کہ میں نے مختلف علماء اہل فن سے کتابیں پڑھیں، خاص طور پر علم حدیث اور ان سے اجازت لی، ان میں چار اہم اسانید کا تذکرہ بالاختصار کر رہا ہوں۔

پہلی سند: حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے اس ناچیز نے بخاری شریف بہت اہتمام سے اس زمانے میں کہ جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی عمر اور صحت اس طرح کی تھی کہ آپ اکثر پیدل بخاری شریف کا پارہ لے کر تشریف لاتے تھے، حضرت شیخ کے نشاط کا زمانہ تھا، ہمیں بھی حضرت شیخ سے بخاری شریف پڑھنے کا اور ان سے استفادہ کا پورا شوق تھا، نہایت شوق سے درس بخاری کو قلمبند کرتے رہے ہیں، اس کا مسودہ میرے پاس موجود ہے۔

اس کتاب میں حضرت شیخ کے درس کا منظر اور اس کی خصوصیات بیان کر چکا ہوں، یہاں پر وثیقۃ الاجازۃ کا فوٹو نقل کیا جا رہا ہے۔

الشهادة

من الشيخ الجليل جامع الشريعة والطريقة مولانا محمد زكريا شيخ الحديث بمظاهر علوم سهارنفور

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه واتباعه اجمعين
الى يوم الدين اما بعد فيقول العبد المفتقر الى رحمة ربه القوى محمد زكريا بن العلامة حافظ القرآن
والحديث الشيخ محمد يحيى سامحه الله ما اظهر وما اخفى ان اخا لى فى الدين
المولوى تقى الدين الندوى بن بدر الدين المتوطن بمظفر فور من مضافات اعظم كده قرأ على
وسمع منى ومما قرئ على الجامع الصحيح للامام البخارى كله من اوله الى اخره وقرأ على ايضا
اوائل الجامع الصحيح للامام مسلم والجامع للترمذى والسنن لابى داؤد السجستانى والسنن
للنسائى والسنن لابن ماجة القزوينى والموطا لامام دار الهجرة مالك بن انس والموطا للامام محمد صاحب
الامام ابى حنيفة والشمائل للترمذى وشرح معانى الآثار للامام الطحاوى ومشكوة المصابيح للخطيب التبريزى
رضى الله عنهم وارضاهم اجمعين وافاض علينا من بركاتهم وجمعنا معهم يوم الدين طلب منى اجازتها وانا اجيزه
ان يرويها عنى بشرط الضبط والاتقان فى الالفاظ والمعانى والتيقظ والتثبت فى المقاصد والمبانى وبشرط استقامة
العقائد والاعمال على طريقة الصحابة والتابعين وحسن التأدب بحضرة العلماء والمجتهدين واوصيه بتقوى الله
تعالى والاعتصام بسنة سيد المرسلين وبالاجتناب عن البدع المخترعة فى الدين والتبعد عن صحبة المبتدعين
وبالاشتغال باشاعة العلوم السنية الدينية والاحتراز عن حطام الدنيا الدنية واسأل الله ان يوفقنا لما
يحب ويرضى وان يجعل اخرتنا خيرا من الاولى ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم والصلوة والسلام
على سيدنا ومولانا محمد نبيه الكريم واله وصحبه واتباعه وناصرى طريقه القويم
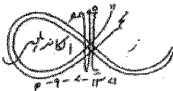
سند مسلسلات الحديث من شيخ الحديث بمظاهر علوم سهارنفور

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي تواترت آلائه الشهيرة واتصلت سلسلة نعمائه الغزيرة والصلوة والسلام على من أرسل بجوامع الكلم بشيرا ونذيرا ومسلسل الفضل المبين رحمة للعالمين وعلى نواد آله وصحبه الحملة لمبشرات النبي الأمين وعلى أتباعه الأوائل والأواخر الحملة للدين المتين أما بعد

فيقول العبد المفتقر إلى رحمة ربه القوي محمد زكريا بن العلامة حافظ القرآن والحديث الشيخ محمد يحيى سامحه الله ما أظهر وما أخفى ابن أخي خالي في الدين المولوي تقي الدين الندوي ابن زين الدين المتوطن بمظفر فور من مضافات أعظم كده سمع مني وهما قرأ علي الرسائل الثلاثة أولها الفضل المبين من حديث النبي الأمين وثانيها الدر الثمين في مبشرات النبي الأمين وثالثها النوادر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر كلها من مصنفات حجة الإسلام وقدوة الأنام الشاه ولي الله الدهلوي وأيضا الحديث المسلسل بضيافة الأسودين التمر والماء والحديث المسلسل بإجابة الدعاء عند الملتزم وطلب مني إجازتها فأجزته أن يرويها عني كما أجازني بها حافظ القرآن والحديث العلامة الأوحد سيدي أبو إبراهيم حبيب الله خليل أحمد شرفه الله وكرمه يوم الغد بشرائطها المعتبرة عند أهل هذه الطريقة المثلى وأوصيته بتقوى الله تعالى في العلن والنجوى وأن يجتنب الأحداث في الدين والتفريق بين المسلمين وأن يحترز عن طلب لذات الدنيا وحطامها وعن إساءة الأدب بأكابر الأمة وهداتها وأن لا ينساني ومشائخي في صالح دعواته في خلواته وجلواته أسأل الله تعالى أن ينفعني به وإياه وأن يوفقنا لما يحب ويرضى وصلى الله تبارك وتعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم كما يحب ربنا ويرضاه بعدد ما يحب ويرضى

محمد زكريا
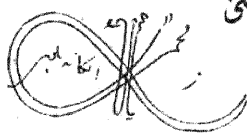
دوسری سند: ہماری علامہ محدث شیخ حلیم عطا صاحب سیلونی سے ہے، ہم نے ان کے سامنے بخاری شریف کا ملا پڑھی، اسی طرح صحیح مسلم اور جامع الترمذی اور شرح نخبۃ بھی پڑھا ہے اور ان سے سماع حاصل کیا ہے، ان کا حافظہ غیر معمولی تھا، فتح الباری کے اکثر حصہ کے حافظ تھے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیۃ، حافظ ابن قیم، شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم کے حافظ تھے اور ان کی کتابوں پر گہری نظر تھی جس کا درس میں تعارف کرتے چلتے تھے۔

ان کو حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحب سے تلمذ اور اجازت حدیث حاصل تھی جو علامہ حسین بن محسن یمانی خزرجی کے بھی شاگرد تھے، علامہ حسین بن محسن خزرجی کو صاحب ''نیل الاوطار'' علامہ محمد علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ کے صاحبزادے علامہ احمد بن محمد بن علی شوکانی اور دوسرے علماء یمن سے تلمذ حاصل ہے، نیز بیک وقت شاہ صاحب مولانا نذیر میاں کے شاگرد شیخ ابوالحسن سے بھی ان کو اجازت حدیث ہے۔

ان کے علاوہ علامہ سلیمان بن محمد بن عبدالرحمٰن الاہدل سے بھی اور علامہ حافظ محمد بن ناصر سے بھی شیخ حسین خزرجی نے علم حدیث حاصل کیا، شیخ الاسلام سلیمان بن الاھدل متوفی ۱۳۰۴ھ اور شیخ محمد بن ناصر حازی متوفی ۱۲۸۳ھ علامہ شوکانی کے شاگرد ہیں۔ اس طرح شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند قاضی شوکانی تک پہنچتی ہے۔

تیسری سند: محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، انہوں نے مسجد نبوی شریف میں حالتِ اعتکاف میں ماہ مبارک میں اوائل ستہ پڑھا کر اجازت عامہ عطا فرمائی تھی، ان کی وثیقۃ الاجازۃ کا فوٹو گذشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے، ان کی کئی اسانید ہیں، وہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے، ان کو شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ کے صاحبزادے سے بھی اجازت حاصل ہے۔

چوتھی سند: مجھے عالم ربانی حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا پگڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث شریف کی اجازت عامہ ہے، انہوں نے اپنے زمانے کے جید عالم شیخ بدر علی شاہ رائے بریلویؒ سے حدیث کی کتابیں پڑھی تھیں، جو سترہ برس تک ازھر شریف میں رہ چکے تھے، بخاری شریف کے حافظ تھے، ان کے شیخ طریقت اور علم حدیث میں استاذ عالم ربانی حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ تھے، جنہوں نے ۱۱۳؍سال کی طویل عمر پائی تھی، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ براہ راست حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد ہیں، اور ان سے بخاری شریف کا ایک پارہ اور حدیث مسلسل بالاولیہ اور مسلسل بالمحبۃ پڑھ کر گھر واپس آگئے تھے، پھر دوبارہ جاکر ان کے نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے ساری کتابیں پڑھی ہیں، یہ سند بہت عالی ہے، اس کا ذکر کتانی نے ''فہرس الفہارس'' میں کیا ہے۔

ان کے بارے میں کتانی نے کہا ہے: **وهو أجل من يحدث عنه في الديار الهندية في هذا القرن وأعلاهم إسناداً. يروي عاليا عن محدث الهند الشيخ عبد العزيز الدهلوي، ومحدث الهند بعده محمد إسحاق الهندي، فحصل له بالرواية عنهما الفخر الذي لا يدرك، والشأو الذي لا يلحق (فهرس الفهارس: ۱/۱۷۰)**

اس طرح ان دونوں بزرگوں سے حضرت کو روایت کا شرف حاصل ہوا، یہ ایسا فخر ہے اس کو پایا نہیں جاسکتا اور ایسا درجہ ہے جس کا حصول ممکن نہیں۔ یہ چاروں اسانید کے اساتذہ کی اسانید حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے، وہاں سے دیگر ائمہ حدیث تک، اس کی تفصیل کے لیے دیکھئے ''**الفضل المبين في أسانيد الشيخ تقي الدين**'' جو مفصل و محقق آئندہ طبع ہوکر آرہی ہے

تلامذہ:

ندوۃ العلماء لکھنؤ اور فلاح دارین ترکیسر گجرات کے فضلاء کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے، ندوۃ العلماء کے اہم فضلاء میں:

(۱) مولانا احمد لاٹ صاحب مقیم تبلیغی مرکز نظام الدین۔

(۲) پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی سابق ڈین اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ نئی دلی۔

(۳) ڈاکٹر محمد نعیم ندوی مقیم ابوظبی۔

(۴) مولانا محمد ہارون ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۵) مولانا محمد غفران ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۶) مولانا نذر الحفیظ ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۷) مولانا شمس الحق ندوی ایڈیٹر 'تعمیر حیات' ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۸) ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی وغیرہ۔

فلاح دارین ترکیسر گجرات کے فضلاء میں مولانا اقبال احمد خانپوری علوم القرآن جمبوسر، مولانا محمد کوثر، مولانا غلام محمد وستانوی۔

عرب ممالک کے تلامذہ:

جامعۃ الامارات میں ۱۶/سال تدریس میں تقریبا تین ہزار طلبہ نے استفادہ کیا، ان میں سے بعض کا ذکر کر رہا ہوں۔

(۱) دکتور حنیف حسن وزیر تعلیم والصحۃ للامارات۔

(۲) دکتور حمد شیبانی رئیس دائرۃ الشئون الاسلامیۃ۔

(۳) دکتور محمد عبدالرحمٰن مدیر کلیة ودراسات الاسلامیہ باللغة العربیة دبئی۔

(۴) دکتور حمدان بن مسلم رئیس دائرة الاوقاف والشئون الاسلامیة ابوظبی۔

(۵) دکتور احمد حمادی استاذ مساعد الجامعة الامارات۔

(٦) دکتور شاکر حمادی استاد مساعد فی الحدیث جامعة الامارات۔

(۷) دکتور احمد بن محمد بن الشیخ حسن الخزرجی، مدیر لجنة التراث، ابو ظبی سابقا۔

(۸) شیخ عبداللہ سلطان ظاہری مدیر مؤسسة زاید الخیریة وغیرھم۔

المجازین فی الحدیث:

امارات کے علاوہ جن حضرات نے اجازت حدیث لی ہے، ان میں تقریباً ڈھائی سو علماء ودکاترہ سعودی عرب کے ہیں، مصر مراکش، تیونس، الجزائر، انڈونیشیا، مالیزیا، بحرین، جاوا اور دیگر ممالک کے لوگوں کی تعداد اگر شمار کی جائے تو ایک ہزار سے زیادہ ہوگی۔

کویت کا ۲/مرتبہ سفر ہوا، پہلے سفر میں تقریبا ۴۰/۵۰ علماء ودکاترہ درس بخاری شریف میں شریک ہوتے تھے، عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک ۴/روز مسلسل یہ سلسلہ جاری رہا، دوسرے سفر میں مختصر قیام رہا، ان میں بھی بہت سے علماء نے اجازت حدیث لی، جن میں خاص طور پر دکتور عبدالغفار شریفی جو کویت میں مذہب شافعی کے بڑے عالم ہیں، اور جامعة الکویت کے رئیس قسم الشریعة والقانون

بھی ان میں شامل ہیں۔

اسی طرح سوڈان میں مؤتمر العالم الاسلامی کے موقع پر سفر ہوا، جن میں بہت سے علماء جن میں بہت سے علماء ودکاترہ حضرات شریک رہے، اسی طرح سوڈان کے وزیر اوقاف اور صومال کے وزیر اوقاف بھی درس میں شریک ہوئے، اور اجازت لی۔

اور قاہرہ مؤتمر اوقاف میں شرکت کے موقع پر جامعہ ازہر جامعہ قاہرہ وغیرہ کے بہت سے دکاترہ اور علماء نے اجازت حدیث لی، اس کے علاوہ بغداد، کوفہ، ریاض، کویت سے سفر کر کے العین مستقر پر لوگ آتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے، یہ سب ہمارے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

چند مشہور مجازین فی الحدیث کے نام درج کئے جاتے ہیں:

(۱) معالی الاستاذ الدکتور الشیخ عبداللہ بن محفوظ بن بیہ، رئیس منتدی تعزیز السلم، ورئیس الإفتاء، دولۃ الامارات العربیہ حالیا۔

(۲) معالی الشیخ صالح بن عبد اللہ بن حمید رئیس المجلس الاعلی للقضاء الشرعی، وامام الحرمین الشریفین۔

(۳) معالی الاستاذ الدکتور سعود بن ابرہیم بن محمد الشریم، امام حرم مکی۔

(۴) الدکتور ابولبابہ رئیس جامعہ زیتونہ سابقا۔

(۵) الدکتور عامر صبری رئیس الدراسات الاسلامیہ للامارات۔

(۶) الدکتور عبداللہ بن سالم البطاطی/ جدہ۔

(۷) الاستاذ الدکتور موفق عبدالقادر جامعۃ ام القری مکہ مکرمہ۔

(۸) الاستاذ الدکتور محمد عبید عبدالکریم، جامعہ ام القری مکہ مکرمہ۔

(۹) الدکتور یاسر اردنی استاد حدیث بالجامعۃ الشارقۃ عمید کلیۃ الشریعۃ و مدیر الجامعۃ فی اردن۔

(۱۰) الدکتور الشیخ محمد عبدالرحیم سلطان العلماء، عضو لجنۃ جائزۃ القرآن الکریم، دبئ۔

(۱۱) الشیخ نظام بن محمد یعقوبی البحرینی الشافعی۔

(۱۲) الشیخ محمد بن ناصر عجمی کویت۔

(۱۳) الاستاذ الدکتور الشیخ عبدالعزیز بن محمد بن عبدالمحسن الفریح / رئیس قسم الحدیث، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سابقا۔

(۱۴) الشیخ محمد انور بن مرزا محمد البدخشانی / استاذ حدیث شریف جامعہ اسلامیہ کراچی۔

(۱۵) الدکتور الشیخ صلاح بن عائض الشلاہی، وزارۃ الاوقاف، کویت۔

(۱۶) الدکتور عبد اللہ عبد العلیم ابو العیون المصری، کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ، القصیم، سعودی عرب۔

(۱۷) الدکتور محمد عبدالعزیز بسیونی غراب، مصر۔

(۱۸) الدکتور نعمان بن منذر الشاوی العراقی۔

(۱۹) الدکتور حبیب الناملیتی البحرینی۔

(۲۰) الاستاذ الدکتور ابوبکر بن الطیب کافی الجزائری۔

(۲۱) الاستاذ الدکتور محمد محمد خروبات المغربی۔

(۲۲) الاستاذ الدکتور قاسم علی سعد، استاذ الحدیث الشریف، جامعہ شارقہ۔

(۲۳) الاستاذ الدکتور صالح رضا، استاذ الحدیث الشریف، جامعہ شارقہ سابقا۔

(۲۴) الاستاذ الدکتور بشیر السودانی، عمید کلیہ اصول الدین، جامعہ شارقہ سابقا۔

(۲۵) الدکتور عواد خلف، عمید کلیہ اصول الدین جامعہ شارقہ۔

(۲۶) الدکتور عبد السمیع الانیس، استاذ حدیث شریف، جامعہ شارقہ۔

(۲۷) الدکتور اسامہ السید الازہری، مستشار جامعہ الازہر، جمہوریہ مصر۔

(۲۸) سید علی زین العابدین الجفری، رئیس مؤسسۃ طابۃ، ابوظبی۔

(۲۹) مہندس غسان بن محمد بن عبداللہ الزارع، مدینہ منورہ۔

(۳۰) الدکتور عادل عبداللہ محمد الفہیم المالکی الخلوتی الاماراتی۔

(۳۱) الدکتور محمد انور البکری واولادہ، مدینہ منورہ۔

(۳۲) محمد السید محمد اسماعیل عطیہ، اسکندریہ، مصر۔

(۳۳) الدکتور زکریا سعید علی، مدرس البلاغۃ والادب النقدی، قاہرہ۔

(۳۴) الشیخ محمد سکحال الجزائری، باحث رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ۔

(۳۵) الدکتور محمد محسن ابراہیم الدیباجی، ریاض۔

(۳۶) الاستاذ دکتور محبوب احمد طہ السودانی، استاذ جامعۃ الامارات العربیۃ المتحدۃ۔

(۳۷) الاستاذ الدکتور احمد علی بلال الجیلی السودانی، استاذ جامعۃ الامارات العربیۃ المتحدۃ۔

(۳۸) الاستاذ الدکتور الحاج محمد بن الحاج الدوش السودانی، استاذ جامعۃ الامارات العربیۃ المتحدۃ۔

(۳۹) الدکتور ولی اللہ ندوی، استاذ جامعہ عجمان۔

(۴۰) الشیخ محمد دانیال، مالیزیا۔

(۴۱) الشیخ حبیب اللہ نقشبندی، معہد فقیر، پاکستان۔

(۴۲) الدکتور آدم، ترکیا۔

(۴۳) الشیخ احمد زامل، دائرۃ الاوقاف، ابوظبی۔

(۴۴) الدکتور فواز الجہنی، استاذ حدیث شریف، جامعۃ تبوک۔

(۴۵) الدکتور عبد السلام، دمام، سعودی عرب۔

(۴۶) الاستاذ عبد القادر شیخ علی ابراہیم، وزیر الاوقاف، صومالیہ۔

(۴۷) الاستاذ احمد مرتالا، رئیس القضاء، موریتانیہ۔

(۴۸) الدکتور ناصر بن بدر الحقانی، کویت۔

(۴۹) الدکتور احمد العبید، کویت۔

(۵۰) الاستاذ نزار الجیلی المکاشفی، نائب وزیر اوقاف، صومالیہ۔

(۵۱) الدکتور محمد علی بوغالی، مستشار الجزائر۔

(۵۲) الاستاذ دکتور عبد اللہ سعد الشثری، وکیل جامعۃ محمد بن سعود الاسلامیہ، سابقاً۔

(۵۳) معالی دکتور سعد الشثری ، مستشار دیوان ملکی بالریاض، سعودی عرب۔

(۵۴) الشیخ احمد بن محمد التوم العرکی۔

(۵۵) الشیخ احمد عاشور سبط آل سنبل، مدینہ منورہ۔

(۵۶) الشیخ احمد بن حامد بن اکرم البخاری ، مدرس المسجد النبوی الشریف۔

(۵۷) الدکتور محمد حریری، جدہ۔

(۵۸) فرید میمن، مدینہ منورہ۔

(۵۹) الاستاذ سلطان الجرن، مدیر الاراضی، دبئ۔

(۶۰) جناب مولانا مفتی محمد ایوب صاحب، زامبیا۔

(۶۱) الدکتور سلیم علوان، بیروت۔

(۶۲) الدکتور محمد عادل بن شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

(۶۳) پیر طریقت عارف باللہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی صاحب دامت برکاتہم۔

ناچیز کے مربی اور خصوصی شفقت رکھنے والے مشائخ:

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ۔

(۲) حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا پگڑھی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵) حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶) حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۷) حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۸) حضرت مولانا شاہ حلیم عطار رحمۃ اللہ علیہ۔

(۹) حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۰) حضرت مولانا امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۱) حضرت مولانا اختر اصلاحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۲) حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۳) حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۴) حضرت مولانا شاہ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۵) حضرت مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن صاحبؒ۔

(۱۶) حضرت مولانا معین اللہ ندوی صاحب۔

(۱۷) حضرت مولانا عمران خان صاحب۔

(۱۸) حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ۔

(۱۹) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

اولادواحفاد:

(۱)شہبانہ بانو ۱۹۵۷ء

(۲)حاجی بدرعالم ۱۹۵۹ء

(۳)ڈاکٹرولی الدین ندوی ۱۷/رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۴ء

(۴)حافظ ذکی الدین ۱۹۶۸ء

(۵)فہیم الدین ۱۹۷۰ء

(۶)نصیرالدین (ناصر) ۱۹۷۲ء

(۷)ڈاکٹرصفی الدین ۱۹۷۹ء

(۸)محمدعلی ذکی الدین ۱۹۸۸ء

(۹)ڈاکٹرفریدالدین فہیم الدین ندوی ۱۹۸۹ء

(۱۰)قطب الدین فہیم الدین ۱۹۹۵ء

(۱۱)عبداللہ ولی الدین ندوی ۲۰۰۵ء

(۱۲)محمدعمیرناصر ۲۰۰۹ء

(۱۳)طہٰ صفی الدین ۲۰۱۶ء

(۱۴)محمدزکریافریدالدین ندوی ۲۰۱۶ء

پہلی جلد اسی پر ختم ہورہی ہے، دوسری جلد ہند وبیرون ہند کے اسفار، مختلف کانفرنسوں میں شرکت کی روداد، چند اہم تقاریر پر مشتمل ہے۔

واللہ الموافق

بحمداللہ اس پر نظر ثانی ۹/۱۱/۱۴۴۱ھ الموافق ۳۰/۶/۲۰۲۰ء کو مکمل ہوئی۔

ا۔د۔ تقی الدین ندوی
مدینۃ العین